بعونِ صناعِ مکین و مکان بفضلِ خلاقِ زمین و زمان
۲۰
اردو کا کلاسیکی ادب
مقالاتِ سرسیّد
حصہ ششم
تاریخی مضامین
ناشر
مجلسِ ترقی ادب ۲- نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ لاہور

حِصّۂ ششم

تاریخی مضامین

نمبر شمار | عنوان | صفحہ

تہذیب اور اُس کی تاریخ

اور

افعالِ انسانی کے باقاعدہ ہونے کا ثبوت

تہذیب الاخلاق جلد ۵ نمبر ۱۳ بابت یکم شوال ۱۲۹۱ھ
کے پرچے میں سرسید نے ھنری طامس بکل کی مشھور
عالم کتاب ''ھسٹری آف سویلزیشن'' کے ایک اھم
حصے کا اردو ترجمہ شائع کیا اور اس پر اپنے قلم سے
ایک بہت مفید تمہید لکھی ۔ ذیل میں سرسید کی تمہید
مع اصل مضمون کے درج کی جاتی ھے ، کیونکہ محض
تمہید کو پڑھ کر کچھ حاصل نہیں ھو سکتا جب تک
اصل مضمون کا ترجمہ بھی ساتھ نہ ھو ۔

(شیخ محمد اسماعیل پانی پتی)

ھم دریافت کیا چاھتے ھیں کہ سولزیشن کیا چیز ھے اور
کن کن چیزوں سے علاقہ رکھتی ھے ۔ کیا یہ کوئی بنائی ھوئی چیز
ھے ، یا قدرت نے انسان کی فطرت میں اس کو پیدا کیا ھے ، اس
کے معنی کیا ھیں ۔ کیا یہ کوئی اصطلاح ھے جس کو لوگوں نے
یا فیلسوفوں نے مقرر کیا ھے یا یہ ایسی چیز ھے کہ اس کا
مفھوم اور جن جن چیزوں سے اس کا تعلق ھے ، قانون قدرت میں
پایا جاتا ھے ؟ اس امر کے تصفیے کے لیے انسان کے حالات پر
ھم کو نظر کرنی چاھیے ۔ اگر تہذیب انسان میں ایک فطرتی چیز

ہے تو وحشیوں میں ، شہریوں میں ، سب میں اس کا نشان ملے گا ، گو اُس کی صورتیں مختلف دکھائی دیتی ہوں ، الاّ سب کی جڑ ایک ہی ہوگی -

انسان میں یہ ایک فطرتی بات ہے کہ وہ اپنے خیال کے موافق کسی چیز کو پسند کرتا ہے اور کسی کو ناپسند ، یا یوںؔ کہو کہ کسی چیز کو اچھا ٹھہراتا ہے اور کسی چیز کو برا - اور اُس کی طبیعت اس طرف مائل ہے کہ اُس بری چیز کی حالت کو ایسی حالت سے تبدیل کر لے جس کو وہ اچھا سمجھتا ہے - یہی چیز سولزیشن کی جڑ ہے جو انسانوں کے ہر گروہ میں اور ہر ایک میں پائی جاتی ہے - اسی تبادلے کا نام سولزیشن یا تہذیب ہے اور کچھ شبہ نہیں کہ یہ میلان یا یہ خواهش تبادلہ انسان میں قدرتی اور فطرتی ہے -

سولزیشن یا تہذیب کی طرف انسان کی طبیعت کے مائل ہونے کے دو اصول ٹھہرے ، اچھا اور برا ، اور برے کو اچھا کرنا سولزیشن یا تہذیب ٹھہری ، مگر اچھا اور برا قرار دینے کے مختلف اسباب خلقی اور خُلقی ، ملکی اور تمدنی ایسے ہوتے ہیں جن کے سبب اچھا اور برا ٹھہرانے میں ، یا یوں کہو کہ قوموں کی سولزیشن میں اختلاف پڑ جاتا ہے - ایک قوم جس بات کو اچھا سمجھتی ہے اور داخلِ تہذیب جانتی ہے دوسری قوم اُسی بات کو بہت برا اور وحشیانہ حرکت قرار دیتی ہے - یہ اختلاف سولزیشن کا قوموں کے باہم ہوتا ہے ، اشخاص میں نہیں ہوتا یا بہت ہی کم ہوتا ہے - جبکہ ایک گروہ انسانوں کا کسی جگہ اکٹھا ہو کر بستا ہے تو اکثر اُن کی ضرورتیں اور اُن کی حاجتیں ، ان کی غذائیں اور ان کی پوشاکیں ، ان کی معلومات اور ان کے خیالات ، ان کی مسرت کی باتیں اور ان کی نفرت کی چیزیں سب

یکسان ہوتی ہیں اور اسی لیے برائی اور اچھائی کے خیالات بھی
سب میں یکساں پیدا ہوتے ہیں اور برائی کو اچھائی سے تبدیل
کی خواہش سب میں ایک سی ہوتی ہے اور یہی مجموعی خواہش
تبادلہ یا مجموعی خواہش سے وہ تبادلہ اُس قوم یا گروہ کی سولزیشن
ہے ، مگر جبکہ مختلف گروہ مختلف مقامات میں بستے ہیں تو ان کی
حاجتیں اور خواہشیں بھی مختلف ہوتی ہیں اور اس سبب سے
تہذیب کے خیالات بھی مختلف ہوتے ہیں ، مگر ضرور کوئی ایسی
چیز بھی ہوگی کہ جو سولزیشن کی ان مختلف حالتوں کا تصفیہ
کر سکے ۔

ملکی حالتیں ، جہاں تک کہ وہ بود و باش سے تعلق رکھتی
ہیں ، نہ فکر اور خیال اور دماغ سے ، ان کو تہذیب سے چنداں
تعلق نہیں ، بلکہ صرف انسان کے خیال کو اس سے تعلق ہے
جس کے سبب وہ اچھا اور برا ٹھہراتا ہے اور جس باعث سے
خواہش تبادلہ تحریک میں آتی ہے اور وہ تبادلہ واقع ہوتا ہے جو
سولزیشن کہلاتا ہے ۔ پس سولزیشن کی مختلف حالتوں کا فیصلہ
وہ اسباب کر سکتے ہیں جن کے سبب سے اچھے اور برے کا خیال
دل میں بیٹھتا ہے ۔

اچھے اور برے کی جگہ مَیں اور لفظ کا استعمال کروں گا ،
یعنی پسند اور ناپسند ۔ انگریزی میں ایک لفظ ''ٹیسٹ'' ہے جو
نہایت وسیع معنوں میں مستعمل ہوتا ہے ۔ ہماری زبان میں بھی
اس قسم کے لفظ ہیں جیسے کہ مزا یا مذاق ، مگر وہ استعمال میں
ایسے خاص ہو گئے ہیں کہ ان سے وہ عام اور وسیع معنی خیال
میں نہیں آتے ۔ اس واسطے میں اس لفظ کا ترجمہ ''پسند'' کرتا
ہوں ۔ پس پسند کا صحیح ہونا ، جو خیال کے صحیح ہونے کی

فرع ہے ، بہت بڑا وسیلہ سولزیشن کی مختلف حالتوں کے تصفیے کا ہے ۔

خیال کی درستی اور پسند کی صحت کثرت معلومات پر اور علم طبیعیات کے بخوبی ماہر ہونے پر منحصر ہے ۔ انسان کی معلومات کو روز بروز ترقی ہوتی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ سولزیشن بھی بڑھتی ہے ۔ کیا عجب ہے کہ آیندہ کوئی ایسا زمانہ آوے کہ انسان کی تہذیب میں ایسی ترقی ہو کہ اس زمانے کی تہذیب کو بھی وہ لوگ ایسے ہی ٹھنڈے دل سے دیکھیں جیسے کہ ہم اپنے سے اگلوں کی تہذیب کو ایک ٹھنڈے ، مگر مؤدب دل سے دیکھتے ہیں ۔

تہذیب یا یوں کہو کہ بری حالت سے اچھی حالت میں لانا دنیا کی تمام چیزوں سے ، اخلاق ہوں یا مادی ، یکساں تعلق رکھتا ہے اور تمام انسانوں میں پایا جاتا ہے ۔ تکلیف سے بچنے اور آسایش حاصل کرنے کا سب کو یکساں خیال ہے ۔ ہنر اور اس کو ترقی دینا تمام دنیا کی قوموں میں موجود ہے ۔ ایک تربیت یافتہ قوم زر و جواہر یاقوت و الماس سے نہایت نفیس نفیس خوبصورت زیور بناتی ہے ؛ ناتربیت یافتہ قوم بھی کوڑیوں اور پوتھوں سے اپنی آرایش کا سامان بہم پہنچاتی ہے ۔ تربیت یافتہ قومیں اپنی آرایش میں سونے چاندی ، مونگے اور موتیوں کو کام میں لاتی ہیں ، ناتربیت یافتہ قومیں جانوروں کے خوبصورت اور رنگین پروں کو تیلیوں پر سے چھلے ہوئے سنہری پوست اور زمرد کے سے رنگ کی باریک اور خوش نما گھانس میں گوندھ کر اپنے تئیں آراستہ کرتی ہیں ۔ تربیت یافتہ قوموں کو بھی اپنے لباس کی درستی کا خیال ہے ، ناتربیت یافتہ قومیں بھی اس کی درستی پر مصروف ہیں ۔ شاہی مکانات نہایت عمدہ اور

عالی شان بنتے ہیں اور نفیس چیزوں سے آراستہ ہوتے ہیں۔ ناتربیت یافتہ قوموں کے جھونپڑے اور ان کے رہنے کے گھونپے، درختوں پر باندھے ہوئے ٹانڈ، زمین میں کھودی ہوئی کھوئیں بھی تہذیب سے خالی نہیں۔ معاشرت کی چیزیں، تمدن کے قاعدے عیش و عشرت کی مجلسیں، خاطر اور مدارات کے کام اور اخلاق و محبت کی علامتیں دونوں مین پائی جاتی ہیں۔ علمی خیالات سے بھی ناتربیت یافتہ قومیں خالی نہیں، بلکہ بعضی چیزیں ان میں زیادہ اصلی اور قدرتی طور سے دکھائی دیتی ہیں، مثلاً شاعری جو ایک نہایت عمدہ فن تربیت یافتہ قوموں میں ہے، ناتربیت یافتہ قوموں میں عجیب عمدگی و خوبی سے پایا جاتا ہے۔ یہاں خیالی باتوں کو ادا کیا جاتا ہے اور وہاں دلی جوشوں اور اندرونی جذبوں کا اظہار ہوتا ہے۔ موسیقی نے تربیت یافتہ قوموں میں نہایت ترقی پائی ہے، مگر ناتربیت یافتہ قوموں میں بھی عجیب کیفیت دکھائی ہے۔ ان کی ادا اور آواز کی پھرت، اس کا گھٹاؤ اور اس کا بڑھاؤ، اس کا ٹھہراؤ اور اس کی اونچ، ہاتھوں کا سبھاؤ اور پاؤں کی دھمک، زیادہ تر مصنوعی قواعد کی پابند ہے، مگر ناتربیت یافتہ قوموں میں یہ سب چیزیں دلی جوش کی موجیں ہیں۔ وہ لئی اور تال، راگ و راگنی کو نہیں جانتے، مگر دل کی لہر ان کی لئی اور دل کی پھڑک ان کا تال ہے۔ ان کا غول باندھ کر کھڑا ہونا، طبعی حرکت کے ساتھ اچھلنا، دل کی بیتابی سے جھکنا اور پھر جوش میں آ کر سیدھا ہو جانا گو نزاکت اور فن خنیاگری سے خالی ہو، مگر قدرتی جذبوں کی ضرور تصویر ہے۔ دلی جذبوں کا روکنا اور ان کو عمدہ حالت میں رکھنا تمام قوموں کے خیالات میں شامل ہے۔ پس جس طرح کہ ہم تہذیب کا قدرتی لگاؤ تمام انسانوں مین پاتے ہیں اسی طرح اس کا تعلق عقلی اور

مادی سب چیزوں میں دیکھتے ھیں ـ جس چیز میں کہ ترقی ، یعنی برائی سے اچھائی کی طرف رجوع یا ادنٰی درجے سے اعلٰی درجے کی طرف تحریک ھو سکتی ھے ، اسی سے تہذیب بھی متعلق ھے ـ پس سولزیشن یا تہذیب کیا ھے ؟ انسان کے افعال ارادی اور جذبات نفسانی کو اعتدال پر رکھنا ، وقت کو عزیز سمجھنا ، واقعات کے اسباب کو ڈھونڈنا اور ان کو ایک سلسلے میں لانا ـ اخلاق اور معاملات اور معاشرت اور طریق تمدن اور علوم و فنون کو بقدر امکان قدرتی خوبی اور فطرتی عمدگی پر پہنچانا اور ان سب کو خوش اسلوبی سے برتنا ، اور اُس کا نتیجہ کیا ھے ، روحانی خوشی اور جسمانی خوبی اور اصلی تمکین اور حقیقی وقار اور خود اپنی عزت کی عزت اور در حقیقت یہی پچھلی ایک بات ھے جس سے وحشیانہ پن اور انسانیت ، تمیز ھوتی ھے ـ

اس تہذیب کے حاصل ھونے کے بقول مسٹر ایچ ـ ٹی ـ بکل صاحب چار اصول ھیں :

اول ـ ''جو چیزیں ھم کو دکھائی دیتی ھیں اور جن کا سبب ھم کو معلوم نہیں ھوتا اُن کے سببوں اور قاعدوں کو دریافت کرنا اور اُن کے علوم کو پھیلانا ـ پس جس قدر کامیابی اس میں ھوگی اُسی قدر انسان کی ترقی ھوگی ـ''

دوم ـ ''اس تحقیقات سے پہلے تجسس کا خیال پیدا ھونا چاھیے جس سے ابتداء میں تحقیقات کو مدد ملتی ھے اور بعد کو تحقیقات سے اُس کی استعانت ھوتی ھے ـ''

سوم ـ ''جو باتیں اس طرح پر دریافت ھوتی ھیں وہ عقلی باتوں کے اثر کو زیادہ کرتی ھیں اور اخلاق کی باتوں کو کسی قدر کم ، مگر اخلاق کی باتیں بہ نسبت عقلی باتوں کے زیادہ مستقل ھیں اور اُن میں کمی بیشی بہت کم ھوتی ھے ـ''

چہارم ۔ ''اس تحریک کا بڑا دشمن جو درحقیقت سولزیشن کا بھی سخت دشمن ہے یہ خیال ہے کہ جب تک زندگی کے امورات کی نگرانی ہر طرح پر سلطنت اور مذہب سے نہ ہو تب تک انسان کے گروہ کی ترقی نہیں ہو سکتی ، یعنی سلطنت رعایا کو یہ سکھلاوے کہ اُن کو کیا کرنا چاہیے اور مذہب یہ سکھلاوے کہ کس بات پر یقین کرنا چاہیے ۔''

پچھلی بات میں مسٹر بکل سے مجھ کو کسی قدر اختلاف ہے ۔ س میں کچھ شبہ نہیں کہ لوگوں کا یہ خیال کہ بادشاہ وقت ہم کو بتاوے کہ ہم کو کیا کیا کرنا چاہیے ، انسان کی ترقی اور تہذیب کا نہایت قوی مانع ہے اور جس قدر کہ ہندوستان میں ، بلکہ تمام ایشیا میں اور ٹرکی اور ایجپٹ میں بھی نا شایستگی اور نا تہذیبی ہے اُس کا بڑا سبب یہی خیال ہے اور ہندوستان کے مسلمانوں کو اسی خیال نے غارت اور برباد کیا ہے اور یہی خیال ہے جو ہندوستان کی رعایا کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً گورنمنٹ سے ناراض رکھتا ہے ۔ پس جب تک یہ خیال نہ جاوے گا اور یہ خیال نہ آوے گا کہ ہم خود سوچیں کہ ہم کو اپنے لیے کیا کرنا چاہیے ، اُس وقت تک ہندوستان کے مسلمانوں کو نہ دولت ہوگی نہ حشمت ، نہ عزت ہوگی نہ منزلت ، اور نہ تہذیب ہوگی اور نہ شایستگی ، مگر دوسرا جملہ جو مذہب سے متعلق ہے وہ کسی قدر صحیح ہے اور کسی قدر غلط یعنی غلط مذہب بلاشبہ تہذیب کا بڑا مانع ہے اور اگر سچے مذہب میں غلط خیالات اور بے جا تعصبات اور مسائل اجتہادیہ اور قیاسیہ اس طرح پر مل جاویں کہ عملاً اور اعتقاداً اصلی احکام مذہبی میں اور اُن میں کچھ تفرقہ و تمیز نہ رہے ، جیسا کہ مذہب اسلام کی موجودہ حالت ہے اور جو تقلید کی تاریکی میں آنکھوں سے بالکل چھپ گیا ہے تو بلا شبہ وہ بھی انسان کی ترقی اور تہذیب کا مثل

مذہب غلط کے مانع قوی ہے ، الاّ سچا مذہب جیسا کہ ٹھیٹ مذہب اسلام ہے وہ کبھی ہارج ترقی انسان نہیں ہو سکتا ، کیونکہ اُس مذہب کے احکام اور تہذیب و شایستگی کے کام دونوں متحد ہوتے ہیں و السلام علیٰ من اتبع الہدی ۔

راقم سید احمد

ترجمہ مضمون ہنری طامس بکل

علم تاریخ کے مفید ہونے پر بہت کچھ کہا گیا ہے اور وہ ہمیشہ مرغوب بھی رہا ہے ۔ یہ عام رائے ہے کہ مورخوں نے جیسی محنت کی ہے ویسی ہی اُن کو کامیابی بھی ہوئی ہے ۔ بہت لوگوں نے اس کو پڑھا بھی ہے اور بہت کچھ سمجھا بھی ہے ۔ عموماً اُس کی بہت بڑی قدر ہے اور تمام تعلیم کے سلسلوں میں شامل ہے ۔ اس بات سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ وہ اسی اعتبار کے لائق ہے اور جب بالاجمال نظر ڈالی جائے تو قبول کرنا پڑتا ہے کہ ایسے سامان جمع ہیں جو نہایت عظیم الشان اور عمدہ معلوم ہوتے ہیں ۔ فرنگستان کے اور اور بڑے بڑے ملکوں کے حالات اور لڑائیوں کے واقعات نہایت احتیاط سے جمع کیے ہیں اور جس ثبوت پر وہ مبنی ہیں اُن کی بھی بخوبی تحقیقات ہوئی ہے ۔ مذہب کی تاریخ پر بھی بخوبی توجہ کی ہے ۔ علوم و فنون اور علم ، ادب اور مفید ایجادوں اور آخر کار انسان کی آسایش اور آرام کے طریقوں پر بہت کچھ محنت ہوئی ہے ۔ زمانۂ قدیم کے حالات دریافت کرنے کو پرانی باتوں کی تحقیقات کی ہے ۔ قدیم شہروں کی جگہیں کھود کر پرانے سکے نکالے ہیں ۔ اُن کے حروف تہجی پڑھ کر درست کیے ہیں ۔ جو زبانیں کہ حرفوں میں تحریر نہ ہوتی تھیں ، بلکہ چیزوں کی شکلوں میں لکھی جاتی تھیں ان کے معنوں کو دریافت کیا اور اُن کے مطلب کو نکالا ۔ جو زبانیں کہ مدت سے بھول گئی تھیں

اُن کو بھی نئے سرے سے یاد کیا ۔ انسان کی بول چال کی تبدیلی کے قاعدے دریافت کیے اور اُس کے ذریعے سے قوموں کی ابتدائی نقل وطن کے ایسے زمانے دریافت ہوئے جو بالکل نا معلوم تھے ۔ علم انتظام مدن بنایا گیا اور اس کی بدولت دولت کی کمی بیشی کے اسباب دریافت کیے ۔ ملکوں کے اور وہاں کے رہنے والوں کے حالات بڑی بڑی محنتوں سے جمع کیے ، اُن کے نقشے بنائے ، انسان کے دنیوی کاموں اور اخلاق باتوں کا بہت کچھ حال دریافت کیا ، مثلاً مختلف قسم کے جرموں کی تعداد اور ایک کی نسبت بمقابل دوسرے کے اور اُن پر جو اثر کہ زمانے اور تعلیم اور قسم (یعنی مرد و عورت) کے سبب ھوا اُس کا اندازہ اور اور جو باتیں اس کے متعلق ھیں وہ سب دریافت کی گئیں ۔ اسی کے ساتھ جغرافیہ طبعی بھی قدم بقدم چلتا رہا ۔ آب و ھوا کے حالات کے رجسٹر تیار ھوئے ۔ پہاڑوں کی پیمائش ھوئی ، دریا ناپے گئے اور ان کے مخرج دریافت ھوئے ۔ سب قسم کی قدرتی پیدا واریاں اور اُن کی مخفی تاثیریں معلوم کیں ۔ ھر قسم کی خوراک کی جو انسان کی زندگی کو ضرور ھے علم کیمیا کے ذریعے سے تفتیش کی ، اُس کے اجزاء شمار ھوئے اور تولے گئے اور جو نسبت اُن میں اور انسان کے جسم میں ھے اُس کی بخوبی تحقیقات کی گئی ۔ علیٰ ھذا القیاس ، انسان کے متعلق جو باتیں ھیں اُن کی ھر قسم کی تحقیقات ھوئی ھے ، یہاں تک کہ مہذب اور شائستہ قوموں میں مرنے اور شادی کرنے ، پیدا ھونے اور پیشہ کرنے یا اور کاموں میں مشغول رھنے کا اور اجرت کی کمی و بیشی کا اور جو اشیاء کہ زندگی کے لیے ضروری ھیں اُن کی قیمت کا اندازہ کیا گیا ھے ۔ یہ سب واقعات اور اسی قسم کے اور بہت سے حالات جمع کیے گئے ھیں ، اُن کو درستی سے مرتب کیا گیا ھے اور اب وہ سب کام میں لانے کے لائق ھیں ۔ اُن کے ساتھ

اور بھی مفید باتیں شامل ھیں ، کیونکہ صرف بڑی بڑی قوموں کے
ھی افعال اور خاصیتیں لکھی نہیں گئیں ، بلکہ سیاحوں نے تمام دنیا
میں ، جو اب تک معلوم ھوئی ھے سفر کیا ھے ، اُس کے تمام
حصوں کی سیر کی ھے اور مختلف قوموں کو دیکھا ھے ، اُن کے
حالات دریافت کیے ھیں ۔ اب ھم اُس کے ذریعے سے تہذیب و شائستگی
کے ھر درجے کا اور ھر جگہ کا مقابلہ کر سکتے ھیں ۔ جب کہ ھم
یہ کہتے ھیں کہ اپنے ھم جنسوں کے حالات دریافت کرنے کا
شوق کبھی کم نہیں ھوتا ، بلکہ زیادہ ھوتا جاتا ھے تو ھم یہ بھی
دیکھتے ھیں کہ اُس شوق کے پورا کرنے کے وسیلے بھی روز بروز
اُس کے ساتھ ساتھ زیادہ ھوتے جاتے ھیں ۔ جو باتیں دریافت ھوئی
ھیں وہ سب موجود اور محفوظ ھیں ۔ جب ھم اُن سب باتوں کو
یکجا کرتے ھیں تب ھم کو معلوم ھوتا ھے کہ جن چیزوں سے
ھم واقف ھوگئے ھیں وہ کس قدر مفید ھیں اور اُن کی مدد سے
انسان کی کس قدر ترقی کا حال معلوم ھوتا ھے ۔

مگر جب ھم یہ بات بیان کرنی چاھیں کہ ان سب سامانوں سے
کیا کام لیا گیا تو یہ ساری صورت بدل جاتی ھے ۔ انسان کی تاریخ
میں بہت بڑا نقص یہ ھے کہ گو تاریخ کے علیحدہ علیحدہ جزوں کی
نہایت قابلیت سے تحقیقات ھوئی ھے ، لیکن کسی نے اُن سب اجزاء
کو ملا کر اُن سے ایک عام نتیجہ نکالنے کی کوشش نہیں کی اور
نہ اُس طریقے کو دریافت کیا جس کے ذریعے سے اُن تمام جزوں
کی آپس میں نسبت معلوم ھو ۔ یہ بات سب کے نزدیک مسلم ھے
کہ بڑی بڑی باتوں کی تحقیقات کے لیے جزئیات کا استقراء کرکے
کلیہ نکالتے ھیں اور خاص خاص باتوں سے عام قاعدہ نکالنے میں
بڑی بڑی کوششیں کی جاتی ھیں ، تاکہ وہ قاعدے دریافت ھوں جن
کی رو سے وہ خاص خاص باتیں وقوع میں آتی ھیں ، مگر مورخوں میں

یہ طریقہ عام نہیں ہے ۔ اُن کے دل پر ایک عجیب خیال سمایا ہے کہ وہ اپنا کام صرف اسی قدر سمجھتے ہیں کہ واقعات کو اور گزرے ہوئے حالات کو بیان کر دیں اور کہیں کہیں اخلاق اور انتظام مدن کی کچھ کچھ باتیں جن سے کچھ فائدہ متصور ہو لکھ دیں ۔ ایسے مصنفوں کا جو خیال کی سستی سے یا قدرتی نا قابلیت سے اعلیٰ درجے کی تصنیف کی قابلیت نہیں رکھتے ، یہ طریقہ ہے کہ چند سال تھوڑی سی کتابیں پڑھ لیں اور تاریخ لکھنے کی قابلیت بہم پہنچا لی ، پھر بڑی بڑی قوموں کی تاریخیں لکھنے لگے اور اُن کی تاریخیں اُن مضمونوں کے لیے سند ہو گئیں ۔

اس محدود اور تنگ طریقے کے سبب ایسے نتیجے پیدا ہوئے جن سے ہمارے علم کی ترقی کو بہت نقصان پہنچا ۔ اسی طریقے کے سبب مورخوں نے ایسی وسیع ابتدائی تعلیم کو ضروری نہیں سمجھا جس کے ذریعے سے اُس علم کی تمام قدرتی باتیں بالکل اُن کی گرفت میں آجاویں اور اسی طریقے کے سبب یہ نتیجہ ہوا کہ ایک مورخ تو علم انتظام مدن و علم معاشرت سے نا واقف ہے ، دوسرا آئین و قانون کو کچھ نہیں جانتا ، کوئی مذھبی معاملات اور تبدل رائے کے حالات سے محض نا واقف ہے ۔ کوئی فلسفہ مدنی کو نہیں جانتا ، کوئی علوم طبیعی سے آگاہ نہیں ہے ، حالانکہ یہ سب علوم نہایت ضروری ہیں ، اس لیے کہ وہ خاص باتیں جن سے انسان کے مزاج اور اس کے اطوار پر اثر ہوتا ہے انہیں علوم سے پیدا ہوتی ہیں ۔ اگرچہ ان علموں میں سے ایک شخص کسی علم کو اور دوسرا کسی علم کو سیکھتا ہے ، مگر بعوض اس کے کہ وہ سب علوم ایک شخص میں ملائے جاویں متفرق ہو جاتے ہیں اور جو مدد کہ مشابہت اور مماثلت کی ایک شخص میں ان سب علوم کے جمع ہونے سے حاصل ہو سکتی تھی وہ ضائع ہو جاتی ہے اور اسی

سبب سے کسی شخص نے ان سب علوم کو تاریخ میں ملانے کی کوشش نہیں کی ، حالانکہ وہ سب تاریخ ہی کے اجزاء ہیں ۔

ہاں البتہ اٹھارویں صدی کے شروع سے چند عاقل پیدا ہوئے جنھوں نے تاریخ کے اس نقص پر افسوس کیا اور حتی الوسع اُس کی اصلاح کی کوشش کی ، مگر ایسی مثالیں نہایت کم ہیں ، یہاں تک کہ یورپ کے تمام علم ادب میں اصل کتابیں تین چار سے زیادہ نہیں ہیں جن میں انسان کی تاریخ کی تحقیقات اُن عمدہ اور عام طریقوں پر کی گئی ہو جن سے علم کی اور شاخوں میں کامیابی ہوئی ہے اور جن قاعدوں اور تجربوں سے علم کی حقیقت قائم ہو سکتی ہے ۔

سولہویں صدی کے بعد سے اور خصوصاً اخیر صدی میں مورخوں میں خیال کی وسعت کے نشان اور اپنی تصنیفات میں ایسے مضمونوں کے شامل کرنے کا شوق پایا جاتا ہے جن کو اُس سے پہلے وہ چھوتے بھی نہ تھے ۔ اس سے ایک عمدہ بات پیدا ہوئی اور ایک قسم کے واقعات جمع ہونے سے قاعدہ کلیہ نکالنے کا خیال پیدا ہوا جس کا نشان یورپ کے قدیم علم ادب میں نہیں پایا جاتا ۔ اس بات کا بہت بڑا فائدہ ہوا ، کیونکہ مورخوں کے خیال نے وسعت پائی اور غور کرنے کی عادت پڑی جو اصلی واقفیت کے لیے ضرور ہے ، کیونکہ بغیر اُس کے کوئی علم نہیں بن سکتا ۔

اس زمانے میں اگرچہ به نسبت زمانۂ سابق کے تاریخ کے آثار زیادہ طمانیت کے لائق موجود ہیں ، مگر سوائے چند مثالوں کے وہ سب اب تک آثار ہی ہیں ۔ آج تک اُن اصولوں کے دریافت کرنے میں جن کا اثر قوموں کی قسمت اور اُن کے چال چلن پر ہوتا ہے بہت ہی کم کوشش ہوئی ہے اور کچھ شبہ نہیں کہ انسان کے اعلیٰ خیالات کے لیے اب بھی تاریخ بہت ہی ناکامل ہے اور وہ ایسی ہی بے ترتیب صورت میں ہے جیسے کہ اُس مضمون

کی صورت ہوتی ہے جن کے قاعدے معلوم نہیں ہوئے اور جس کی جڑ قائم نہیں ہوئی - ہمارے پاس تاریخ کا اس قدر سامان موجود ہے کہ اگر اُس پر زیادہ کوشش کی جاوے تو جس طرح کہ علوم طبیعی کی مختلف شاخیں تحریر ہوئی ہیں اسی طرح انسان کی تاریخ بھی تحریر ہوسکتی ہے - نیچر کی اکثر باتیں جو ظاہرا بالکل بے قاعدہ معلوم ہوتی ہیں اور کبھی یکساں نہیں رہتیں ، سمجھ میں آگئی ہیں اور یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ وہ بھی عام قواعد معین کے بموجب ہوتی ہیں - قابل لوگوں نے نہایت تامل و غور سے طبعی واقعات پر اس غرض سے توجہ کی ہے کہ اُن کے قاعدے معلوم ہوں اور اُسی غور و تامل کا یہ نتیجہ حاصل ہوا ہے - پس اگر انسان کے واقعات کو اُسی طرز پر دیکھیں تو بے شک ویسے ہی نتیجے حاصل ہوں گے اور یہ بات کہہ دینی کہ تاریخ کے واقعات سے کلیہ قاعدہ نہیں نکل سکتا ، ایک امر زیر تحقیقات کو بلا تحقیقات کے تسلیم کر لینا ہے - اس قسم کے لوگ صرف ایسی ہی بات کو تسلیم نہیں کرتے جس کو وہ ثابت نہیں کر سکتے ، بلکہ ایسی باتوں کو بھی مان لیتے ہیں جو علم کی موجودہ حالت میں نہایت غیر ممکن ہیں - جو کوئی شخص اخیر دو صدی کے حالات سے واقف ہوگا وہ ضرور جانتا ہوگا کہ ہر ایک پشت میں کسی نہ کسی ایسے واقعے کا باقاعدہ ہونا ثابت ہوتا جاتا ہے اور اس کی نسبت پیشین گوئی ہوسکتی ہے جس کو پہلی پشت کے لوگ محض بے قاعدہ اور نا قابل پیشین گوئی سمجھتے تھے - پس تہذیب و شائستگی سے جو ترقی پائی جاتی ہے ہمارا یقین مضبوط ہوتا جاتا ہے کہ سب باتیں با قاعدہ اور ترتیب وار ہوتی ہیں - پس ان باتوں سے یہی نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی قسم کے واقعات کا قاعدہ دریافت نہیں ہوا ہے تو ہم کو یہ نہ کہنا چاہیے کہ یہ بے قاعدہ ہیں ، بلکہ پہلے کے تجربے

کو لحاظ کر کے یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ جو بات اس وقت سمجھ میں نہیں آتی ، ممکن ہے کہ کسی آئندہ زمانے میں سمجھ میں آ جاوے - بے ترتیبی میں سے ترتیب نکالنے کی امید اس درجے تک ہوتی ہے کہ اکثر نامور عالموں کو بعوض امید کے یقین ہوتا ہے اور اگر یہی امید عموماً مورخوں میں نہ پائی جاوے تو اس کا سبب یہی سمجھنا چاہیے کہ وہ لوگ نیچر کے محققوں کی بہ نسبت کمتر لیاقت رکھتے ہیں اور کسی قدر یہ بھی سبب ہو سکتا ہے کہ معاشرت کی باتیں جو تاریخ سے علاقہ رکھتی ہیں زیادہ پیچیدہ ہوتی ہیں -

یہی اسباب ہیں جنھوں نے اب تک علم تاریخ کو ایک علم ہونے نہیں دیا - نہایت مشہور اور نامور مورخ علم طبیعی جاننے والے کے مقابلے میں کچھ بھی درجہ نہیں رکھتا ہے - کسی ایسے شخص نے تاریخ کی طرف بہ دل توجہ ہی نہیں کی ہے جو ذہن و عقل میں مثل کپلر و نیوٹن کے وحید عصر ہو - اگرچہ موجودات کے حالات بھی نہایت پیچیدہ ہیں ، مگر جو مورخ فلسفے کے طور پر تاریخ لکھتا ہے اُس کو نیچر کی تحقیقات کرنے والے کی نسبت زیادہ مشکلات پیش آتی ہیں ، کیونکہ اُس کے تجربے میں وہ غلطیاں ہو سکتی ہیں جو تعصب اور جوش سے پیدا ہوتی ہیں اور جس قدر سامان تجربے کا نیچر میں ہے کہ اُس کے ذریعے سے ہم دنیا میں نہایت پیچیدہ مسئلوں کو حل کر لیتے ہیں ، وہ سب سامان مورخ کے کام میں نہیں آ سکتے -

پس اس بات کا کچھ تعجب نہیں کہ انسان کے افعال کا علم بہ نسبت نیچر کے علم کے بچپن کی حالت میں ہے - بے شک ان دونوں علموں کی ترقی میں اتنا بڑا فرق ہے کہ علم طبیعی کی ایسی باتوں کو جو اب تک ثابت بھی نہیں ہوئیں لوگ تسلیم کر لیتے

ھیں کہ ضرور با قاعدہ ھوں گی اور اُن کی نسبت پیشین گوئی بھی کرتے ھیں ، مگر تاریخی واقعات کا با قاعدہ ھونا کوئی تسلیم نہیں کرتا ، بلکہ اُس سے انکار کرتے ھیں ۔ اس سبب سے جو شخص کہ علم تاریخ کو مثل دیگر علوم کے ترقی دینا چاھتا ھے اُس کو ابتداء ھی میں ایک بڑی مشکل پیش آتی ھے کہ اُس سے کہا جاتا ھے کہ انسان کے معاملات میں کچھ اسرار ھیں اور وہ اسرار خدا ساز ھیں کہ ھماری عقل اور ھماری تحقیقات اُن تک نہیں پہنچ سکتی اور انسان کے آئندہ کے حالات ھمیشہ ھم سے پوشیدہ رھیں گے ۔ اس کے جواب میں صرف اس قدر کہنا کافی ھے کہ ایسا کہنا صرف تحکماً تسلیم کرنا ھے ، کیونکہ اس کا ثبوت کچھ نہیں ھے اور اس مشہور حقیقت کے مخالف ھے کہ جہاں علم بڑھتا جاتا ھے وھاں قاعدے اور سلسلے میں بھی زیادہ یقین ھوتا جاتا ھے اور اُس قاعدے کے بموجب یکساں حالت میں ایک سے نتیجے پیدا ھوتے ھیں ۔ بہتر ھے کہ ھم اس عقدے کے حل کرنے میں زیادہ غور کریں اور اس بات کو دیکھیں کہ لوگوں کی جو یہ عام رائے ھے کہ تاریخ کبھی علم کے درجے تک نہیں پہنچ سکتی ، اُس کی بنیاد درست ھے یا نہیں ۔ جب ھم اس کا خیال کرتے ھیں تو ھمارے دل میں ایک بہت بڑا سوال پیدا ھوتا ھے جو اس کی جڑ ھے اور وہ سوال یہ ھے کہ آیا انسان کے افعال اور انسان کی باھمی معاشرت کے کام کسی قانون معین کے تابع ھیں یا اتفاقیہ ھیں اور ایسی باتوں کے نتیجے ھیں جو انسان کی سمجھ میں نہیں آتیں ؟

ان امور کی بحث میں چند مفید خیال پیدا ھوتے ھیں ، کیونکہ جو سوال کیا گیا ھے اُس کے متعلق دو مسئلے ھیں جن کے ذریعے سے تہذیب کے مختلف درجے ظاھر ھوتے ھیں ۔ پہلا مسئلہ یہ ھے کہ تمام امور اتفاقیہ واقع ھوتے ھیں ۔ اس مسئلے کے بموجب گویا

هر ایک واقعہ علیحدہ اور تنہا واقع ہوتا ہے اور کسی امر اتفاقیہ کا نتیجہ سمجھا جاتا ہے ۔ ایسا خیال بالکل ایک جاہل اور وحشی شخص کو ہوتا ہے اور پھر جوں جوں تجربہ بڑھتا ہے اور جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب باتیں باقاعدہ ایک دوسرے کے بعد ہوتی ہیں تو یہ خیال مضمحل ہوتا جاتا ہے ۔ مثلاً وحشی قومیں جن میں تہذیب کا اثر کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا اور جو صرف شکار پر اپنی زندگی بسر کرتی ہیں ان کو بلا شک یہ خیال ہو سکتا ہے کہ ہماری ضروری خوراک کا ملنا صرف کسی امر اتفاقی کا نتیجہ ہے جو بیان نہیں ہو سکتا ۔ چنانچہ شکار کبھی ملتا ہے اور کبھی نہیں ملتا ، کبھی افراط سے ملتا ہے اور کبھی نہایت کم اور اسی سبب سے اُن کو کبھی شبہ بھی اس بات کا نہیں ہوتا کہ نیچر کے انتظام میں ترتیب بھی ہے اور نہ ان کے دل میں ان تمام اصولوں کا وجود سما سکتا ہے جن کی رو سے تمام واقعات وقوع میں آتے ہیں اور جن اصولوں کے علم سے ہم اپنی باتوں کی آئندہ حالت کی نسبت پیشین گوئی کر سکتے ہیں ، مگر جب یہی قومیں کچھ ترقی کر کے کسانوں کی حالت میں آ جاتی ہیں تو وہ پہلے پہل ایسی خوراکیں کھاتی ہیں جن کا ملنا ، بلکہ ان کا پیدا کرنا بھی وہ اپنے فعل کا نتیجہ دیکھتی ہیں ، یعنی جو کچھ بوتے ہیں وہی کاٹتے ہیں ۔ اُن کی ضرورتوں کے ضروری سامان زیادہ تر اُن کے اختیار میں ہو جاتے ہیں اور انھی کی محنت کے نتیجے ہوتے ہیں ۔ جبکہ وہ بیج زمین میں بوتے ہیں اُس سے درخت ہوتا ہے ، پھولتا ہے ، پھلتا ہے ، بالیں نکلتی ہیں ۔ جب وہ پختہ ہو جاتی ہیں تو ان سے وہی غلہ نکلتا ہے جو بویا تھا اور اس غلے کو اُس بیج سے بھی جو بویا تھا کچھ مناسبت ہوتی ہے ۔ ان باتوں سے ان کو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ اس میں کوئی تدبیر اور حکمت

ہے ۔ یہ نتیجہ ہمیشہ یکساں ہوتا ہے ۔ اب ان کو آئندہ کے لیے
گو یقین نہ ہو ، مگر ایک قسم کا اعتبار اور بھروسا پڑ جاتا ہے اور
یہ اعتبار اس سے کہیں زیادہ ہوتا ہے جو ان کو اپنی اس پہلی اور
غیر معین حالت میں تھا ۔ اسی سے ان کو ایک دھندلا سا خیال
اس بات کا پیدا ہوتا ہے کہ واقعات میں کچھ تسلسل اور
استحکام ہے اور کچھ کچھ وہ باتیں سمجھ میں آنے لگتی ہیں جن
کو آخرکار نیچر کے قانون کہتے ہیں ۔ اس بڑی ترقی کے ہر ایک
قدم پر اُن کا خیال صاف ہوتا جاتا ہے ۔ جس قدر اُن کی تحقیقات
بڑھتی ہے اور تجربہ زیادہ وسیع ہوتا جاتا ہے اُسی قدر اُن کو
قاعدہ و سلسلہ اور واقعات میں باہم موافقت ملتی جاتی ہے جس
کے وجود کا اُن کو پہلے شبہ بھی نہ تھا ۔ اس کے ظاہر ہونے
سے وہ مسئلہ واقعات کے اتفاقیہ ہونے کا جو شروع میں اُن کے
دل میں بیٹھا ہوا تھا بودا ہوتا جاتا ہے ۔ تھوڑی سی اور ترقی کے
بعد استدلال کا شوق دل میں پیدا ہوتا ہے اور اُن میں سے بعض
لوگ اپنی تحقیقات سے کلیہ نکالتے ہیں اور اگلی رائے سے نفرت
کرنے لگتے ہیں اور یہ یقین کرتے ہیں کہ ہر ایک پچھلا واقعہ
اپنے پہلے واقعے سے تعلق رکھتا ہے اور پہلے کا واقعہ اپنے سے پہلے
واقعے سے ۔ اسی طرح ساری دنیا ایک زنجیر ہے اور ہر ایک آدمی
ایک سلسلے میں اپنا کام کرتا ہے ۔ پر وہ اس بات کا تعین نہیں
کر سکتے کہ وہ کیا کام ہوگا ۔

غرضیکہ جب سوسائٹی ، یعنی گروہ انسانی عام طور پر ترقی
کرتی جاتی ہے تو نیچر کے با قاعدہ ہونے کا زیادہ یقین ہوتا جاتا
ہے اور اس وقت بجائے مسئلہ واقعات کے اتفاقیہ ہونے کے ، دوسرا
مسئلہ واقعات میں ضروری مناسبت کا قائم ہوتا ہے کہ مصنف کی
یہ رائے ہے کہ غالباً انھی دونوں مسئلوں اتفاقیہ اور ضروریہ سے

انسان کے مختار اور مجبور ہونے کا ، یعنی تقدیر کا مسئلہ نکلا ہے اور اس بات کا سمجھ میں آنا کہ گروہ انسانی کے زیادہ تر مہذب ہونے کی حالت میں یہ تبدیل صورت کیونکر واقع ہوتی ہے کچھ مشکل نہیں ہے ۔ ہر ملک میں جب دولت کا جمع ہونا ایک حد معین تک پہنچ جاتا ہے تو ہر ایک شخص کی محنت کا محاصل اُس مقدار سے زیادہ ہوتا ہے جو اُس کی پرورش کے لیے کافی تھا اور اسی لیے سب لوگوں کو محنت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی ۔ پس ایک ایسا جدا فرقہ بن جاتا ہے جس کے لوگ اپنی زندگی بلا محنت عیش و آرام سے بسر کرتے ہیں اور چند آدمی علم کی تحصیل میں اور اس کے پھیلانے میں اپنا وقت صرف کرتے ہیں اور ان پچھلے لوگوں میں سے ایسے لوگ بھی ہمیشہ نکلتے ہیں جو بیرونی واقعات پر خیال نہیں کرتے ، بلکہ اپنے دل کی باتوں کی تحقیقات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور جب یہ لوگ کامل ہو جاتے ہیں تو یہی لوگ نئے فلسفے کے موجد اور نئے مذہب کے بانی ہوتے ہیں اور جو لوگ اس فلسفے یا مذہب کے پیرو ہوتے ہیں اُن پر اس کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے ، لیکن اُن کے موجدوں یا بانیوں پر خود اُن کے زمانے کا اثر پایا جاتا ہے ، کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص اپنے چاروں طرف کی رائے کے دباؤ سے بچ سکے اور جس کو نیا فلسفہ اور نیا مذہب کہتے ہیں وہ کچھ بالکل نئے خیالات کا پیدا کیا ہوا نہیں ہوتا ، بلکہ اُس زمانے کے لوگوں کے جو خیالات ہوتے ہیں وہی خیالات ایک نئی راہ کی طرف پھر جاتے ہیں ۔ پس امر ما نحن فیہ میں بیرونی دنیا کے واقعات کے اتفاقیہ ہونے کا مسئلہ انسان کے مختار ہونے کے مسئلے کے مطابق ہے جو اندرونی دنیا سے علاقہ رکھتا ہے اور ضروری مناسبت کا مسئلہ اُسی طرح انسان کے مجبور ہونے یا تقدیر کے مسئلے سے مشابہت

رکھتا ہے ۔ صرف فرق اتنا ہے کہ پہلا مسئلہ متافزیشین یعنی فلسفیان فلسفہ ذہنی کا نکالا ہوا ہے اور دوسرا مسئلہ تھیولوجین یعنی علماء مذہبی کا ۔ پہلے مسئلے میں فلسفۂ ذہنی کے حکماء واقعات کے اتفاقیہ ہونے کے مسئلے سے شروع کر کے دل میں ایک خود اختیاری ، یعنی افعال میں انسان کے مختار ہونے کا اصول قائم کر لیتے ہیں اور اسی اصول کا ایک نئی صورت میں آزادی نام رکھتے ہیں کہ انسان آزاد مخلوق ہے اور اس طرح پر ماننے سے تمام مشکلات دفع ہو جاتی ہیں ، کیونکہ پوری آزادی جو سب فعلوں کا سبب ہے خود کسی کا نتیجہ نہیں ، بلکہ مثل مسئلہ "اتفاقیہ" کے ایک ایسی حقیقت ہے جس میں زیادہ بیان نہیں ہو سکتا ۔ علماء مذہبی دوسرے ، یعنی واقعات میں ضروری مناسبت کے مسئلے کو مذہبی صورت میں لاتے ہیں اور چونکہ ان کی طبیعت انتظام اور مطابقت کے خیالات سے بھری ہوتی ہے ، اس لیے وہ اس مناسبت کو جس میں کبھی فرق نہیں ہوتا خدا کے علم غیب سے منسوب کرتے ہیں اور اس اعلٰی اور عمدہ اور پاک خیال کے ساتھ کہ خدا واحد ہے یہ مسئلہ تقدیر کا بھی لگایا جاتا ہے کہ خدا نے تمام چیزوں کو ابتداء سے ایک اندازے پر اپنی مرضی کے موافق معین و مقرر کر دیا ہے ۔

ہماری زندگی کے جو حالات تاریکی میں ہیں وہ ان مختلف مسئلوں اتفاقیہ اور ضروریہ سے ، یعنی مختاری اور تقدیر سے سہل طور پر صاف ہو جاتے ہیں اور بآسانی سمجھ میں آ جاتے ہیں اور اس لیے اوسط درجے کی قابلیت کے لوگوں کے دل کو بہت پسند ہوتے ہیں ۔ اس زمانے میں بھی بہت سے لوگ انھی دونوں مسئلوں کے پیرو ہیں ، مگر ان مسئلوں نے انسان کے علم کے سر چشمے کو صرف گدلا ہی نہیں کیا ، بلکہ ایسے مذہبی فرقے پیدا کیے جن کی آپس

کی دشمنی نے انسان کی سوسائٹی کو برباد کر دیا اور زندگی کی اکثر باتوں کو تلخ کر دیا ۔ یورپ کے عالموں کا اب یہ خیال ہے کہ یہ دونوں مسئلے غلط ہیں یا یہ کہ اُن کی واقعیت کا اور صحت کا کوئی کافی ثبوت نہیں ہے ، مگر چونکہ یہ امر عظیم ہے اور نہایت ضروری ہے ، اس لیے مناسب ہے کہ جہاں تک ہو سکے ہم اس کو صاف کر لیں ۔

مختاری اور تقدیر کے خیال کی ابتداء کی نسبت جو کچھ ہم نے لکھا شاید اس میں کچھ شک ہو ، مگر جس بنیاد پر وہ قائم ہیں اس میں کچھ جھگڑا نہیں ہے ۔ تقدیر کا مسئلہ مبنی ہے ایک مذہبی قیاس پر اور مختاری کا مسئلہ مبنی ہے ایک ایسے قیاس پر جو وجدان قلبی سے علاقہ رکھتا ہے ۔ تقدیر کے ماننے والے ایک ایسے مسئلے پر چلتے ہیں جس کا اب تک کوئی قرار واقعی ثبوت نہیں ہے ۔ وہ لوگ اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ خدا نے ، جس کی نیکی مسلمہ ہے ، باوجود اپنے بالکل نیک ہونے کے ، اچھے و برے میں ، یا بدی و نیکی میں ، یا پسندیدہ ہونے اور نا پسندیدہ ہونے میں تمیز کی ہے اور لاکھوں مخلوق کو جو اب تک پیدا بھی نہیں ہوئی اور صرف خدا ہی کے فعل یا ارادے سے پیدا ہو سکتی ہیں ، ازل سے ابد تک بربادی اور گنہگاری میں ڈال دیا ہے اور یہ بات خدا نے کسی انصاف کے اصول پر نہیں کی ، بلکہ صرف اپنی قدرت کاملہ اور مختار کل ہونے کی قدرت سے کی ہے ۔ عیسائیوں میں جو پراٹسٹنٹ فرقے کے ہیں ، اُن میں یہ مسئلہ کالون کے وقت سے نکلا جس کی طبیعت نہایت قوی تھی ، مگر نہایت تاریک ، لیکن اکسٹین نے اس مسئلے کو پہلے پہل درست کیا اور معلوم ہوتا ہے کہ اکسٹین نے میجین لوگوں سے یہ مسئلہ سیکھا تھا ۔ بہر حال اگر اس بات سے بھی قطع نظر کی جاوے کہ یہ مسئلہ اور اصولوں

کے بھی مخالف ہے ، علمی تحقیقات میں اس مسئلے سے کچھ فائدہ نہیں ہے ، کیونکہ جب یہ مسئلہ ہمارے علم سے باہر ہے تو ہم اس کی سچائی یا جھوٹائی کی تحقیق نہیں کر سکتے ۔ دوسرا مسئلہ جو مدت سے مختاری کے نام سے مشہور ہے ، آرمینین کے مذہب سے مناسبت رکھتا ہے ، لیکن در حقیقت انسان کی کانشنس کی بزرگی کے مسئلے پر مبنی ہے ۔ (بری بات کرنے سے جو از خود آدمی کا دل پکڑا جاتا ہے اور آدمی کو بے چین و بے تاب کر دیتا ہے اس کو کانشنس کہتے ہیں) ہر ایک شخص کو معلوم ہوتا ہے اور با لبداهة جانتا ہے کہ میں آزاد ہوں اور کوئی دلیل اس خیال کو کہ ہم آزاد ہیں دور نہیں کر سکتی ۔ اب اس اختیار کامل کے وجود میں جس کے مقابلے میں تمام عام طریقے استدلال کے کچھ کام نہیں کرتے ، دو یا تین ہیں ۔ پہلی بات گو صحیح ہو ، مگر ثابت نہیں ہے اور دوسری تو بلا شبہ غلط ہے اور وہ دو باتیں یہ ہیں ۔ اول یہ کہ قوت ممیزہ نیک و بد جس کو انگریزی میں کانشنس نس کہتے ہیں اور جس قوت کے احکام کبھی خطا نہیں کرتے ، ایک علیحدہ قوت ہے ، مگر یہ بات کہ کانشنس نس ایک علیحدہ قوت ہے اب تک کسی طرح تحقیق نہیں ہے ۔ بعض بڑے بڑے عاقلوں کی یہ رائے ہے کہ یہ طبیعت کی ایک حالت ہے ۔ اگر یہی بات ہو تو بس بحث ختم ہو گئی ، کیونکہ اگر ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ جب دل کے تمام قویٰ سے پورا پورا کام لیا جاوے تو برابر برابر ٹھیک کام کرتے ہیں ، تب بھی کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ دل کی ہر ایک حالت میں ، جو اتفاقیہ کسی ایک طرح کی ہو جاتی ہے ، صحیح صحیح اور ٹھیک ٹھیک کام ہوتا ہے ، قطع نظر اس بات کے اگر یہ بھی تسلیم کیا جاوے کہ "کانشنس نس" ایک جدا قوت ہے تو بھی ہم یہ دوسری جرح پیش کریں گے کہ تاریخ سے بخوبی

ثابت ہے کہ یہ قوت بہت خطا کھاتی ہے ۔ تہذیب کی ترقی کی تمام حالتوں میں جو انسان پر گزری ہیں دل کی خصوصیت ، یعنی عقیدے کا بہت بڑا اثر ہوا ہے اور وہ اثر اس زمانے کے مذہب اور فلسفے اور اخلاق کی باتوں پر برابر رہا ہے ۔ اُس زمانے کے عقیدوں کو ہر ایک شخص مانتا آیا ہے اور دوسرے زمانے کے لوگ اُن پر ہنسا کیے ہیں اور ہر ایک عقیدہ اپنے زمانے کے لوگوں کے دلوں میں ایسا ہی گڑا رہا ہے اور اُن کے کانشنس کا جزو اعظم رہا ہے جیسے کہ اب وہ رائے ہے جس کو ہم آزادی کہتے ہیں ، تو بھی یہ بات ممکن نہیں کہ کانشنس کے سب نتیجے صحیح ہوں ، کیونکہ اُن میں سے اکثر ایک دوسرے کے مخالف ہیں ۔ پس جب تک یہ بات نہ مانی جاوے کہ زمانہ مختلف میں سچائی بھی مختلف ہوتی ہے تب تک وہ عقدہ حل نہیں ہو سکتا اور یہ بات محال ہے ۔ پس اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ کانشنس کی شہادت اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ وہ رائے صحیح ہے ، کیونکہ اگر ایسا ہو تو وہ باتیں جو ایک دوسرے کے بالکل مخالف ہیں دونوں برابر صحیح ہوں گی ۔ علاوہ اس کے زندگی میں جو جو باتیں ہوتی ہیں ان کے دیکھنے سے ایک دوسری بات نکلتی ہے ۔ کیا ہم کو بعض حالتوں میں بھوت اور آسیب کے ہونے کا یقیں دل میں نہیں ہو جاتا ؟ اور کیا پھر ہم لوگ یہی نہیں کہتے کہ ایسی چیزوں کا وجود نہیں ہے ، کوئی اور بات ہوگی جس کو ہم نے بھوت اور آسیب سمجھا ہے ۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس قسم کا کانشنس یا یقین دھوکا ہے اصلی نہیں ہے ، تو ہم یہ پوچھیں گے کہ وہ کونسی چیز ہے جو صحیح اور غلط یا سچی اور جھوٹی کانشنس میں تمیز کرتی ہے ۔ اگر بعض باتوں میں کانشنس ہم کو دھوکا دیتا ہے تو کیونکر یقین ہو سکتا ہے کہ اور باتوں میں دھوکا نہ دے گا اور اگر یقین نہیں ہو سکتا تو وہ کسی اعتبار

کے لائق نہیں ہے اور اگر کسی طرح اس پر یقین ہوسکتا ہے
تو ایک دوسری کسی ایسی شے کا وجود لازم آتا ہے کہ کانشنس
اس کا تابع ہو۔ پس کانشنس کی سچائی کا مسئلہ جس کی بنیاد پر
خود مختاری کے ماننے والوں نے اپنا اصول قائم کیا تھا ڈھے جاتا
ہے۔ بے شک میرے نزدیک اس بات کا شبہ کہ کانشنس نس کا
وجود بطور ایک علیحدہ قوت کے ہے کہ نہیں اور نیز یہ بات کہ
یہ قوت ہمیشہ سب باتوں کو یکساں نہیں بتاتی ، ایسی دو دلیلیں
ہیں جن سے یقین ہوتا ہے کہ چند شخصوں کے دل کا حال معلوم
کرنے سے ذہنی فلسفہ علم کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا ، مگر
ان اصولوں کے تحقیق کرنے سے جو تاریخ سے نکالے جائیں اس کی
تحقیقات بخوبی ہوسکتی ہے ، یعنی اس کے اصول ان باتوں سے
نکالے جائیں جو ایک زمانہ دراز میں انسان کے حالات میں گزرے
ہوں۔ یہ بات بلاشبہ نہایت خوشی کی ہے کہ جس شخص کے
خیال میں یہ بات ہو کہ فن تاریخ بھی ایک علم ہوسکتا ہے ،
اُس شخص کو خود مختاری یا تقدیر کے مسئلے پر بحث کرنے کی
کچھ ضرورت نہیں ہے ، کیونکہ اُس کو مفصلہ ذیل امور کا تسلیم
کرنا کافی ہے ، یعنی ہم جو کوئی کام کرتے ہیں کسی ایک یا
ایک سے زیادہ غرض سے کرتے ہیں اور وہ غرض بھی کسی اور
غرض کا نتیجہ ہوتی ہے۔ پس اگر سب باتوں سے اور ان کی تحریک
کے قاعدوں سے واقف ہوں تو ہم بغیر کسی غلطی کے پہلے سے
بتا سکتے ہیں کہ اُن کا نتیجہ کیا ہوگا۔ جن لوگوں کے دل میں
طرفداری نہیں ہے اور جو اپنی رائے سے ثبوت موجودہ پر کام کرتے
ہیں اس رائے کو قبول کریں گے کہ مثلاً اگر ہم کسی شخص
کے چال چلن سے بخوبی واقف ہوں تو ہم بتا سکتے ہیں کہ بعض
خاص حالتوں میں وہ شخص کیا کرے گا۔ اگر ہماری اس پیشین گوئی

میں غلطی ہو تو خود مختاری یا تقدیر کو اس کا سبب نہ قرار دینا چاہیے ، کیونکہ اب تک ان دونوں باتوں کا کچھ ثبوت نہیں ہوا ہے ، بلکہ یہ خیال کرنا چاہیے کہ یا تو ہم کو اس شخص کے حالات غلط معلوم تھے یا یہ کہ ہم نے اس کے دل کی عام حرکتوں کے سمجھنے میں غلطی کی ۔ اگر ہماری سمجھ صحیح ہو اور اس کے ساتھ ہی اُس شخص کے مزاج کے حالات سے بخوبی واقفیت ہو تو اُن حالات کے سبب ہم کو پہلے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ شخص کیا کرے گا ۔

پس اب خود مختاری اور تقدیر کے مسئلوں کی بحث سے قطع نظر کر کے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان کے افعال میں اور ان باتوں میں جن سے ان افعال کے سرزد ہونے سے پہلے یہ بات معین ہو جاتی ہے کہ اس سے وہ افعال سرزد ہوں گے ، مطابقت کا ہونا ضروری ہے ، کیونکہ یکساں حالتوں میں یکساں نتیجے ہونے چاہئیں اور چونکہ ان افعال کے تمام اسباب یا تو اندر سے ، یعنی دل سے پیدا ہوتے ہیں یا بیرونی چیزوں سے ، اس لیے ان کے نتیجوں میں بھی فرق ہوتا ہے ، یعنی وہ فرق جو انسان کے حالات کے تبدل ، یعنی ان کے عروج اور ان کے تنزل ، ان کی خوشی اور ان کے رنج کا تاریخوں میں پایا جاتا ہے وہ سب انھی دوھری باتوں کا ، یعنی بیرونی باتوں کے اثر کا دل پر اور دل کے اثر کا بیرونی باتوں پر نتیجہ ہوتا ہے ۔

یہی سب سامان ہیں جس کے ذریعے سے تاریخ فلسفے کے طور پر لکھی جا سکتی ہے ۔ ایک تو انسان کا دل ہے جو خود اپنے وجود کے قانون کی اطاعت کرتا ہے اور جب بیرونی چیزوں کا اس پر کچھ دخل نہیں ہوتا تو بموجب اپنی بناوٹ کے ترقی کرتا ہے ۔ دوسری وہ شے ہے جس کو ہم نیچر کہتے ہیں اور نیچر بھی اپنے قانون کی اطاعت کرتا ہے ، لیکن ہمیشہ انسان کے دل سے

مل کر اُس کی دلی خواهش اور ذهن کو اشتعالک دیتا هے جس کے سبب انسان ایسے فعل کرتا هے جو بغیر نیچر کی مداخلت کے نه کرتا ۔ پس انسان نیچر کو تبدیل کرتا هے اور نیچر انسان کو تبدیل کرتا هے اور اسی آپس کی تبدیلات سے سب واقعات پیدا هوتے هیں ۔

اب هم کو اس دوسری تبدیلی کے قانون کے دریافت کرنے کا طریق تحقیق کرنا هے ، لیکن اس سے پہلے اس بات کی تحقیقات هونی چاهیے که ان دونوں قسم کی تبدیلیوں میں سے کونسی زیادہ قوی هے ، آیا انسان کے خیالات اور خواهشوں پر طبعی باتوں کا زیادہ اثر هوتا هے یا طبعی باتوں پر انسان کے خیالات اور خواهشوں کا زیادہ اثر پڑتا هے ، تاکه ان دونوں میں سے جونسی چیز زیادہ اثر کرنے والی هو اُسی کے دریافت کرنے میں اگر ممکن هو تو سب سے پہلے توجه کریں ، کیونکه اُس کے نتیجے زیادہ تر ظاهر هوں گے اور اس سبب سے باسانی تجربے میں آسکیں گے اور اس میں ایک یه بھی فائدہ هوگا که جب هم بڑی قوت کے قانون کا ایک کلیه نکال لیں گے تو بہت کم باتیں سمجھنی رہ جائیں گی ، مگر اس تحقیقات سے پہلے هم کو ان صاف اور روشن ثبوتوں کا بیان کرنا مناسب هے جن سے ظاهر هوتا هے که دل کی حرکتیں باقاعدہ هوتی هیں ۔ اس بیان سے رائے مذکورہ بالا قوی هو جائے گی اور جس ذریعے سے اس امر میں تحقیقات هوئی وہ بھی صاف هو جائے گا ۔

جو نتیجے در حقیقت وقوع میں آئے هیں بے شک نہایت مفید هیں اور علم اخلاق کے محقق علم الٰہیات کے ایسے قیاس پر چلے هیں جو طبیعت کے علم سے متعلق هے ، لیکن جس تحقیقات کا میں ذکر کرتا هوں وہ بالکل بے شمار واقعات پر مبنی هے اور وہ واقعات ایسے هیں جو بہت سے ملکوں میں پائے گئے هیں اور نہایت صاف طور

پر ہندسے کی صورت میں بتلائے گئے ہیں اور ایسے لوگوں نے
اُن کو جمع کیا ہے جو سرکاری اہل کار تھے اور اُن کو کسی
خاص مسئلے کی پچ یا کسی خاص فائدے کا پاس نہ تھا کہ جس کے
سبب اُن باتوں کی رپورٹ کی سچائی کو جن کی تحقیقات کا ان کو
حکم تھا بگاڑتے یا خراب کرتے ۔ نہایت وسیع نتیجے جو انسان کے
افعال کی نسبت نکالے گئے ہیں اور جن پر کسی کو اعتراض نہیں
ہے ، وہ اسی یا اسی قسم کے ذریعے سے نکالے گئے ہیں ۔ ملکوں
کے حالات کے سالانہ نقشوں سے ان کا ثبوت ہوتا ہے اور وہ علم
حساب کے قاعدے پر بنائے گئے ہیں اور جو کوئی اس بات سے واقف
ہوگا کہ اس ایک طریقے سے کتنی باتیں دریافت ہوئی ہیں ، وہ صرف
دل کی حرکات کے مطابق ہونے کو ہی نہیں مانے گا ، بلکہ اس کو
یہ بھی یقین ہو جائے گا کہ اگر وہ قوی ذریعے کام میں لائے جائیں
جو علم کی موجودہ حالت میں حاصل ہو سکتے ہیں تو اور بھی
بہت سی مفید باتیں دریافت ہوں گی ۔ قطع نظر ان تحقیقاتوں کے جو
آئندہ ہوں گی ہم کو بالفعل صرف انھی ثبوتوں سے مطلب ہے جن
سے یہ پایا جاتا ہے کہ انسان کے حالات میں جو بذریعہ سالانہ
نقشوں کے معلوم ہوئے ہیں بالکل مطابقت ہے ۔

انسان کے افعال آسان طور پر دو قسموں میں منقسم ہیں ؛
ایک نیک اور دوسرے بد اور چونکہ یہ دونوں قسمیں باہم
ایک دوسرے سے مناسبت رکھتی ہیں اور انھیں کا مجموعہ
ہمارے اخلاق ہیں ، اس لیے یہ لازم آتا ہے کہ جس سبب سے
ایک قسم زیادہ ہوتی ہے اسی سبب سے اسی قدر دوسری قسم
کم ہوتی ہے ۔ پس اگر ہم کسی زمانے میں ایک قوم کی
نیکیوں میں مطابقت پاویں تو ویسی ہی ان کی برائیوں میں
مطابقت ہوگی ۔ یہ دونوں قسم کے افعال جیسے کہ ان کے

نام سے ظاہر ہوتا ہے ، ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں ، یا اگر اسی بات کو دوسرے طور سے بیان کریں تو یوں کہیں گے کہ اگر یہ ثابت ہو سکے کہ انسان کے برے افعال میں سوسائٹی کے تبدیلات کے موافق فرق ہوتا ہے تو اس سے یہی نتیجہ نکلے گا کہ ان کے نیک افعال میں بھی ایسا ہی فرق ہوتا ہے اور نیز یہ بھی نتیجہ نکلے گا کہ اس قسم کا فرق بڑے بڑے اور عام اسباب کا نتیجہ ہے جو تمام سوسائٹی پر اپنا اثر پہنچاتے ہیں اور خاص نتیجہ پیدا کرتے ہیں ، بلا لحاظ ان خاص شخصوں کی خواہش کے جن سے سوسائٹی بنی ہوئی ہے ۔ اگر انسان کے فعل سوسائٹی کی حالت کے بموجب ہوتے ہیں تو اسی قسم کی مطابقت ملنے کی ہمیں امید ہے اور اگر ایسی مطابقت نہ ملے تو ہم لوگ یہی یقین کر سکتے ہیں کہ انسان کے فعل کسی ایسے اصول کے بموجب ہوتے ہیں جس کا کچھ ٹھیک نہیں ہے اور جو ہر ایک شخص میں خاص طور پر ہوتا ہے ، مثلاً خود مختاری وغیرہ ۔

اصل غرض قانون کی یہ ہے کہ بے گناہ بمقابلہ گنہگاروں کے محفوظ رہیں ، اس لیے یورپ کی گورنمنٹوں نے جب ان کو معلوم ہوا کہ لوگوں کے حالات کے نقشے کیسے مفید ہوتے ہیں تو ان جرائم کی نسبت ثبوت جمع کرنا شروع کیا جن کے لیے سزا دینی منظور تھی ۔ یہ ثبوت جمع ہوتا گیا یہاں تک کہ اب یہ از خود لٹریچر ، یعنی علم ادب بن گیا ہے اور بہت سے واقعات نہایت احتیاط سے اور تحقیقات کے ساتھ جمع کیے گئے ہیں اور زمانۂ سابق کے تجربے کی بہ نسبت انسان کے اخلاق کے حالات ان سے زیادہ معلوم ہوتے ہیں ، مگر چونکہ اس تمہید میں پورا پورا بیان ان نتیجوں کا نہیں ہو سکتا جو نقشوں سے نکلے ہیں ، اس لیے میں دو نہایت ضروری اور بڑی بڑی باتوں کا ذکر کروں گا اور ان کی نسبت کو بیان کروں گا ۔

منجمله سب جرموں کے قتل ایک ایسا جرم تصور کیا جاتا ھے جو بالکل بے قاعدہ ھے اور اس پر کچھ اختیار نہیں چلتا ۔ گو یہ جرم ایک مدت کی بدیوں کا ایک بڑا کام ھے ، تاھم جب ھم یہ خیال کرتے ھیں کہ اکثر یہ دفعۃً وقوع میں آتا ھے اور جبکہ پیشتر سے بندش ھوتی ھے تو اس میں بھی موافق موقعوں کا انتظار کرنا پڑتا ھے جو اختیار میں نہیں ھے اور جب وقت آ جائے تو شاید جرم کرنے والے کا دل ٹوٹ جائے اور پھر جرم کا کرنا یا نہ کرنا مخالف غرضوں پر منحصر ھوتا ھے ، مثلاً قانون کا خوف ، ان سزاؤں کی دھشت جو دین میں لکھی ھیں ، جرم کرنے والے کی کانشنس نس و آیندہ افسوس کا اندیشہ و فائدے کی طمع و حسد و بدلہ لینے کا خیال ، و نا امیدی وغیرہ ۔ جب یہ سب باتیں جمع کی جائیں تو ایسے اسباب مخلوط ھو جاتے ھیں کہ ان سببوں میں جن کے ذریعے سے خون ھو سکتا ھے یا منع ھو سکتا ھے کوئی خاص قاعدہ نکلنے کی امید نہیں رھتی ، لیکن اب دیکھنا چاھیے کہ اصل بات کیا ھے ۔ اصل تو یہ ھے کہ خون اسی طرح باقاعدہ ھوتا ھے اور خاص معلوم سببوں سے نسبت رکھتا ھے جیسے جوار بھاٹا اور تبدیل موسم ۔ موسیو کیوئلٹ جس نے اپنی تمام زندگی مختلف ملکوں کے نقشوں کے جمع کرنے میں صرف کی ، اپنی تحقیقات کا نتیجہ یوں بیان کرتا ھے کہ ھر ایک بات جو جرم سے علاقہ رکھتی ھے وہ مکرر ایک ھی تعداد پر وقوع میں آتی ھے اور ایسے جرائم کا بھی جن میں انسان کی پیش بینی کچھ کام نہیں کرتی یہی حال ھے ، مثلاً خون جو عموماً اتفاقیہ لڑائیوں کے بعد ھوا کرتا ھے ۔ ھم تجربے سے جانتے ھیں کہ ھر سال خون کی تعداد قریب برابر کے ھوتی ھے اور جن اوزاروں سے خون کیا جاتا ھے وہ بھی قریب ایک ھی تعداد پر کام میں لائے جاتے ھیں ۔ یہ قول ۱۸۳۵ء میں یورپ کے پہلے

اسٹاٹیشین کا ہے اور مابعد کی تحقیقات سے اس کی صحت ہوتی آئی ہے - پچھلی تحقیقاتوں سے یہ ایک عجیب بات دریافت ہوئی ہے کہ جرم مکرر ایک تعداد پر صادر ہوتے ہیں اور بہ نسبت نیچر کے قانون کے جو ہمارے جسم کی بیماری اور بربادی سے علاقہ رکھتے ہیں ، جرم کا حال پیشتر سے زیادہ معلوم ہو جاتا ہے - مثلاً فرانس میں ابتدائے سنہ ۱۸۲۶ء لغایت سنہ ۱۸۴۴ء تک جتنے لوگ مجرم قرار پائے اتنے ہی مرد اس زمانے میں پیرس کے اندر موت سے مرے ، فرق صرف اسی قدر ہوا کہ جرم کی تعداد کی کمی بیشی موت کی کمی پیشی سے کم ہوئی - اسی قسم کا قاعدہ ہر ایک علیحدہ علیحدہ جرم میں پایا گیا ہے - سب جرم ایک ہی قاعدے کے بموجب ایک وقت معین کے بعد برابر صادر ہوتے گئے -

جو لوگ یہ یقین کرتے ہیں کہ انسان کے افعال ہر شخص کے خاص مزاج کے موافق ہوتے ہیں اور سوسائٹی کی عام حالت سے کچھ تعلق نہیں ہوتا ، ان کو یہ بات عجیب معلوم ہوگی ، لیکن اس سے بھی زیادہ عجیب ایک بات یہ ہے کہ منجملہ جرائم قابل سزا کے کوئی جرم ہر شخص کے مزاج پر ایسا موقوف نہیں معلوم ہوتا جیسی کہ خود کشی - خون یا لوٹنے کی کوششیں رک سکتی ہیں اور روکی بھی گئی ہیں - بعض وقت وہی شخص ان کو روک دیتا ہے جس پر حملہ کیا جاتا ہے اور بعض وقت حاکم مانع ہوتے ہیں ، لیکن خود کشی کی کوشش میں کم روک ٹوک ہو سکتی ہے - جو شخص اپنے قتل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیتا ہے ، اس کو اخیر وقت میں دشمن کی لڑائی مانع نہیں ہوتی اور وہ حاکم کی دست اندازی سے بھی آسانی سے بچ سکتا ہے - اس کا کام گویا تنہا ہو جاتا ہے ، باہر سے اس پر کچھ مداخلت نہیں ہوتی اور

به نسبت اور کسی جرم کے زیادہ تر خاص ایک شخص کی مرضی اور خواهش کا نتیجه هوتا هے ۔ یه بهی واضح هو که برخلاف اور جرائم کے یه جرم ساتھیوں کے ورغلانے سے بہت کم هوتا هے ۔ پس جبکه لوگ ساتھیوں کے ورغلانے سے یه جرم نہیں کرتے تو ایک بڑی بیرونی بات کا اثر جس سے آزادی دب جائے ان پر نہیں هوتا ، اس لیے خود کشی کی نسبت ، جو تنہائی میں هوتا هے اور جس پر قانون کا کچھ اختیار نہیں چلتا اور نه هوشیار پولیس اس کو کم کر سکتی هے ، عام اصول کا نکالنا اور قاعده تلاش کرنا غیر ممکن معلوم هوتا هوگا ۔ ایک اور مشکل یه هے که خود کشی کا نہایت عمده ثبوت بھی ناکامل هوتا هے ، مثلاً ڈوب کر مرنا اتفاقیه خود کشی میں داخل هو سکتا هے ، لیکن بعض وقت یہی عمداً هوتا هے اور اس کو اتفاقیه کہتے هیں ۔ پس خود کشی صرف غیر معین اور بے اختیار هی نہیں معلوم هوتی ، بلکه اس کا ثبوت بھی نہایت تاریک هے ۔ مذکوره بالا وجهوں سے اگر اس کے عام سببوں کے دریافت کرنے میں نا امیدی هو تو معقول هے ۔

جب که اس ایک جرم کے یه حالات هیں تو یه بات بھی نہایت تعجب کی هے که جو کچھ ثبوت اس کی نسبت همارے پاس هے اس سے یه ایک بڑا نتیجه نکلتا هے اور دل میں کچھ شبه باقی نہیں رهتا که خودکشی سوسائٹی کی عام حالت کا نتیجه هے اور مجرم صرف عمل میں لاتا هے اس بات کو جو حالات سابق کا ایک ضروری نتیجه هے ۔ سوسائٹی کی ایک خاص حالت میں ضرور هے که کچھ لوگ جن کی تعداد معین هے خود کشی کریں ۔ یہی عام قاعده هے اور یه خاص سوال که کون یه جرم کرے گا خاص قاعدوں سے متعلق هے جو عمل میں بڑے سوشل قاعدے کے ، جس کے وه تابع هیں ، اطاعت کرتے هیں اور بڑے قاعدے کی ایسی قوت

ہوتی ہے کہ نہ زندگی کی محبت اور نہ عاقبت کا خوف ان کے عمل کو روک سکتا ہے۔ اس عجیب قاعدے کے اسباب کو میں آیندہ لکھوں گا ، لیکن قاعدے کا وجود ہر شخص کو معلوم ہے جو اخلاق کی باتوں کے نقشوں کو بھی جانتا ہے۔ مختلف ملکوں میں جہاں کے نقشے ہمارے پاس موجود ہیں ، معلوم ہوتا ہے کہ سال بسال خود کشی کرنے والوں کی تعداد برابر ہوتی ہے۔ پس بلحاظ اس کے کہ پورا پورا ثبوت نہیں مل سکتا ہم پیشتر سے بتا سکتے ہیں کہ آنے والے زمانے میں کتنے لوگ خودکشی کریں گے ، بشرطیکہ سوسائٹی کے حالات کچھ زیادہ تبدیل نہ ہو جائیں۔ لندن میں بھی ، باوجود ان تبدیلات کے کہ جو دنیا کے سب سے بڑے اور نہایت عیاش دارالخلافت میں ہوا کرتے ہیں ، بہت مطابقت اور قاعدہ پایا جاتا ہے۔ امور متعلق انتظام ملکی و تجارت اور قحط سالی کی تکلیفیں ، یہی سب خودکشی کے سبب ہیں اور یہ ہمیشہ تبدیل ہوتے رہتے ہیں ، تاہم اس وسیع دارالخلافت میں قریب دو سو چالیس آدمیوں کے خودکشی کرتے ہیں۔ عارضی سبب سے سالانہ خودکشی کی تعداد میں فرق یہی ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد دو سو چھیاسٹھ ہوتی ہے اور کم سے کم دو سو تیرہ۔ ۱۸۴۶ء میں جس سال ریلوے کے سبب بڑا انقلاب ہوا ، لندن میں دو سو چھیاسٹھ آدمیوں نے خودکشی کی۔ ۱۸۴۷ء میں کچھ کمی شروع ہوئی اور تعداد دو سو چھپن ہوئی۔ ۱۸۴۸ء میں دو سو سینتالیس اور ۱۸۴۹ء میں دو سو تیرہ اور ۱۸۵۰ء میں دو سو انتیس۔

یہی چند ثبوت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سوسائٹی کی یکساں حالت میں ایک قسم کے جرم ضرور مکرر ہوتے ہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ نتیجہ خاص خاص منتخب واقعات سے

نہیں نکالا گیا ھے ، بلکہ یہ عام نتیجہ جرم کے بہت وسیع نقشوں سے
نکالا گیا ھے اور ان نقشوں میں لاکھوں تجربے بہت سے ملکوں کے
جن میں مختلف درجوں کی تہذیب ، مختلف قانون ، مختلف رائے ،
مختلف اخلاق اور مختلف عادتیں جاری تھیں ، مندرج ھیں اور اگر
ھم یہ بھی لکھیں کہ ان نقشوں کے حالات ایسے شخصوں نے
جمع کیے جو خاص اسی کام کے لیے نوکر تھے اور ان کو ھر ایک
ذریعہ حقیقت حال کے دریافت کرنے کا حاصل تھا اور دھوکا دینے
میں ان کی کوئی غرض نہ تھی تو بے شک یہ بات تسلیم کی جائیگی
کہ جرم کا ایک قاعدہ معین کے بموجب صادر ھونا ایک ایسا
امر ھے کہ جو انسان کے اخلاق کی تاریخ کے اور کسی امر کی
بہ نسبت زیادہ ثابت ھے ۔ ان نقشوں میں متوازی سلسلہ شہادت کا
پایا جاتا ھے جو بموجب مختلف حالتوں کے نہایت احتیاط کے ساتھ
جمع کیا گیا ھے اور سب سے یہی ایک نتیجہ نکلتا ھے کہ انسان
کے جرم ایک مجرم کی برائی کا نتیجہ نہیں ھے ، بلکہ اس سوسائٹی کی
حالت کا نتیجہ ھے جس میں وہ مجرم رھتا ھے ۔ اس نتیجے کا ثبوت
صاف و عیاں ھے اور دنیا میں سب لوگ اس کو دیکھ سکتے ھیں
اور ایسا ھی کہ وہ تصورات جن کے ذریعے سے متافزیشین اور
تھیولوجین نے گزشتہ واقعات کی تحقیقات کو پریشانی میں ڈال رکھا
ھے ، اس کو رد نہیں کر سکتے ۔

وہ لوگ جو اس بات سے واقف ھیں کہ طبعی باتوں میں
نیچر کے قاعدوں کے بجا لانے میں تبدیلی ھوتی رھتی ھے ، وہ اخلاق
کی باتوں میں بھی ویسا ھی فرق پاویں گے ۔ یہ فرق دونوں
حالتوں میں چھوٹے چھوٹے قانونوں سے پیدا ھوتا ھے جو خاص
موقعوں پر بڑے قانون سے ملتے ھیں اور ان کی اصلی اور باقاعدہ
تاثیر کو تبدیل کر دیتے ھیں ۔ اس کی نہایت عمدہ مثال جرثقیل

کے اس عمدہ اصول میں پائی جاتی ہے جس کو متوازی الاضلاع کے زوروں کی قوت کہتے ہیں اور جس کے بموجب قوتوں میں وہی نسبت ہوتی ہے جو ان قوتوں کی شکل متوازی الاضلاع کی قوتوں میں ہوتی ہے ۔ یہ قاعدہ بہت بڑے بڑے نتیجوں سے بھرا ہوا ہے اور قوتوں کا ملانا اور ان کا علیحدہ علیحدہ کرنا اسی قاعدے سے متعلق ہے اور جو شخص اس دلیل سے واقف ہے جس پر یہ قاعدہ مبنی ہے وہ کبھی اس کے ٹھیک ہونے میں کسی شبہے کا بھی خیال نہ کرے گا ، مگر جب اس قاعدے کو کام میں لایا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اور قاعدے اس کو چمٹے ہوئے ہیں ، یعنی ہوا کی رگڑ کے قاعدے اور ان جسموں کی بناوٹ کا اختلاف جن پر زور لگایا جاتا ہے اور جب اس قسم کے امور پیش آتے ہیں تو اصلی اور سیدھا اثر جرثقیل کے قاعدے کا مختلف ہو جاتا ہے ۔

لیکن گو قاعدے کے نتائج میں فرق ہوتا ہے ، تاہم قاعدہ تبدیل نہیں ہوتا ۔ اسی طرح پر اس بڑے سوشل قاعدے میں کہ انسان کے افعال ان کی خواہش کے نتیجے نہیں ہیں ، بلکہ حالات ماسبق کے نتیجے ہیں ، بہت فرق ہوتا ہے ، لیکن اصل حقیقت پر کچھ اثر نہیں ہوتا ۔ ایک ملک کے جرم کی تعداد میں جو سال بسال تھوڑا تھوڑا فرق ہوتا ہے اس کے سمجھنے کے لیے بیان مندرجہ بالا کافی ہے ۔ بلحاظ اس امر کے کہ بہ نسبت نیچر کے سامان کے اخلاق کے متعلق بہت سی چیزیں ہیں تعجب اس بات کا ہوتا ہے کہ باوجود اس کے فرق زیادہ نہیں ہے اور فرق کے ایسے خفیف ہونے کے سبب سے ہم خیال کر سکتے ہیں کہ وہ بڑے بڑے سوشل قاعدے کیسے قوی ہیں کہ جن میں ہمیشہ مداخلت ہوتی ہے ، لیکن وہ ہر ایک مشکل کو طے کرتے ہیں ۔

انسان کے جرائم میں ہی ایسی مطابقت نہیں پائی جاتی ، بلکہ

جس قدر شادیاں ہر سال ہوتی ہیں وہ بھی لوگوں کے مزاج اور خواہش کے موافق نہیں ہوتیں، بلکہ بڑے بڑے عام واقعات کے سبب سے ہوتی ہیں جن پر آدمی کا کچھ اختیار نہیں چلتا ۔ یہ امر ظاہر ہے کہ شادی اور اناج کی قیمت میں ایک قسم کی خاص نسبت ہوتی ہے ۔ انگلستان میں سو برس کے تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ شادیوں کو لوگوں کے ذاتی خیالات سے کچھ تعلق نہیں ہوتا، بلکہ لوگوں کی جماعت کثیر کی آمدنی کے بموجب ہوتی ہیں ۔ پس یہ بڑی سوشل اور مذہبی بات قیمت خوراک اور نرخ اجرت پر منحصر ہوتی ہے ۔ اسی طور پر اور باتوں میں بھی مطابقت اور قاعدہ پایا جاتا ہے، گو سبب ان کے باقاعدہ ہونے کا اب تک ظاہر نہیں ہے، مثلاً یادداشت کی غلطیوں میں بھی ایسا ہی عام قاعدہ پایا جاتا ہے جس کو ہم ثابت کر سکتے ہیں ۔ لندن اور پیرس کے ڈاکخانوں میں اخیر زمانے میں ایسے خطوں کی فہرست مشتہر ہوئی جن کے لفافوں پر لکھنے والوں نے بھول کر پتا نہیں لکھا تھا اور بالفرض اس بات کے کہ اس کا سبب مختلف ہوا ہوگا، سال بسال وہ فہرست ایک دوسرے کی نقل ہوتی تھی ۔ ہر سال اسی تعداد کے چٹھی لکھنے والے اس آسان کام کو بھولتے تھے ۔ پس ہم پیشتر سے بتا سکتے ہیں کہ ہر ایک زمانہ آئندہ معین میں کتنے لوگ اس خفیف کام کو جو اتفاقیہ بات معلوم ہوتی ہے بھولیں گے ۔

ایسے لوگ جن کو واقعات کے باقاعدہ ہونے کا مضبوط خیال ہے اور جنھوں نے اس بڑی حقیقت کو خوب سمجھ لیا ہے کہ انسان کے افعال جو حالات ماسبق کے بموجب ہوتے ہیں کبھی بے قاعدہ نہیں ہوتے، گو ظاہر میں بے قاعدہ معلوم ہوں، لیکن اصل میں ایک بڑے عام انتظام کے جزو ہیں جس کے نقشے کو ہم علم کی موجودہ حالت میں نہیں دیکھ سکتے ۔ جو اس بات کو

سمجھتے ہیں اور یہی تاریخ کی جڑ اور تاریخ کی کنجی ہے ، ان کو بیان مذکورہ بالا سے کچھ تعجب نہ ہوگا ، بلکہ صاف یہ معلوم ہو جائے گا کہ جن نتیجوں کا اوپر ذکر ہوا انہیں کی امید ہونی چاہتے تھے اور وہی بہت دن پیشتر معلوم ہو جانا چاہتے تھے ۔ اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ تحقیقات کی ترقی اب بہت جلد اور دل سے ہوتی جاتی ہے اور مجھ کو کچھ شک نہیں ہے کہ ایک سو برس کے پیشتر سلسلہ ثبوت کا پورا ہو جائے گا اور پھر شاذ و نادر کوئی ایسا مورخ ملے گا جو اخلاق کی باتوں کے باقاعدہ ہونے سے انکار کرے ، جیسے کہ اب بہت کم ایسا کوئی عالم ہے جو دنیا کی باتوں کے باقاعدہ ہونے سے انکار کرتا ہو ۔

واضح ہو کہ ہمارے افعال کے لیے ایک قاعدہ ہونے کا ثبوت لوگوں کے حالات کے نقشوں سے نکالا گیا ہے ۔ یہ شاخ علم کی گو اب تک اپنی ابتدائی حالت میں ہے ، تاہم بہ نسبت تمام علوم کے انسان کے نیچر کی تحقیقات میں اس نے بہت روشنی بخشی ہے اور گو نہایت یہ قوی ذریعہ حقیقت کے دریافت کرنے کا ہے ، تاہم ہم کو یہ نہیں خیال کرنا چاہیے کہ کوئی ذریعہ باقی نہیں ہے جو اس طرح پر ترقی پا سکتے ہیں اور نہ یہ نتیجہ نکالنا چاہیے کہ علوم طبیعی سے اور تاریخ سے آج تک کچھ نسبت نہیں رکھی گئی ، اس لیے ان دونوں میں کچھ نسبت نہیں ہو سکتی ۔ جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ انسان اور بیرونی دنیا کیسے آپس میں ملتے ہیں تو کچھ شبہ باقی نہیں رہتا کہ انسان کے افعال اور نیچر کے قاعدوں میں نسبت قریبی ہے ۔ اگر علم طبیعی اور تاریخ سے آج تک نسبت نہیں رکھی گئی تو اس کا سبب یا تو یہ ہے کہ مورخوں نے اس مناسبت کو دیکھا نہیں یا یہ کہ دیکھا ہو ، لیکن ان کو

اس قدر علم اور واقفیت نہیں کہ اس کے عمل کی تہہ کو پہنچیں ۔
اسی سبب سے بیرونی اور اندرونی باتوں کی تحقیقات میں جدائی رہی
اور گو یورپ کے لٹریچر کی موجودہ حالت سے آثار پائے جاتے ہیں
کہ یہ مصنوعی روک توڑ ڈالی جائے ، تاہم یہ تسلیم کرنا ضرور ہوگا
کہ اب تک اس بڑی غرض کی تکمیل کے لیے کچھ بھی نہیں کیا گیا
ہے ۔ علم اخلاق و علم الٰہیات و علم باطنی کے عالم اپنے اپنے
علم کی تحصیل کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ باتیں سائنس
جاننے والے لوگوں سے متعلق ہیں اور اکثر یہ کہتے ہیں کہ
اس قسم کی تحقیقات مذہب کے لیے مضر ہے اور انسان کی سمجھ پر
غیر واجب بھروسا ہوتا ہے ، لیکن برخلاف اس کے علم طبیعی کے
بڑھانے والے ، جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم لوگ ترقی کرنے والے
ہیں ، اپنی اپنی کامیابی پر فخر کرتے ہیں اور اپنی تحقیقاتوں کا مقابلہ
اپنے مخالفوں کی بے حرکت حالات سے کر کے ایسے علم کی تحصیل
سے نفرت کرتے ہیں جس کا بے فائدہ ہونا سب پر ظاہر ہے ۔

مورخ کا یہ کام ہے کہ ان دونوں فریق کے بیچ میں پڑ کر
ان کے مخالفانہ دعوے کو مطابق کر دے اور بتلا دے کہ کس
مقام پر ان کے خاص خاص علوم کو مطابق ہونا چاہیے اور
اس اتفاق کی صورت قائم کرنا وہی تاریخ کی بنیاد قائم کرنا ہے ۔
چونکہ تاریخ میں انسان کے افعال کا ذکر ہوتا ہے اور انسان کے
افعال بیرونی و اندرونی باتوں کے میل سے پیدا ہوتے ہیں ، اس لیے
ضرور ہے کہ اُن باتوں کی حقیقت دریافت کی جائے اور یہ بھی
دریافت کیا جائے کہ کہاں تک ان کے قاعدے معلوم ہیں
اور علم باطن اور نیچر کے جاننے والوں کے پاس آئندہ تحقیقات
کے لیے کیا سامان ہیں اس کا بیان آئندہ کیا جائے گا اور اگر

اس میں کچھ کامیابی ہوئی تو مصنف کی اس قدر تو تعریف ہوگی کہ اس نے اس اور بڑے خوفناک گڑھے کی ، جو ایسی باتوں کو علیحدہ کرتا ہے جس میں نسبت قریبی ہے اور جس کو کبھی جدا نہ ہونا چاہیے، بھرنے کی کوشش کی -

---

کالڈیا کی نظم میں طوفان کا ذکر

(تہذیب الاخلاق جلد دوم نمبر ۱۰ (دور سوم) بابت
یکم رجب ۱۳۱۳ء)

کالڈیا کے کھنڈرات جب کھودے گئے تو اُس میں سے بہت سی قدیم چیزیں بت اور مکانات وغیرہ نکلے ہیں ۔ اُنھی کھنڈرات میں سے بہت سی اینٹیں نکلیں جن پر کالڈی حرفوں اور کالڈی زبان میں بہت کچھ لکھا ہوا تھا ۔ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے وہ اینٹیں بنائی گئیں اور ان پر جو لکھنا تھا وہ لکھا اور پھر اُن کو آگ میں پکا لیا ۔ یہ اینٹیں نینوا کے کھنڈرات میں سے ملی ہیں اور لندن کے برٹش میوزیم میں موجود ہیں ۔

ان اینٹوں پر ایک نظم کندہ ہے اورگیارہ اینٹیں جو نکلی ہیں اُن پر مسلسل وہ نظم چلی جاتی ہے ، مگر نظم کے سلسلے سے معلوم ہوتا ہے کہ بارہ اینٹیں تھیں اُن میں سے ایک اینٹ نہیں ملی ۔ مسٹر جارج اسمتھ نے ۱۸۷۲ء میں اُن اینٹوں پر جو کچھ لکھا ہوا تھا اُس کو پڑھا اور مطابق سلسلہ نظم کے جوگیارھویں اینٹ ہے اُس پر طوفان کا قصہ اس طرح لکھا ہے ۔

مگر اس قصے میں جو نام آئے ہیں وہ غیر مانوس ہیں ، اس لیے ہم اول اُن ناموں کو مع اعراب لکھ دیتے ہیں ، تاکہ پڑھنے والوں کو آسانی ہو ۔

هَسیٔ سادْرَا

سُرپّاکْ — نام شہر

آنُو — نام دیوتا

بیْلْ — بے کا زیر اور یائے مجہول

ننیب — پہلے دونوں نون پر کھڑا زیر

اَنُوکْی

ایّا — الف کا زیر اور یائے مشدد

آوبَار تُوتُو — نام بادشاہ

شَمَش — بفتح میم

نِبو — نون کے نیچے کھڑا زیر۔ نام عطارد

نَرکالْ — یعنی مریخ

اُننَکی — پہلے نون پر پیش، دوسرا ساکن تیسرا مفتوح

رَمَانْ

اشْتَرْ — یعنی زہرا

ننیْوَا — نام شہر

مضمون طوفان نظم میں جو گیارھویں اینٹ پر کندہ ہے

ھسی سادرا (صبح کا سورج) اپنی اولاد کے سوال کے جواب میں اس طرح اپنا بیان شروع کرتا ہے :

اے ازدوبار ! (آگ کا ڈھیر) میں تجھ کو بتاؤں گا کہ میں طوفان سے کس طرح بچایا گیا تھا اور نیز بڑے خداؤں کا حکم بھی تجھ کو بتلاؤں گا ۔ تو شہر سر پاک کو جو دریائے فرات کے پاس ہے جانتا ہے ۔ یہ شہر بہت قدیم تھا ۔ جبکہ خداؤں کے دلوں میں اس بات کی تحریک ہوئی کہ ایک بڑے طوفان کا حکم دیں ۔ اُن سب کے دلوں میں ، اُن کے باپ آنو کے دل میں ، اُن کے مشیر جنگجو بیل کے دل میں ، اُن کے تخت بردار ننیب اور ان کے پیشوا انوگی کے دل میں لا انتہا عقل کا مالک ، یعنی خدا ''ایا'' اُن کے ساتھ تھا اور اُسی نے مجھ کو خداؤں کا فیصلہ بتلایا ۔ اُس نے ، یعنی '' ایا'' نے کہا کہ ''سن اور توجہ کر !! ''

سر پاک کے آدمی[1] اُوبار توتو کے بیٹے اپنے گھر کے باہر جا اور اپنے لیے ایک جہاز بنا ۔ اُنھوں نے ، یعنی خداؤں نے ارادہ کر لیا ہے زندگی کے بیج کے تباہ کرنے پر ، لیکن تو اُس کو بچا اور ہر قسم کی جان کا بیج جہاز میں لا ۔ جو جہاز تو بنائے گا اس کو اتنا طول میں ہونا چاہیے اور اتنا عرض اور بلندی میں (ہندسے طول و عرض اور بلندی کے مٹ گئے) اور اس کو تختوں سے ڈھانک دے ۔

جب میں نے یہ سنا تو میں نے اپنے خداوند ایا سے کہا ، اگر میں جہاز بناؤں جیسا کہ تو مجھ کو حکم دیتا ہے تو اے خداوند

۱- یہ قدیم زمانے میں کالڈیا کے بادشاھوں میں سے نواں بادشاہ ہے جن کا حال افسانوں میں درج ہے اور اس لفظ کے معنی ھیں شفق ۔۱۲۰ ۔

وگ اور اُن کے بڑے بوڑھے مجھ پر ہنسیں گے ، لیکن ایا نے اپنے
ہونٹ ایک دفعہ اور کھولے اور مجھ اپنے نوکر سے بولا ''آدمیوں نے
میرے خلاف بغاوت کی ہے اور میں اُن کا انصاف کروں گا
اعلیٰ و ادنیٰ سب کا ، لیکن تو جہاز کا دروازہ بند کر دیجیو جب
وقت آئے اور میں تجھ کو بتلا دوں گا تب جہاز میں داخل ہو اور
اُس میں اپنے اناج کا ذخیرہ لا ۔ اپنا تمام اسباب ، اپنے گھر بار کے
لوگ ، اپنے مرد نوکر اور عورت نوکر اور اپنے قریب کے
رشتہ دار ، میدان کے مویشی اور میدان کے جنگلی جانوروں کو میں
خود تیرے پاس بھیج دوں گا ، تاکہ وہ تیرے دروازے کے پیچھے
محفوظ رہیں ۔ تب میں نے جہاز بنایا اور کھانے پینے کی چیزوں کو
اُس میں ذخیرہ کیا اور میں نے اندر کے حصے کو (کمروں کی تعداد
کے ہندسے مٹ گئے) کمروں میں تقسیم کیا اور دروازوں کو دیکھا
اور اُن کو بھر دیا ۔ میں نے اس کی بیرونی سطح پر اور اُس کے اندر
کی طرف روغن قیر مل دیا اور جو کچھ کہ میرے پاس تھا وہ میں نے
فراہم کیا اور اس کو جہاز میں بھردیا جو کچھ کہ میرے پاس سونے
کا تھا یا چاندی کا اور ہر قسم کی جان کا بیج ، تمام اپنے مرد نوکر
اور عورت نوکر اور میدان کے مویشی اور میدان کے جنگلی جانور
اور اپنے نہایت قریبی دوست اور جبکہ شمس (آفتاب) مقررہ وقت کو
لایا تو ایک آواز نے مجھ سے کہا کہ آج شام کو آسمان تباہی
برسائیں گے ، اس لیے تو جہاز میں چلا جا اور اپنا دروازہ بند کر لے ؛
مقررہ وقت آ گیا ہے ۔ آواز نے کہا آج شام کو آسمان تباہی برسائیں گے
اور اُس دن کے سورج کے غروب ہونے سے مجھ کو بہت ہی ڈر لگا
جس دن کہ میں اپنا دریائی سفر شروع کرنے کو تھا ۔ میں بہت ہی
خوف زدہ تھا ، تاہم میں جہاز میں داخل ہوا اور اپنے پیچھے دروازہ
بند کر دیا ، تاکہ جہاز بند ہو جائے اور میں نے بڑے جہاز کو مع

اُس کے تمام لدے ہوئے اسباب کے پتواریے کے سپرد کر دیا۔ تب ایک بڑا سیاہ بادل آسمانوں کی گہرائیوں میں سے اٹھتا ہے اور "رمان" اس کے بیچ میں گرجتا ہےاور اس اثنا میں "نی بو"(عطارد) اور "نرگال" (مریخ) ایک دوسرے کے مقابلے میں آتے ہیں اور تخت بردار پہاڑوں اور گھاٹیوں پر پھرتے ہیں۔ زبردست خدا وبا کا آندھیوں کو کھول دیتا ہے۔ "ننیب" نہروں میں طغیانی کو برابر جاری کر دیتا ہے اور "اننگی" زمین کی گہرائی سے سیلابوں کو اوپر لاتے ہیں اور ان کی شدت سے زمین لرزتی ہے۔ رمان کے پانیوں کا مجمع آسمان تک بلند ہوتا ہے۔ روشنی تاریکی سے بدل جاتی ہے۔ ابتری اور تباہی سے زمین بھر جاتی ہے۔ بھائی بھائی کا خیال نہیں کرتا اور آدمی ایک دوسرے کا خیال نہیں کرتے۔ آسمانوں میں خدایان بھی ڈرے ہوئے ہیں اور "آنو" کے سب سے اعلیٰ آسمان میں پناہ لیتے ہیں اور جس طرح کہ کتا اپنے بھٹ میں اسی طرح خدایان آسمان کے کٹہرے کے پاس دبک جاتے ہیں۔ "اشتر" (زہرا) رنج میں چلاتی ہے، دیکھو! سب کچھ کیچڑ ہو گیا۔ جیسا کہ میں نے خداؤں سے پیشین گوئی کی تھی۔ میں نے اس تباہی اور اپنی مخلوقات انسانی کی بربادی کی پیشین گوئی کر دی تھی، لیکن میں اُن کو اس لیے پیدا نہیں کرتی کہ وہ سمندروں کو مچھلیوں کے جھول کی طرح بھر دیں۔ سب خدایان اُس کے ساتھ روئے اور ایک جگہ پر روتے پیٹتے بیٹھے۔ چھ دن اورسات راتوں تک ہوا اور طغیانی اور طوفان نہایت زور شور پر رہا، لیکن ساتویں دن کے طلوع ہونے پر طوفان کم ہوا اور پانیوں نے جو مثل عظیم الشان فوج کے لڑ رہے تھے اپنا زور کم کیا۔ سمندر پسپا ہوا اور طوفان اور طوفانی دونوں بند ہوگئے۔ میں سمندر میں ادھر اُدھر جہاز کو چلاتا رہا، اس بات پر زاری کرتا ہوا کہ آدمیوں کے گھر کیچڑ ہو گئے۔

لاشیں لکڑیوں کے ٹکڑوں کی طرح ادھر آدھر بہہ رہی تھیں ۔ میں نے ایک سوراخ کو کھولا اور جب دن کی روشنی میرے چہرے پر پڑی تو میں کانپنے لگا اور بیٹھ گیا اور رونے لگا ۔ میں ان ملکوں پر جہاز کو چلاتا رہا جو اب خوفناک سمندر بن گئے ہیں ۔ تب ایک قطعہ زمین پانی میں سے اٹھا ۔ جہاز زمین نزیر کی طرف چلا اور نزیر کے پہاڑ[1] نے جہاز کو مضبوط پکڑ لیا اور اس کو جانے نہیں دیا ۔ اسی طرح پہلا دن اور دوسرا دن اور تیسرا دن اور چوتھا دن اور پانچواں دن اور چھٹا دن بھی گزرا ۔ ساتویں دن کے طلوع ہونے پر میں نے ایک فاختہ لی اور اس کو باہر بھیجا ، فاختہ ادھر آدھر گئی ، لیکن کوئی قیام کی جگہ اس کو نہیں ملی اور واپس آئی ۔ پھر میں نے ایک ابابیل لی اور اس کو باہر بھیجا ۔ ابابیل ادھر آدھر باہر گئی ، لیکن کوئی قیام کی جگہ نہیں پائی اور واپس آئی ۔ پھر میں نے ایک کوا لیا اور اس کو باہر بھیجا ۔ کوا باہر گیا اور جب اس نے دیکھا کہ پانی کم ہو گیا ہے تو پھر قریب آیا پانی میں احتیاط سے تیرتا ہوا ، لیکن واپس نہیں آیا ۔ تب میں نے تمام جانوروں کو باہر چھوڑ دیا ، آسمان کی ہواؤں کے چاروں طرف اور قربانی چڑھائی ۔ پہاڑ کی سب سے اونچی چوٹی پر میں نے قربان گاہ بنائی اور پاک برتنوں کو سات سات کر کے اس پر رکھا اور نرسل بچھایا اور سیڈر درخت کی لکڑی اور میٹھی نباتات نرسل کے نیچے رکھی ۔ خداؤں نے بو سونگھی ۔ خداؤں نے میٹھی خوشبو سونگھی اور مکھیوں کی طرح قربانی کے گرد جمع ہو گئے ۔ جب خدانی " اشتر " آئی تو اس نے بلندی پر اپنے باپ " آنو " کی بڑی کمانیں پھیلا دیں[2] اور کہا مجھ کو اپنی گردن کی ہیکل کی قسم ہے کہ میں ان دنوں کا خیال

۱۔ ارارات یاجودی ۔

۲۔ یعنی قوس قزح ۔

رکھوں گی اور ان کی یاد کو کبھی نہیں بھلاؤں گی ۔ تمام خدایان قربان گاہ پر آویں صرف " بیل " نہیں آئے گا ، کیونکہ اُس نے اپنے غصے کو ضبط نہیں کیا اور طوفان برپا کیا اور میرے آدمیوں کو تباھی کے سپرد کیا ۔ اس کے بعد جب " بیل " قریب آیا اور جہاز کو دیکھا تو بہت ھی بے چین ھوا اور خداؤں اور آسمان کی روحوں کے خلاف "بیل" کے دل میں غصہ بھر گیا اور وہ چلایا "ایک جان بھی نہیں بچے گی ، ایک آدمی بھی تباھی سے بچ کر زندہ نہیں نکلے گا۔" تب خدا " ننیب " نے اپنے ھونٹ کھولے اور جنگجو " بیل " سے مخاطب ھو کر کہا "سوائے " ایا " کے اور کون کر سکتا تھا "ایا" کو معلوم تھا اور اُس نے اُس کو ، یعنی " ھسی سادرا" کو ھر ایک چیز بتلا دی تھی۔" تب "ایا" نے اپنے ھونٹ کھولے اور جنگجو "بیل" سے مخاطب ھو کر کہا "تو خداؤں کا زبردست سردار ھے ، لیکن اس طرح بے سمجھے بوجھے تو نے کیوں کام کیا اور یہ طوفان برپا کیا ۔ گنہگار اپنے گناہ کی سزا پائے اور بدکار اپنی بدکاری کی ، لیکن اس آدمی پر مہربان ھو کہ وہ تباہ نہ کیا جائے اور اُس کی طرف سے اچھا خیال رکھ ، تاکہ وہ حفاظت سے رھے اور بجائے ایک اور طوفان لانے کے شیروں کو اورچرغوں کو آنے دے اور ان آدمیوں کی تعداد میں سے لے جانے دے ۔ قحط بھیج زمین کے ویران کرنے کے لیے یا وبا کے خدا کو اجازت دے کہ آدمیوں کو گرا دے ۔ میں نے " ھسی سادرا " کو بڑے خداؤں کا فیصلہ بتلایا نہیں تھا ۔ میں نے تو صرف ایک خواب اس پاس بھیجا تھا اور وہ اس خواب کو سمجھ کر خبردار ھوگیا۔ تب" بیل " اپنے ہوش میں آیا اور وہ جہاز میں داخل ھوا ۔ میرا ھاتھ پکڑا اور مجھ کو اوپر اٹھایا۔ اُس نے میری بیوی کو بھی اٹھایا اور اُس کا ھاتھ میرے ھاتھ میں رکھا ۔ پھر وہ ھماری طرف مڑا اور ھم دونوں کے بیچ میں

کھڑا ہوگیا اور یہ دعا ہم کو دی " اب تک تو" ہسی سادرا "
صرف انسان تھا، لیکن اب وہ مع اپنی بیوی کے خداؤں کی برابر بلند
رتبہ کر دیا جائے گا ۔ وہ " ہسی سادرا " دور دراز زمین میں
دریاؤں کے دہانے کے پاس رہےگا" پھر انہوں نے، یعنی خداؤں نے
مجھ کو لیا اور مجھ کو ایک دور دراز زمین میں دریاؤں کے دہانے
کے پاس منتقل کر دیا ۔ (انتہیٰ)

اس قصے پر یورپ کے عالموں کے خیالات

یورپ کے عالموں کا خیال ہے کہ یہ نظم کم سےکم دو ہزار
برس پیشتر ولادت حضرت مسیح کے ہے، یعنی ۲۰۰۰ دنیوی کے ۔ وہ
لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ قصہ کوئی اصلی قصہ نہیں ہے،بلکہ صرف
فرضی قصہ ہے ۔ منطقۃ البروج کے بارہ برجوں میں جب آفتاب دورہ
کرتا ہے اور ہر ایک برج میں آفتاب کے جانے سے موسم کا جو حال
ہوتا ہے اسی کے مناسب استعارے میں اس برج کا نام رکھا گیا ہے
اور اسی کے مناسب اس برج کی صورت قرار دی ہے ۔ پس یہ فرضی
قصہ ہے آفتاب کی گردش کا اور اس سے موسم میں تغیر ہونے کا
جبکہ وہ گیارھویں برج ، یعنی دلو میں ہوتا ہے ۔ (انتہیٰ)

واضح ہو کہ برج دلو کی صورت آسمان پر بلحاظ ان ستاروں
کے جو اس مقام پر ہیں اس طرح پر قرار دی ہے کہ ایک آدمی
گھٹنے جھکائے کھڑا ہے ، اس کے ہاتھ میں اوندھا ڈول ہے اور
بہت سا پانی انڈیل رہا ہے، جس سے اشارہ کثرت بارش سے ہے اور ایک
ہاتھ میں کسی درخت کے پتے ہیں ، شاید زیتون کے ہوں ۔ عربی
زبان میں اس صورت کا نام "ساکب الماء" رکھا گیا ہے ۔
جب آفتاب اس برج میں ہوتا ہے تو کالڈیا میں نہایت کثرت سے بارش
ہوتی ہے ۔ کالڈیا والے اس کو مصیبت کا مہینہ کہتے تھے اور کچھ
شبہ نہیں کہ جب وہ وحشیانہ طور سے رہتے تھے اور مکانات بنانے نہیں

جانتے تھے اور بارش کی کثرت ہوتی تھی اور دجلہ اور فرات دریاؤں اور اُس کی ندیوں میں طغیانی ہوتی تھی تو کالڈیا والوں کو نہایت مصیبت کا زمانہ ہوتا ہوگا - یورپ کے عالموں کا جب یہ خیال ہے کہ یہ اینٹیں جو نکلی ہیں بہت قدیم ہیں تو وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ''یہودیوں نے کالڈیا والوں سے طوفان اور دنیا کی پیدائش کا حال لیا ہے'' اور طوفان کا بیان صرف ایک افسانہ ہے -

ہماری تحقیق اور رائے

ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ یہودیوں نے کالڈیا والوں سے طوفان کا حال لیا ہے ، بلکہ طوفان جس کا ذکر توریت اور قرآن مجید میں ہے اصلی واقعہ ہے - فرضی اور غیر واقعی قصہ نہیں ہے - وہ قصہ نوح کی اولاد میں بطور روایت چلا آتا تھا - نوح کی اولاد اور اُس ملک کے قریب رہنے والے جہاں طوفان آیا تھا اور جن کا ملک طوفان سے بچ گیا تھا جہاں جہاں جا کر بسے اس قصے کی روایت اپنے ساتھ لیتے گئے -

اس میں کچھ شک نہیں کہ جو اینٹیں نینویٰ سے نکلی ہیں وہ بہت قدیم ہیں ، مگر اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ وہ واقعی اور اصلی طوفان کے بعد کی ہیں - اگرچہ ہم توریت کے زمانوں کو صحیح نہیں مانتے اور نہ اس پر یقین کرتے ہیں کہ صرف چار ہزار برس پیشتر حضرت مسیح کی ولادت کے دنیا پیدا ہوئی اور آج تک دنیا کی عمر صرف ۵۸۹۹ برس کی ہے ، لیکن ہم اُسی حساب سے بتلاتے ہیں کہ یہ اینٹیں جو نینویٰ سے نکلی ہیں طوفان سے پہلے کی نہیں ہو سکتیں -

مطابق حساب عبری توریت کے طوفان آیا تھا سنہ ۱۶۵۷ دنیوی یعنی ۲۳۴۷ برس قبل ولادت حضرت مسیح کے - پس اگر تسلیم کر لیا جاوے کہ یہ نظم جو اُن اینٹوں پر ہے حضرت مسیح

کی ولادت سے دو ہزار برس پیشتر کی ہے تو بھی اس حساب سے وہ نظم بعد طوفان کے لکھی گئی ہوگی اور روایت طوفان کی اُس کے پہلے سے چلی آتی ہوگی -

کوئی شخص جو نیچرل سائنس سے واقف ہے ہرگز یقین نہیں کرسکتا کہ طوفان ساری دنیا میں آیا تھا اور اونچے سے اونچے پہاڑ جو دنیا میں ہیں اُن سے بھی پانی اونچا ہوگیا تھا اور ہمارے نزدیک قرآن مجید سے ہرگز یہ بات ثابت نہیں ہے کہ تمام دنیا میں طوفان آیا تھا - پس طوفان ایک محدود قطعہ زمین میں تھا جو فرات اور دجلہ کے درمیان اور اُس کے گرد و نواح کی نشیبی زمین میں سمندروں کے کنارے تک واقع ہے جہاں حضرت نوح رہتے تھے اور مینہ کی کثرت اور ان دونوں دریاؤں اور اس کی ندیوں کی طغیانی سے طوفان ہوا تھا - اس طرح کا طوفان ہونا کوئی عجیب اور غیر طبیعی امر نہیں ہے - اس زمانے میں بھی بعض قطعات ملک میں طوفان ہو جاتا ہے جیسے کہ ہمارے زمانے میں جونپور اور مراد آباد میں اُن ندیوں کی طغیانی سے جو اُن میں بہتی ہیں اور دریائے سندھ کی طغیانی سے پنجاب میں اور گوھنا کی جھیل کا بند ٹوٹنے سے اُس کے اطراف میں ہوا تھا -

کالڈیا کا ملک طوفان سے بالکل برباد ہو گیا تھا اور اس سے کوئی مورخ انکار نہیں کر سکتا کہ بعد طوفان کالڈیا میں نوح کی نسل کے لوگ اور غالباً اور ملکوں کے لوگ بھی جو طوفان کے صدمے سے محفوظ رہے تھے آکر آباد ہوئے تھے - اُن ملکوں کے لوگ طوفان کی روایت سے نا واقف نہیں تھے اور طوفان کی روایت اپنے ساتھ لائے تھے - اگر ہم توریت کے بیان پر اعتماد کریں تو اس کے گیارھویں باب کی دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نوح کی نسل کے لوگ بعد طوفان شنعار میں مشرق کی طرف سے آکرآباد ہوئے - شنعار

کالڈیا کا جنوبی حصہ ہے ۔ کالڈیا کا جنوبی حصہ قدیم زمانے میں شومر کہلاتا تھا جس کو توریت میں شنعار کے نام سے موسوم کیا ہے اور اب اس کو الجزیرہ اور عراق عرب کہتے ہیں اور کالڈیا کے شمالی حصے کو قدیم زمانے میں "اکاد" کہتے تھے ۔ پس کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ نوح کی نسل کے جو لوگ کالڈیا میں آن کر آباد ہوئے وہ اپنے ساتھ طوفان کی روایت لائے تھے۔

ابتدائی حالت اُن لوگوں کی جو قدیم زمانے میں کالڈیا میں آن کر آباد ہوئے کچھ شبہ نہیں کہ محض وحشیانہ تھی ۔ کچھ علم و ہنر اور فن سے واقف نہیں تھے ۔ کچھ کالڈیا ہی کے لوگوں پر موقوف نہیں ہے اگلے زمانے کی قدیم قوموں کا یہی حال تھا ۔ رفتہ رفتہ اُن میں علم و فن اور سویلزیشن میں ترقی ہوتی گئی ہے ۔ کالڈیا میں ایک غیر قوم کا شخص آیا اور اُس* نے اُن کو تعلیم دی اور اُن کو مختلف علوم و فنون سکھائے اور حروف لکھنے بتائے اور شہر آباد کرنا اور مکان بنانا بھی اُسی نے سکھایا ۔ اس شخص کو اُنھوں نے دیوتا مانا اور "ایا ہان" اُس کا نام رکھا[1] ۔ چنانچہ اُس کا بت کالڈیا میں زمین کھود کر متعدد جگہ سے نکالا گیا ہے اور جو برٹش میوزیم میں موجود ہے۔ اُس وقت سے جو طوفان کے بہت بعد ہے کالڈیا والوں میں سویلزیشن شروع ہوئی اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کالڈیا یا نینوا میں سے جو کچھ نکلا ہے طوفان کے بعد کا ہے ۔ ہم اس بت کا پورا حال اور جو ہم کو اس پر لکھنا ہے اُس وقت لکھیں گے جب اُس بت کا حال بیان کریں گے ۔

اس کے بعد رفتہ رفتہ کالڈیا والوں نے ہر ایک فن میں ترقی کرنی شروع کی اور جس زمانے کی یہ نظم ہے جو اینٹوں پر ملی ہے وہ زمانہ ایک اعلیٰ ترقی کا معلوم ہوتا ہے جبکہ وہ اجرام فلکی اور

۱۔ یونانی نام اوانیز ہے ۔ ۱۲

منطقة البروج کے بارہ برجوں سے اور اُن کے حالات سے بخوبی واقف ہو گئے تھے اور علم ہیئت اُن میں ترقی کر گیا تھا اور لٹریچر میں بھی بہت زیادہ ترقی کی تھی اور ایسے درجے پر پہنچ گئے تھے کہ زبان کالڈنی میں اشعار نظم کرتے تھے ۔ اب طوفان کا زمانہ کوئی قرار دو، اس درجے تک سویلزیشن میں ترقی کرنا کچھ شک نہیں ہے کہ بار برس ایج ، یعنی زمانۂ وحشت کے بہت زمانے بعد ہوا ہوگا ۔

معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانے میں اینٹوں پر لکھا گیا ہے اُس زمانے میں کاغذ یا اور کوئی چیز جو کتاب کی صورت میں بن سکے ایجاد نہیں ہوئی تھی اور اس لیے اُنھوں نے اپنے اشعار اینٹیں بنا کر اُن پر لکھے اور پھر اُن اینٹوں کو پکا لیا ، تاکہ وہ قائم رہیں ۔

ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ان اینٹوں پر جو اشعار لکھے ہیں اُس میں انھی موسموں کا بیان ہے جو بارہ برجوں میں سورج کے ہونے سے ہوتے ہیں ۔گیارھواں برج برج دلو ہے اور جب سورج برج دلو میں ہوتا ہے تو کالڈیا میں کثرت سے پانی برستا ہے۔ اُس موسم کا حال اُنھوں نے ان اشعار میں طوفان کے افسانے میں لکھا ہے اور اُس زمانے میں جن دیوتاؤں کو کالڈیا کے رہنے والے پوجتے تھے اُن کے نام اس افسانے میں داخل کر دیے ہیں ۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ملٹن میں پیراڈائز لاسٹ میں خدا اور شیطان کے حالات کو بطور ایک افسانے کے نظم کیا ہے ۔ پس اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ طوفان کوئی اصلی واقعہ نہیں تھا ، بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ طوفان کا اصلی واقعہ ہوا تھا اور اس واقعے کو ایک افسانے کے طور پر اُس موسم کے حالات میں بیان کیا ہے جو آفتاب کے برج دلو میں آنے سے کالڈیا میں ہوتا ہے ۔ بہت سے تاریخی واقعات ایسے ہیں جو اب بھی بطور افسانے کے نظم میں لکھے ہوئے موجود ہیں اور شاعروں نے بھی موسموں کے حالات

کو افسانے کے طور پر منظوم کیا ہے، غرض ہماری صرف اس قدر ہے کہ اس افسانے سے جو اینٹ پر لکھا ہوا ہے یہ لازم نہیں آتا کہ طوفان کوئی اصلی تاریخانہ واقعہ نہ تھا ، بلکہ صرف کالڈیا والوں کا ایک طبع زاد افسانہ تھا ۔

اس بات میں کچھ شک نہیں ہو سکتا کہ یہ اینٹیں جو کالڈیا میں سے نکلی ہیں حضرت موسیٰ کے وقت سے بہت پہلے کی ہیں ، مگر خود توریت کے جو پہلے باب ہیں خواہ اُن کو موسیٰ نے لکھا ہو یا عزرا نے یا کسی اور نے ، وہ سب اُن روایتوں سے لکھے گئے ہیں جو اُس زمانے میں بنی اسرائیل میں یا اور لوگوں میں بطور وراثت چلی آتی تھیں ۔ خود توریت کا پہلا باب بلا کسی اس اشارے کے کہ خدا نے موسیٰ کو الہام کیا یا وحی بھیجی شروع ہوتا ہے اور اسی طرح شروع ہوا ہے جس طرح کوئی مشہور روایتوں کو لکھنا شروع کرے ۔ توریت کے لکھنے والے کوئی ہوں، مگر وہ بنی اسرائیل اور نوح کی اولاد میں تھے ۔ پس جو کچھ کہ توریت میں لکھا گیا ہے خود اُن کی موروثی روایتوں سے لکھا گیا ہے ، نہ یہ کہ اُنھوں نے کالڈیا والوں سے طوفان کی روایتوں کو لیا ہو ۔

ہم پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ ہم نے توریت کے پہلے بابوں کو الہامی اور خدا کی طرف سے وحی کئے ہوئے نہیں مانا ، حالانکہ قرآن مجید میں یہ آیت موجود ہے ”انا انزلنا التوراة فیها هدی ونور یحکم بها النبیون الذین اسلموا للذین هادو والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب الله وکانوا علیه شهداء“ یعنی ہم نے بھیجی توریت اُس میں ہدایت اور نور ہے اُس کے مطابق حکم کرتے تھے پیغمبر جو اُس پر یقین رکھتے تھے اُن

لوگوں پر جو یہودی تھے اور اُسی کے مطابق حکم کرتے تھے ربی اور احبار، یعنی یہودیوں کے عالم اُن احکام سے جو یاد رکھے تھے اللہ کی کتاب سے اور وہ اُس پر گواہ تھے، مگر یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ جہاں کہیں قرآن میں توریت کا لفظ آیا ہے اس سے وہ احکام اور وہ وحی مراد ہے جو خدا نے حضرت موسیٰ کو دی تھی - خود توریت کے معنی قانون کے ہیں جو دلالت کرتے ہیں اس بات پر کہ اس سے وہی احکام الٰہی مراد ہیں جو حضرت موسیٰ کو دیے گئے تھے اور بہت سے واقعات اور تاریخی حالات شامل ہیں اور اس لیے ہم اُس تمام مجموعے کو جو بین الدفتین موجود ہے سوائے وحی اور احکام الٰہی کے جو اُس میں ہیں توریت منزل من اللہ نہیں سمجھتے، بلکہ اُس مجموعے پر مجازاً توریت کا اطلاق کرتے ہیں -

جو حالات اور واقعات کہ بطور روایت کے لکھے گئے ہوں اُن میں کمی اور بیشی ہونے کا احتمال قوی ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں مشتبہ واقعات اور حالات کا ذکر نہیں ہے، بلکہ صرف صحیح اور محقق حالات بیان ہوئے ہیں جن میں کسی طرح کا شک نہیں ہو سکتا اور توریت موجودہ بین الدفتین اور بالتخصیص واقعات قدیم ما قبل خلق انسان اس سے خالی نہیں ہیں، مگر قرآن مجید کا حال اس سے مختلف ہے - اُس میں کوئی لفظ بجز اُن لفظوں کے جو از روئے وحی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و سلم کی زبان مبارک سے نکلے شامل نہیں ہے اور اُسی زمانے میں وہ لکھ بھی لیے گئے، اس لیے قرآن مجید میں وہ احتمالات نہیں ہو سکتے جو توریت کی نسبت ہوتے ہیں، گو قرآن مجید میں بھی نقلاً عقائد مسلمہ یہود یا قصص مسلمہ یہود کا بطور حجت الزامی بغیر اس بات کی بحث کے کہ وہ صحیح ہیں یا نہیں بیان ہوا ہے -

---

قوم نوح کے مذہبی حالات کی تحقیق

(تہذیب الاخلاق جلد دوم نمبر ۹ (دور سوم) بابت یکم جمادی الثانی ۱۳۱۳ھ)

حضرت نوح نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمھارے لیے کوئی معبود نہیں۔ جو لوگ کہ اُن کی قوم میں کافر تھے اُنھوں نے کہا کہ جیسے تم آدمی ہو اس سے زیادہ یہ کچھ نہیں ہے۔ تم پر اپنی بڑائی چاہتا ہے۔ اگر خدا چاہتا تو کوئی فرشتہ بھیجتا اور ہم نے اپنے پرکھوں سے کوئی ایسی بات نہیں سنی۔ یہ تو مجنون آدمی سے زیادہ کچھ نہیں ہے، پھر چند روز اس کو اور دیکھو۔ (سورہ مومنون)

حضرت نوح نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ جو لوگ کہ اُن کی قوم میں کافر تھے اُنھوں نے کہا کہ ہم تو تجھ میں اپنا سا آدمی ہونے کے سوا کچھ نہیں دیکھتے، اور ہم نہیں دیکھتے کہ بجز کمینہ سپاٹ عقل کے آدمیوں کے اور کسی نے تیری پیروی کی ہو اور ہم تو اپنے پر تم میں کچھ بزرگی نہیں دیکھتے، بلکہ تم کو جھوٹا گمان کرتے ہیں۔ حضرت نوح نے کہا کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اُن کو میں اپنے سے جدا نہیں کر سکتا، لیکن میں تم کو ایک جاہل قوم پاتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس

خدا کے خزانے ھیں اور نہ میں غیب کو جانتا ھوں اور نہ میں اپنے تئیں فرشتہ کہتا ھوں ۔ (سورۃ ھود)

حضرت نوح نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو ۔ اُس کے سوا تمھارے لیے کوئی معبود نہیں ۔ اُن کی قوم کے لوگوں نے کہا کہ ھم تو تجھ کو صریح گمراھی میں دیکھتے ھیں ۔ حضرت نوح نے کہا کہ میں تو گمراھی میں نہیں ھوں ، بلکہ خدا کا رسول ھوں ۔ خدا کا پیغام تم تک پہنچاتا ھوں ۔ کیا تم تعجب کرتے ھو کہ تمھارے پروردگار سے کچھ نصیحت تم میں سے کسی آدمی کے پاس آئے پھر انھوں نے حضرت نوح کو جھٹلایا ۔ (سورۂ اعراف)

حضرت نوح نے اپنی قوم سے کہا کہ اگر میری نصیحتیں تم پر گراں ھیں تو تم اور تمھارے شریک مل کر پکا ارادہ کرو اور اپنی بات کو سوچو تو تم پر چھپی نہیں رھے گی اور پھر میرے پاس آؤ ۔ (سورۂ یونس)

اس آیت میں جو " شرکاء " کا لفظ ھے تفسیر کبیر میں اُس سے اُن کے اھل مذھب سے مراد لی ھے اور ایک قول یہ لکھا ھے کہ اس سے بت مراد ھیں جن کو وہ اپنا معبود سمجھتے تھے ، مگر ظاھراً پہلا قول صحیح معلوم ھوتا ھے ۔ (جلد سوم صفحہ ۶۱۴)

اور ھم نے نوح کی دعا قبول کی اور ھم نے اس کو مدد دی اُس قوم پر جس نے جھٹلایا ھماری نشانیوں کو ۔ بیشک وہ قوم تھی سوء ، یعنی بدکار ۔ (سورۂ انبیاء)

جب نوح اپنی قوم کو نصیحت کرتے تھے تو ان کی قوم نے کہا کہ اے نوح ! اگر تم نہ باز آؤ گے تو تم سنگسار کئے جاؤ گے ۔ (سورۂ شعراء)

قوم نوح کی فاسق ، یعنی بدکار تھی ۔ (سورۂ ذاریات)

اور نوح کی قوم تھی اظلم اور اطغٰی ، یعنی بہت ظالم اور اور حد سے گزرنے والی ۔ (سورۂ نجم)

ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا ۔ نوح نے کہا کہ اے قوم میں ! تمھارے لیے کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں ۔ عبادت کرو اللہ کی اور اس سے ڈرو اور میری تابعداری کرو ، خدا تمھارے گناہ بخشے گا ۔ نوح نے خدا سے کہا کہ اے میرے پروردگار ! میں نے دن رات قوم کو سمجھایا اور میرے سمجھانے سے بجز اس کے کہ بھاگیں اور کچھ نہیں ہوا ۔ وہ اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیتے تھے اور اپنے کپڑے لپیٹ لیتے تھے اور اپنی بات پر اصرار کرتے تھے اور نہایت مغرور تھے ۔ میں نے ان کو پکار کر سمجھایا ، پھر میں نے ان کو علانیہ اور خاموشی سے تبلیغ کی ۔ پھر میں نے اُن کو کہا کہ معافی چاہو اپنے پروردگار سے ، بیشک وہ بخشنے والا ھے ۔ تم پر مینہ برساوے گا زور کا اور مال سے اور بیٹوں سے تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے لیے باغ پیدا کرے گا اور نہریں بہائے گا ۔ تم کو کیا ہوا ھے کہ تم خدا کی بڑائی کا اعتقاد نہیں رکھتے ، حالانکہ اُس نے تم کو پیدا کیا ھے طرح طرح کا ۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ کس طرح پیدا کیا اللہ نے سات آسمانوں کو اوپر تلے اور پیدا کیا ان میں چاند کو چمکتا ہوا اور پیدا کیا سورج کو روشن اور اللہ نے اگایا تم کو زمین سے ایک طرح کا اگانا ۔ پھر تم کو لے جاوے گا اُسی میں اور نکالے گا تم کو ایک طرح کا نکالنا ، اور بنایا اللہ نے تمھارے لیے زمین کو پھیلا ہوا ، تاکہ تم اُس میں چوڑے رستوں پر چلو ۔ نوح نے کہا کہ اے میرے پروردگار! اُنھوں نے میری نافرمانی کی ، اور پیروی کی اُن کی جن کے مال نے اور جن کی اولاد نے نقصان کے سوا کچھ فائدہ نہیں دیا

اور مکر کیا بہت بڑا مکر اور انھوں نے کہا کہ مت چھوڑو اپنے معبودوں کو اور مت چھوڑو ود کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو۔ بیشک انھوں نے بہتوں کو گمراہ کیا اور ظالموں کو بجز گمراھی کے اور کچھ فائدہ نہیں ھوتا۔ بسبب اپنے گناھوں کے وہ غرق کیے گئے اور ڈالے گئے آگ میں۔ نہ پایا انھوں نے اپنے لیے خدا کے سوا کوئی مدد دینے والا۔ نوح نے کہا کہ اے میرے پروردگار! مت چھوڑ زمین پر کافروں میں سے کسی بسنے والے کو۔ بیشک اگر تو اُن کو چھوڑے گا گمراہ کریں گے تیرے بندوں کو اور نہ جنیں گے بجز فاجروں اور کافروں کے۔ (سورۂ نوح)

قرآن مجید میں جو کچھ کہ حضرت نوح کی قوم کا بیان ھوا ھے اور جس کا خلاصہ ھم نے لکھا ھے اُس سے بجز ایک آیت کے جس میں بتوں کا ذکر ھے اور جس پر ھم بحث کریں گے قوم نوح کی بت پرستی معلوم نہیں ھوتی۔ صرف ایک آیت سے استدلال ھو سکتا ھے کہ وہ معاد اور حشر اجساد کے منکر تھے۔ ھاں اسی کے ساتھ تعجب ھوتا ھے کہ حضرت نوح نے دین کی جزا کو دنیاوی باتوں میں بتلایا، عقبیٰ کے ثواب عذاب کا ذکر نہیں کیا، مگر یہ بات بیشک ثابت ھوتی ھے کہ نوح کی قوم نہایت بدکار، ظالم اور نافرمان تھی اور انھوں نے سوائے خدا کے اور الٰہ قرار دیے تھے اور اُن کی پرستش کرتے تھے، مگر یہ بات تحقیق طلب ھے کہ جو الٰہ انھوں نے قرار دیے تھے اُن کی مورتیں بھی بنا کر رکھی تھیں اور اُن کی پرستش کرتے تھے۔

توریت میں جس قدر بیان حضرت نوح اور اُن کی قوم کا ھے اُس میں بھی اُن کی شرارت، گمراھی اور بدی کا ذکر ھے، مگر بت پرستی کا ذکر نہیں۔ چنانچہ توریت کتاب پیدائش باب اول

آیت ۵ میں لکھا ہے ''خداوند دید کہ شرارت انسان در زمین بسیار شد و اینکہ ہر تصورے از تدبیرات قلب ایشان ہموارہ محض بدی می بود'' اور اسی باب کی آیت ۱۱ و ۱۲ میں ہے ''و زمین در حضور خدا فاسد شد ، چہ زمین از ظلم پر گردید و خدا بزمین ملاحظہ نمود کہ اینک فاسد شدہ چونکہ ہر بشر برروئے زمین طریقہ خود را فاسد گردانیدہ بود ۔

ایک اور بات بھی غور کرنے کے لائق ہے کہ توریت کتاب پیدائش باب ۱ آیت ۲۶ میں لکھا ہے :

''و یومر الوھیم نعسہ آدم بصلمنوا لک موتنو''
یعنی اور کہا خدا نے بناویں ہم آدم کو اپنی پرچھائیں سے مانند اپنی شبیہ کی ، اور چوتھے باب کی چھبیسویں آیت میں ہے :

و لشیث کم ھو یولت بن و یقرا ایث شمو انوش ا زھو حل لقرو بشم یھواہ ۔

اور شیش اس سے پیدا ہوا بیٹا اور پکارا اُس کا نام انوش ، مگر اس سے آگے جو الفاظ آئے ہیں اُن کے ترجمے میں بہت اختلاف ہے ۔ مترجموں نے بعض الفاظ کو اصل سے زیادہ کر کے ترجمہ کیا ہے ۔ بشپ پیٹرک کہتے ہیں کہ مشہور آدمیوں نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ اُس وقت آدمی یعنی اولاد شیش کی اپنے تئیں خدا کے نام سے پکارنے لگی ۔ بشپ پیٹرک کہتے ہیں کہ یعنی بامتیاز اولاد قائن کے اور بامتیازِ اور کافر شخصوں کے جنھوں نے خدا سے انحراف کیا تھا ، اپنے تئیں خدا کا خادم اور خدا کا پوجنے والا پکارا ۔

بہر حال اس آیت سے پایا جاتا ہے کہ جو لوگ مقدس اور پاک تھے ان کو خدا کہہ کر پکارتے تھے اور یہی بنیاد پڑی خدا کے سوا اوروں کو خدا ماننے کی ، مگر اب تک یہ ظاہر

نہیں ہوا کہ نوح کی قوم میں بت پرستی جاری ہو گئی تھی ۔

اب ہم کو بحث کرنے کی ہے قرآن مجید کی اس آیت پر "وقالوا لا تذرن آلھتکم ولا تذرن ودا ولا سواعاً ولا یغوث و یعوق و نسرا" یعنی انھوں نے کہا کہ کبھی نہ چھوڑو اپنے الٰہوں، یعنی معبودوں کو اور ہرگز نہ چھوڑو ود کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو ۔

اس آیت میں اس بات پر بحث ہے کہ "قالوا" میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع کیا ہے اور کہنے والے کون ہیں ۔ اگر اس کے کہنے والے نوح کی قوم کے لوگ ہوں تو اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ پانچوں بت جن کے نام اوپر بیان ہوئے ہیں، قوم نوح کے بت تھے اور اگر اس کو جملہ مستانفہ قرار دیا جائے جیسا کہ سورۂ ہود میں حضرت نوح کے قصے کی اس آیت کو "ام یقولون افتراہ قل ان فتریتہ فعلی اجرامی و انا بریئی مما تجرمون" جملہ مستانفہ قرار دیا ہے اور افتراہ اور افتریتہ کی ضمیر کو قرآن کی طرف راجع کیا ہے تو "قالوا" میں جو ضمیر ہے اس کا مرجع کفار ہوں گے اور اس صورت میں یہ پانچوں بت جن کے نام اوپر مذکور ہوئے ہیں کفار عرب کے بت ہوں گے، نہ قوم نوح کے ۔

ہم ابھی اس کا کچھ تصفیہ نہیں کرتے، اس لیے کہ مسٹر جارج نے جو بغداد میں برٹش رزیڈنٹ تھے ۱۸۲۰ء میں اور مسٹر بوٹا نے جو موصل میں فرنچ کونسل تھے ۱۸۴۲ء میں اور مسٹر لیاڈ نے جو انگریزی سیاح تھے ۱۸۴۷ء میں بابل اور نینوا کے کھنڈرات کو کھود کر بہت سے قدیم زمانے کے بت نکالے ہیں ۔ ہم چاہتے ہیں کہ اول ان بتوں کا حال وقتاً فوقتاً تہذیب الاخلاق میں لکھیں اور نیز اس بات کو بھی دیکھیں کہ

بائیبل میں بھی ان بتوں میں سے کسی بت کا ذکر ہے یا نہیں اور جو بت کہ نکلے ہیں یا جن کا ذکر بائیبل میں ہو وہ طوفان سے پہلے کے تھے یا طوفان کے بعد کے۔ اس تحقیق کے بعد اس امر کا فیصلہ کریں گے کہ "قالوا" کی ضمیر قوم نوح کے لوگوں کی طرف پھرتی ہے یا کفار عرب کی طرف۔

ذی القرنین کا وجود تاریخ کی روشنی میں

(سر سید کا ایک نہایت ھی قابل قدر تاریخی مقالہ)

سرسید کے مضامین میں یہ ایک بہت لطیف اور اعلیٰ پائے کا تاریخی اور تحقیقی مقالہ ھے جسے سر سید نے " ازالۃ الغین عن ذی القرنین" کے نام سے ۱۸۸۹ء میں لکھا تھا ۔ قرآن کریم میں جو "ذی القرنین" کا واقعہ مذکور ھے یہ مضمون در اصل اُس کی تاریخی اور تحقیقی تفسیر اور تشریح ھے جو سر سید نے بڑی قابلیت اور لیاقت کے ساتھ کی ھے ۔ سر سید تاریخی حقائق کے بیان کرنے میں جس محنت و کاوش اور تلاش و جستجو سے کام لیتے تھے جس اور عمدگی و نفاست کے ساتھ اُسے مرتب کرتے تھے یہ مقالہ اُس کا بہتر سے بہتر نمونہ ھے ۔ (محمد اسماعیل پانی پتی)

الحمد للہ الذی لہ الملک والملکوت ولہ الکبریاء والجبروت والصلوات والسلام علی رسولہ محمد خاتم النبیین و علی آلہ الطاھرین واصحابہ اجمعین ۔

اس رسالے میں میرا قصد ھے کہ سدِ یاجوج و ماجوج کی

نسبت جو قصہ ذی القرنین کا قرآن مجید میں مذکور ہے ، اُس کو مؤرخانہ تحقیقات سے بیان کروں اور قرآن مجید کی آیتوں کو واقعی حالات سے مطابق کر کے دکھلاؤں کہ در حقیقت وہ قصہ کیا ہے ، اور جس قدر بے سند اور ناقابلِ قبول روائتیں ہماری کتابوں اور تفسیروں میں اُس کے ساتھ شامل کی ہیں اُن سے لوگوں کو آگاہ کروں ، اور جو حقیقت اُس قصے کی ہے اُس کو کھول دوں ، اس لیے میں نے اس رسالے کا نام "ازالۃ الغین عن ذی القرنین" رکھا ہے اور خدا سے امید ہے کہ جیسا اُس کا نام ہے ویسا ہی

تفسیر کبیر

(و یسئلو نک عن ذی القرنین قل سا تیلو علیکم منہ ذکرا انا مکنا لہ فی الارض و آتیناہ من کل شیئی سببا فاتبع سبباً اعلم انّ ھذا ھو القصۃ الرابعۃ من القصص المذکورۃ فی ھذہ السورۃ و فیھا مسائل

(المسئلۃ الاولیٰ)

قد ذکرنا فی اول ھذہ السورۃ ان الیھود امروا المشرکین ان یسالوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عن قصۃ اصحاب الکھف و عن قصۃ ذی القرنین و عن الروح فالمراد من قولہ و یسئلونک عن ذی القرنین ھو ذلک السوال (المسئلۃ الثانیۃ اختلف الناس فی ان ذی القرنین من ھو ذکروا فیہ اقوالا (الاول) انہ الاسکندر بن فیلقوس الیونانی قالوا والدلیل علیہ ان القرآن دل علی ان الرجل المسمیٰ بذی القرنین بلغ ملکۃ الیٰ اقصی المغرب بدلیل قولہ حتیٰ اذا بلغ مغرب الشمس وجدھا تغرب فی عین حمئۃ أیضا بدلیل قولہ حتیٰ اذا بلغ الشمس و ایضا بلغ مطلع الشمس و ایضا بلغ ملکہ اقصیٰ الشمال

وہ ہوگا واللہ المستعان ۔

یسئلونک عن ذی القرنین

خدا نے اپنے پیغمبر سے کہا کہ "تجھ سے پوچھتے ہیں ذی القرنین کا حال" اب مسلمان مؤرخوں اور مفسروں نے اس بات پر غور کرنی شروع کی کہ ذی القرنین کون تھا ۔

قرآن مجید میں یہ لفظ آیا تھا "انا مکنا لہ فی الارض" یعنی ہم نے اس کو قدرت دی تھی زمین میں ، اس لیے اکثر مفسرین نے تسلیم کیا ہے کہ وہ کوئی بہت بڑا بادشاہ تھا ۔ اب یہ سوچ ہوئی کہ ایسا بڑا بادشاہ جس نے تمام دنیا کو مشرق سے مغرب تک لے لیا ہو کون تھا ۔ غالباً ایسا بادشاہ تو ان کو کوئی نہیں ملا ، اس لیے انھوں نے تلاش کیا کہ سب سے بڑا بادشاہ کون ہوا ہے ۔ تاریخ کی کتابوں کو ٹٹولا اور یہ قرار دیا کہ سکندر اعظم بن فیلقوس یونانی سب بادشاہوں میں بڑا

بدلیل ان یاجوج و ماجوج قوم من الترک یسکنون فی اقصی الشمال وبدلیل ان السد المذکور فی القرآن یقال فی کتب التاریخ انہ مبنی فی اقصی الشمال فہذ الانسان المسمی بذالقرنین فی القرآن قد دل القرآن علی ان ملکہ بلغ اقصی المغرب و المشرق و الشمال و ہذا ہو تمام القدر المعمور من الارض و مثل ہذ الملک البسیط لا شک انہ خلاف العادات و ما کان کذالک وجب ان یکون ذکرہ مخلدا علی وجہ الدہر وات لا یبقی مخفیا مستلزا والملک الذی اشتہرفی کتب التواریخ انہ بلغ ملکہ الی ہذ الحدیث الا سکندر و ذالک لانہ لمامات ابوہ جمع ملوک الروم بعد ان کانوا طوائف ثم جمع ملوک المغرب و قہرہم وامعن حتی انتہوا الی البحر الا

بادشاہ تھا ، کیونکہ جب اُس کا باپ مرا تو مملکت روم میں جو طوائف الملوکی تھی اُن سب کو مغلوب کر کے ایک سلطنت بنا لی ، پھر مغرب کے بادشاہوں کو مغلوب کیا اور بحر اخضر تک جا پہنچا ، پھر وہاں سے پھرا اور مصر میں جا پہنچا اور وہاں اپنے نام پر اسکندریہ بنایا ۔ پھر شام میں پہنچا اور بنی اسرائیل پر حملہ کیا اور بیت المقدس میں پہنچ کر قربانی کی ۔ پھر آرمینیہ اور باب الابواب میں آیا اور اہلِ عراق اور قبطی اور اہل بربر تک پہنچا ۔ پھر دارا پر حملہ کیا اور اُس کو شکست دی اور فارس کے ملک پر قبضہ کر لیا ۔ پھر ہندوستان اور چین پر چڑھائی کی اور دور دور کے ملکوں کو فتح کرتا ہوا خراسان میں آیا اور بہت سے شہر آباد کئے اور پھر عراق میں آیا اور شہر زور میں بیمار ہو کر مر گیا ۔

اب امام رازی صاحب فرماتے ہیں کہ جب قرآن سے ثابت ہوا کہ ذی القرنین ایک ایسا شخص تھا کہ جس نے تمام زمین پر

ذ خر ثم عاد الی المصر فبنی الا سکندریة و سماها باسم لنفسه ثم دخل الشام و قصد بنی اسرا ئیل و ود بیت المقدس وذ بح فی مذبحهم ثم انعطف الی ارمینیة و باب الابواب و دانت له العراقیون والقبط والبربر ثم توجه سهودا را ابن داروت سزمنه الی ان قتله صاحب حرسه فاستولی الاسکندر علی ممالک الفرس ثم قصد والصین دغز الا مم البعیردة رجع الی خراسان و بنی المدن الکثیرة ورجع الی العراق و مرض بشهر زود و مات بها فلما ثبت بالقرآن ان ذی القرنین کان رجلا ملک الارض بالکلیتا و ما یقرب منها و ثبت بعلم التواریخ ان الذی لهذا شانه ما کان الا الا سکندر وجب القطع بان المراد بذی القر نین هو الا سکندر بن فیلقوس الیونانی ثم ذکروا فی سبب تسمیته بهذا لاسم وجوها

یا قریباً کل پر بادشاہت کی تھی اور تواریخ سے ثابت ہوا کہ ایسا بادشاہ سوائے سکندر کے اور کوئی نہیں ہوا تو اب بالیقین قرار پایا کہ ذی القرنین سے مراد سکندر بن فیلقوس یونانی ہے ۔

(ھٰکذا فی تفسیر الکبیر)

اس میں تو کچھ شک نہیں کہ جب قرآن مجید میں اُس بادشاہ کا نام نہیں بتایا ، بلکہ صرف اُس کے چند پتے بتائے ہیں تو ہر شخص کو اس پہیلی کے بوجھنے کا خیال پیدا ہوگا ، مگر ہم کو افسوس ہے کہ امام صاحب نے اُس کو ٹھیک ٹھیک نہیں بوجھا ۔ نہ سکندر کے زمانے کی تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ وہ تمام دنیا پر مشرق سے مغرب تک بادشاہ ہوگیا تھا ، اور نہ وہ وہاں تک جہاں آفتاب طلوع و غروب ہوتا ہے پہنچا تھا ، اور نہ دنیا کا جغرافیہ اُن باتوں کی ، جن کا ذکر امام صاحب نے اپنی تفسیر میں کیا ہے ، تصدیق کرتا ہے ، اس لیے ہم کو

(الاول) انہ لقب بھذا لاسم لاجل بلوغہ قرنی الشمس ای مطلعھا و مغربھا کما لقب اردشیر بن بھمن بطویل الیدین لنفوذ امرہ حیث ارا د (الثانی) ان الفرس قالوا ان دارا لاکبر کان قد تزوج بابنۃ فیلقوس فلما قرب منھا وجد منھا رائحۃ منکرۃ فردھا علی ابیھا فیلقوس و کانت قد حملت منہ بالاسکندر فولدت الاسکندر بعد عودھا ابیھا فبقی الاسکندر عند فیلقوس و اظھر فیلقوس انا ابنہ وھو فی الحقیقۃ ابن دارالاکبر قالوا والدلیل علیہ ان الاسکندر اما ادرک دارا ابن دارا و بہ رمق وضع راسہ فی حجرہ وقال لدا رایا ابی اخبرنی عمن فعل ھذ الانتقم لک منہ فھذا ما قالہ الفرس قالوا و علیٰ ھذ التقدیر فی الاسکندر ابوہ دار الاکبر و امہ بنت فیلقوس فھوا انما تولد من اصلین مختلفین

جرأت ہوئی ہے کہ اپنے یقین سے یہ بات کہیں کہ امام صاحب نے جو ذی القرنین سے اسکندر یونانی مراد لیا ہے، محض غلط ہے۔ اب امام صاحب اس بات پر متوجہ ہوئے ہیں کہ سکندر کو ذی القرنین کیوں کہا ہے اور اُس کی کئی وجہیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ قرنی الشمس تک، یعنی مشرق و مغرب تک پہنچا تھا اور ایک جھوٹی حدیث کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم پر بنائی ہے کہ ''سمی بذی القرنین لانہ طاف قرنی الدنیا یعنی شرقھا و غربھا۔'' غالباً اس وجہ کے بیان کرتے وقت امام صاحب کا خیال ہے کہ زمین مربع ہے اور اُس کا ایک کنارا مشرق ہے اور دوسرا کنارا مغرب ہے اور اُن کناروں سے آفتاب طلوع و غروب ہوتا ہے، لیکن اگر در حقیقت زمین گول ہے تو انسان مشرق و مغرب تک کیونکر پہنچ سکتا ہے، کیونکہ آفتاب کا طلوع و غروب باعتبار اُفق کے کہا جاتا ہے۔ پس انسان جہاں تک

الفرس و الروم و ھذ الذے قالہ الفرس انما ذکروہ لانھم ارادو ان یجعلوہ من نسل ملوک العجم حتٰی لا یکون ملک مثلہ من نسب غیر نسب ملوك العجم وھو فی الحقیقة کذب و انما قال الاسکندر لدا رایا ابی علی سبیل التواضع و اکرم وارا بذالک الخطاب (والقول الثانی) قال ابوالریحان البیرونی المنجم فی کتابہ الذی سماہ بالاثار الباقیة عن القرون الخالیت قیل ان ذی القرنین ھو ابو کرب شمس ابن عیر ابن افریقش الحمیری فانہ بلغ ملکہ شارق الارض و مغاربھا و ھو الذے افتخربہ احد الشعراء من حمیر حیث قال قد کان ذی القرنین قبل مسلما ملکا علی فی الارض غیر مقلد بلغ المشارق والمغارب ینبغی اسباب ملک من کریم سید ثم قال ابو ریحان و یشبہ ان یکون ھذ القول اقرب لان

چلا جاوے اُفق بدلتا جاوے گا اور مشرق و مغرب کی یکساں حالت رہے گی اور کبھی بھی مشرق و مغرب تک نہ پہنچ سکے گا ، اور اگر ہم بالفرض باعتبار کسی ملک کے اُفق کے یا بالتخصیص ملک روم کے اُفق کے جہاں سکندر کا دارالسلطنت تھا ، زمین کے نصف کرۂ فوقانی کے ایک نقطے کو مشرق اور دوسرے کو مغرب قرار دیں تو بھی سکندر وہاں تک نہیں پہنچا تھا ۔ پس یہ دلیل جو وجہ تسمیہ کی بیان کی ہے سرتا پا غلط ہے ۔

ایک دلیل یہ بیان کی ہے کہ سکندر دارا کا بیٹا ہے نہ فیلقوس کا ۔ فیلقوس نے اپنی بیٹی کی شادی دارا سے کر دی تھی ، مگر دارا نے اُس کو نکال دیا اور اُس کے باپ کے گھر بھیج دیا ، لیکن وہ حاملہ ہو چکی تھی اور اپنے باپ کے گھر بیٹا جنی ۔ فیلقوس نے اُس کو اپنا بیٹا بنا لیا ۔ اس کے ثبوت میں یہ دلیل بیان کی ہے کہ جب دارا زخمی ہوا اور سکندر اُس کا سر گود میں لے کر بیٹھا

الا ذواء كانوا من اليمن و هم الذين لا نخلوا اسماءهم من ذى كذا كذى النادو ذى نواس و ذى النون و غير ذلك (والقول الثالث) انه كان عبدا صالحا ملك الله الارض و اعطاه العلم والحكمة و البسه الهيبةو ان كنا لانعرف انه من هو ثم ذكروا فى تسمية وجوها (الاول)سال ابن الكوا عليا رضى الله عنه ذى القرنين و قال املك هوام بنى فقال لا ملك و لا بنى كان عبدا صالحا ضرب على قرنه الايمن فى طاعة الله فمات ثم بعث الله فضرب على قرنه الاية فمات فبعثه الله فمى بذى القرنين و ملك ملكه (الثانى) سمى بذىالقرنين لانه انقرض فى وقته قزمان من الناس (الثالث) قبل كان صفحتا راسه من النحاس (الرابع) كان على راسه ما يشبه القرنين ۔ (الخامس) لتاجه زنان (السادس) عن النبى

تو سکندر نے دارا سے کہا کہ اے ابا جان تم کو کس نے زخمی کیا ؟ پھر سکندر اگر دارا کا بیٹا نہ ھوتا تو اُس کو ابا جان کیوں کہتا ۔ پس سکندر کا باپ تو دارا تھا اور اُس کی ماں رومی تھی ؛ دو نسلیں مل گئیں ، اس لیے اس کو ذی القرنین کہا گیا ۔

ایک یہ وجہ بیان کی ھے کہ اس کے وقت میں انسانوں کے دو قرن گزرے تھے ، مگر نہیں بتایا کہ دو قرن گزرنے سے کیا مراد ھے ۔

ایک یہ وجہ بیان کی ھے کہ اُس کے سر کی دو طرفیں تانبے کی تھیں ۔ کان صفحتا راسہ من النحاس ، مگر اس کی کچھ تشریح نہیں کی کہ کان صفحتا راسہ من النحاس سے کیا مراد ھے ۔

ایک یہ وجہ بیان کی ھے کہ اُس کے سر پر پیدائشی کوئی

صل اللہ علیہ و سلم سمی ذی القرنین لانہ طاف قرنی الدنیا یعنی شرقھا و غربھا (السابع) کان لہ قرنان ای ضفیرتان (الثامن) ان اللہ تعالی سخر لہ النور و الظلمة فاذا سری یھدیہ النور من امامہ و تمدہ الظلمتہ من وراءہ (التاسع) یجویزان یقلب بذالک لشجاعتہ کما یمی الشجاع کبش کانہ ینطح اقرانہ (العاش) (ای فی المنام) کانہ صعد الفلک فتعلق بطرفی الشمس و قرینھا و جانبھا فسمی لھذا السبب بذی القرنین (الحادی عشر) سمی بذلک لانہ دخل النور و الظلمة (القول الرابع) ان ذی القرنین ملک من الملئکة عن عمرانہ سمع رجلا یقول یاذی القرنین فقال اللھم اغفر اما رضیتم ان تسموا باسماء الانبیاء حتی تسموا باسماء الملئکة فھذا جملة ما قیل فی ھذ الباب و القول

ایسی چیز تھی جو دو سینگوں کے مشابہ تھی ۔ غالباً اسی خیال سے لوگوں میں یہ بات مشہور ہوئی ہے کہ سکندر کے سر پر دو سینگ تھے ۔

ایک یہ وجہ بیان کی ہے کہ اُس کے تاج میں دو سینگ بنے ہوئے تھے ۔

ایک یہ کہی ہے کہ اُس کی دو زلفیں تھیں ، اُن ہی کو دو سینگ کہا ہے ۔

سب سے بڑی دلچسپ یہ وجہ بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نور و ظلمت دونوں کو اُس کا مسخر کیا تھا ، اس لیے اُس کو ذی القرنین کہتے تھے ۔

ایک یہ وجہ لکھی ہے کہ بسبب شجاعت کے اس کو ذی القرنین کہتے تھے ، جیسے کہ شجاع آدمی کو مینڈھے سے تشبیہ دیتے ہیں ، جس کے دو سینگ ہوتے ہیں ۔

الاول اظهر لاجل الدليل الذی ذکرناه و هو ان مثل هذ الملک العظیم یجب ان یکون معلوم الحال عنه اهل الدنیا والذی هو معلوم الحال بهذ الملک العظیم هو الاسکندر فوجب ان یکون المراد بذی القرنین هو هو الا ان فیه اشکالا قویا و هو انه کان تلمیذ ارسطا طالیس الحکیم و کان علی مذهبه لتعظیم الله ایاه یوجب الحکم بان مذهب ارسطا طالیس حق و صدق و ذلک مما لا سبیل الیه والله اعلم (المسئلة الثالثة) اختلفوا فی ذی القرنین هل کان من الانبیاء ام لامنهم من قال انه کان نبیا واحتجوا علیه بوجوه (الاول) قوله انا مکنا له فی الارض والاولی حمله علی التمکین فی الدین والتمکین الکامل فی الدین هو النبوة (الثانی) قوله و آتیناه من کل شیئی سببا و من جملة

ایک اور دلچسپ وجہ لکھی ھے کہ سکندر نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ آسمان پر چڑھ گیا ھے اور آفتاب کے دونوں کنارے یا دونوں سینگ (بہتر یہ کہنا ھے کہ دونوں کان) پکڑ کر لٹک گیا تھا، اس لیے ذی القرنین کہتے ھیں ۔

ایک یہ وجہ لکھی ھے کہ اس نے نور میں اور ظلمات میں دونوں میں سفر کیا تھا، پس ذی القرنین ھو گیا ۔

ابو ریحان بیرونی نے اپنی کتاب آثار الباقیہ عن قرون الخالیہ میں حمیری خاندان کے بادشاھوں میں سے ابو کرب بن عیبر بن افریقس کو ذی القرنین قرار دیا ھے اور کہتا ھے کہ اس کا ملک مشرق و مغرب تک پہنچ گیا تھا اور اس پر بڑا قرینہ یہ قائم کیا ھے کہ ذو کا لفظ حمیری خاندان کے بادشاھوں کے نام کے ساتھ مستعمل ھوتا ھے جیسے ذی نواس وغیرہ ۔

مگر یہ دلیل بھی ٹھیک نہیں ھے، اس لیے کہ اول یہ ثابت

الاشیاء النبوۃ فمقتضے العموم فی قولہ و آتیناہ من کل شیئی سببا ھو انہ تعالی اتاہ فی النبوۃ سببا (الثالث) قولہ تعالی قلنا یا ذی القرنین اما ان تعذب و اما ان تتخذ فیھم حسنا والذی یتکلم اللہ معہ لابد و ان یکون نبیا و منھم من قال انہ کان عبدا صالحا و ما کان نبیا (المسئلۃ الرابعہ) فی دخول السبن فی قولہ ساتلوا معنا دانی سبا فعل ھذا ان وقفنی اللہ تعالیٰ علیہ و انزل فیہ وحیا و اخبرنی عن کیفۃ تلک الحال و اما قولہ تعالی انا مکنا لہ فی الارض فھذ التمکین یحتمل ان یکون المراد منہ التمکین بسبب النبوۃ ویحتمل ان یکون المراد منہ التمکین سبب الملک من حیث انہ ملک مشارق الارض و مغاربھا و الاول اولی لان التمکین بسبب النبوۃ اعلی من التمکین بسبب الملک و حمل

ہونا چاہیے کہ ذی القرنین اُسی ملک کی زبان کا لفظ ہے جس ملک کا وہ بادشاہ تھا ، حالانکہ یہی امر تحقیق طلب ہے ، معہذا جس قدر اعتراضات سکندر کی سلطنت اور قرآن مجید کی آیات کو اُس کی مملکت کی حالت کے مطابق ہونے پر ہیں وہی سب اعتراضات ابو کرب کی سلطنت و مملکت پر بھی وارد ہوتے ہیں ۔

بعض مؤرخوں کا قول ہے کہ ذی القرنین ایک نیک بندہ تھا ، خدا کی عبادت میں اس کے دائیں قرن میں مارا گیا وہ مر گیا ۔ خدا نے اُس کو پھر زندہ کیا ، پھر بائیں قرن پر مارا گیا پھر مر گیا۔ پھر خدا نے اُس کو زندہ کیا اور ذی القرنین اُس کا نام ہوا اور بادشاہ ہو گیا ۔ کیا یہ کچھ کم افسوس کی بات ہے جبکہ ایسی بے سروپا باتیں قرآن مجید کی تفسیروں میں لکھی ہوئی دیکھتے ہیں ۔

بعض مؤرخوں نے کہا ہے کہ ذی القرنین فرشتوں میں سے

کلام الله اعلے الوجه الاکمل الافضل اولی ثم قال و اتینٰاه من کل شئی سببا قالوا السبب فی اصل اللغة عبارة عن الحبل ثم استعیر لکل ما یتوصل به الی المقصود و هو یتناول العلم و القدرة والالة فقوله و اتینٰاه من کل شئی سببا معناه اعطینٰاه من کل شیئی ۔ من الامور التی یتوصل بها الی تحصیل ذلک الشئی ثم ان الذین قالوا انه کان نبیا قالوا من جملة الاشیاء النبوة فهذه الآیة تدل علی انه تعالیٰ اعطاه الطریق الذی به یتوصل الی تحصیل النبوة والذین انکروا کونه نبیاً قالوا المراد به و آتینٰاه من کل شیئی یحتاج الیه فی اصلاح ملکه سببا الا ان لقائل ان یقول تخصیص العموم خلاف الظاهر فلا یصار الیه الا بدلیل ثم قال فاتبع سببا و معناه انه تعالی لما اعطاه

ایک فرشتہ تھا - یہ تمام اقوال جو ہم نے بیان کیے ہیں تفسیر کبیر میں منقول ہیں -

اب ہمارے مفسروں نے اس بات کی تحقیق شروع کی کہ ذی القرنین نبی ، یعنی پیغمبر تھا یا نہیں - بعضوں نے کہا ہے کہ نبی تھا ، بعضوں نے کہا کہ نبی نہیں تھا - جو لوگ اُس کے نبی ہونے کے قائل ہوئے ، اُنھوں نے یہ دلیل پکڑی کہ خدا نے فرمایا ہے ''انا مکنا لہ فی الارض'' یعنی ''ہم نے اُس کو قدرت دی زمین میں'' تو قدرت کے لفظ سے قدرت فی الدین قرار دینا اولیٰ ہے اور پوری قدرت دین میں نبوت ہے ، اس لیے ذی القرنین نبی تھا -

دوسری جگہ خدا نے فرمایا ہے ''وآتیناہ من کل شیئی سببا'' یعنی ہم نے دیا اُس کو ہر ایک چیز کا سامان اور ہر چیز کے لفظ میں نبوت بھی داخل ہے اور اس لیے ذی القرنین کو نبوت

من کل شیئی سببا فاذا اراد شیئاً اتبع سببا اتبع یوصلہ الیہ و یقربہ منہ قرا نافع و ابن کہ بتشدید التاء و کذلک ثم اتبع ای سلک و ساروا الباقون فاتبع بقطع الالف سکون التاء مخففۃ قولہ تعالیٰ (حتی اذا بلغ مغرب الشمس وجدھا تغرب فی عین حمئۃ وجد عندھا قوما قلنا یا ذالقرنین اما ان تعذب و اما ان تتخذ فیھم حسنا قال اما من ظلم فسوف نعذبہ ثم یرد الی ربہ فیعذبہ عذابا نکرا و اما من امن و عمل صالحا فلہ جزاء الحسنیٰ و سنقول لہ من امرنا یسرا) اعلم ان المعنی انہ اراد بلوغ المغرب فاتبع سببا یوصلہ الیہ حتی بلغلما قولہ وجدھا تغرب فی عین حمئۃ فضیہ مباحث (الاول) قرا ابن عمر و حمزہ والکسائی و ابوبکر عن عاصم فی عین حامیۃ بالالف بغیر الھمزہ ای حارۃ وعن

بھی دی گئی تھی۔

تیسری جگہ خدا نے فرمایا ہے " قلنا یا ذی القرنین" یعنی ہم نے کہا "اے ذی القرنین" اور خدا جس سے بات کرتا ہے وہ نبی ہوتا ہے ، پس ذی القرنین بھی نبی تھا۔

بعضوں نے کہا کہ ذی القرنین نبی نہیں تھا، مرد صالح تھا۔ اور "مکنا لہ فی الارض" سے اُس کی قوت سلطنت اور "من کل شیئی سببا" سے ذریعہ حصول تسلط ملک پر مراد لینی چاہیے ، مگر امام رازی صاحب ان الفاظ سے ذی القرنین کے نبی ہونے کو تقویت دیتے ہیں۔

مفسرین کو جو اس قدر غلطیاں یا مشکلیں ان آیتوں کی تفسیر میں پڑیں ، اس کا بڑا سبب یہ ہے کہ اُنھوں نے واقعات کی تحقیق میں اُلٹی راہ اختیار کی ہے ، یعنی اول اس بات کی تحقیق شروع کی ہے کہ ذی القرنین کون تھا ، حالانکہ اول اس بات کو

ابی ذر قال کنت ردیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم علی جمل فرای الشمس حسین غابت فقال اقدری یا ابا ذر این تغرب ھذہ قلت اللہ و رسولہ اعلم قال فانھا تغرب فی عین حامیة وھی قراءة ابن مسعود و طلحة و ابن عام والباقون حمئة وھی قراءة ابن عباس واتفق عن ابن عباس کان عند معاویة نشوء معاویہ حامیة بالف فقال ابن عباس حمئة فقال معاویة لعبداللہ ابن عمر کیف تقرا قال کما یقرا امیر المومنین ثم وجہ الی کعب الاحبار کیف تجدالشمس تغرب قال فی ماء وطین کذلک نجد فی التوریة والحمئة ما فیہ ماء و حماءة سوداء و اعلم انہ لا تنافی بین الحمئة و الحامئة فجایز ان تکون العین جومعة للوصفین جمیعا (البحث الثانی) انہ ثبت بالدلیل ان الارض کرة و ان السماء محیط بھا

دریافت کرنا تھا کہ وہ سد جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے ، اور ایسی مستحکم و مضبوط بنائی گئی ہے کہ مفسرین اور مؤرخین کے زمانے تک اُس کا معدوم ہو جانا غیر ممکن ہے ، فی الحقیقت کس جگہ واقع ہے ۔ صرف قیاساً یہ کہہ دینا کہ شمال میں بنی ہوگی کافی نہیں، صاف طور پر اور بالتحقیق بتانا چاہیے کہ وہ سد فلاں مقام پر موجود ہے ۔

اس کے بعد تحقیق کرنا چاہیے کہ اس کو کس بادشاہ نے بنایا تھا ۔ جس بادشاہ نے بنایا ہو اُسی پر قرآن مجید میں ذی القرنین کا اطلاق ہوا ہے ۔ ممکن ہے کہ اُس بادشاہ کو ذی القرنین کہنے کی وجہ نہ معلوم ہو یا مشتبہ رہے ، مگر اس کے نہ معلوم ہونے یا مشتبہ رہنے سے کوئی ہرج اصل واقعے کے ثابت ہونے میں نہیں ہوتا ، کیونکہ واقعہ جس کا ثبوت درکار ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ وہ سد بنی اور فلاں مقام پر موجود ہے اور فلاں بادشاہ نے

ولا شک ان الشمس فی الفلک وایضا قال ووجد عندها قوما ومعلوم ان جلوس قوم فی قرب الشمس غیر موجود وایضا الشمس اکبر من الارض بمران کثیره فکیف یعقل دخولها فی عین من عیون الارض اذا ثبت هذا فنقول تاویل قوله تغرب فی عین) خمسة من وجوه (الاول) ان ذالقرنین لما بلغ موضعها فی المغرب ولم یبق بعده شئی من العمارات وجد الشمس کانها تغرب فی عین - - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - - هذة مظلمة وان

اُس کو بنایا ۔

اس کے بعد اُس بادشاہ کی مملکت اور اُس کی سلطنت پر غور کرنا ہے کہ وہ حالات اُن باتوں کے مطابق ہیں جو قرآن مجید میں اُس پادشاہ کی سلطنت یا مملکت کی نسبت بیان ہوئے ہیں یا نہیں، کیونکہ اگر وہ مطابق ہوں تو کافی یقین ہوگا کہ اسی بادشاہ کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور اُسی پر ذی القرنین کا اطلاق ہوا ہے ۔

اسی کے ساتھ یاجوج اور ماجوج کا تاریخانہ طور سے حال بیان کرنا چاہیے ، نہ قصے اور کہانی کے طریقے پر ، اور قرآن مجید کے الفاظ کے سیدھے اور صاف معنی لینے چاہئیں ، نہ پیچیدہ اور دور از کار ۔ چنانچہ اب ہم اس واقعے کے بیان کرنے میں اسی طریقے کی پیروی کریں گے ۔

یاجوج و ماجوج

ہمارے بعض علماء نے یاجوج و ماجوج کو عربی زبان کا

له تکن کذالک فی الحقیقة کما ان راکب البحر یری الشمس کانها تغیب فی البحر اذا لم یر الشط و هی فی الحقیقة تغیب وراء البحر هذا هو التاویل الذی تکره ابو علی الحبائی فی تفسیره (الثانی) ان للجانب الغربی من الارض مساکن یحیط البحر بها فالناظر الی الشمس یتخیل کانها تغیب فی تلک البحار ولا شک ان البحار الغربیة قویة السخونة فهی حامیة و هی ایضا حمئة لکثرة ما فیها من الحمأة السوداء والماء فقوله تغرب فی عین حمئة اشارة الی ان الجانب الغربی من الارض قد احاط به البحر و هو موضع شدید السخونة (الثالث) قال اهل الاخبار ان الشمس تغیب فی عین کثیرة الماء والحمأة و لهذا فی غایة البعد

لفظ بنانا چاها هے - کسائی کا قول هے که یاجوج ناجج النار سے
نکلا هے جس کے معنی شعلے کے بھڑکنے کے هیں ، اور ماجوج
موج البحر سے نکلا هے - جو که وه قوم چلنے اور دوڑ مارنے میں
بہت تیز اور سریع الحرکت تھی ، اس لیے اس نام سے موسوم هوئی -
بعضوں نے کہا ناجج الملح سے نکلے هیں جس کے معنی نمک کی
نمکینی کی شدید تیزی کے هیں -

قتیبی کا قول هے که اج الظلیم سے نکلا هے جس کے معنی
دوڑ کر چلنے کے هیں -

خلیل کا قول هے که اج مسور کی مانند دانه هوتا هے اور
مج الریق بھی عرب میں بولا جاتا هے ، پس یاجوج و ماجوج آن
لفظوں سے مشتق هوئے هیں -

مگر یه سب قول غلط هیں ، صحیح قول یه هے جس کو
تفسیر کبیر میں بھی نقل کیا هے که ''انها اسمان اعجمیان

وذالک لانا اذا ارصدنا سوفا قمر بافاذا اعتبارنا
ورایناان ان المغربین قالوا احصل هذالکسوف
فی اول النهار الثانی عند اهل الشرق بل ذالک الوقت
الذی هو اول اللیل عندنا فهو وقت العصر فی بلد
و وقت الظهر فی بلد آخر و وقت الضحوة فی بلد ثالث
و وقت طلوع الشمس فی بلد رابع و نصف اللیل فی
بلد خامس و اذا کانت هذه الاحوال معلومة
بعد الاستقراء والاعتبار و علمنا ان الشمس طالعة
ظاهرة فی کل هذه الاوقات کان الذی یقال انها تغیب
فی الطین والحمأة کلاما علی خلاف الیقین و کلام الله
تعالی مبرا عن هذه التهمة فلم یبق الا ان یصار
الی التاویل الذی ذکرناه ثم قال تعالی و وجد عندها

موضوعان بدليل منع الصرف ۔''

اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ دونوں لفظ عجمی زبان کے ہیں ۔ توریت کتاب پیدائش باب دھم آیت دوم مین یافث کے ایک بیٹے کا نام آیا ھے ماغوغ ۔ عبری زبان مین غین کا تلفظ گاف کی آواز سے ھوتا ھے ۔ پس ماغوغ بولا جاتا ھے ماگوگ ۔ عربی مین گاف کو جیم سے بدل لیتے ھیں ، اس لیے ماگوگ کا ماجوج ھو گیا ۔ بائیبل کا عربی ترجمہ جو پوپ کے حکم سے ھوا اور ۱۶۷۱ء میں چھپا ، اس میں بھی ماغوغ کو ماجوج عربی میں لکھا ھے ۔

یورپ کی زبانوں میں واؤ کا تلفظ ایسی آواز سے ھوتا ھے جو آواز مابین آواز حرف الف اور حرف واؤ یا واؤ منقلب بالف ھو ۔ اس وجہ سے جب توریت کا ترجمہ یونانی زبان میں ھوا ، تو ماغوغ کا تلفظ ماگوگ یا میگاگ لکھا گیا اور میگاگ کی نسل ، یعنی اس

فاما الضمير في قوله عندها الى ماذا يعود فيه قولان (الاول) انه عايد الى الشمس و يكون التانيث للشمس لان الانسان لما تخيل ان الشمس تغرب هناك كان سكان هذا الموضع كانهم سكونوا بالقرب من الشمس (والقول الثانى) ان يكون الضمير عايدا الى العين الحامية و على هذا القول فالتاويل ما ذكرناه ثم قال تعالى قلنا ياذا القرنين اما ان تعذب واما ان تتخذ و فيهم حسنا يدل على انه تعالى تكلم معه من غير واسطة و ذلك يدل على انه كان نبيا و حمل هذا اللفظ على ان المراد انه خاطبه على السنة بعض الانبياء فهو عدول عن الظاهر (البحث الثانى) قال اهل الاخبار فى صفة ذلك الموضع اشياء

قوم کا جو میگاگ سے نکلی گوگ یا گاگ نام ھوا اور پھر اُس ملک پر
بھی جہاں وہ آباد تھی گاگ کا استعمال ھونے لگا ، مگر استعمال میں
یہ دونوں لفظ ساتھ ساتھ بولے جاتے تھے جیسے گاگ میگاگ اور ایک
دوسرے پر بھی اطلاق ھوتا تھا ۔ عربی زبان میں بجائے گاگ میگاگ
کے یاجوج ماجوج کا استعمال ھوا ۔ پس یہ دونوں لفظ ''عجمہ'' ھیں
اور بطور علم کے مستعمل ھوتے ھیں اور اسی لیے عربی زبان میں
غیر متصرف مستعمل ھوتے ھیں ۔

کتاب حزقیل نبی باب ۳۸ ۔ ورس ۲ میں گوگ کا لفظ قوم پر
اور ماگوگ کا لفظ ملک پر بولا گیا ھے ۔

بعض مسلمان مؤرخوں نے لکھا ھے کہ یاجوج و ماجوج
نہایت قلیل الجثہ اور صغیر القامت ھیں ، یعنی صرف بالشت بھر کا
اُن کا قد ھے ، یعنی بالشتے ھیں ، اور بعضوں نے کہا کہ نہایت
قوی الجثہ اور طویل القامت ھیں ۔ اُن کے ناخن اور دانت ڈاڑھ

عجیبة قال ابن جریج ھناک مدینة لھا اثنا عشر الف
باب لولا اصوات اھلھا سمع الناس وجبة الشمس
حین تغیب (البحث الثالث) قوله تعالی قلنا یا
ذالقرنین اما ان تعذب واما ان تتخذ فیھم حسنا
یدل علی ان سکان آخر المغرب کانوا کفار اخیر الله
ذالقرنین فیھم بین التعذیب لھم ان اقاموا علی
کفرھم و بین المن علیھم و العفو عنھم و ھذا
التخییر علی معنی الاجتھاد فی اصلح الامرین کما
خیر نبیه علیه السلام بین المن علیھم والعفو
علیھم و ھذا التخییر علی معنی الاجتھاد فی اصلح
الامرین کما خیر نبیه علیه السلام بین المن علی
المشرکین و بین قتلھم و قال الاکثرون ھذا التعذیب

درندہ جانوروں کی مانند ہیں ۔ وہ آدمیوں کو مار کر اُن کا کچا گوشت کھا جاتے تھے اور کھیتی پکنے کے موسم میں نکل کر تمام کھیتوں کو چٹ کر جاتے تھے ۔ یہ بھی بیان ہوا ہے کہ اُن کے کان اتنے بڑے ہیں کہ ایک کو بچھا کر اور ایک کو اوڑھ کر سو رہتے ہیں ۔

مگر یہ سب کہانیاں جھوٹ اور محض بے اصل ہیں ۔ وہ لوگ تاتاری ترک ہیں ۔ ہمارے علماء نے بھی لکھا ہے اور تفسیر کبیر میں اس قول کو نقل کیا ہے کہ "قیل انهما من الترک" یہ قوم اب تک موجود ہے اور تمام ملک تاتار اور چینی تاتار میں آباد ہے ۔

مگر جب میں نے یہ بیان کیا کہ یاجوج و ماجوج گاگ میگاگ سے معرب ہوگیا ہے اور ان میں سے ایک کو قوم کا اور ایک کو ملک کا نام بتایا ہے تو یاجوج و ماجوج کو دوشخص سمجھنا جیسے کہ

هو القتل واما اتخاذ الحسنٰی فیهم فهو اترکهم احیاء ثم قال ذوالقرنین اما من ظلم ای ظلم نفسه بالاقامة علی الکفر والدلیل علی ان هذا هو المراد انه ذکر فی مقابلته واما من آمن وعمل صالحا ثم قال فسوف نعذبه ای بالقتل فی الدنیا ثم یرد الی ربه فیعذبه عذابا نکرا ای منکرا قطیعا واما من آمن وعمل صالحا فله جزاء الحسنٰی قرا حمزة والکسائی وحفص عن عاصم جزاء الحسنٰی بالنصب والتنوین والباقون بالرفع والاضافة فعلی القراة الاولی یکون التقدیر فله الحسنٰی جزاء کما تقول لک هذا الثوب هبة واما علی القراءة الثانیة فی التفسیر وجهان (الاول) فله جزاء الفعلة الحسنٰی والفعلة

ہمارے مؤرخوں اور مفسروں نے سمجھا ہے ، صحیح نہیں ہوگا ، بلکہ اُن سے وہی مطلب سمجھا جائے گا جو گوگ اور ماگوگ سے سمجھا جاتا ہے ۔ جو ملک کہ اب بھی تبت کے شمال میں واقع ہے اور جو قدیم زمانے میں ستھیا اور تاتار کہلاتا تھا اور حال کے نقشوں میں چینی ترکستان کے نام سے لکھا جاتا ہے ، اس قوم کے رہنے کی جگہ تھی اور تاتاری اُن ہی کی نسل سے ہیں ۔ بہت سے لوگوں نے تاتاریوں کو دیکھا ہوگا وہ مثل عام انسانوں کے ہیں ، ان میں کوئی بھی عجیب بات نہیں ہے ، البتہ کھوسی ہوتے ہیں ۔

سد (یا گریٹ وال)

کچھ شبہ نہیں کہ جس سد کا ذکر قرآن مجید میں ہے ، وہ وہی دیوار ہے جو چین اور تاتار یا ستھیا کی سرحد پر بنائی گئی ہے اور جس کو چی وانگ ٹی فغفورچین نے درمیان ۲۴۰ و ۲۳۵ قبل مسیح میں بنایا تھا ۔

الحسنٰی ہی الایمان و العمل الصالح (والثانی) ان یکون التقدیر فلہ جزاء المثوبۃ الحسنٰی و یکون المعنی فلہ ذالجزاء الذی ہو المثوبۃ الحسنٰی والجزاء موصوف بالمثوبۃ الحسنٰی و یکون المعنی فلہ ذی الجزاء الذی ہو المثوبۃ الحسنٰی و الجزاء الموصوف بالمثوبۃ الحسنٰی و اضافۃ الموصوف الی الصفۃ مشہورۃ کقولہ و الدار الاخرۃ و حق الیقین ثم قال و سنقول لہ من امرنا یسرا ای لانا مرہ بالصعب الشاق و لکن بالسہل المیسر من الزکاۃ والخراج و غیرہما و تقدیر ذا یسر لا کقولہ قولا

یہ دیوار ھانگ ھو دریا کے غربی موڑ سے جو پہاڑ کے قریب ۳۷ درجے ۱۵ دقیقہ عرض بلد اور ۱۰۷ درجے طول بلد پر واقع ہے بنانی شروع ھوئی اور پھر اس دریا کے دوسرے موڑ کو قریباً ۲۹ درجے عرض بلد اور ۱۱۱ درجے طول بلد پر کاٹ کر اور خنجان پہاڑوں کے جنوبی سلسلے کے نیچے ھو کر خلیج لیو ٹونگ کے کنارے پر ٹھیک چالیس درجے عرض بلد اور ایک سو بیس درجے طول بلد پر ختم ھوئی ھے ۔ طول اس دیوار کا بارہ سو سے پندرہ سو میل کا بیان ھوا ھے ۔

حال سلطنت چی وانگ ٹی

چین کی تاریخوں سے معلوم ھوتا ھے کہ فغفور ای چن کے مرنے کے بعد تیرہ برس کی عمر میں چی وانگ ٹی ۲۴۷ قبل مسیح میں تخت پر بیٹھا اور لی زی نامی ایک عاقل شخص کو اپنا

میسورا و قری یسرا بضمتین قوله تعالی ثم اتبع سببا حتی اذا بلغ مطلع الشمس وجدها تطلع علی قوم لم نجعل لهم من دونها سترا كذالک و قد احطنا بما لدیه خبرا ۔ اعلم الله تعالی كما بین اولا انه قصدا قرب الاماكن المسكونة من مغرب الشمس اتبعه ببیان انه قصد اقرب المساكن المسكونة من مطلع الشمس فبین الله تعالی انه وجد الشمس تطلع علی قوم لم نجعل لهم من دونهم سترا وفیه قولان (الاول) انه لیس هناك شجرولا جبل ولا ابنیته تمنع من وقوع شعاع الشمس علیهم فلهذا السبب اذا طلعت الشمس دخلوا فی اسراب واغلة فی الارض اوغاصوا فی الماء فیكون عند طلوع الشمس بتعذر

وزیر مقرر کیا ۔

اس کی سلطنت دو زمانوں پر منقسم ہوتی ہے ، پہلا زمانہ وہ ہے جبکہ اس بادشاہ نے اپنی تمام ہمت روپیہ جمع کرنے اور ہر قسم کا سامان اکٹھا کرنے میں صرف کی ، اور دوسرا زمانہ وہ ہے جبکہ اس نے ہر قسم کا سامان جمع کرنے کے بعد ملک گیری اور فتوحات نمایاں حاصل کیں ۔ اُس کی اس حالت کا صاف اشارہ قرآن مجید سے پایا جاتا ہے جہاں خدا نے فرمایا ہے ، ”انا مکنا لہ فی الارض و آتیناہ من کل شیئی سببا فاتبع سببا ۔“

یعنی ہم نے دی اُس کو قدرت زمین میں اور ہم نے دیا اُس کو ہر چیز کا سامان پھر وہ درپے ہوا سامان کے ، یعنی سامان جمع کرنے کے ۔ یہ فقرہ قرآن مجید کا اور خصوصاً الفاظ فاتبع سببا بالکل اُس بادشاہ کے پہلے قرن یا زمانے کی ہسٹری

علیہم التصرف فی المعاش و عند غرو بہا یشتغلان بتحصیل مہمات المعاش حالہم بالضد من احوال سائر الخلق (القول الثانی) ان معناہ انہ لا بنات لہم و یکونون کسائر الحیوانات عراۃ ابدا و یقال فی کتب الہیئۃ ان حال اکثر الزمج کذالک جال کل من یسکن البلاد القریۃ من خط الاستواء کذلک و ذکر فی کتب التفسیر ان بعضہم قال سافرت حتی جاوزت الصین فسالت عن ہؤلاء القوم فقیل بینک و بینہم مسیرۃ یوم و لیلۃ فبلغتم فاذا احد ہم یفرش اذمہ الواحدۃ و یلبس الاخری ولما قرب طلوع الشمس سمعت کہیئۃ الصلصلۃ فغشی علی ثم افقت و ہم یمسحونتی بالدہن فلما طلعت الشمس اذا ہی

بتاتے ھیں ۔

مکنا کے لفظ سے اور من کل شیئی کے لفظ سے قدرت فی الدین سمجھنا اور پھر قدرت فی الدین کو نبوت قرار دینا اور اُس بادشاہ کی نسبت یہ بحث کرنا کہ وہ نبی تھا اور پھر اس کے نبی ھونے کو ترجیح دینا ایسے دورازکار خیالات ھیں جن کا ذرا بھی اشارہ قرآن مجید سے نہیں پایا جاتا اور جو شاعرانہ خیالات سے بھی بڑھے ھوئے ھیں ۔

"انا مکنا لہ فی الارض" میں جو لفظ فی الارض کا آیا ھے اُس سے تمام دنیا از مشرق تا غرب آفتی مراد لینا ، جبکہ وہ لفظ ایک بادشاہ کی بادشاھت کے حال میں آیا ھے ، اُس شاعرانہ خیال سے بھی زیادہ عجیب ھے ۔ قرآن مجید میں متعدد جگہ لفظ الارض کا خاص ملک پر ، بلکہ خاص زمین پر اطلاق ھوا ھے ۔ جن لوگوں نے مکے سے ھجرت نہیں کی تھی اور وھیں کافر مرے ،

فوق الماء کھیئة الزیت فاد خلو نا سربا لھم فلما ادتفع النھار جعلوا یصطادون السمک و یطرحونہ فی الشمس فیضج ثم قال تعالیٰ کذلک و قد احطنا بما لدیہ خبرا و فیہ وجوہ (الاول) ای کذلک فعل ذوالقرنین اتبع ھذہ الاسباب حتی بلغ ما بلغ و قد علمنا حین ملکناہ ما عندہ من الصلاحیة لذلک الملک و الاستقلال بہ (والثانی) کذلک جعل اللہ امر ھؤلاء القوم علی ما قد اعلم رسولہ علیہ السلام فی ھذا الذکر (والثالث) کذلک کانت حالتہ مع اھل المطلع کما کانت مع اھل المغرب قضی فی ھؤلاء کما قضی فی اولئک من تعذیب الظالمین و الاحسان الی المومنین (الرابع) انہ ثم الکلام عند قولہ کذلک

اُن سے فرشتے پوچھیں گے " فیم کنتم؟" یعنی تم کس حال میں تھے ؟ وہ کہیں گے " مستضعفین فی الارض " یعنی ہم لاچار تھے زمین میں ، یعنی مکّے میں لاچار و مغلوب تھے ۔ فرشتے کہیں گے " الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا " یعنی کیا اللہ کی زمین فراخ نہ تھی ، تاکہ تم اُس میں ھجرت کر جاتے ؟

یہ تو ایک مثال ھے ، بیسیوں جگہ قرآن مجید میں الارض کا لفظ خاص ملک پر اطلاق ھوا ھے ۔ پس " مکنا لہ فی الارض " سے صاف مراد یہ ھے کہ ہم نے اُس کو ایک ملک پر بادشاھت دی تھی ۔

سلطنت چین کی ایک بہت وسیع سلطنت تھی ، تبت اور تمام ملک جو اُس کے قریب واقع تھے ، جیسے برھا ، انام ، سیام اور ملایا سب اُس میں شامل* اور فغفور چین کے باجگزار تھے ۔ چین کی

والمعنی انہ تعالٰی قال امر ھولاء القوم کما وجد ھم علیہ ذوالقرنین ثم قال بعدہ وقد احطنا بما لدیہ خبرا ای کنا عالمین بان الامر کذلک قولہ تعالٰی ثم اتبع سببا حتی اذا بلغ بین السدین وجد من دونھما قوما لا یکا دون یفقھون قولا قالوا یا ذوالقرنین ان یاجوج و ماجوج مفسدون فی الارض فھل نجعل لک خرجا علی ان تجعل بیننا و بینھم سدا قال ما مکنیی فیہ ربی خیر فاعینونی بقوۃ اجعل بینکم و بینھم ردما) اعلم ان ذالقرنین لما بلغ المشرق و المغرب اتبع سببا آخر و سلک الطریق حتٰی بلغ بین السدین و قد اتاہ اللہ من العلم و القدرۃ ما یقوم بھذہ الامور و ھھنا مباحث (الاول) قرا حمزۃ

تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ چوسی انگ فغفور کے وقت میں اکثر صوبے اور باجگذار ملک باغی ہو گئے تھے - ای چن جب اس کا بیٹا تخت نشین ہوا تو اس نے بعض کو شکست دی ، مگر کل ملک پر تسلط نہ کر سکا -

چی وانگ ٹی جو کہ بانی سد کا ہے جب بادشاہ ہوا اور اس کا پہلا قرن یا پہلا زمانہ ساز و سامان اور اسباب قوت اور سطوت سلطنت کے جمع کرنے کا ختم ہو گیا اور اس کی سلطنت کا دوسرا قرن یا دوسرا زمانہ شروع ہوا ، تو اس نے ملک میں فتوحات شروع کیں -

خدا نے فرمایا " حتیٰ اذا بلغ مغرب الشمس وجدھا تغرب فی عین حمئة و وجد عندھا قوما " یعنی جب وہ وہاں تک پہنچا جہاں آفتاب ڈوبتا ہے تو اس کو پایا کہ وہ ایک گدلے پانی کے چشمہ میں ڈوبتا ہے اور وہاں اس نے ایک قوم

والکسائی السدین بضم السین و سدا بفتحہا حیث کان و قرا حفص عن عاصم بالفتح فیہا فی کل القران وقرا نافع و ابن عامر و ابوبکر عن عاصم بالضم فیہما فی کل القران و قرا ابن کثیر و ابو عمر السدین و سدا ھہنا بفتح السین فیہما وضمہا فی السین فی الموضعین قال الکسائی ھما نعتان وقیل ما کان من صنعة بنی آدم فہو السد بفتح السین - والجمع سدود ھو قول ابی عبیدہ و ابن الانباری قال صاحب الکشاف السد بالضم فعل بمعنی مفعول ای ھو مما فعلہ اللہ و خلقہ والسد بالفتح مصدر حدث یحدثہ الناس (البحث الثانی) الاظہران موضع السدین فی ناحیة الشمال وقیلا جبلان بین ارمینیة و بین اذربیجان

کو پایا ۔

''مغرب الشمس'' کے یہ معنی لینے کہ جس جگہ آفتاب ڈوبتا ہے ، کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتے ، کیونکہ آفتاب کہیں نہیں ڈوبتا ، مگر آدمی ایسی جگہ پہنچ جاتا ہے جہاں اس کو آفتاب غروب ہوتا معلوم ہوتا ہے ۔

امام رازی صاحب نے بھی اس امر پر بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ دلیل سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ زمین گول ہے اور آسمان اُس پر محیط ہے اور کچھ شک نہیں کہ آفتاب آسمان میں ہے ، اور یہ بھی خدا نے کہا ہے کہ اُس کے پاس اُس نے قوم کو پایا اور یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی قوم آفتاب کے پاس موجود نہیں ہے اور یہ بات بھی ہے کہ آفتاب کئی مرتبہ زمین سے بڑا ہے ، پھر کس طرح اُس کا زمین کے چشموں میں سے کسی چشمے میں ڈوبنا عقل میں آ سکتا ہے اور جب یہ بات ثابت ہے تو ہم خدا کے اس قول کی کہ ''تغرب فی عین حمئتہ'' کی کئی وجہ سے تاویل کریں گے ۔

اول یہ کہ جب ذی القرنین مغرب میں ایک جگہ پہنچا اور

وقیل ھذا لمکان فی مقطع ارض الترك وحکی محمد بن جریر الطبوری فی تاریخہ ان صاحب اذربیجان ایام فتجھا وجہ انسانا الیہ من ناحیۃ الخزرفشاھدہ ووصف انہ بینان رفیع وراء خندق عمیق وثیق منیع وذکر ابن خردار فی کتاب السالک والسالک ان الواثق باللہ رای فی المنام کانہ فتح ھذا الروم فبعث بعض الخدم الیہ لیعا ینوہ فخرجوا من باب الابواب حتی وصلوا الیہ و شاھدوہ فوصفوا انہ بناء من لبن من حدید مشدود بالنحاس المذاب وعلیہ باب

اُس کے بعد کوئی معمورہ باقی نہ رہا تو اُس نے آفتاب کو پایا کہ گویا وہ پانی کے چشمے میں ڈوبتا ہے ، گو کہ در حقیقت ایسا نہ ہو، جس طرح کہ سمندر میں سفر کرنے والا، جبکہ اُس کو کنارا نہ دکھائی دیتا ہو، آفتاب کو دیکھتا ہے کہ وہ سمندر میں ڈوبتا ہے ، حالانکہ وہ سمندر سے بہت دور ڈوبتا ہے ، یہ وہ تاویل ہے جس کو ابو علی الجبائی نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے ۔

دوسرے یہ کہ زمین کی جانب غرب آبادی ہے جو سمندر سے گھری ہوئی ہے ، تو دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ آفتاب اُس سمندر میں ڈوبتا ہے ۔

تیسرے یہ کہ اھل اخبار ، یعنی روائتوں کو تسلیم کرنے والے کہتے ھیں کہ آفتاب گرم پانی کے چشمے میں نہایت گرم اور بہت زیادہ پانی میں ڈوبتا ہے ۔ یہ قول نہایت بعید ہے ، اس لیے کہ جب ہم کسوف قمری کو رصد کرتے ھیں تو ہم دیکھتے ھیں کہ مغرب کے رہنے والے کہتے ھیں کہ کسوف شام کے وقت ہوا ہے اور مشرق کے رہنے والے کہتے ھیں کہ صبح کے وقت ہوا ہے ۔ پس ہم نے جانا کہ مغرب کے رہنے والوں کی جو شام ہے

مقفل ثم ان ذلک الانسان لما حاول الرجوع اخرجهم الدلیل علی البقاع المحاذیة لسمرقند قال ابوالریحان مقتضی هذا ان موضعة فی الربع الشمالی الغربی من المعمورة و الله اعلم بحقیقة الحال (البحث الثالث) ان ذالقرنین لما بلغ ما بین السدین وجد من دونهما ای من ورائهما فجاوزا عنهما قوما ای امة من الناس لا یکادون یفقهون قولا قرا حمزه والکسائی یفقهون بضم الیاء وکسر القاف علی معنی لا یمکنهم تفهیم غیرهم والباقون بفتح الیاء والقاف والمعنی

مشرق کے رہنے والوں کے لیے وہ دوسرے دن کی صبح ہے ، بلکہ جو شام کا وقت ہمارے لیے ہے وہ کسی دوسرے شہر میں عصر کا وقت ہے ، اور ظہر کا وقت ہے دوسرے شہر میں ، اور چاشت کا وقت ہے کسی تیسرے شہر میں ، اور صبح کا وقت ہے کسی چوتھے شہر میں ، اور آدھی رات ہے کسی پانچویں شہر میں ، اور جبکہ بعد تجربے اور استقراء کے یہ حال معلوم ہے اور اُس پر اعتبار ہے اور ہم نے جان لیا کہ آفتاب ان تمام وقتوں میں نکلا ہوا رہتا ہے ، تو یہ کہنا کہ وہ دلدل میں ڈوب جاتا ہے ، ایسا کلام ہے جو خلاف یقین کے ہے اور خدا کا کلام اس تہمت سے پاک ہے - پس اب کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم وہ تاویل کریں جو ہم نے بیان کی -

اب امام صاحب کی اس تقریر پر غور کرو تو نتیجہ اُس کا وہی ہے جو مختصر لفظوں میں ہم نے بیان کیا ہے کہ مغرب الشمس سے ایسی جگہ مراد ہے جہاں سے آدمی کو آفتاب ڈوبتا ہوا معلوم ہو ، جیسے سمندر میں سفر کرنے والے کو یا سمندر کے مشرق کنارے پر کھڑے رہنے والے کو سمندر

انهم لا يعرفون غير لغة انفسهم و ما كانوا يفهمون اللسان الذى يتكلم به ذوالقرنين ثم قال تعالٰى قالوا ياذاالقرنين ان ياجوج و ماجوج مفسدون فى الارض فان قيل كيف فهم ذوالقرنين منهم هذا لكلام بعدان وصفهم الله بقوله لا يكادون يفقهون قولا والجواب ان نقول فيه قولاث (الاول) ان اثباته نفى و نفيه اثبات فقوله لا يكادون يفقهون قولا لا يدل علىٰ انهم لا يفقهون شيئاً بل يدل علے انهم قد يفهمون علے مشقة و صعوبة (والقول الثانى) ان

میں آفتاب ڈوبتا ہوا معلوم ہوتا ہے ۔
اب ملک کے جغرافیے پر نظر کرو ، جب یہ بادشاہ فتوحات کرتا ہوا بڑھا اور ملایا کے کنارے پر پہنچا تو اُس کی جانب غرب خلیج آف بنگالہ تھی تو اُس نے وہاں ملایا قوم کو پایا اور آفتاب کو فی عین حمئۃ ، یعنی خلیج بنگالہ میں ڈوبتا ہوا دیکھا ۔ سمندر کا پانی خود میلا اور کیچڑ سا دیکھائی دیتا ہے اور سورج کے غروب ہوتے وقت اُس کی شعاعوں سے اُس پر سرخی جھلکتی ہے اور اسی واسطے اُس کو عین حمئۃ سے تشبیہ دی ۔

پھر خدا نے کہا کہ " قلنا یا ذی القرنین اما ان تعذب و اما ان تتّخذ فیھم حسنا قال امّا من ظلم فسوف نعذبہ ثم یردّ الی ربہ فیعذبہ عذابا نکرا ۔ و اما من امن و عمل صالحا فلہ جزاء الحسنیٰ و سنقول لہ من امرنا یسرا" یعنی ہم نے کہا کہ اے ذی القرنین (اُس قوم کو جو یہاں ملی ہے ، غالباً ملایا کے لوگوں کو) یا تو عذاب دے (یعنی سزا دے) یا اُن پر احسان رکھ (یعنی معاف کر) اُس نے کہا جس کسی نے

کاد معناہ المتساویۃ و علی ھذا القول فقولہ لا یکادون یفقھون قولا ای لا یعلمون و لیس لھم قرب من ان یفقھوا و علی ھذا القول فلا بد من اضمار و ھو ان یقال لا یکادون یفھمونہ الا بعد تقریبہ مشقۃ من اشارۃ و نحوھا و ھذہ الایۃ تصیح انہ یحتج بھا علی صحۃ القول الاول فی تفسیر کاد (البحث الرابع) فی یاجوج و ماجوج (الاول) انھما اسمان اعجمیان موضوعات بدلیل منع الصرف (القول الثانی) انھما مشتقان و قرا عاصم یاجوج ماجوج بالھمزۃ و قرا الباقون

زیادتی کی ھے اس کو ھم عذاب ، یعنی سزا دیں گے ، پھر پلٹا دیا جاوے گا اپنے پروردگار کے پاس (یعنی مار ڈالا جاوے گا) پھر وہ اُس کو عذاب دے گا عذاب سخت ، اور جو کوئی ایمان لایا (یعنی فرمانبرداری کی) اور اچھا کام کیا تو اُس کے لیے اچھا بدلہ ھے اور میں کہوں گا (یعنی حکم دوں گا) اس کے لیے اپنے معاملات میں سہولت کا ۔''

یہ بیان اس بادشاہ کے سلوک کا ھے جو اُس نے اپنی مفتوحہ قوم کے ساتھ کیا ۔ ''قلنا یا ذی القرنین'' سے یہ سمجھنا کہ خدا نے اُس بادشاہ سے کلام کیا تھا صحیح نہیں ھے ۔ قرآن مجید میں ایسے مقاموں پر قلنا کا لفظ بمعنی شئنا کے آتا ھے جیسے کہ خدا نے ان یہودیوں کی نسبت جنھوں نے سبت کے دن زیادتی کی تھی فرمایا ھے ''قلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین''۔ اسی طرح اُس کے جواب میں قال کا لفظ آیا ھے ۔ پس اس طرح کا استعمال نہ نبوت کی نشانی ھے اور نہ خدا کے ساتھ سوال و جواب ھونے کی دلیل ھے ، بلکہ جو سلوک کہ اُس فتحمند بادشاہ نے اُس مفتوح قوم کے ساتھ کیا اُس کا بیان ھے ۔

یاجوج ماجوج وقری فی روایۃ اجوج و ماجوج و قائلون یکون ھذین الاسمعین مشتقین ذکروا وجوھا (الاول) قال الکسائی یاجوج ماخوذ من تاجج النار و تلھبھا تلسرعتھم فی الحرکۃ سمو بذالک والماجوج من موج البحر (الثانی) ان یاجوج ماخوذ من قولھم اج الظلیم فی مشیہ یئج اجا اذا ھرول و سمعت خفیفہ فی عدوہ (الرابع) قال الخلیل الاج حب کالعدس والمج مج الریق فیحتمل ان یکونا ماخوذین منھما واختلفوا فی انھمام من ای الاقوام

مذکورہ بالا بیان سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ اس بادشاہ پر دو زمانے ایسے گزرے جن کا اشارہ قرآن مجید میں بھی موجود ہے اور یہ نہایت قوی قرینہ ہے کہ ان ہی مختلف دو زمانوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے اُس کی نسبت ذوالقرنین کا لفظ استعمال کیا ہے۔

اس فتح کے بعد اُس نے مشرق کی طرف حملہ شروع کیا اور اُس ملک کے مشرقی کنارے پر پہنچا ، چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے " ثم اتبع سببا حتیٰ اذا بلغ مطلع الشمس وجدھا تطلع علی قوم لم نجعل لھم من دونھا ستراً کذٰلک و قد احطنا بما لدیہ خبرا۔"

یعنی پھر اُس نے سفر کا سامان کیا ، یہاں تک کہ جب وہ پہنچا جہاں آفتاب نکلتا ہے تو اُس نے ایسی قوم پر اُس کو نکلتا ہوا پایا کہ ہم نے اُن کے لیے آفتاب کے ورے کوئی اوٹ نہیں رکھی۔ یہ حال (اُس جگہ کا) تھا اور بے شک ہم نے جان لیا تھا جو کچھ اُس کے پاس وہاں کی خبر پہنچی تھی۔

" و قد احطنا بما لدیہ خبرا " کی نسبت ابن عباس رض

فقیل انھما من الترک و قیل یاجوج من الترک و ماجوج من الجبل والدیلم ثم من الناس من وصفھم بقصر القامة و صغر الجثة یکون طول احدھم شبرا و منھم من وصفھم بطول القامة و کبیر الجثة و اثبتوا لھم مخالیب فی الاظفار و اضراسا کاضراس السباع و اختلفوا فی کیفیت افسادھم فی الارض فقیل کانوا یقتلون الناس و قیل کانوا یاکلون لحوم الناس و قیل کانوا یخرجون ایام الربیع فلا یترکون لھم شیئا اخضر و بالجملة فلفظ الفساد محتمل لکل

تفسیر میں لکھا ہے ”قد علمنا بما کان عندہ من الخبر والبیان“ اسی کے مطابق ہم نے بھی ترجمہ کیا ہے۔ جو معنی ہم نے ابھی مغرب الشمس کے بیان کیے ہیں وہی معنی مطلع الشمس کے ہیں، یعنی وہ ایسی جگہ پہنچا جہاں اُس کو آفتاب نکلتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔

یہ حال مملکت چین کے شرقی کنارے کا ہے جو بہت بڑے سمندر سے گھرا ہوا ہے۔ جب آفتاب نکلتا ہے اُس کنارے کے رہنے والوں میں اور آفتاب کو نکلتا ہؤا دکھائی دینے میں کوئی چیز حائل نہیں ہوتی۔ سمندر کے پانی کی صاف سطح ہوتی ہے اور آفتاب کا نکلنا بغیر کسی حجاب کے اُن ہی لوگوں پر ہوتا ہے۔

اس طرف کے ملک کے لوگوں کو زیر کرنے کے بعد اُس بادشاہ نے پھر سامان درست کیا، چنانچہ خدا فرماتا ہے ”ثم اتبع سببا حتیٰ اذا بلغ بین السدین وجد من دونھما قوما لا یکادون یفقھون قولا۔“

یعنی پھر اُس نے سامان سفر کیا، یہاں تک کہ جب وہ پہنچا دو سدوں، یعنی دو پہاڑوں میں تو اُس نے اُن کے ورے ایک قوم

ھذہ الاقسام واللہ اعلم بمرادہ ثم انہ تعالیٰ حکی عن اھل ما بین السدین انھم قالوا الذی القرنین فھل نجعل لک خرجا علی ان تجعل بیننا و بینھم سدا قرا حمزۃ و والکسائی خراجا والباقون خرجا قبل الخراج والخراج واحد وقیل ھما امران متغایران وعلی ھذا القول اختلفوا قیل الخرج بغیر الف ھوا تجعل لان الناس کاواحد منھم شیئا فیخرج ھذا اشیاء وھذا اشیاء والخراج ھم الذی یجبیہ السلطان کل سنۃ وقال القراء الخراج ھوالاسم الاصلی والخرج

کو پایا کہ بمشکل اُن کی بات سمجھتے تھے ۔

یہ مقام مملکت چین کی شمالی حد پر ہے اور جس قوم کا ذکر ہے وہ تاتاری اور قدیم ستھیا کی رھنے والی تھی جو غارت گری اور لٹیرے پن میں مشاق اور لوٹ مار کی عادی تھی ۔ اُن کی زبان چین کے رھنے والوں سے مختلف تھی ۔

جب وہ بادشاہ اس مقام پر پہنچا تو لوگوں نے کہا جو قرآن مجید میں مذکور ہے ، چنانچہ خدا فرماتا ہے ''قالوا یا ذا القرنین ان جوج و ما یا جوج مفسدون فی الارض فھل نجعل لك خرجا علیٰ ان تجعل بیننا و بینھم سدا قال ما مکنی فیہ ربی خیر فاعینونی بقوۃ اجعل بینکم و بینھم ردما ۔''

یعنی اُن لوگوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین یاجوج و ماجوج فساد کرنے والے ھیں زمین (یعنی ملک) میں ، پھر کیا ھم تیرے لیے کوئی محصول (یعنی ٹیکس یا باجھ) مقرر کریں ، اس بات پر کہ تو بنا دے ھم میں اور اُن میں سد (یعنی فصیل یا دیوار یعنی ایسی روک کہ وہ ھمارے ملک میں نہ آ سکیں)

کالمصدر وقال قطرب الخراج الجزیۃ والخراج فی الارض فقال ذوالقرنین ما مکنی فیہ ربی خیر فاعینونی ای ما جعلنی مکینا من المال الکثیر و الیسار الواسع خیر مما تبذلون من الخراج فلا حاجۃ بی الیہ وھو کما قال سلیمان علیہ السلام فما اتانی اللہ خیر مما اتاکم قرا ابن کثیر ما مکنی بنونین علی الاظھار والباقون بنون واحدۃ مشددۃ علی الادغام ثم قال ذوالقرنین فاعینونی بقوۃ اجعل بینکم و بینھم ردما ای لا حاجۃ لی فی مالکم و لکن

اُس بادشاہ نے کہا کہ خدا نے جو مقدور مجھ کو دیا ہے وہ بہت اچھا ہے (یعنی کافی ہے ، محصول لگا کر روپیہ لینے کی ضرورت نہیں) پھر تم میری مدد کرو۔ محنت کرنے سے میں بنا دوں گا تمھارے اور اُن کے بیچ میں مضبوط دیوار۔

پہلی بات اس آیت میں جو غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ ”قالوا یا ذاالقرنین“ کس کا قول ہے۔ مفسروں کا یہ خیال ہے کہ یہ اُسی قوم کا قول ہے جو اُس جگہ ملی تھی اور جس کی نسبت کہا گیا ہے ”لا یکادون یفقھون قولا“ مگر یہ خیال ہرگز صحیح نہیں۔ یہ قول اُن لوگوں کا ہے جو سرحد چین کے اندر اور فغفور کے ملک میں رھتے تھے اور اُسی قوم کی لوٹ مار کے بچنے سے جس کی نسبت کہا گیا ہے ”لا یکادون یفقھون قولا“ دیوار بنوانا چاھتے تھے۔

دوسری چیز جو اُس بادشاہ نے علاوہ محنت کے اُن سے چاھی وہ لوھا تھا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے ”اتونی زبر الحدید حتی اذا ساوی بین الصدفین قال

اعینونی برجال وآلة ابنی بها السد وقیل المعنی اعینونی بمال اصرفه الی هذه المهم ولا اطلب المال لاخذه لنفسی والردم هو السد یقال ردمت الباب ای سددته وردمت الثوب رقعة لانه یسد الخرق بالرقعة والردم اکثر من السد من قولهم ثوب مردوم ای وضعت علیه رقاع قوله تعالےٰ ، آتونی زبرالحدید حتی اذا ساوی بین الصدفین قال انفخوا حتی اذا جعله نارا قال ائتونی افرغ الیه قطرا فما استطاعوا ان یظهروه وما استطاعوا له نقبا قال هذا

انفخوا حتیٰ اذا جعلہ ناراً قال اتونی افرغ علیہ قطرا۔"

یعنی لا دو مجھ کو لوہے کے ٹکڑے، یہاں تک کہ جب وہ دونوں پہاڑوں میں برابر کر چکا تو کہا، دھونکو، یہاں تک کہ جب اُس لوہے کو آگ، یعنی لال کر دیا تو اُس نے کہا مجھ کو لا دو میں اُس پر ڈال دوں پگھلی ہوئی دھات، یعنی تانبا یا پیتل یا سیسہ۔

یہ آیتیں نہایت صاف ہیں، مگر مفسرین نے اِن کو عجیب طرح پر بیان کیا ہے۔ قرآن مجید میں جو لفظ زبر الحدید آیا ہے اُس کے معنی لوہے کی تختی یا لوہے کی اینٹیں قرار دیے ہیں اور پھر یہ قرار دیا ہے کہ ان لوہے کی اینٹوں کو اُوپر تلے رکھ کر بطور دیوار کے چنا اور اُس کو پہاڑ کی چوٹی تک اُونچا کر دیا اور جب وہ پوری ہوگئی جس کی لمبائی پندرہ سو میل کے قریب تھی تو آگ جلا کر اُس دیوار کو آگ کے مانند کر دیا، یعنی جیسے لوہا آگ میں جلانے سے لال مثل آگ کے ہو جاتا ہے، اسی طرح ساری دیوار مثل آگ کے ہوگئی۔ پھر اُس دیوار پر پگھلا ہوا تانبا

رحمۃ من ربی فاذا جاء وعد ربی جعلہ دکاء وکان وعد ربی حقا۔ اعلم ان زبر الحدید قطعہ قال الخلیل الزبرہ من الحدید القطعہ الضخمۃ قراءۃ الجمیع اتونی بمد الالف الا حمزۃ فانہ قرا ائتونی من الاتیان وقد روی ذلک عن عاصم والتقدیر ائتونی زبر الحدید ثم حذف الیاء کقولہ وشکرتہ لہ وکفرتہ وکفرت لہ وقولہ حتیٰ اذا ساوی بین الصدفین فیہ اضمار ای فاتوہ بہا فوضع تلک الزبر بعضہا علیٰ بعض حتی صارت بحیث تسد ما بین الجبلین الیٰ اعلاہما ثم

ڈالا اور وہ درزوں میں بیٹھ کر جم گیا اور سب مل کر لوہے کی ایک ڈال دیوار یا ایک ڈال مثل لوہے کے پہاڑ کے ہوگئی ۔

یہ تفسیر ایسی ہے جو نہ عقل میں آسکتی ہے اور نہ قرآن مجید کی آیتوں میں اس خارج از عقل کارستانی کا اشارہ پایا جاتا ہے ۔ کسی طرح قرآن مجید سے نہیں پایا جاتا ہے کہ وہ دیوار لوہے کی اینٹوں سے چنی گئی تھی ۔ لوہا بلا شبہ دیوار کے بنانے میں کام میں لانے کو منگوایا گیا تھا ، مگر یہ بات کہ اس لوہے سے دیوار چنی گئی تھی ، ہرگز قرآن مجید میں نہ مذکور ہے نہ اس کی طرف اشارہ ہے ۔

یہ دیوار جو سد کے نام سے مشہور ہے پہاڑی ملک میں بنائی گئی تھی اور کچھ شبہ نہیں کہ پتھروں کی چٹانوں سے بنائی تھی ، مگر پتھروں کی چٹانوں کے مضبوط کرنے اور ایک کو دوسرے سے جوڑنے کو لوہا درکار تھا ۔ اس کی نسبت اس بادشاہ نے کہا کہ لوہے کے ٹکڑے مجھ کو لا کر دو ۔

اس دیوار کو بنے اکیس سو بائیس برس گزرے ہوں گے ، اس زمانے کی بہت سی عمارتوں کے نشان اور کھنڈر اب بھی موجود

وضع المناقع علیهما حتیٰ اذا صارت کالنار صب النحاس المذاب علے الحدید المحی فانتصق بعضه ببعضها و صار جبلا صه لداو اعلم ان هذا معجز قاهر لان هذه الزبر الکثیرة اذا نفخ علیها حتے صارت کالنار لم یقدر الحیوان علی القرب منها والنفخ علیها لا یمکن الا مع القرب منها فکانه تعالی صرف تاثیر الحرارة العظیمة عن ابدان اولئک النافخین علیها قال صاحب الکشاف قیل بعد ما بین السدین ماته فرسخ والصدفین بفتحتین

ہیں ۔ پتھر کی چٹانوں کی دیوار بنانے کا اور اُس کو مضبوط کرنے کا کہ کوئی پتھر دیوار میں سے نکالنے سے نہ نکل سکے یہ دستور ہے کہ دو چٹانوں کو برابر رکھ کر دونوں کے سروں کے پاس سوراخ کرتے ہیں اور اُن میں لوہے کے پانوں لگاتے ہیں، تاکہ ایک دوسرے سے جڑ جاوے اور نکالنے سے نکل نہ سکے اور اُس لوہے کے پانوں کو جس کا ایک سرا ایک چٹان کے چھید میں اور دوسرا سرا دوسری چٹان کے چھید میں رہتا ہے، آگ سے لال کرکے اُن چھیدوں میں لگاتے ہیں اور کوئی پگھلی ہوئی دھات اُن چھیدوں میں ڈال دیتے ہیں، تاکہ پانوں کے سرے چھیدوں میں جم جاویں اور پتھر نکلنے نہ پاویں اور کسی طرح بغیر دیوار کے منہدم کیے نہ دیوار میں چھید ہو سکے اور نہ کوئی پتھر ٹل سکے ۔

قرآن مجید کے ان لفظوں کے کہ ”حتیٰ اذا ساوی بین الصدفین“ یہ معنی سمجھنے کہ جب وہ دیوار دونوں پہاڑوں کی چوٹیوں کے برابر اونچی ہو گئی تھی، صحیح نہیں ہے، بلکہ ساوی بین الصدفین کا اطلاق دونوں پہاڑوں میں دیوار کی بنیاد کے برابر کرنے پر صادق آتا ہے اور بنیاد کو برابر کرکے اُس پر ردہ

جانبا الجبلین لانہما یتصادفان ای یتقابلان و قری الصدفین بضمتین والصدقین بضمۃ و سکون والقطر النحاس المذاب لانہ یقطر وقولہ قطرا منصوب بقولہ افزع و تقدیرہ اتونی قطرا افزع علیہ قطرا فحذف الاول لدلالۃ الثاف علیہ ثم قال فما اسطاعوا فحذف التاء للخفنہ لان التاء قریبۃ المخرج من الطاء و قری فما اصطاعو بقلب السین صادا ان یظہروہ ان یعلوہ اے ما قدروا علی الصعود علیہ لاجل ارتفاعہ و ملاسۃ ولا علے نقبہ لاجل صلابۃ

لگایا جاتا ہے ۔ پس قرآن مجید کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ اُس نے دونوں پہاڑوں کے بیچ میں دیوار کو برابر، یعنی موافق محاورۂ عمارت لیول میں، یعنی پنسال میں کیا اور اُس پر جو ردہ لگایا تھا اس میں لوہے کے ہانوں لگانے کی غرض سے کہا کہ لوہے کو پھونکو اور جب وہ مثل آگ کے لال ہو جاوے اُس کو لگاؤ اور اُس پر پگھلی ہوئی دھات ڈال دو ۔ پس یہ دیوار اسی طرح پر بنی ہے جس طرح عموماً اس قسم کی دیواریں بنتی ہیں ۔ عجیب بات اس میں جو ہے وہ یہی ہے کہ پندرہ سو میل کے قریب لمبی ہے ور پہاڑوں میں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر اور میدانوں میں اور دریاؤں پر برابر بنتی چلی گئی ہے ۔

اس دیوار کی مضبوطی ظاہر کرنے کو خدا نے فرمایا "فما استطاعوا ان یظہروہ وما استطاعوا لہ نقبا قال ھذا رحمۃ من ربی فاذا جاء وعد ربی جعلہ دکاء وکان وعد ربی حقا"۔

یعنی پھر قوم یا جوج و ماجوج اُس پر نہ چڑھ سکی اور نہ اُس میں نقب لگا سکی ۔ اُس بادشاہ نے کہا کہ یہ دیوار ایک

و ثخانۃ ثم قال ذوالقرنین ھذا رحمتہ من ربی فقولہ ھذا اشارۃ الی السد ای ھذا السد نعمۃ من اللہ رحمتہ علی عبادہ اوھذا لاقتدار والتمکین من تسویۃ فاذا جاء وعد ای اذا دنا مجیی القیمۃ جعل السد دکا اے مدکوکا مستویا بالارض وکل ما انبسط بعد الارتفاع فقد اندک وقرے وکاء بالمد ای ارضا مستویۃ وکان وعد ربی حقا وھھنا آخر حکایہ ذی القرنین ۔ (تفسیر کبیر)

رحمت ہے ، میرے پروردگار کا وعدہ آوے گا تو اس کو ریزے ریزے کر دے گا اور میرے پروردگار کا وعدہ سچا ہے ۔

ان آیتوں کی نسبت مفسرین نے محض بے سند اور افواہی کہانی آمیز روایتوں سے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یاجوج و ماجوج اس دیوار کے توڑنے کے درپے ہیں ۔ آنحضرت صلعم کے زمانے میں روپیہ برابر سوراخ کر چکے تھے ، جب حضرت عیسیٰ[ع] آسمان پر سے اتریں گے اس وقت وہ اس کو توڑ کر نکلیں گے ، گویا یہ وعدہ ہے خدا کا جو اس آیت میں مذکور ہے اور جب وہ نکلیں گے تو تمام دنیا کو لڑائی سے عاجز کر دیں گے ۔ آسمان پر تیر چلاویں گے وہ لہو بھری آویں گے آخر کو حضرت عیسیٰ[ع] کی بد دعا سے سب مر جاویں گے ۔

یہ محض بے اصل کہانیاں ہیں ۔ اب اس زمانے میں تمام تاتار پر جو یاجوج و ماجوج کی قوم ہے چینیوں کی عملداری ہے جو چینی ترکستان کے نام سے موسوم ہے ۔ یاجوج و ماجوج ، یعنی تاتاری تمام دنیا میں پڑے پھرتے ہیں ، نہ کسی کے کان بڑے ہیں اور نہ کسی کا گوشت کھاتے ہیں ، خاصے بھلے چنگے آدمی ہیں ۔

جس طرح کہ خدا تعالیٰ بجا فرماتا ہے کہ اخیر کو تمام چیزیں فنا ہو جائیں گی اسی طرح اس دیوار کی نسبت بھی فرمایا ہے جیسے کہ زمین کی نسبت فرمایا ”کلا اذا دکت الارض دکا دکا وجاء ربک والملک صفاً صفا ۔“

مسٹر جیمس کارکرن نے ایک چینی تاریخ کا اردو میں ترجمہ کیا ہے ۔ اس تاریخ میں اس بادشاہ اور اس دیوار کی نسبت جو کچھ لکھا ہے ، اس مقام پر نقل کرتے ہیں ۔

تاریخ چین جیمس کارکرن

ای چن کے بعد چی وانگ ٹی فغفور ہوا اور اکثر ختائی مؤرخوں کی روایت ہے کہ وہ ای چن کے نطفے سے نہ تھا ، کیونکہ اُس کی ماں جب ایک مرد سوداگر سے حاملہ ہو چکی تھی تب اُس نے فغفور کے ہاتھ اُس عورت کو بیچا تھا اور اُس شخص نے یہ حرکت اس اُمید سے کی ، تا کہ تمنا دل کی پوری ہووے اور اپنی اولاد کو تخت پر دیکھے ۔ اگرچہ یہ امر بعید القیاس نہیں ہے ، لیکن شبہ اس نقل کی راستی پر اسی جہت سے ہوتا ہے کہ علماء ختا بسبب ایک سانحے کے جو ذیل میں مذکور ہے ، اس کے نام پر ہزارہا لعنتیں کرتے ہیں اور یہ فقرہ اُس کے حرام زادہ ہونے کا توہین کے قصد سے اُنہوں نے تیار کیا ہے ۔ غرض یہ تحقیق ہے کہ سوداگر نے فغفور ای چن سے یہ دوستی بڑھائی اور اپنی لیاقت اس طرح اُس کے نزدیک ظاہر کی کہ ای چن نے خدمت وزیر اعظم کی اُسے دی ۔ خیر جب فغفور نے انتقال کیا وہی لڑکا تیرہ برس کی عمر میں گدی پر جلوہ بخش ہوا اور ایسے بہادر اور مدبر فغفور گنتی کے دو تین ہی ہوئے ہیں اور ایسا کام اُس نے کیا کہ نام اُس کا قیامت تک رہ جائے گا ۔

اعیان دولت سے ایک شخص بنام لی زی غیر ملکی تھا ، یعنی وطن اُس کا ریاست فغفور چین سے باہر دوسرے ایک سلطان کی حد میں واقع تھا ۔ جب فرمان اس مضمون کا نکلا کہ جتنے غیر ملکی اس سرکار کی ریاست میں آئے ہیں سب اپنے اپنے وطن کو چلے جاویں ، تب اس لی زی نے ایسی ایک عرضی حضور میں گزرانی اور ریاست میں اغیار کے رہنے سے جو فائدے متصور تھے سب اس خوبی اور فصاحت کے ساتھ اُس نے بیان کیے کہ فغفور نے اپنے حکم کو دوسرے ہی روز منسوخ کیا اور لی زی کو

وزیر اعظم بنایا اور اسی کی صلاح سے بادشاہ نے تمام سلاطین کو
سر کیا اور شہنشاہ ختا اصل حقیقت میں ہوا ۔ اس کی صورت اس
طور سے ہوئی کہ پہلے کئی برس تک فغفور نے اپنے اخراجات کو
حد اعتدال پر رکھا ، لڑائی بھڑائی سے وہ باز رہا اور خزانے کو خوب
ہی معمور کیا ۔ جب دولت با مراد حاصل ہوئی فغفور نے
زر پاشی شروع کی اور سلاطین میں زر کے وسیلے سے بگاڑ ڈلوا دیا
اور جب ایک دوسرے سے لڑ کر قریب تباہی کے پہنچا اور اُس کا
حریف بھی علیٰ ھذا القیاس ضعیف ہوا ، تب فغفور نے کوئی بہانہ
کر کے دونوں سے یا ایک سے بگاڑ کیا اور آناً فاناً میں اُس کا ملک
چھین لیا اور اسی تدبیر سے تمام سلاطین کو اس نے بے تخت و تاج
کیا اور ساری مملکت ختا کا مالک ہوا ، اور شہنشاہ اُسی وقت
سے کہلایا اور حالانکہ دولت و ملکیت خواہش سے زیادہ ہاتھ آئی
تھی اور تبت بزرگ کی حد سے مشرق سمندر تک اور ملک تاتار
سے بحر جنوب تک حکمرانی ہوئی ، لیکن آرام و عیش طلبی مطلق
مزاج میں نہ سمائی ۔ باوجودیکہ مکانات عالیشان اُس نے بہت بنائے
اور بے غایت تکلفات سے آراستہ کیا اور باغات میں بھی علیٰ ھذا القیاس
سامان بے پایان عیش و نشاط کا مہیا کر دیا اس پر بھی
یہ قاعدہ تھا کہ چند آدمی کو لیے پوشیدہ جاتا تھا اور احوال
وہاں کے حکام عدالت اور تحصیل اور محاصل زراعت کے خود
دریافت کرتا تھا اور شوق اُس کے دل میں یہی تھا کہ مملکت ختا
کا از سر نو بند و بست کرے اور قدیم فغفوروں کی رویۃ پر نہ چلے
اور اس ارادے سے جب دستورات قدیم سے اندک فرق کرتا تھا
علماء کا شور اُٹھتا تھا کہ فلانی بات یاؤ اور شن اور یو کے خلاف
حکم کے ہے ، اُس کو کرنا امتناع ہے اور یہ روک ٹوک جب
فغفور کو ناگوار گزری ، لی زی سے اُس نے مشورت کی اور وزیر نے

تمام کتب قدیم کو جمع کرکے آگ لگا دینے کی صلاح دی اور یہی بات وقوع میں آئی - اس سبب سے تاریخ ختا کے اکثر مقامات میں خلاء واقع ہوا ہے اور بہت سے احوال کو مؤرخوں نے فقط یاد سے لکھا ہے اور یہ حرکت ختائی علماء اور شعراء کو ایسی بری معلوم ہوئی کہ چی وانگ ٹی اور شیطان میں اُنھوں نے فرق نہیں کیا اور ولدالزنا ٹھہرانے کے علاوہ ابلیس مجسم کا لقب اُس کو دیا ہے - حقیقت میں اُن کی ہجو بے سبب نہیں تھی ، کیونکہ ایک تو کتب قدیم کے نقصان کرنے اور سب فاضلوں کے گھر سے کتاب جبراً منگوا کے جلا دینے کی حرکت اُس نے کی ہی تھی ، علاوہ اس کے چار سو ساٹھ علماء کو اس قصور پر اُس نے جیتا گڑوا دیا کہ اپنے اپنے کتب خانے کو بادشاہ کے پیادوں کے حوالے انھوں نے نہیں کیا تھا - سوائے اس کے خوف فغفور کو یہ تھا کہ اگر زندہ رہیں گے تو حافظے سے اُن کتابوں کو پھر لکھیں گے اور ہم کو عاجز کریں گے - غرض طیش میں آ کر چی وانگ ٹی نے یہ خون نا حق کیا اور بے رحم اور سنگدل اور خونخوار بجا کہلایا ، لیکن ان عیبوں کے ساتھ اتنا تھا کہ ختا میں اگر پانچ فغفور متواتر اسی طرح کے ہوتے تو واللہ اعلم کیا کیا وہ نہ کرتے اور کس کس ملک کو عمل میں نہ لاتے - القصہ جب کشت و خون اور لڑائی بھڑائی سے فارغ ہوا اور انتظام ملک کا تردد کر چکا ، ہمیشہ جینے اور باقی رہنے کی ہوس اُس کے دل میں ازبس پیدا ہوئی اور اس خیال باطل کو خوشامدیوں نے ترقی دی - آخر الامر چند نوجوان مرد اور عورتوں کو اس مشرق سمندر کی طرف روانہ کیا ، اس لیے کہ سن چکا تھا کہ اُدھر کے جزیروں میں ایک جزیرہ ایسا تھا کہ وہاں کے چشمے کا پانی جس نے پیا مرگ اُس کے نزدیک نہیں آئی - غرض وہ لوگ گئے اور

پھر آئے اور اُن کا بیان یہ تھا کہ مشرقی سمندر میں طوفان نے آگے بڑھنے نہ دیا ، لیکن ایک مردک کا جہاز چونکہ طوفان میں بحر سے الگ ہوگیا تھا اُس نے چندے بعد آن کر یہ فقرہ سنایا کہ منزل مقصود تک پہنچا تھا ، لیکن چشمہ اُس ایام میں جاری نہ تھا۔ غرض اس کے ہاتھ ایک کتاب آئی تھی جس میں یہ بات اُس نے لکھی پائی کہ چین کا گھرانا اُس خاندان کے ہاتھ سے تباہ ہووے گا جس کا نام ہو کے لفظ سے شروع ہے ۔ اس واہیات بات کے اعتبار پر فغفور نے فوراً جنگ کا سامان تیار کیا اور چونکہ ایک قوم تاتار کا نام ہوانگ نو تھا اور پہلے حروف ہو تھے ، دفعۃً ان کے ملک پر چڑھ گیا اور چونکہ اچانک جا پہنچا اور سب کو بے فکر پایا ، اس سبب سے اُن کو پائمال کیا و الا اگر پیشتر سے خبر اُن کو ملتی تو شاید شکست نہ ہوتی ، بلکہ غالب ہے کہ وہ تاتار خونخوار سب فغفور کو نہایت تنگ کرتے ، کیونکہ وے بڑے جنگی اور صحرا کے رہنے والے تھے اور لوٹ تاراج سے اُن کی اوقات اور شکار پر اُن کی گزران تھی اور ہر وقت گھوڑوں پر سوار ہاتھ میں تیر کمان تلوار لیے خونخوار بنے رہتے تھے ، اگرچہ وہ بھی قوم ختا سے تھے ، چنانچہ بعض مؤرخ کہتے ہیں کہ شہزادہ چنکوئی خاندان ہیا کے تباہ ہونے سے صحرائے تاتار میں جا چھپا تھا اور بعض کا بیان ہے کہ اُسی ہیا ، یعنی یو کے گھرانے کا وہ شہزادہ باپ سے روٹھ کر صحرا میں چند آدمیوں کو لیے چلا گیا تھا ، وہی جد اُن لوگوں کا تھا ، لیکن صحرا کی آب و ہوا کی خاصیت اور قنات کے نیچے بود و باش کرنے اور کچے گوشت کھانے اور رات دن کمر بندھے رہنے کی عادتوں نے ان کو ایسا مضبوط بنایا تھا کہ شہری ختائیوں سے اور اُن سے کچھ نسبت باقی نہ رہی اور اُن کی گروہ ایک دوسری قوم ہو گئی اور یہی لوگ تھے کہ کسریٰ اور سکندر

بھی اُن کی بہادری اور مضبوطی اور سپہ گری کے قائل ہوئے
اور ان سے باج نہ لے سکے اور اسی قوم کے پہلوانوں سے رستم
اور اسفندیار کا مقابلہ ہوا اور افراسیاب بھی تاتار ہی تھا ۔ یہ لوگ
تیر اندازی اور تلوار کے دھنی تھے اور ان کے گھوڑے بجلی تھے
اور اُن سے جب کسی سے بگڑتی تھی دشمنوں کو لاکھوں گھوڑوں
کی ٹاپوں سے روند ڈالتے تھے اور غنیم پر دفعتاً ایسے جا پڑتے تھے
کہ اُن لوگوں کو حربہ کرنے کی فرصت نہیں ملتی تھی ، گویا اجل
سامنے موجود ہو جاتی تھی ، اور ان کی رکاوٹ نہ دریا نہ جنگل نہ
کوھستان کسی سے ممکن تھی ۔ حاصل کلام تاتاری رسالوں میں
ہر شخص ایک شہسوار خونخوار تھا اور ان لوگوں نے سینکڑوں
تختوں کو اُلٹ دیا اور جو سامنے پڑا ، خواہ دشمنی کی راہ سے خواہ
لوٹ تاراج سے وہ بچ کے نہیں گیا ۔ الغرض چونکہ ان کا حال اسی
جلد کے تیسرے دفتر میں طوالت کے ساتھ ھے یہاں پر اتنا ھی بیان
کا موقع تھا کہ نتیجہ غفلت کا معلوم ھووے کہ غافل رہنے سے
ایسے تاتار خونخوار بھی مارے پڑے ۔ القصہ چی وانگ ٹی باوجود
اس شکست دینے کے خوب جانتا تھا کہ یہ قوم موقع پا کر انتقام
ضرور لے گی اور تاوقتیکہ بدلہ اور عوض معقول نہ ھووے اس
شکست کی یاد ھمیشہ دل کو صدمہ پہنچائے گی ، اس سبب سے اُس
نے دیوار ختا کی بنا کی جس کا تمام احوال عاصی نے جلد اول کے
دوسرے دفتر کے چودھویں باب کے چار سَے صفحے میں بیان کیا
ھے ۔

سینتیس برس اُس نے سلطنت کی اور اُس کے ایام انتقال کو
مؤرخوں نے ۲۱۰ قبل مسیح قرار دیا ھے ۔

ذکر بنائے دیوار

یہ دیوار قریب آٹھ کوس کے لمبی ھے اور سرحد ختا اور

تاتار پر واقع ہے اور وجہ اُس کی تیاری کی یہ ہوئی کہ جب قوم تاتار نے اُس طرف سے بار بار یورش کر کے ختائیوں کو سخت عاجز کیا اور کوئی تدبیر ان کو ضبط کرنے کی نہیں سوجھی تب اُس دیوار کی بنا کی گئی اور فغفور چی وانگ ٹی نے دو سو چالیس برس قبل حضرت عیسٰی کے اسے شروع کیا اور عرصۂ قلیل ، یعنی صرف پانچ برس میں یہ تمام ہوئی اور حال اُس کا یہ ہے کہ نہ پہاڑ نہ دریا کوئی مانع اُس کی ساخت کا ہوا اور آٹھ سو کوس تک جو موانع سامنے آئے سب کو دفع کرتی ہوئی یہ دیوار اپنی منزل مقصود تک پہنچی ہے اور کئی مقام پر آدھ آدھ کوس کے اونچے پہاڑوں کی چوٹی پر سے یہ دیوار کھینچی ہوئی ہے اور بعض جگہ بڑے بڑے دریا پر پلوں کے اوپر سے بہ گئی ہے اور زیادہ تکلف یہ ہے کہ سمندر کے بیچ سے شروع اس طرح پر ہوئی ہے کہ صدہا جہاز پتھروں سے لدے ہوئے ڈبا دیے گئے اور اُس پر اُس کی بنیاد قائم ہوئی ہے اور آٹھ سو کوس تک تین گز اونچی اور اس قدر چوڑی ہے کہ چھ سوار پہلو بہ پہلو فراغت سے اُس پر گھوڑے دوڑا سکتے ہیں اور سو سو قدم پر دو منزلہ اور سہ منزلہ برج بنے ہوئے ہیں ، اور جب تک کہ تاتاریوں نے اپنی دولت کی بنا ختا میں نہیں ڈالی تھی تب تک ہزاروں توپیں ان پر چڑھی رہتی تھیں اور دس لاکھ فوجوں کی تقسیم تمام برجوں میں تھی ۔ غرض جب سے قضائے فلکی سے وہی لوگ جن کی یورش کے سبب سے یہ دیوار بنی تھی ختا کے مالک ہوئے تب سے وہاں کی فوج موقوف ہوئی اور برج اور دیوار بے مرمت رہنے لگے ، مگر کئی باتیں عجیب و غریب اس دیوار کی ساخت میں ہوئیں کہ ختائیوں کی حکمت اور قدرت اور مستقل مزاجی کی دلیلیں ہیں ، چنانچہ اول یہ کہ معماری کے سر انجام اور بڑے بڑے تختے پتھروں

کے ان لوگوں نے آدہ آدہ کوس کے بلند پہاڑوں پر پہنچائے جہاں چڑھنے کا کوئی سہارا نہیں معلوم ہوتا ، اور کڑارے کی بلندی ایسی ہے کہ آدمی کی چڑھائی ناممکن نظر آتی ہے ، اور دوسری بات تعجب انگیز ہے کہ سمندر میں جہاں تھاہ گم اور جوش و خروش بحر ذخار کا زیادہ ہے وہاں کس طرح سے نیو ڈالی گئی کہ دو ہزار برس سے ہلی نہیں ، باوجودیکہ ختا کے سمندر میں ایسا طوفان دس بیس دفعہ ہر سال میں آتا ہے کہ صدہا جہاز اور تخمینةً بارہ چودہ ہزار آدمی سالانہ ان ہی طوفانوں میں ہلاک ہوتے ہیں اور زور و شور ہوا کا ایسا ہوتا ہے کہ ایک انگریز نا خدا بہت تجربہ کار اور عقلمند کا بیان اس طور پر ہے کہ اگر یہ ممکن ہوتا کہ ایک ہی جہاز کی گلئی پر دس ہزار قرنا اور دس ہزار نقارے دفعةً بجائے جاتے تو اُسی جہاز کی پتوار پر سوا طوفان کے غل اور شور کے ان قرناؤں کی آواز کوئی شخص نہیں سن سکتا ۔ الغرض جس سمندر میں ہر سال دس بیس مرتبہ یہ قیامت برپا ہو اُس میں اُس دیوار کا قیام عجائبات سے ہے ۔ تیسری بات یہ کہ باوصفیکہ آدھی خلقت سے زیادہ اُس کی تیاری میں مطابق فرمان کے ہر وقت حاضر رہتی تھی ، لیکن پانچ برس کے قلیل عرصے میں اس دیوار کا تمام ہونا تعجبات سے ہے ، کیونکہ ایک انگریز سیاح نے حساب کیا تو دیکھا کہ اس دیوار کے فقط برجوں کی ساخت میں اس قدر اسباب معماری کا صرف ہوا ہے کہ انگلستان کی ہر طرح کی عمارتوں میں جو خرچ ہوا ہے شاید اُس کے مقابلے میں بہت کم نکلے گا اور منصفی شرط ہے کہ تمام دیوار میں کس قدر اسباب صرف ہوا ہوگا اور چوتھی بات حیرت افزا یہ ہے کہ جس ناکے پر یہ کھینچی ہے وہاں سے منزلوں تک نہ بستی نہ انسان کی نشانی تھی اور آٹھ سو کوس تک فقط صحرا اور کوھستان اور جنگل

تھا اور وھاں پر اس کارخانے کے لیے لازم ہوا ھو گا کہ سینکڑوں کوس سے مزدوروں اور کاریگروں کے لیے رسد اور دیوار کے واسطے سر انجام آوے اور اس وجہ سے مشکلیں دہ گنی ہوئی ھوں گی ، لیکن ختائیوں کی حکمت اور استقلال اور ثابت قدمی سب موانع پر غالب ہوئی اور ایک نشانی ایسی رہ گئی ھے کہ روئے زمین پر کوئی یادگار انسان کی اولوالعزمی کی اس کے مقابلے میں نہیں ھے ، بجز اُس نہر بزرگ کے جو ختا میں تین سو بیس کوس تک بنائی گئی ھے اور جس کے لیے قبلا خاں چنگیز کے پوتے کی عص اور ختائیوں کے علم اور ثابت قدمی پر لاکھ لاکھ درود بھیجنا مقتضائے انصاف ھے۔ انتہیٰ -

یہ بات کچھ کم تعجب کی نہیں ھے کہ سکندر کی نسبت بھی کہا گیا ھے کہ جو اُس کا باپ مشہور تھا وہ اُس کا بیٹا نہ تھا ، اسی طرح چی وانگ ٹی کی نسبت بھی کہا گیا ھے کہ وہ اپنے مشہور باپ کا بیٹا نہ تھا -

سکندر کی نسبت بھی کہا گیا ھے کہ اُس نے آب حیات کی تلاش کی تھی اور چی وانگ ٹی کی نسبت بھی آب حیات کا ڈھونڈنا مذکور ہوا ھے اور اسی لیے شبہ ہوتا ھے کہ چی وانگ ٹی کے حالات کو سکندر کے حالات میں ملا دیا ھے -

چین ایسا ملک تھا کہ اگلے زمانے میں بہت کم اس کی تاریخ معلوم تھی اور ظاھرا یہی سبب ہوا ھے کہ مؤرخوں اور مفسروں کو سد کا مقام بتانے اور اُس کے بننے کے حالات بیان کرنے میں دھوکا پڑا ھے - فقط

عرب کے بتوں کے نام
اور
ان کے حالات

(تہذیب الاخلاق جلد دوم نمبر ۱۲ (دور سوم) بابت
یکم رمضان ۱۳۱۳ء)

کتابوں میں تلاش کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں بیالیس بت تھے۔ کچھ عجب نہیں کہ اس سے زائد ہوں، مگر کتابوں میں اسی قدر نام ملے ہیں۔ منجملہ ان کے آٹھ بت وہ ہیں جن کا نام قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔

ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر، لات، منات، عزی۔

علاوہ ان کے چونتیس اور بت ہیں جو لغت کی کتابوں اور دیگر کتابوں سے پائے جاتے ہیں۔

ذوالکلب، ہبل، اساف (مجاور الریح) نائلہ (مطعم الطیر) سعد، کثری، تیم، ذو الشری، باجر، جہار، اوال، محرق، سعیر، عمیانس، فلس، رضا، ذوالکفین، بجہ، جریش، جلد، شارق، عائم، اقیصر، کسعہ، مدان، عوف، مناف، یالیل، جبہہ، ابراطالاہ، خلصہ، شمس، ریام، فراض۔

قرآن مجید میں جو پانچ نام ہیں، یعنی ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر، ان کی نسبت مختلف اقوال کتابوں میں لکھے ہیں۔ بعضے کہتے ہیں کہ قابیل ابن آدم کی اولاد کے یہ نام ہیں

جن کے مرنے کے بعد ان کے بت بنائے گئے تھے ۔ بعض کہتے ھیں کہ قوم نوح میں سے چند نیک آدمی تھے جن کے یہ بت بنائے گئے ۔ بعض کہتے ھیں کہ ادریس کے پانچ بیٹے تھے جن کے یہ بت ھیں ۔ ان اقوال پر دو وجہ سے اعتبار نہیں ھو سکتا ۔ اول اس لیے کہ اس بات کی کوئی قابل طمانیت سند موجود نہیں ھے کہ قابیل یا ادریس کی اولاد کے یہ نام تھے اور نہ اس کا ثبوت ھے کہ قوم نوح میں سے اُن ناموں کے چند آدمی مشہور تھے ۔ دوسرے یہ کہ اُن بتوں کی صورتیں جو کتابوں میں بیان کی ھیں ، بعض تو ان میں سے مرد اور عورت کی صورت ھیں اور بعض جانوروں کی صورت ھیں ۔ اگر انسانوں کے بت بنائے گئے ھوتے تو سب انسانوں کی صورت کے ھوتے ۔ اگرچہ بخاری میں یہ روایت ھے کہ یہ قوم نوح میں چند نیک آدمیوں کے نام ھیں جن کے بت بنائے گئے ھیں ، مگر اس حدیث کے سلسلۂ رواۃ میں ابن جریج ، عطا اور ابن عباس راوی ھیں ۔ علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ھیں کہ عطا کی ملاقات ابن عباس سے کبھی نہیں ھوئی اور ابن جریج نے بھی عطا سے یہ حدیث نہیں سنی اور یہ بھی لکھا ھے کہ ابن جریج جو حدیث عطا سے روایت کرتا ھے وہ ضعیف ھوتی ھے[1] ۔

ایک عام خیال یہ ھے اور ھمارے نزدیک صحیح بھی ھے کہ بت پرست یہ سمجھتے تھے کہ خدائے تعالیٰ نے کواکب کو مدبر بنایا ھے اور اُن میں روحانیت بھی مانتے تھے اور اسی لیے اُن کی پرستش کرتے تھے کہ خدا سے ان کے سفارشی ھوں اور ارواح طیبہ اور ارواح خبیثہ کو مؤثر امور کائنات سمجھتے تھے اور اسی لیے اُن کی پرستش کرتے تھے ، تاکہ وہ مہربان ھوں اور اُن کی مضرت

۱۔ دیکھو فتح الباری جلد ھشتم صفحہ ۵۱۱ ۔

سے محفوظ رہیں اور اپنے خیالات کے موافق اُن کی مورتیں بناتے تھے اور نیک اور خدا رسیدہ آدمیوں کی بھی مورتیں بنا کر اُن کی پرستش کرتے تھے اور اُن کی ارواح سے اپنی حاجات مانگتے تھے جیسے کہ اس زمانے میں اولیاء اللہ کے مزارات متبرکہ سے حاجات مانگی اور منتیں مانی جاتی ہیں - پس اس خیال سے مختلف صورتوں کے بت، بت پرستوں نے بنائے تھے جن کی وہ پرستش کرتے تھے -

عراق عرب جو قدیم ملک کلدانیوں کا تھا وہاں بت پرستی کثرت سے رائج تھی - پس ہم کو اس بات کی تحقیق کرنی منظور ہے کہ عرب میں جو بت تھے ان میں سے کون سے بت خاص عرب کے تھے اور کون سے بت ایسے تھے جو کلدانی قوموں میں سے عرب میں آ گئے تھے - ان امور کی تحقیق قابل اطمینان نہایت مشکل ہے ، کیونکہ ہمارے ہاں کی عربی کتابوں میں ان تمام امور کا قابل اطمینان ملنا محالات سے ہے ، مگر جہاں تک ہم سے ممکن ہوگا ہم اس کی تحقیق کریں گے - سب سے پہلے ہم " نسر " جو عرب کا مشہور بت تھا اُس کی نسبت لکھتے ہیں -

یہ بات پہلے سمجھ لینی چاہیے کہ برجوں کے یا کواکب کے مجموعوں کی جو صورتیں علمائے ہیئت نے قرار دی ہیں در حقیقت آسمانوں میں وہ صورتیں بنی ہوئی نہیں ہیں ، بلکہ ایک مجموعہ ستاروں کا اس طرح پر واقع ہوا ہے کہ اگر اُس مجموعے کے اطراف کے ستاروں پر خط فرض کیا جاوے تو ایک صورت پیدا ہوتی ہے اور جو صورت کہ اس طرح پر پیدا ہوتی ہے ستاروں کے اُس مجموعہ کا اسی صورت پر نام رکھ دیتے ہیں - اس کا سبب یہ ہے کہ جب ایک جگہ ستاروں کا مجموعہ ہے اور اُن میں سے ہم کسی ایک ستارے کا نشان دینا چاہیں تو اُس کا نشان دینا نہایت ہی مشکل ،

بلکه غیر ممکن ہو جاتا ہے ، لیکن جب ہم نے ایک صورت فرض کر لی مثلاً انسان کی یا جانور کی ، تو جو ستارہ اُس مقام پر آیا ہے جہاں کہ ہم نے اُس صورت کا سر فرض کیا ہے اور اُس ستارے کا ہم نشان دینا چاہتے ہیں تو ہم بخوبی بتا سکتے ہیں کہ وہ ستارہ اُس صورت کے سر پر ہے - اسی طرح جو ستارہ پاؤں پر ہے اس کو بخوبی بتا سکتے ہیں کہ وہ ستارہ اس صورت کے پاؤں کے مقام پر واقع ہے - پس یہ صورتیں واسطے آسانی نشان دینے ستاروں کے فرض کر لی گئی ہیں ، نہ یہ کہ در حقیقت آسمان پر یہ صورتیں ہیں -

نسر

آسمان کے شمالی حصے میں ایک مجموعہ ستاروں کا واقع ہے جس پر بطور مذکورہ بالا خطوط فرض کرنے سے ایک اڑتے ہوئے جانور کی صورت بن جاتی ہے جس کا نام نسر طائر قرار دیا گیا ہے اور چند ستارے اور ہیں جن پر خط فرض کرنے سے ایک جانور کی شکل بن جاتی ہے جو اوپر سے کندھے تول کر نیچے اترتا ہو اور مثلث کی مانند دکھائی دے ، اُس کا نام نسر واقع رکھا ہے -

نسر کہتے ہیں کرگس یا عقاب کو جس کو ہندی میں گد اور انگریزی میں ایگل (Eagle) کہتے ہیں - نسر ارض حمیر میں قبیلہ ذوالکلاع کا بت تھا اور بنو جشم ظہور اسلام تک اس کی پرستش کرتے رہے - عربی کی کسی کتاب میں بجز اس کے کہ یہ بت گد کی صورت کا تھا اور کچھ زیادہ تفصیل نہیں ہے[1] - عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ طوفان نوح میں یہ پانچوں بت جن کا ذکر سورہ نوح میں ہے زمین کی تہہ میں دب گئے تھے ، عربوں نے سالہا سال کے بعد اُن کو زمین سے نکال کر اپنا معبود

١- دیکھو فتح الباری جلد ہشتم صفحہ ٥١٣ -

ٹھہرایا تھا ، مگر مشکل یہ ہے کہ قرآن مجید سے یا توریت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ امت نوح نے قبل زمانۂ طوفان مجسم بت بنا کر اُن کی پرستش کی ہو ۔ اُمت نوح بے شک مشرک تھی اور وہ لوگ غیر خدا کی پرستش کرتے تھے ، مگر یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ انھوں نے روحانیت یا کواکب یا اور کسی کی صورتوں کے بت بنا کر اُن کی پرستش کی ہو ۔ جناب مولوی عنایت رسول صاحب نے اپنے خط میں جو یکم رجب ۱۳۱۳ھ کے تہذیب الاخلاق میں چھپا ہے ارقام فرمایا ہے کہ روحانیت ، خواہ ملائکہ ہوں یا ارواح کواکب یا اور کوئی ارواح ، اُن کی پرستش بھی بت پرستی میں داخل ہے ۔ یہ بات بالکل درست ہے اور قوم نوح میں بلا شبہ غیر خدا کی پرستش جاری تھی ، مگر ہم کو اس بات کی تلاش ہے کہ قوم نوح نے قبل طوفان مجسم مورتیں بنائی تھیں اور ان مجسم مورتوں کی پرستش کرتے تھے ۔ اس بات کا ٹھیک پتا اور صاف صاف ثبوت ہم کو نہیں ملتا ہے ۔

حال میں کالڈیا اور نینوا کے میدان اور ٹیلے کھودے گئے ہیں اور اُن میں سے بہت سے قدیم بت نکلے ہیں اور ایک بت نسر کا بھی نکلا ہے ۔ اگر ہم توریت کے مندرجہ حساب کو صحیح سمجھیں تو حضرت نوح سنہ ۱۰۵۶ دنیوی میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۶۵۷ دنیوی میں طوفان ہوا تھا اور بابل کی تعمیر سنہ ۱۷۷۰ دنیوی میں ہوئی ، یعنی ۱۱۳ برس بعد طوفان کے اور نینوا کی تعمیر سنہ ۱۷۸۶ دنیوی میں ہوئی ، یعنی ۱۳۰ برس بعد طوفان کے ۔ پس جو بت کہ وہاں بنائے گئے تھے وہ غالباً اُسی زمانے میں یا اُس کے بعد بنائے گئے ہوں گے جب وہ شہر تعمیر ہوئے تھے اور اس لیے جو بت کہ وہاں سے نکلے ہیں اُن کی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ طوفان سے پہلے کے ہیں ۔

یہ بت جو کالڈیا میں سے نکلا ہے اُس کی کیفیت ہم اس آرٹیکل میں چھاپتے ہیں، اُس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا بدن ، ہاتھ ، پاؤں ، قد و قامت سب انسان کا سا ہے ، صرف چہرہ گد کا ہے اور دو پر ہیں ۔ اُس کے ایک ہاتھ میں مقدس درخت کی تصویر ہے ، یعنی اُس درخت کی جو بہشت میں تھا اور جس کا پھل کھانے سے آدم کو منع کیا گیا تھا اور اس درخت کے دونوں طرف دو فرشتے ہیں جو اس کی نگہبانی یا پوجا کر رہے ہیں اور دوسرے ہاتھ میں ایک پھل ہے غالباً اُسی درخت کا ۔ نہایت قدیم زمانے کے بت اکثر اسی طرح کے ہوتے تھے ۔ اُن میں کچھ اعضاء انسان کے اور کچھ حیوان کے بنائے جاتے تھے ۔ اب یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ عرب میں جو نسر کا بت تھا اُس کی یہی شکل تھی یا اور کسی طرح کی ۔ چونکہ عرب میں کالڈیا سے بت لائے گئے تھے اس لیے سمجھا جا سکتا ہے کہ عرب میں نسر کا بت اسی شکل کا تھا ۔

کالڈیا میں یہ بت معلوم نہیں کس نام سے موسوم تھا ، مگر کتاب دوم سلاطین اور کتاب اشعیا میں نسروک اس کا نام آیا ہے ۔ اُس کا ایک مندر تھا اور سنحیریب بادشاہ اشور کو اس بت کی پوجا کرتے وقت اس کے بیٹے نے مار ڈالا تھا ، چنانچہ کتاب دوم سلاطین میں یہ عبارت مندرج ہے :

”پس سنحیریب ملک اشور رحلت نموده و روانه شده برگشت و در نینوه ساکن شد و واقع شد ۔ هنگامیکه در خانهٔ خدائے خود نسروک سجده میکرد پسرانش اور ملک و شراصر او را بشمشیر زدند و بولایت اراراط فرار کردند و پسرش ایسرحدون بجایش ملک شد ۔“

(کتاب دوم سلاطین باب ۱۹ ورس ۳۶ و ۳۷ و کتاب اشعیا باب ۳۷ ورس ۳۷ و ۳۸) ۔

ود

یہ بھی ایک بت عرب میں تھا جس کی قبیلہ بنو کلاب پرستش کرتا تھا اور یہ بت دو مۃ الجندل میں تھا ۔ عربی لغتوں میں واقدی کی روایت کی بنا پر صرف اس قدر لکھا ہے کہ یہ بت مرد کی صورت پر تھا اور کچھ تشریح نہیں لکھی ۔

قرآن مجید میں ود منصرف آیا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عربی زبان کا لفظ ہے ، کیونکہ اگر یہ عجمی لفظ ہوتا تو عجمہ اور علمیت پائے جانے کے سبب سے غیر منصرف ہوتا ۔

ود کے معنی دوستی کے ہیں ، مگر یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ کس خیال پر اس بت کا نام ود رکھا گیا ، اور یہ بت ان پانچوں بتوں میں سے ہے جن کا ذکر سورۃ نوح میں آیا ہے اور جن کی نسبت بیان ہوا ہے کہ وہ طوفان نوح میں زمین کی تہ میں دب گئے تھے ، عربوں نے کھود کر نکالا اور اپنا معبود ٹھہرایا ۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ کوئی کافی ثبوت اس بات کا نہیں ہے کہ طوفان سے پہلے مجسم مورتیں بتوں کی بنا کر پوجی گئی تھیں ، مگر کالڈیا میں جب بعد طوفان کے وہ آباد ہوا ، بت پرستی کا بہت رواج ہو گیا تھا ، کچھ عجب نہیں کہ عرب میں وہاں سے کوئی بت لایا گیا ہو اور اس کی پرستش ہونے لگی ہو ۔ کالڈی زبان میں (اد) سورج کو کہتے تھے ، لیکن اس بات کا کوئی قرینہ نہیں ہے کہ ود وہی لفظ ہے جو کالڈیا میں (اد) کہلاتا تھا ، مگر کالڈیا میں (اد) یعنی سورج کا جو مندر تھا اور زمین کھودنے سے وہ برآمد ہوا ہے اُس کا ذکر ہم پچھلے تہذیب الاخلاق میں لکھ چکے ہیں اور جو تصویر اس مقام سے نکلی ہے وہ وہاں کے عجائب خانہ میں رکھی ہوئی ہے ۔ جس تختی پر یہ تصویر ملی ہے اُس پر لکھا ہے کہ یہ ” شماش “ یعنی سورج کے خدا کی تصویر ہے ۔ اس تصویر

کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص جس کی صورت مرد کی ہے تخت پر بیٹھا ہے جو سورج کا خدا ہے ۔ اس کے آگے آسمانی روحیں سورج کو ڈوریوں میں باندھ کر لٹکا رہی ہیں اور لوگ اس کی پرستش کر رہے ہیں۔ اس شخص کے سر پر تین دائرے بنے ہوئے ہیں جو چاند، سورج اور اشتر (زہرہ) کے نشان ہیں ۔

آسمان پر ستاروں کے متعدد مجموعے ہیں جن کے اطراف پر خط کھینچنے سے مرد کی شکل پیدا ہوتی ہے ۔ ان مجموعوں کے نام یہ ہیں : قیقاؤس ، عوا جاثی ، برساؤش ، ممسک الاعنہ ، حوا ، جبار وغیرہ ۔ یہ تحقیق نہیں ہو سکتا کہ " ود " جس کی صورت واقدی کی روایت کی بناء پر مرد کی بیان ہوئی ہے ان مجموعوں میں سے کس مجموعے کی طرف منسوب ہے، لیکن اس میں شبہ نہیں ہے کہ اس کی پرستش کسی مجموعۂ کواکب کی پرستش ہوگی، کیونکہ بت پرست قومیں جو عرب یا کالڈیا میں بستی تھیں ستاروں میں روحانیت کو تسلیم کرتی تھیں اور ان کو مدبر فی الکائنات خیال کر کے انھی کی مجسم مورتیں بنا کر پوجتی تھیں ۔ پس ود کی صورت کسی ایسے ہی مجموعۂ کواکب پربنائی گئی ہوگی جس کے اطراف پر خط کھینچنے سے مرد کی شکل پیدا ہو جاتی ہے ۔

سواع

یہ بھی ان پانچ بتوں میں سے ایک تھا جن کا ذکر سورۂ نوح میں آیا ہے ۔ واقدی کی روایت میں کوئی تشریح اس بت کی سوائے اس کے نہیں ہے کہ وہ عورت کی شکل پر بنایا گیا تھا ۔ بخاری کی حدیث میں جو ابن عباس سے مروی ہے، مذکور ہے کہ یہ بت قبیلہ بنو ہذیل کا تھا ۔ علامہ ابن حجر نے ابن اسحاق کے

حوالے سے بیان کیا ہے کہ یہ بت مقام رہاط میں تھا جو ملک حجاز میں سمندر کے کنارے پر واقع ہے اور احمد بن واضح کاتب عباسی نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ اس بت کو قبیلہ کنانہ کے لوگ پوجتے تھے ، مگر اُس کا مقام بیان نہیں کیا - بعض نے لکھا ہے کہ یہ بت ذوالکلاع الحمیری کی اولاد کے پاس تھا ، پھر اُن سے بنو حمیر کے سب قبائل کے پاس پہنچا - محیط المحیط میں ہے کہ اس بت کی بنو ہمدان پرستش کرتے تھے -

واقدی کی روایت کو اگر تسلیم کیا جائے تو کچھ عجب نہیں ہے کہ یہ بت بھی کسی ایسے مجموعۂ کواکب کے خیال سے بنایا گیا ہوگا جس کے اطراف پر خط کھینچنے سے عورت کی شکل پیدا ہوتی ہے - ذات الکرسی ، مراۃ المسلسلہ اور سنبلہ تین ایسے ہی مجموعے ستاروں کے ہیں جن کی شکل علمائے ہیئت نے عورت کے مشابہ بنائی ہے - ذات الکرسی آسمان کے نصف کرۂ شمالی میں واقع ہے اور اُس میں تیرہ ستارے ہیں - اس مجموعے کی اطراف پر خطوط کھینچنے سے ایک عورت کی شکل بن جاتی ہے جو کرسی پر بیٹھی ہوئی ہے اور مراۃ المسلسلہ بھی ایک مجموعہ ستاروں کا نصف کرۂ شمالی میں ہے جس میں تیئیس ستارے ہیں اور اس کی شکل بھی عورت کی ہے - سنبلہ جس کو عذرا بھی کہتے ہیں ، منطقۃ البروج کا ایک برج ہے ، جس میں چھبیس ستارے داخل ہیں اور اس کی شکل بھی عورت کی ہے جو خوشۂ گندم ہاتھ میں لیے ہوئے ہے - پس غالباً سواع کی شکل انھی مجموعوں میں سے کسی ایک کی پرستش کے خیال سے بنائی گئی ہوگی -

یغوث

بخاری کی روایت سے جو ابن عباس سے مروی ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بت بنو مراد کا تھا ، پھر بنو غطیف اس کی پرستش

کرنے لگے اور اسی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بت مقام جرف میں تھا جو شہر سبا کے قریب واقع ہے ۔ سبا کے قریب ہونے سے غالباً یہ مراد ہے کہ جرف یمن میں واقع ہے ۔ یاقوت حموی کی کتاب معجم البلدان میں لکھا ہے کہ محدثین کے نزدیک جرف یمن میں ایک مقام ہے اور ایک محدث کا نام بھی بتایا ہے جو اسی مقام کی طرف منسوب ہونے سے جرفی کہلاتا ہے ، مگر بخاری کے حاشیے پر جرف کی جگہ "جوف" بھی ایک نسخہ میں لکھا ہے اور غالباً یہ صحیح معلوم ہوتا ہے ، کیونکہ جوف یمن میں ایک وادی ہے اور غالباً یہ بت اسی وادی میں تھا ۔ عینی شرح بخاری نے اسی نسخے کو اختیار کیا ہے ۔ دو نسخے لفظ جرف پر اور لکھے ہیں ۔ ان میں سے ایک نسخہ "جون" ہے ۔ معجم البلدان میں لکھا ہے کہ جون ایک پہاڑ ہے اور بعض کے نزدیک یمامہ میں ایک قلعہ ہے جس کو طسم و جدیس نے جو عرب کے قدیم قبیلے تھے بنایا تھا ، لیکن اگر الفاظ "عند سبا" کو جو روایت بخاری میں ہیں تسلیم کیا جائے تو اس نسخے پر کچھ بھی اعتبار نہیں رہتا ۔ ایک نسخہ "حوف" ہے اور غالباً یہ وہی لفظ جوف ہے جس کو بعض نے حائے حطی سے بیان کیا ہے ۔ چنانچہ معجم البلدان میں لکھا ہے کہ جوف مراد اور حوف ہمدان دو مقام یمن میں ہیں جن کو بعض نے حائے حطی سے روایت کیا ہے ۔

محیط المحیط اور صناجۃ العرب میں لکھا ہے کہ یہ بت قبیلہ مذحج کا اور یمن کے کئی قبیلوں کا تھا اور اُس کا مقام وہی بیان کیا ہے جو قبیلہ مذحج کے رہنے کا مقام ہے اور بعض نے تفسیروں میں لکھا ہے کہ بنو طے نے یغوث کو اپنی بستیوں میں رکھا اور اُس کی پرستش کرتے تھے ۔ پھر بنو مراد اُن سے چھین کر لے گئے ۔ بنو ناحیہ نے چاہا کہ اُن سے بت

چھین لیں ، مگر وہ اس خوف سے بت کو لے کر بھاگے اور بنو حرث کے ملک میں آ رہے جہاں اس بت کی عرصہ دراز تک پرستش ہوتی رہی ۔

واقدی کی روایت میں جو فتح الباری میں درج ھے بیان ہوا ھے کہ یہ بت شیر کی شکل کا تھا ۔ منطقة البروج میں ایک ستاروں کا مجموعہ ھے جس کو برج اسد کہتے ھیں اور جس میں ستائیس ستارے داخل ھیں ۔ اس مجموعے کے اطراف میں خط ملانے سے شیر کی شکل پیدا ھوتی ھے ۔ پس کچھ عجب نہیں ھے کہ یغوث کی شکل اسی مجموعے کی پرستش کے خیال پر بنائی گئی ھو ۔

یعوق

بخاری کی روایت میں مذکور ھے کہ یعوق بنو ھمدان کا بت تھا اور علامہ ابن حجر نے لکھا ھے کہ بنو مراد بھی اس کی پرستش کرتے تھے ، مگر اس بت کا کوئی مقام بیان نہیں کیا ھے ۔ غالباً جن شہروں میں بنو ھمدان اور بنو مراد بستے تھے اُنھی میں یہ بت ھوگا اور بعض تفسیروں میں لکھا ھے کہ یہ بت پہلے بنو کہلان کا تھا ، پھر بنو ھمدان کے پاس وراثت میں پہنچا ۔

واقدی کی روایت میں اس بت کی شکل گھوڑے کی بیان ھوئی ھے ۔ آسمان کے نصف کرۂ شمالی میں ستاروں کا ایک مجموعہ ھے جس کو فرس اعظم کہتے ھیں اور اس میں بیس ستارے داخل ھیں جن کی اطراف پر خط کھینچنے سے ناقص گھوڑے کی شکل پیدا ھوتی ھے جس کے پچھلے دونوں پاؤں اور کفل اور دم نہیں ھے ۔ غالباً انھی ستاروں کی پرستش کے خیال سے یعوق کو گھوڑے کی شکل پر بنایا ھوگا ۔

تاریخ مسعودی[1] میں لکھا ھے کہ بت پرستی سے پہلے

۱۔ دیکھو تاریخ مسعودی مطبوعہ پیرس جلد ۴ صفحہ ۴۳ و ۴۴ ۔

ستارہ پرستی شروع ہوئی تھی اور چونکہ ستارے کبھی طلوع ہوتے ہیں اور کبھی غروب ہو جاتے ہیں ، اس لیے مختلف ستاروں کی مختلف شکلیں بنا کر اُن کی پرستش کرنے لگے اور اس طرح بت پرستی کا آغاز ہوا ۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ ستارہ پرستی موقوف ہو کر اس کی جگہ بت پرستی قائم ہو گئی ۔ پس کچھ عجب نہیں ہے کہ ان مذکورہ بالا پانچ ستاروں کی پرستش اسی طرح شروع ہوئی ہو اور حقیقت میں اُن کی شکلیں آسمانی کواکب کی صورتوں پر بنائی گئی ہوں جیسا کہ واقدی کی روایت میں بیان ہوا ہے ۔

تفسیر لباب التاویل میں لکھا ہے کہ یغوث اور یعوق یا تو اس لیے غیر منصرف آئے ہیں کہ یہ عجمی نام ہیں اور ان میں علمیت اور عجمہ دو سبب غیر منصرف ہونے کے موجود ہیں یا یہ دونوں لفظ عربی ہیں اور علمیت اور وزن فعل دو سبب غیر منصرف ہونے کے ان میں موجود ہیں ۔ ہمارے نزدیک ان بتوں کا غیر ملکوں یا غیر قوموں سے منتقل ہو کر عرب میں آنا پایۂ تحقیق کو نہیں پہنچا ہے اور جہاں تک ثبوت بہم پہنچا ہے وہ صرف اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ بت ایام جاہلیت میں عرب میں موجود تھے اور عرب کے مختلف قبائل ان کی پرستش کرتے تھے اور اسی لیے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یغوث اور یعوق کے سوا باقی سب نام جو منصرف ہیں عربی زبان کے الفاظ ہیں اور یغوث اور یعوق اس لیے غیر منصرف آئے ہیں کہ اُن میں غیر منصرف ہونے کے دو سبب موجود ہیں ، وزن فعل اور علمیت ؛ نہ اس لیے کہ ان میں عجمہ اور علمیت دو سبب منصرف نہ ہونے کے پائے جاتے ہیں ، کیونکہ ہمارے نزدیک یہ نام بھی عربی زبان کے ہیں ۔ پس در حقیقت یہ تمام بت جن کا ذکر اوپر ہوا اور جو سورۃ نوح

میں مذکور ھیں عرب کے بت ھیں اور اس بات کا کوئی ثبوت موجود نہیں ھے کہ وہ حضرت نوح کے زمانے میں طوفان سے پیشتر کالڈیا اور اطراف کالڈیا میں پوجے جاتے تھے، کیونکہ عبری اور کالڈی زبان کا لغت دیکھنے سے اور جو بت کالڈیا کے کھنڈرات کھود کر نکالے گئے ھیں اُن کے نام اور صورت ملانے سے یقین ھو جاتا ھے کہ طوفان سے پیشتر کوئی بت اُن بتوں کا ھم نام اور ھم شکل کالڈیا میں موجود اور معبود نہ تھا۔ پس تمام مفسرین نے جو آیت '' وقالوا لا تذرن آلھتکم ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا یغوث و یعوق و نسرا '' میں قالوا کی ضمیر کا مرجع قوم نوح کے لوگوں کو قرار دیا ھے، ھم اس سے اختلاف کرتے ھیں۔ ھمارے نزدیک اس آیت کو نوح کے قصے سے جو اس سے پہلے اور بعد بیان ھوا ھے کوئی تعلق نہیں ھے، بلکہ یہ آیت بطور جملہ معترضہ کے ھے اور قالوا کی ضمیر کا مرجع، یعنی یہ بات کہنے والے کہ تم اپنے خداؤں کو نہ چھوڑنا نہ ود کو نہ سواع کو نہ یغوث کو اور یعوق اور نسر کو، خود اھل عرب ھیں جو آنحضرتؐ کے زمانے میں ان بتوں کی عبادت کرتے تھے، اور جب سورۂ نوح میں قوم نوح کے کفر و ضلالت کا ذکر ھوا کہ شرک سے ان کو منع کیا گیا تھا اور جو وبال اُن پر آیا تھا اُس کا ذکر بھی ھوا تو کفار عرب آپس میں کہنے لگے کہ ھم اپنے بتوں کو نہیں چھوڑیں گے۔ پس یہ آیت سورۂ نوح میں اس لیے بطور جملہ معترضہ کے اسی طرح آئی ھے جس طرح سورۂ ھود میں آیت '' ام یقولون افتراہ قل ان افتریتہ فعلی اجرامی و انا بریٔ مما تجرمون'' بطور جملہ معترضہ کے قوم نوح کے قصے کے درمیان واقع ھوئی ھے اور مفسرین نے بھی مقاتل کی روایت پر اس کو

جملہ معترضہ ٹھہرایا ہے اور لکھا ہے کہ اس آیت کے مضمون کو اس قصے سے کوئی تعلق نہیں ہے جس کے درمیان یہ واقع ہوئی ہے۔ مفسرین نے یقولون کی ضمیر کا مرجع قریش کو اور افتراہ کی ایک ضمیر کا مرجع آنحضرتؐ کو اور دوسری ضمیر کا مرجع قرآن شریف کو قرار دیا ہے اور اسی ترکیب کے موافق شاہ ولی اللہ صاحب نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے کہ ''یا محمدؐ آیا می گویند بر بستہ است قرآن را بگو اگر بر بستہ ام پس بر منست گناہ من و من بے تعلقم از گناہ کردن شما'' یعنی اے محمد! کیا قریش کہتے ہیں کہ محمد نے قرآن بنا لیا ہے، تم کہہ دو کہ اگر میں نے بنا لیا ہے تو میرا گناہ مجھ پر ہے اور میں تمہارے گناہوں سے بے تعلق ہوں۔

امام فخرالدین رازی نے خود اس بات پر اعتراض کیا ہے کہ یہ بت قوم نوح کے تھے اور آن سے منتقل ہو کر عرب تک پہنچے، چنانچہ انھوں نے لکھا ہے:

وفیہ اشکال لان الدنیا قد خربت فی زمان الطوفان فکیف بقیت تلک الاصنام وکیف انتقلت الی العرب ولا یمکن ان یقال ان نوحا علیہ السلام وضعھا فی السفینۃ وامسکھا لانہ علیہ السلام انما جاء لنفیھا وکسرھا فکیف یمکن ان یقال انہ وضعھا فی السفینۃ سعیا منہ فی حفظھا (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۳۶۵ و ۳۶۶)۔

(ترجمہ) ''اس آیت میں ایک مشکل ہے اور وہ یہ ہے کہ دنیا طوفان کے وقت برباد ہو گئی تھی، پھر یہ بت کس طرح قائم رہے اور منتقل ہو کر عرب تک کیونکر پہنچے۔ یہ کہنا تو ممکن نہیں ہے کہ نوح علیہ السلام نے ان بتوں کو اٹھا کر

کشتی میں رکھ لیا ہوگا ، کیونکہ وہ تو بتوں کو مٹانے اور توڑنے کو آئے تھے ، یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ انھوں نے ان بتوں کی حفاظت میں کوشش کی اور اس لیے ان کو اپنی کشتی میں رکھ لیا تھا ۔"

امام صاحب نے اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں دیا اور جواب دینا اُس زمانے میں ممکن بھی نہ تھا ، کیونکہ نہ اُس وقت تک کالڈیا کے بت زمین کھود کر نکالے گئے تھے نہ اُن کی زبان ، مذہب ، تاریخ اور علوم سے کوئی اُس وقت تک آگاہ تھا ۔ پس کس طرح اس بات کی تحقیق ممکن تھی کہ یہ بت حقیقت میں قوم نوح کے بت تھے جو طوفان سے پہلے کالڈیا میں پوجے جاتے تھے اور جو منتقل ہو کر اہل عرب کے پاس پہنچے یا یہ بت خود عرب والوں کے بت تھے جو غیر ملک اور غیر قوم سے منتقل ہو کر عرب میں نہیں آئے تھے ۔

عقیدۂ آمد مہدی آخر الزمان کا واقعاتی اور تاریخی پہلو

(تہذیب الاخلاق جلد ہفتم بابت شعبان ۱۲۹۴ھ)

اُن غلط قصوں میں سے جو مسلمانوں کے ہاں مشہور ہیں ایک قصہ امام مہدی آخر الزمان کے پیدا ہونے کا ہے ۔ اس قصے کی بہت سی حدیثیں کتب احادیث میں بھی مذکور ہیں ، مگر کچھ شبہ نہیں کہ سب جھوٹی اور مصنوعی ہیں ۔ جب کہ ایک محقق کیا باعتبار واقعات تاریخی کے اور کیا باعتبار اُن کے راویوں کے اُن پر غور کرتا ہے تو اُن کا غلط اور نا معتبر اور وضعی ہونا آفتاب کی طرح روشن ہوجاتا ہے اور یہ بات بھی کھل جاتی ہے کہ ان حدیثوں کے بنانے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی ۔ چنانچہ ہم اُن حدیثوں کو اولاً مع تاریخی واقعات کے بیان کرتے ہیں اور اُن کا وضعی ہونا دکھلاتے ہیں اور پھر محدثین کے طریقے پر اُن کے راویوں کی نسبت بحث کریں گے اور راویوں کا نا معتبر ہونا دکھلاویں گے جس سے ثابت ہو جاوے گا کہ مہدی آخرالزمان کی بشارت کوئی اصلی بشارت نہ تھی ، بلکہ اُس زمانے کے لوگوں کی صرف ایک حکمت عملی اور خلافت ہاتھ آ جانے کی تدبیروں میں سے ایک تدبیر تھی اور اُن سے کسی ایسے مہدی کی جو مسلمانوں نے تصور کر رکھا ہے اور جس کا قیامت کے قریب ہونا خیال کیا ہے بشارت مقصود نہیں تھی ۔

جب کہ خلفائے اربع کی خلافت ختم ہوگئی اور حضرت امام حسن نے بھی خلع خلافت کیا اور مستقل خلافت خاندان بنی آمیہ میں چلی گئی تو بنی ہاشم اور بنی فاطمہ کے دل سے پھر خلافت حاصل کرنے کا جوش کبھی کم نہیں ہوا ۔ آسی حالت میں واقعۂ کربلا واقع ہوا جس سے بہت لوگوں کا دل بنی آمیہ کی طرف سے متنفر اور بنی فاطمہ کی طرف مائل ہوا ۔

مگر جیسا کہ بنی فاطمہ خلافت کا اپنے تئیں مستحق سمجھتے تھے بنی عباس بھی کچھ کم خواستگار خلافت کے نہ تھے، کیونکہ وہ بھی بنی ہاشم تھے اور تمام بنی ہاشم اپنے تئیں آل محمدؐ ، یعنی آنحضرت صلعم کا کنبہ سمجھتے تھے ۔ بنی عباس کو یہ بھی یقین تھا کہ بنی فاطمہ سے خلافت کا کام نہیں چلنے کا مگر ہم چلا لیں گے ۔ چنانچہ جب بنی عباس خراسان میں اپنی خلافت کی تدبیر کر رہے تھے آس وقت بنی فاطمہ کے دل میں بھی آس کا جوش ہوا تھا کہ تم سے یہ کام نہیں ہونے کا ۔ ترجمہ تاریخ طبری میں مندرج ہے کہ ''آنگاہ ، (یعنی بزمانہ تحریک خراسان برخلافت بنی عباس) طمع افتاد بنی ہاشم را اندر خلافت و فضل ابن عبد الرحمان بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب بیتے چند گفت و بعبد اللہ بن الحسن بن الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما داد و او را تحریص کرد بر طلب ولایت و ابو الحسن گفت کہ با عبداللہ بن الحسن بن علی بن ابی طالب و علی بن عبد اللہ بن العباس ہمی رفتیم داؤد بن علی فرا نزدیک عبد اللہ بن حسن شد و گفت اگر تو فرمودی پسران خویش را محمد و ابراھیم تا اندر آمدندے فردا و حرب کردندے نیک بودے کہ دولت بنی آمیہ اندر شورید ۔ نہ بینی کہ خبر ہائے خراسان چگونہ ہمی آید و تباہ شدہ است و عبد اللہ بن الحسن گفت ہنوز آں ہنگام نیست کہ ما را باید آمدن عبد اللہ بن

علی گفت یا ابا محمد شما را بر بنی آمیہ ظفر نباشد ظفر ما را بود و منم کہ ایشان را بکشم و کار از ایشان بستانم و ما ذلك علی اللہ بعزیز پس عبد اللہ بن الحسن خاموش شد و چیزے نگفت" (ورق ۴۹۸ - صفحہ ۲)
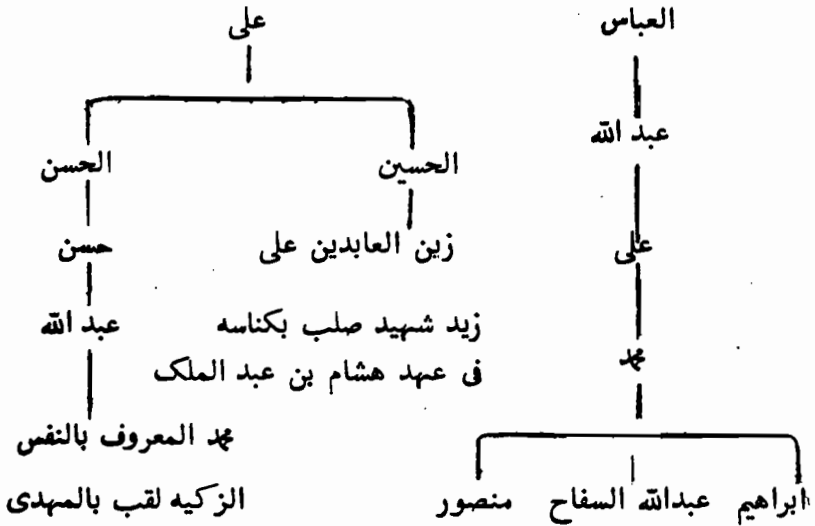
غرض کہ اخیر زمانۂ خلفائے بنی آمیہ میں جبکہ اُن کی خلافت میں کسی قدر ضعف بھی ہو گیا تھا اور اُن کے ظلم و تعدی سے اہل حجاز ناراض بھی تھے، بنی عباس اور بنی فاطمہ بہت سی تدبیریں اور ترغیبیں خلافت حاصل کرنے کو کر رہے تھے۔ اس خلفشار میں لوگوں کے چار گروہ ہوگئے؛ ایک گروہ تو خلفائے بنی آمیہ کا طرفدار تھا جو مسند خلافت پر جلوہ آرا تھے۔ دوسرا گروہ وہ تھا جو عبد اللہ بن زبیر کی خلافت پر مائل تھا جنھوں نے مکہ معظمہ میں دعوی خلافت کا کیا تھا۔ تیسرا گروہ وہ تھا جو بنی عباس میں سے خلیفہ ہونے کی تدبیر میں تھا اور چوتھا وہ تھا جو بنی فاطمہ میں سے خلیفہ ہونے کا طرفدار تھا۔

بنی امیه والے گروہ کو تو بجز اس کے کہ وہ اُن کی خلافت قائم رکھنے مین کوشش کریں اور مخالفوں سے لڑیں اور اُن کو قتل و برباد کریں اور کوئی کام نہ تھا ، مگر تین فریق جو باقی رہے اُن کی تدبیریں البته غور کے قابل ھیں ۔ عبد اللہ بن زبیر کے طرفداروں کو کچھ زیادہ کارروائی کا موقع نہیں ملا ، مگر بنی عباس و بنی فاطمه کے طرفداروں نے نہایت عاقلانه تدبیریں اختیار کی تھیں ۔ سب سے بڑی تدبیر یه تھی کہ اُن کی طرف سے لوگ دور دور ملکوں میں جاتے تھے اور لوگوں کو بنی امیه سے برخلاف اور اُن کی خلافت پر مائل کرتے تھے اور سب سے بڑا ذریعه لوگوں کے بر انگیخته کرنے کا اُن وضعی حدیثوں کا پھیلانا اور لوگوں کو سنانا تھا جن سے اُن لوگوں کے استحقاق خلافت کو جن کے طرفدار اُن حدیثوں کو بناتے تھے ، بطور پیشین گوئی کے تقویت ملتی تھی ۔ وہ ان پیشین گوئیوں میں یه تو کہه نہیں سکتے تھے کہ کوئی دوسرا پیغمبر ھونے والا ھے جس کی اطاعت سب کو چاھیے ، اس لیے اُنھوں نے لفظ مہدی کا اختیار کیا تھا جس کا مطلب یه تھا کہ ایک شخص جو خدا کی طرف سے ھدایت کیا گیا ھے عدل و انصاف کرنے والا پیدا ھوگا جس کی اطاعت سب کو چاھیے اور اُن وضعی حدیثوں میں اُس مہدی کی ایسی نشانیاں بتاتے تھے جو اُن لوگوں پر صادق آتی تھیں جن کا وہ خلیفه ھونا چاھتے تھے ۔ چنانچه یه امر اُن واقعات کو حدیثوں سے مطابق کرنے سے بخوبی واضح ھو جاتا ھے ۔

عبد اللہ بن زبیر کا زمانه بہت نہیں چلا ۔ جبکه ۶۰ ھجری میں مطابق ۶۸۰ء کے یزید تخت پر بیٹھا اور واقعۂ کربلا بھی ھوچکا تو اھل حجاز اُس کی بدکاریوں سے نہایت ناراض تھے ۔ عبد اللہ بن زبیرؓ نے یزید سے بیعت نہیں کی تھی اور حجاز کے

لوگ اُن کی طرف مائل تھے ۔ پس عبد اللہ بن زبیر نے مکّے میں اپنے آپ کو خلیفہ کیا اور عراق و حجاز و یمن و بصرے کے لوگوں نے اُن کی اطاعت قبول کی ۔ یزید نے اُن سب ملکوں کو باغی قرار دیا اور مدینہ منورہ کے قتل و غارت کے بعد عبد اللہ بن زبیر سے لڑنے کو مکے پر فوج بھیجی ۔ وہ مکے میں محصور ہوئے اور لڑائی ہوئی ، مگر یزید کے مر جانے کے سبب سے وہ فوج واپس آئی ۔

یزید کے بعد معاویہ ابن یزید خلیفہ ہوا ، مگر اُس نے خلافت چھوڑ دی اور ۶۵ ہجری مطابق ۶۸۴ عیسوی کے عبد الملک بن مروان خلیفہ ہوا۔ اُس نے اپنے وزیر حجاج کو مع فوج کثیر عبد اللہ بن زبیر سے لڑنے کو مکے پر روانہ کیا ۔ عبد اللہ پکڑے گئے اور ۷۳ ہجری مطابق ۶۹۴ء کے اُن کو سولی دے کر مار ڈالا ۔

یہ فوج کشی جو دوسری دفعہ ہوئی نہایت سخت تھی اور اس غرض سے کہ لوگ عبداللہ بن زبیر کی مدد کریں اُن لوگوں نے جو حضرت عبداللہ بن زبیر کے طرفدار تھے اُن کے لیے حدیثیں بنالیں ۔ اُنھی حدیثوں میں سے وہ حدیث بھی ہے جو ابو داؤد نے ام سلمہ سے روایت کی ہے جس میں قتادہ بھی ایک راوی ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ "ام سلمہ نے آں حضرت صلعم کا فرمانا بیان کیاکہ ایک خلیفہ کے مرنے پر اختلاف واقع

۱۔ (قتادہ) عن ام سلمۃ عن النبی صلعم قال یکون اختلاف عند موت خلیفۃ فیخرج رجل من اهل المدینۃ هاربا الی مکۃ فیاتیہ ناس من اهل مکۃ فیخرجونہ وهو کارہ فیبا یعونہ بین الرکن و المقام و یعبث الیہ بعث من الشام فیخسف بهم بالبیداء

بین مکة و المدینة فاذا رای الناس ذالک اتاہ ابدال الشام و عصائب اهل العراق فیبا یعونه ثم ینشاء رجل من قریش اخواله کلب فیبعث الیهم بعثا فیظهرون علیهم ذلک بعث کلب والخیبة لمن لم یشهد غنیمة کلب فیقسم المال و یعمل فی الناس لسنة نبیهم صلعم ویلقی الاسلام بجرانه الی الارض فیلبث سبع سنین (تسع سنین) ثم یتوفی ویصلی علیه المسلمونٗ۔

(ابو داؤد صفحه ۲۳۳)

هوگا، پھر ایک شخص مدینے میں سے بھاگ کر مکے میں آوے گا، پھر اُس کے پاس مکے کے لوگ آویں گے اور اُس کو خلیفه بنانے کے لیے نکالیں گے اور وہ خلیفه ھونے کو ناپسند کرے گا، پھر لوگ اُس سے حجر اسود اور مقام ابراهیم کے بیچ میں بیعت کر لیں گے، پھر شام سے اُس پر لشکر چڑھ کر آوے گا، پھر وہ لشکر مکے و مدینے کے درمیان کے میدان مین دھنس جاوے گا۔ جب لوگ یه بات دیکھیں گے تو شام کے ابدال، یعنی بزرگ لوگ اور عراق کے لشکر اُس کے پاس چلے آویں گے اور اُس سے بیعت کریں گے، پھر ایک شخص قریش میں سے جس کی قوم بنی کلب رشتے میں ماموں زاد ھوگی، اُٹھے گا اور ایک لشکر اُن پر بھیجے گا اور وہ اُن پر فتح پاویں گے اور یه لشکر قوم کلب کا ھو گا۔ افسوس ھے اُس شخص پر جو کلب کی لوٹ مین موجود نه ھو۔ پھر وہ شخص مال کو تقسیم کرے گا اور لوگوں میں اُن کے پیغمبر کے طریقے پر عمل کرے گا اور اسلام کو زمین پر پھیلاوے گا، پھر سات برس یا نو برس جیتا رھے گا پھر مر جاوے گا اور مسلمان اُس کی نماز پڑھیں گے۔

یہ شروع شروع زمانہ اس قسم کی حدیثوں کے بننے کا ہے۔ اور ابھی تک مہدی کا لفظ وضع نہیں کیا گیا ہے ، مگر محدثین نے مہدی ہی سے اس حدیث کا بھی تعلق سمجھا ہے اور اسی لیے ابوداؤد نے باب المہدی میں اس حدیث کو لکھا ہے ، مگر غور کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حدیث عبداللہ بن زبیر کے لیے بنائی گئی تھی ۔ مدینے سے مکے میں آنا اور بین الرکن و المقام بیعت کا ہونا اور پہلی دفعہ جو شام کا لشکر بغیر فتح کے واپس چلا گیا اس کے دھنس جانے سے کنایہ کرنا اور عراق سے لشکر کا آنا جس نے عبداللہ بن زبیر کی اطاعت قبول کی تھی ۔ یہ سب ایسے اشارے اس پیشین گوئی میں ہیں کہ ہیر پھیر کر سب اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ جو پیشین گوئی اس میں ہے وہ عبداللہ بن زبیر ہی اس کے مصداق ہیں ۔

بنی فاطمہ نے جو تدبیر خلافت مغصوبہ کے دوبارہ حاصل کرنے کی کی تھی وہ مدت تک جاری رہی ، مگر افسوس ہے کہ کامیاب نہ ہوئے ۔

سب سے پہلی کوشش وہ تھی جو یزید کے وقت میں ہوئی اور اہل کوفہ کی خواہش پر حضرت امام حسین نے مسلم ابن عقیل کو وہاں بھیجا اور پھر خود بھی روانہ ہوئے اور صحرائے اریہ میں فرات کے کنارے ۶۱ ہجری مطابق ۶۸۰ء کے مع بہتر رفقا کے شہید ہو گئے ۔

مگر بنی فاطمہ کے دل سے یہ دعویٰ زائل نہیں ہوا ۔ جبکہ ۱۰۵ ہجری مطابق ۷۲۴ء کے ہشام بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو زید ابن علی بن حسین علیہم السلام نے جو مدت سے اپنی خلافت کی تدبیر کر رہے تھے اور جا بجا ان کے نقیب پھیلے ہوئے تھے کوفے میں دعویٰ خلافت کیا ، مگر جب ہشام کی فوج آئی تو صرف

پانچ سو آدمیوں نے ساتھ دیا ، شکست ہوئی اور حضرت شہید ہوئے ، یعنی کناسہ میں سولی دے دی گئی ۔

جو لوگ کہ بنی فاطمہ سے گرویدہ تھے اور زید شہید کی خلافت چاہتے تھے اُنھوں نے اس لیے کہ لوگ بنی فاطمہ کی طرف رجوع کریں اور زید شہید کی خلافت کے حامی ہوں ، وضعی حدیثیں بنا کر لوگوں میں پھیلانی شروع کیں ۔ اب ایسا مضمون اُن حدیثوں میں بیان ہونے لگا جس سے پایا جاوے کہ بنی فاطمہ میں سے خلیفہ ہونے کی پیشین گوئی ہوئی ہے ۔ اس مضمون کی بہت سی حدیثیں کتابوں میں پائی جاتی ہیں ، چنانچہ ابو داؤد میں حضرت علی سے روایت ہے جس میں کا ایک راوی فطر بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ " حضرت علی نے آں حضرت صلعم کا فرمانا بیان کیا کہ اگر دنیا سب چلی جاوے اور صرف ایک دن ہی باقی رہ جاوے تو بھی ضرور خدا تعالیٰ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو کھڑا کرے گا جو دنیا کو عدل سے بھر دے گا ، جس طرح کہ وہ ظلم سے بھری ہو گی ۔"

۲۔ (فطر) عن علی عن النبی صلعم لو لم یبق من الدنیا الا یوما لبعث اللہ رجلا من اہل بیتی یملاء ہا عدلا کما مُلئت جورا ۔

(ابو داؤد صفحہ ۲۳۲)

اسی طرح مشکوٰۃ میں ایک حدیث غالباً حاکم کی مستدرک سے نقل کی ہے ۔ ابو سعید نے کہا کہ آں حضرت صلعم نے ذکر کیا کہ اس اُمت پر ایک بلا پڑے گی ، یہاں تک کہ کوئی

۳۔ عن ابی سعید قال ذکر رسول اللہ صلعم بلاء یصیب ہذہ الامۃ حتی

لا یجد الرجل ملجاء الیه من الظلم فیبعث اللہ رجلا من عترتی و اھل بیتی فیملاء بہ الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما و جورا یرضی عنہ ساکن السماء و ساکن الارض لا تدع السماء من قطرھا شیئا الّا صبتہ مدرارا ولا تدع الارض من نباتھا شیئا الّا اخرجتہ حتی یتمنی الاحیاء الاموات یعیش فی ذلک سبع سنین اوثمان سنین اوتسع سنین ۔ (مستدرک حاکم) (مشکواۃ صفحہ ۴۶۳)

شخص اُس کے ظلم سے بچنے کو کوئی ٹھکانا نہ پاوے گا ، پھر اللہ تعالیٰ ایک شخص میری اولاد اور میری اھل بیت سے کھڑا کرے گا اور اُس کے سبب سے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح کہ وہ ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی ، اُس سے آسمان کے رھنے والے اور زمین کے رھنے والے راضی ہوں گے اور آسمان اپنی بوندوں میں سے ذرا بھی نہیں چھوڑنے کا جو نہ برسائی ہو اور زمین نباتات میں سے کچھ نہ چھوڑے گی جو نہ اُگائی ہو ، یہاں تک کہ زندے مردوں کو یاد کریں گے اور اسی حالت میں وہ سات یا آٹھ یا نو برس زندہ رہے گا ۔ “

کچھ عجب نہیں ھے کہ اسی زمانے میں اُس شخص کے لیے جس کی نسبت مکھم مکھم میں

۴۔ (علی بن نفیل) عن ام سلمۃ قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول المھدی من عترتی من ولد فاطمۃ ۔ (ابو داؤد ۔ صفحہ ۲۳۲)

پیشن گوئی ہوتی چلی آتی تھی مہدی لقب وضع ھوا ، کیونکہ مہدی کا لقب انھی حدیثوں کے ساتھ شامل ھے جن میں بنی فاطمہ اور اھل بیت میں سے

خلیفه ہونے کی بشارت ہے اور وہ حدیثیں بھی جن میں مہدی کا لقب بیان ہوا ہے متعدد کتابوں میں ہیں ، چنانچه ابو داؤد میں ام سلمه سے جس کے راویوں میں علی بن نفیل بھی ایک راوی ہے یه حدیث مذکور ہے که ''ام سلمه نے کہا که میں نے رسول خدا صلعم سے سنا ہے که آپ فرماتے تھے که میری آل میں سے اور فاطمه کی اولاد میں سے مہدی ہوگا ۔''

اور ابو داؤد ہی میں ایک دوسری حدیث ابی سعید خدری سے ہے جس میں عمران القطان بھی ایک راوی ہے اور وہ یه ہے که ابی سعید خدری نے آں حضرت صلعم کا یه فرمانا بیان کیا که مہدی مجھ میں سے ہے ، چمکتی ہوئی پیشانی اور اونچی ناک والا ، بھر دے گا زمین کو عدل و انصاف سے جیسے که بھر گئی ہوگی جور و ظلم سے اور وہ مالک رہے گا سات برس ۔

۵۔ (عمران القطان) عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله صلعم المهدی منی اجلی الجبهة اقنی الانف یملاء الارض قسطا وعدلا کما ملئت جورا و ظلماء یملک سبع سنین ۔
(ابو داؤد ۔ صفحه ۲۳۲)

جو حلیه اس حدیث میں بیان ہوا ہے گویا وہ حلیه زید شہید کا ہے ۔

اتفاقات زمانه سے حضرت زید شہید اور آن کے بیٹے حضرت یحیٰی اپنے ارادے میں کامیاب نه ہوئے اور ہشام کے ہاتھ سے شہید ہوئے ۔ حضرت یحیٰی نے شہید ہوتے وقت وصیت کی که میرے بعد محمد بن عبدالله

قال الزیدیة بامامة ابنه یحیٰی من بعد زید فمضی الی خراسان وقتل بالخور جان بعد ان اوصی الی

محمد بن عبداللہ بن حسن بن الحسن السبط و یقال له النفس الزکیه فخرج بالحجاز و تقلب بالمهدی و جائة عساکر المنصور فقتل ۔

(ابن خلدون صفحه ١٦٧)

کی طرف رجوع کرنا ۔ حضرت محمد پڑپوتے هیں حضرت امام حسن علیه السلام کے ۔ انهی کا خطاب نفس زکیه اور لقب المهدی هے ، چنانچه ابن خلدون نے لکها هے که فرقه زیدیه حضرت زید شهید اور اُن کے بیٹے حضرت یحییٰ کی امامت کے قائل هیں ، پهر وه خراسان کی طرف گئے اور خورجان میں شهید هو گئے ۔ شهید هوتے وقت اُنهوں نے محمد بن عبداللہ بن حسن بن الحسن السبط کے حق میں وصیت کی ۔ اُن کو نفس زکیه کهتے هیں ۔ اُنهوں نے حجاز میں خروج کیا اور مهدی اُن کو لقب دیا گیا ، پهر منصور کا لشکر چڑھ آیا اور وه شهید هو گئے ۔ ''

حضرت محمد بن عبداللہ کی خلافت مستحکم کرنے کو اور اس غرض سے که لوگ اُن کے معتقد اور اُن کے گرویده هو جاویں اُن کے طرفداروں نے بهت سی وضعی حدیثیں پهیلائیں ، اُنهیں میں سے وه حدیث بهی هے جو ابو داؤد میں لکهی هے اور جس میں هارون اور عمرو بن ابی قیس اور ابو اسحاق بهی راوی هیں اور وه حدیث یه هے که حضرت علی نے اپنے بیٹے

٦۔ (هارون عمرو بن ابی قیس ابو اسحق شیعی) قال علی و نظر الی ابنه الحسن قال ان ابنی هذا سید کما سماه النبی صلعم و یستخرج من صلبه رجل یسمی باسم نبیکم صلعم یشبهه فی الخلق و لا یشبهه فی الخلق ثم ذکر قصة یملاء

الارض عدلا (ابوداؤد صفحہ ۲۳۳) امام حسن کی طرف دیکھا اور کہا کہ یہ میرا بیٹا سید ہے جیسے کہ پیغمبر خدا نے اُن کا یہ نام رکھا ہے. اور قریب ہے کہ اُس کی اولاد میں سے ایک شخص نکلے گا جس کا نام وہی ہوگا جو تمہارے نبی کا نام ہے اور اُنہیں کا سا خلق ہوگا، مگر صورت میں اُن کے مشابہ نہ ہوگا، پھر اُن کا بیان کیا کہ وہ بھر دے گا زمین کو عدل سے۔ محمد ابن عبداللہ حضرت امام حسن کے پڑپوتے تھے اور محمد ہی اُن کا نام تھا۔ پس اُن کی خلافت پر لوگوں کو راغب کرنے کے لیے یہ حدیث بنائی گئی۔

علاوہ اس کے اور بہت سی وضعی حدیثیں ہیں جن میں مہدی کا محمد نام ہونے کی بشارت ہے، چنانچہ ابو داؤد میں ایک حدیث ہے جس میں عاصی بھی ایک راوی ہے. اور وہ حدیث یہ ہے کہ عبداللہ ابن مسعود نے نبی صلعم کا فرمانا بیان کیا کہ اگر دنیا بجز ایک دن کے کچھ باقی نہ رہی تو بھی اللہ تعالیٰ ضرور اُس دن کو بڑھا دے گا، تاکہ اللہ اُس میں ایک شخص کو مجھ میں سے یا یہ کہا کہ میری اہل بیت میں سے کھڑا کرے گا جس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا اور اُس کے باپ کے باپ کا نام میرے نام کے

۷۔ (عاصم) عن عبداللہ بن مسعود عن النبی صلعم لو لم یبق من الدنیا الا یوما لطول اللہ ذالک الیوم حتی یبعث اللہ فیہ رجلا منی او من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی و اسم ابیہ اسم ابی۔ زاد فطر یملاء الارض قسطا و عدلا کما ملئت ظلما وجورا و فی حدیث سفیان لا تذھب اولا تنقضی الدنیا حتے یملک العرب رجل من اھل بیتی یواطی

اسمہ اسمی ۔
(ابو داؤد صفحہ ۲۳۲)

مطابق اور فطر راوی نے اس قدر اور بڑھایا کہ وہ بھر دے گا زمین کو عدل و انصاف سے جیسے کہ وہ بھر گئی ہوگی ظلم و جور سے اور سفیان کی حدیث میں ہے کہ نہ جاوے گی یا نہ گزرے گی دنیا یہاں تک کہ میرے اہل بیت میں سے عرب کا ایک شخص مالک ہوگا جس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا ۔ محمد ابن عبداللہ نے حجاز میں خروج کیا تھا اور اسی لیے اس حدیث میں عرب کا نام بھی داخل کیا گیا ۔

ترمذی میں بھی اسی قسم کی مندرجہ ذیل حدیثیں ہیں اور

۸۔ (عاصم) عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلعم لا یذھب الدنیا حتی یملک العرب رجل من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی
(ترمذی صفحہ ۳۷۱)

۹۔ (عاصم) عن عبد اللہ عن النبی صلعم قال یلی رجل من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی
(ترمذی صفحہ ۳۷۱)

۱۰۔ (عاصم) عن ابی ھریرہ قال لولم یبق من الدنیا الا یوما لطول اللہ ذالک الیوم حتی یلی ۔ الخ
(ترمذی صفحہ ۳۷۱)

ان سب میں عاصم بھی ایک راوی ہے اور وہ حدیثیں یہ ہیں : عبداللہ نے کہا کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ دنیا نہیں جانے کی جب تک کہ میری اہل بیت میں سے ایک شخص عرب کا مالک ہو جس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا ۔

پھر انھی عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ والی ہوگا ایک شخص میری اہل بیت میں سے جس کا نام میرے نام کے مطابق ہوگا اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آن حضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر دنیا سے بجز ایک دن کے

باقی نه رهے تو ضرور الله تعالیٰ اُس دن کو بڑھا دے گا ، تاکه والی هو ایک شخص میری اهل بیت میں سے جس کا نام میرے نام کے مطابق هوگا ۔

ابن ماجه میں بھی اس قسم کی حدیثیں پائی جاتی هیں ۔ ایک حدیث میں جس کے راویوں میں یاسین العجلی بھی راوی هے یه آیا هے که حضرت علی نے کہا که رسول خدا صلی الله علیه وسلم نے فرمایا هے که

۱۱- (یاسین عجلی) عن علی قال قال رسول الله صلعم المهدی منا اهل البیت یصلح الله فی لیلة (ابن ماجه صفحه ۲۹۷)

المهدی هم میں سے هماری اهل بیت میں سے هے ۔ ایک رات میں الله تعالیٰ اُس کے سب کام درست کر دے گا ۔

ایک اور حدیث میں جس میں علی بن نفیل بھی راوی هے سعید بن مسیب کا بیان هے که

۱۲- (علی بن نفیل) عن سعید بن مسیب قال کنا عندام سلمة فتذاکرنا المهدی فقالت سمعت رسول الله صلعم یقول المهدی من ولد فاطمة (ابن ماجه صفحه ۲۹۷)

هم ام سلمه کے پاس بیٹھے هوئے تھے اور مهدی کا ذکر کر رهے تھے ، ام سلمه نے کہا که میں نے رسول خدا صلعم سے سنا هے که وه فرماتے تھے که مهدی اولاد فاطمه سے هوگا ۔

ایک اور حدیث میں جس میں علی بن نفیل بھی راوی هے سعید بن مسیب کا بیان هے که

۱۳- (عکرمة بن عمار علی بن زیاد) عن انس ابن

هم ام سلمه کے پاس بیٹھے هوئے تھے اور مهدی کا ذکر کر رهے

مالک قال سمعت رسول الله صلعم یقول نحن ولد عبد المطلب سادة اهل الجنة انا و حمزة و علی و جعفر و الحسن و الحسین والمهدی (ابن ماجه صفحه ۳۰۹)

تھے ، ام سلمه نے کہا کہ میں نے رسول خدا صلعم سے سنا ھے که آپ فرماتے تھے که هم اولاد عبدالمطلب سردار اهل جنت هیں اور وہ کون هیں میں هوں اور حمزہ اور علی اور جعفر اور حسن اور حسین اور المہدی ۔

غور کرو که اس حدیث کے بنانے والے نے جو خاص بنی فاطمه کا طرفدار معلوم هوتا ھے کس حکمت سے حضرت عباس کا نام اولاد عبد المطلب سے چھوڑ دیا ھے ، تاکه بنی عباس کے دعوای خلافت کو تقویت نه پہنچے ، حالانکه طرفداران بنی فاطمه و طرفداران بنی عباس دونوں اکثر شیعی تھے ، مگر جو جس کا طرفدار تھا اُس کے مفید کام کرتا تھا ۔

بنی عباس نے اپنی تدبیروں میں نہایت کامیابی حاصل کی اور آخرکار وہ خلیفه هوگئے ۔ بنی عباس میں سے ابراهیم بن محمد بن علی بن عبد الله بن العباس نے اپنے تئیں بلقب امام ملقب کیا ، مگر وہ مروان کی قید میں پڑے اور قتل هوئے ۔ اس واقعے سے بنی عباس کی تدبیروں میں کچھ نقصان نہیں آیا ، اس لیے که ابو مسلم خراسانی نے جو نہایت دانشمند اور مدبر شخص تھا محمد بن علی بن عبد الله بن العباس سے خفیه بیعت کر لی تھی اور وہ خراسان میں اس لیے گیا هوا تھا که لوگوں کو بنی عباس کے خلیفه هونے پر مائل کرے ۔ ابو مسلم کے پاس وهاں خوب جمعیت جمع هوگئی اور بنی عباس کی طرف لوگوں کے دل مائل هوگئے ۔ ابو مسلم نے ''نقیب آل محمد'' اپنا لقب اختیار کیا ، کیونکه بنی عباس بھی آل محمد کہلاتے تھے اور اپنی طرف سے ستر نقیب اطراف میں لوگوں کو بنی عباس کی

خلافت پر مائل کرنے کے لیے روانہ کیے اور کل دوست داران آل عباس کے لیے سیاہ لباس تجویز کیا اور آن کے لشکروں کے جھنڈے بھی سیاہ قرار پائے ۔

اس زمانے میں سب سے بڑا نسخہ لوگوں کو گرویدہ کرنے کا حدیثوں کا پیش کرنا تھا ، اس لیے بنی عباس کے طرفداروں نے ایسی وضعی حدیثیں بنائیں جن سے خلیفہ یا مہدی ہونے کی پیشین گوئی بنی عباس کے حق میں نکلتی تھی اور مسلمانوں کو آن کی مدد کرنا آن حدیثوں کی رو سے ضرور ثابت ہوتا تھا ، چنانچہ اسی قسم کی وہ حدیث ہے جو مشکواۃ میں مندرج ہے اور وہ یہ ہے کہ

۴۱۔ عن ثوبان قال قال رسول اللہ صلعم اذا رئیتم الرایات السود قد جاءت من قبل خراسان فاتوھا فان فیھا خلیفۃ اللہ المھدی رواہ احمد و البیھقی فی دلائل النبوۃ (مشکواۃ صفحہ ۴۶۳)

”ثوبان نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جس وقت تم دیکھو سیاہ جھنڈوں کو خراسان کی طرف سے آتے ہوئے تو آن کی اطاعت کرو ، بے شک آنھی میں خلیفۃ اللہ مہدی ہوگا ۔“ اس حدیث کے مضمون سے صاف پایا جاتا ہے کہ ابو مسلم نے جو اپنے لشکر کے جھنڈے سیاہ قرار دیئے تھے ، اس لیے ہوا خواہان بنی عباس نے یہ حدیث وضع کر کر لوگوں میں پھیلائی تھی ، تاکہ لوگ آن کے مطیع ہو جاویں ۔

اس سے بھی زیادہ وضعی ایک اور حدیث ہے جو ابو داؤد میں مذکور ہے ۔ انھی ہنگاموں اور تدبیروں کے زمانوں میں جو نسبت خلافت کے ہو رہی تھیں

کان الحرث عظیم الازد بخراسان فخلع سنۃ سنۃ عشر

ولبس السواد و دعا الی کتاب اللہ و سنۃ نبیہ و البیعۃ الرضا علی ما کان علیہ دعاۃ بنی عباس ھنالک۔
(ابن خلدون جلد ۳۔ صفحہ ۹۲)

ایک شخص الحرث قوم ازد میں سے تھا اور وہ بھی خراسان میں بنی اُمیہ کے گروہ میں تھا، مگر اُس نے خلیفہ بنی اُمیہ کی اطاعت کو چھوڑ دیا اور ہوا خواہان بنی عباس میں شامل ہوگیا، چنانچہ تاریخ ابن خلدون میں لکھا ہے کہ "حرث ایک شخص قوم ازد کا خراسان میں تھا اُس نے ۱۱۶ھ میں خلیفہ بنی اُمیہ کی اطاعت کو چھوڑ دیا اور سیاہ لباس پہن لیا اور لوگوں کو خدا کی کتاب و پیغمبر کی سنت پر چلنے اور اُس طریقے کو پسند کرنے پر جس پر کہ بنی عباس کے ہوا خواہ بیعت لے رہے تھے مشغول ہوا۔" اس حرث کے لیے بھی ایک حدیث بنائی گئی اور لوگوں میں پھیلائی گئی جو ابو داؤد میں مندرج ہے اور جس

۱۵۔ (ھارون عمرو بن ابی قیس ھلال ابن عمرو) عن علی قال قال رسول اللہ صلعم یخرج رجل من وراء النھر یقال لہ الحارث حراث علی مقدمۃ رجل یقال لہ منصور یوطن او یمکن لال محمد کما مکنت قریش لرسول اللہ صلعم وجب علی کل مومن نصرہ۔
(ابو داؤد صفحہ ۲۳۳)

میں ھارون و عمرو بن ابی قیس ھلال ابن عمرو بھی راوی ھیں اور وہ حدیث یہ ہے کہ "حضرت علی نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ نہر فرات کے اُس طرف سے ایک شخص خروج کرے گا جس کو حارث حراث کہیں گے، اُس کی سرداری میں ایک شخص ہوگا جس کو منصور کہیں گے، بساوے گا اور جگہ

دے گا آل محمد کو جس طرح کہ جگہ دی قریش نے رسول خدا صلعم کو۔ واجب ہے ہر مسلمان پر اس کی مدد۔‘‘ یہ منصور وھی ھیں بنی عباس میں سے جو خلیفہ ھوئے۔ پس ان تمام واقعات کے مطابق کرنے سے کس شخص کو شبہ باقی رھتا ھے کہ یہ سب حدیثیں وقت کی مناسبت سے اور اپنے مقاصد کے حاصل کرنے کے لیے بنا لی گئی تھیں۔

اسی قسم کی کئی حدیثیں ابن ماجہ میں ھیں، انھی میں سے وہ

۱۶ (یزید ابن ابی زیاد) عن عبداللہ قال بینما نحن عند رسول اللہ صلعم اذا قیل فتیتہ من بنی ھاشم فلما راھم النبی صلعم اعزو رقت عیناہ وتغیر لونہ قال فقلت ما نزل نری فی وجھک شیئا نکرھہ فقال انا اھل بیت اختار اللہ لنا الآخرۃ علی الدنیا و ان اھل بیتی سیلقون بعدی بلاء و تشدید او تطریدا حتی یاتی قوم من قبل المشرق معھم رایات سود فیسألون الخیر فلا یعطونہ فیقاتلون فینصرون فیعطون ما سالوا فلا

حدیث ہے جس میں یزید ابن ابی زیاد بھی راوی ہے اور وہ یہ ہے کہ ’’عبد اللہ نے کہا کہ ایک دفعہ ہم رسول خدا صلعم کے پاس تھے کہ دفعۃً بنی ھاشم کے چند گبرو آ گئے، جب ان کو رسول خدا صلعم نے دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپ کا رنگ متغیر ھو گیا۔ عبداللہ نے عرض کیا کہ کیا بات ہے جو آپ کے چہرہ مبارک سے ایسی بات پائی جاتی ہے جو ہم کو ناخوش کرتی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے ہم اہل بیت کے لیے دنیا پر آخرت کو پسند کیا ہے اور قریب ہے کہ میری اہل بیت میرے بعد بلا میں

يقبلونه حتى يدفعوها الى رجلٍ من اهل بيتى فيملاءها قسطاً كما ملؤها جورا من ادرك ذالك منكم فالياتهم ولو حبوا على الثلج ۔ (ابن ماجه صفحه ۲۴۸)	اور تشدد میں اور ڈاواں ڈول ہوجانے میں پڑے گی ، یہاں تک کہ مشرق کی جانب سے ایک قوم آوے گی جس کے ساتھ سیاہ جھنڈے ہوں گے ، پھر وہ ایک نیک بات کا سوال کرے گی پھر اُن کو وہ نہیں ملے گا ، پھر وہ

لڑیں گے اور فتح پاویں گے اور جو مانگتے تھے وہ مل جاوے گا ، پھر وہ اُس کو قبول نہ کریں گے ، یہاں تک کہ اُس کو میری اهل بیت میں سے ایک آدمی کو دے دیں گے ، اُس وقت جس شخص کو میری اهل بیت میں سے وہ دیا جاوے گا تو وہ بھر دے گا دنیا کو انصاف سے جس طرح کہ وہ بھر گئی ہوگی ظلم سے ۔ جو شخص تم میں سے اُس کو پاوے تو اُن کا ساتھ دے ، گو کہ برف پر گھسٹ گھسٹ کے ہو ۔''

ابو مسلم نے جو لوگوں کو بنی عباس کی خلافت پر مائل کیا تھا ، مدت تک اُس نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ کس شخص کو وہ خلیفہ ہونا چاہتا ہے ۔ جب بہت لوگ جمع ہو گئے اور لشکر بہم پہنچ گیا اور خراسان میں بخوبی ضبط ہو گیا اُس وقت اُس نے عبداللہ ابوالعباس کا نام ظاہر کر دیا اور اُس کو خلیفہ مشہور کر دیا ۔ پس یہ حدیث صرف اِس تدبیر کے پورا کرنے کو بطور پیشین گوئی بنائی گئی ، تاکہ عبداللہ کی خلافت کا اثر اور استحکام لوگوں کے دلوں پر جم جاوے ۔

ابن ماجہ میں ایک اور حدیث بھی ہے جس میں عبدالرزاق ابی ۱۷ (عبدالرزاق ابی قلابة) قلابہ بھی راوی ہے اور وہ یہ ہے

عن ثوبان رض قال قال	کہ ''ثوبان نے کہا کہ رسول

رسول اللہ صلعم تقتل عن کنزکم ثلاثة کلھم ابن خلیفه ثم لا یصبر الی واحد منھم ثم تطلع الرایات السود من قبل المشرق فیقتلونکم قتلا لم یقتله قوم ثم ذکر شیئا لا احفظه فقال اذا رایتموه فبا یعوه ولو حبوا علی الثلج فانه خلیفة الله المھدی ۔ (ابن ماجه صفحه ۲۹۹)

خدا صلعم نے فرمایا کہ تمھارے خزانے پر تین شخص مارے جاویں گے ، وہ سب خلیفه کے بیٹے ہوں گے ، پھر اُن میں کسی کو نہ ملے گا پھر مشرق کی جانب سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے اور تم کو ایسا قتل کریں گے کہ کسی قوم نے نہ کیا ہوگا ۔ اُس کے بعد اور کچھ فرمایا جو راوی کو یاد نہیں رہا ۔ پھر یہ فرمایا کہ جب تم اُن کو دیکھو تو اُن سے بیعت کرو گوکہ برف پر گھسٹ کر جانے سے ہو ، کیونکہ وہ ہوگا خلیفة اللہ مہدی ۔''

جب کہ بنی اُمیه کے خاندان کی خلافت ختم ہونے کو ہوئی اور بنی عباس کا ستارۂ اقبال عروج پر ہوا تو ان جھگڑوں میں اس قدر خون ریزیاں ہوئی تھیں کہ درحقیقت کسی قوم میں نہ ہوئی تھیں ۔ بنی اُمیه اور اُن کے طرف دار سب قتل ہوئے ۔ محمد بن علی کے سامنے ایک حمام میں ستر گروہ بنی اُمیه کے قتل ہوئے تھے اور پھر اُن کی لاشوں پر بچھونا بچھا کر کھانا کھایا گیا تھا ۔ عبداللہ ابوالعباس کا نام سفاح بسبب بے انتہا خون ریزی کے پڑ گیا تھا ۔ اس خون ریزی پر خاک ڈالنے اور بنی عباس کی خلافت مستحکم کرنے کے لیے یہ حدیث بنائی گئی جس سے معلوم ہوا کہ اس خون ریزی کی پیشین گوئی ہو چکی تھی اور ضرور ہونے والی تھی ۔

ابن ماجه میں ایک اور حدیث ہے کہ عبداللہ بن الحارث ۱۸- (ابن لھیعة) عن زبیدی نے کہا کہ رسول خدا صلعم

عبداللہ ابن الحارث بن زیدی قال قال رسول اللہ صلعم یخرج ناس من المشرق فیوطون المہدی یعنی سلطانہ۔
(ابن ماجہ صفحہ ۵۰۷)

نے فرمایا کہ مشرق کی جانب سے لوگ خروج کریں گے اور مہدی کے لیے سلطنت و حکومت قائم کریں گے۔
بنی عباس کی کوششوں کا آخرکار نتیجہ یہ ہوا کہ عبداللہ ابوالعباس سفاح سپڑ پوتے حضرت عباس کے مستقل خلیفہ ہو گئے۔ اُن کے مرنے کے بعد ابو جعفر منصور دوانقی اُن کا بھائی ۱۳۶ھ مطابق ۷۵۵ء کے خلیفہ ہوا۔ اسی کے وقت میں محمد بن عبداللہ حضرت امام حسن کے پڑوتے نے دعویٰ خلافت کیا تھا جو انجام کار قتل ہوئے۔ اس کے مرنے کے بعد ابو عبداللہ بن منصور ۱۵۸ھ مطابق ۷۷۵ء کے خلیفہ ہوئے اور اُنھوں نے المہدی اپنا لقب قرار دے دیا، تاکہ لوگ جان لیں کہ المہدی جس کی پیشین گوئیاں تھیں وہ آ چکا اب کوئی نہیں آنے والا۔ مقصود اس سے یہ تھا کہ آئندہ کا فساد اور دعوئ مہدیت بند ہو۔

ان تمام حالات کو پڑھ کر ضرور ہمارے اس آرٹیکل کے پڑھنے والوں کے دل میں یہ خیال جاوے گا کہ یہ کیوں قرار دیا گیا ہے کہ جب یہ واقعات پیش آئے تو اُس وقت اُن کے مطابق یہ حدیثیں اپنے اپنے اغراض کے لیے بنا لی گئیں برعکس اس کے یہ کیوں نہیں قرار دیا جاتا کہ یہ سب حدیثیں تھیں اور جو پیشین گوئیاں اُن میں تھیں اُنھی کے مطابق یہ سب واقعات پیش آئے۔

مگر اس کا سبب ذرا سے غور کرنے میں بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ دیکھو یہ حدیثیں دو گروہ سے متعلق ہیں۔ ایک بنی فاطمہ سے اور ایک بنی عباس سے۔ ایک قسم کی حدیثوں میں المہدی کا ہونا بنی فاطمہ میں بیان ہوا اور اُس کی اطاعت و نصرت

پر حکم ہے ، اور ایک قسم کی حدیثوں میں بنی عباس میں المہدی کا ہونا اور اُس کی مدد و اعانت کرنے کا حکم ہے ۔ اگر درحقیقت کوئی المہدی ہوتا تو وہ بنی فاطمہ میں سے ہوتا یا بنی عباس میں سے نہ یہ کہ دو مختلف شاخوں میں سے ۔ پس صاف پایا جاتا ہے کہ کوئی پیشین گوئی المہدی کی نہ تھی ، بلکہ ہر ایک فریق نے اپنی اپنی تائید کے لیے حدیثیں بنا لی تھیں ۔

جن حدیث کی کتابوں میں یہ حدیثیں مندرج ہیں اگر وہ کتابیں قبل ان واقعات کے تصنیف ہو چکی ہوتیں اور اُن میں یہ حدیثیں مندرج ہوتیں تو البتہ ایک بات قابل اعتماد ہوتی ، مگر وہ سب کتابیں حدیث کی جن میں یہ حدیثیں ہیں ، ان واقعات کے بہت دنوں بعد تالیف ہوئی ہیں ۔ ان حالات سے جو ہم نے بیان کیے صاف ظاہر ہے کہ یہ سب واقعات ۱۵۸ ہجری سے پہلے ختم ہو چکے تھے اور اُن حدیث کی کتابوں کے مصنف سب اُس زمانے کے بعد تھے اور وہ کتابیں سب اُس زمانے کے بعد تالیف ہوئی ہیں جن کی تفصیل ذیل میں مندرج ہے :

نام	سنہ پیدائش	سنہ وفات
محمد اسماعیل بخاری	۱۹۴ھ	۲۵۶ھ
مسلم	۲۰۴ھ	۲۶۱ھ
ابو عیسیٰ ترمذی	۲۰۹ھ	۲۷۹ھ
ابو داؤد	۲۰۲ھ	۲۷۵ھ
ابوعبدالرحمان احمد نسائی	۲۱۵ھ	۳۰۳ھ
ابو عبداللہ محمد ابن ماجہ	۲۰۹ھ	۲۷۳ھ

اس رائے کی زیادہ تقویت اس بات سے ہوتی ہے کہ امام مالک ۹۵ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ ہجری میں فوت ہوئے اور یہ تمام واقعات اُن کے سامنے گزرے ، مگر اُن کی کتاب

موطا میں کوئی حدیث المہدی کی پیشین گوئی کی نہیں ہے اور نہ بخاری و مسلم میں ہے ۔

ایک بڑا دھوکا لوگوں کو یہ پڑتا ہے کہ جب سنتے ہیں یا دیکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحاح ستہ میں درج ہے تو بلا غور اس کو مان لینا چاہتے ہیں ، حالانکہ مصنفین صحاح ستہ نے جہاں تک ان سے ہو سکا ہے انھوں نے روایت کی تنقیح میں بڑی کوشش کی ہے ، یعنی حتی المقدور جن راویوں کو معتبر سمجھا اور انھوں نے جو حدیث نقل کی اس کو کتاب میں مندرج کیا ، مگر ان حدیثوں کی تنقیح بلحاظ ان کے واقعات مندرجہ اور ان کے مضامین کے جو درایت سے تعلق رکھتے ہیں ، پڑھنے والوں کی تحقیق پر چھوڑا ہے ، مگر افسوس ہے کہ اس زمانے کے پڑھنے والے اس کی تنقیح کی طرف مطلق متوجہ نہیں ہوتے ۔

یہ حدیثیں جو ہم نے بیان کیں اگرچہ انھی کتب میں مندرج ہیں جو صحاح میں کہلاتی ہیں ، لیکن ان کے راوی بھی معتبر نہیں ہیں اور اس لیے یہ حدیثیں روایت کی تنقیح کے مطابق بھی جو محدثین کے اصول مسلمہ میں سے ہے ، قابل رد کرنے کے ہیں ۔ پس اب ہم بموجب اصول محدثین کے ان حدیثوں کا مردود ہونا بیان کرتے ہیں ۔ ابن خلدون نے ان حدیثوں کے راویوں کی نسبت جو بحث ہے نہایت خوبی سے ایک جگہ جمع کر دی ہے اور ہم اسی کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں ۔

ہمارے آرٹیکل کے پڑھنے والے دیکھیں گے کہ ہم نے ہر حدیث کے پہلے بعض راویوں کا نام دوہلالی خط کے بیچ میں لکھ دیا ہے ، اس سے مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کے راویوں میں سے وہ شخص بھی ایک راوی ہے اور وہی شخص نامعتبر ہے اور اسی کے راوی ہونے کی وجہ سے وہ حدیث قابل اعتبار اور لائق قبول کے

نہیں رہی - پس اب ہم ہر ایک کی نسبت جو جرح ہے وہ لکھ دیتے ہیں -

ابو داؤد کی روایت میں قتادہ ایک راوی ہے اور وہ مدلس ہے ، یعنی بیچ کے راویوں کے نام چھوڑ جاتا ہے اور اس نے اس حدیث کو عن عن کر کر بیان کیا ہے اور مدلس کی بیان کی ہوئی حدیث بغیر اس کے کہ وہ اس کا سنا صاف نہ بیان کرے قبول نہیں ہو سکتی -

١ -(قتادہ) وقتادہ مدلس وقد عنعن فیہ والمدلس لا یقبل من حدیثہ الا ما صرح فیہ بالسماع - (ابن خلدون صفحہ ٢٦٣)

عجلی نے فطر کے حق میں کہا ہے کہ اس کی حدیثیں اچھی ہیں اور اُس میں کچھ شیعہ پن ہے اور ابن معین نے کہا ہے کہ وہ ثقہ ہے شیعہ ہے ، اور احمد بن عبد اللہ بن یونس نے کہا ہے کہ ہم فطر کے سامنے کو چلے جاتے تھے اور اُس کو چھوڑ دیتے تھے اُس سے کچھ نہیں لکھتے تھے ، یعنی ہم اُس کو لائق اخذ روایت کے نہیں جانتے تھے اور مرہ نے کہا ہے کہ میں اُس کو مثل کتے کے چھوڑ کر چلا جاتا ہوں ، اُس سے روایت نہیں کرتا ہوں اور دار قطنی نے یہ کہا ہے کہ

٢ - (فطر) قال العجلی حسن الحدیث و فیہ تشیع قلیل و قال ابن معین ثقة شیعی و قال احمد بن عبد اللہ بن یونس کنا نمر علی فطر و ھو مطروح لا نکتب منہ و قال مرة کنت امر بہ و ادعہ مثل الکلب و قال الدار قطنی لا یحتج بہ و قال ابوبکر بن عیاش ما ترکت الروایة عنہ الا لسوء مذھبہ و قال

الجرجاني زايغ غير ثية (صفحه ۲٦۲)

اس کی روایت سے استدلال نہ کرنا چاہیے اور ابو بکر بن عیاش نے کہا ہے کہ میں نے فطر کی روایت تو اس کی خرابی مذہب کے سبب سے چھوڑ دی ہے اور جوجانی نے کہا ہے کہ وہ کج رائے ہے، قابل اعتبار کے نہیں ہے۔

حاکم کے حق میں بلقینی نے کہا ہے کہ ذھبی نے بقدر

۳۔ (حاکم) قال البلقيني قد جمع الحافظ الذهبي زهاء ماتة حديث موضوع من احاديث المستدرك و شنع عليه غاية التشنيع في بعض المواضع و قال الحافظ ابن حجر انما وقع للحاكم التساهل لانه سود الكتاب لينفتحه فاعجله المنية او بغير ذالك فترى الحرم (صفحه ۱۱)

سو حدیث موضوع کے جمع کی ہیں جو حاکم نے مستدرک میں روایت کی ہیں اور اس پر بہت تشنیع کی ہے اور برا کہا ہے اکثر جگہ اور حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ حاکم سے مستدرک میں تساهل اس لیے ہوا کہ اس نے یہ کتاب لکھی تھی کہ پھر اسی میں سے احادیث صحیحه کا انتخاب کرے گا، مگر اس سے پہلے مر گیا۔

(۱۴) بیہقی اور شاہ عبد العزیز محدث دهلوی نے مستدرک اور کتب بیہقی کو طبقۂ سوم کہ جس میں احادیث صحیح اور حسن اور ضعیف اور متہم بالوضع بھی ھیں شمار کیا ہے۔ قوله "طبقه ثالثه احادیثے کہ جماعه از علماء متقدمین بر زمان بخاری و مسلم یا معاصرین آنها یا لاحقین بانها در تصانیف خود روایت کرده اند و التزام صحت

نه نموده و کتب آنها در شهرت و قبول در مرتبه طبقه اولی و ثانیه نه رسیده هر چند مصنفین آں کتب موصوف بودند به تبحر در علوم حدیث و وثوق و عدالت و ضبط و احادیث صحیح و حسن و ضعیف ، بلکه متهم بالوضع نیز دراں کتب یافته می شود و رجال آں کتب بعضے موصوف بعدالت و بعضے مستور و بعضے مجهول و اکثر آں احادیث معمول به نزد فقها نشده اند ، بلکه اجماع برخلاف آنها منعقد گشته و دریں کتب هم تفاصیل و تفاوت هست بعضها اقوی من البعض ۔ اسامی آں کتب این است : مسند شافعی ، سنن ابن ماجه ، مسند دارمی ، مسند ابی یعلی موصلی مصنف عبد الرزاق مصنف ابی بکر شیبه ، مسند عبد بن حمید ، مسند ابی داؤد طیالسی ، سنن دار قطنی ، صحیح بن حبان ، مستدرک حاکم ، کتب بیهقی ، کتب طحاوی تصانیف طبرانی ۔

(۴ و ۱۲) علی بن نفیل قد ضعفه ابو جعفر العقیلی و قال لا یتابع بن نفیل علیه و لا یعرف الا به (صفحه ۲۶۲)

علی بن نفیل کو عقیلی نے ضعیف کہا ہے اور کہا ہے اس میں اُس کا اور کوئی تابع نہیں ہے اور وہ اسی روایت سے معلوم ہوا ہے اور کوئی روایت اُس کی کہیں نہیں مروی ہوئی ۔

(۵ نمبر) عمران القطان اختلف فی الاحتجاج به انما اخرج له البخاری استشهادا لا اصلا وکان یحیٰی لقطان لا یحدث عنه وقال یحیی بن معین

عمران القطان میں اختلاف ہے کہ اُس کی روایت حجت ہوسکتی ہے یا نہیں ۔ بخاری نے اس کی روایت تو دوسری روایت کی تائید اور تقویت کے لیے ذکر کی ہے ، اس کی اصل روایت نہیں بیان کی

لیس بالقوی و قال مرة لیس بشئے و قال احمد بن حنبل ارجو ان یکون صالح الحدیث و قال یزید بن الزریع کان حروریا و کان یری السیف علی اھل القبلة و قال النسائی ضعیف (صفحہ ۲۶۳)

ہے اور یحییٰ قطان تو اس کی حدیث نہیں لیتے تھے اور یحییٰ بن معین نے کہا ہے کہ یہ قوی نہیں ہے اور مرہ نے کہا ہے کہ وہ کچھ نہیں ہے اور امام احمد بن حنبل نے کہا ہے کہ شاید اُس کی حدیثیں اچھی ہوں اور یزید بن الزریع نے کہا ہے کہ اُس کا عقیدہ خوارج کا سا تھا اور اہل قبلہ پر تلوار پکڑنا اور اُن سے لڑنے کا قائل تھا اور نسائی نے کہا ہے کہ وہ ضعیف ہے۔

ہارون اور عمرو بن ابی قیس اور ابو اسحاق شیعی کا یہ حال ہے کہ ہارون کے حال سے ایک

(۶) ھارون عمرو بن ابی قیس ابواسحاق شیعی ھارون سکت ابو داؤد علیہ و قال فی موضع فی ھارون ھومن ولد الشیعة و قال السلیمانی فیہ نظر (صفحہ ۲۶۲)

جگہ تو ابو داؤد نے سکوت کیا اور دوسری جگہ کہا ہے کہ وہ شیعوں میں سے ہے اور سلیمانی نے کہا کہ اُس میں نظر ہے۔

عمرو بن ابی قیس قال ابو داوود فی عمرو بن قیس لا باس بہ فی حدیثہ خطاء و قال الذھبی صدق لہ اوھام (صفحہ ۲۶۲)

عمرو بن ابی قیس کے حق میں داؤد نے یہ کہا ہے کہ اُس کا ڈر نہیں ہے، اُس کی حدیث میں خطا ہوتی ہے۔ ذھبی نے کہا ہے کہ وہ سچا ہے ،

مگر اُس کو کچھ اوھام اور شبہات ھو گئے ھیں ۔

ابو اسحاق الشیعی و ان خرج عنه الشیخان فی الصحیحین فقد ثبت انه احتلط اخر عمره و روایته عن علی مقطعة (صفحه ۲۶۲)

ابو اسحاق شیعی کی روایت اگرچہ بخاری اور مسلم میں مذکور ھیں ، مگر یہ ثابت ھوا ھے کہ وہ آخر میں بھک گئے تھے اور حضرت علی رض سے اُن کی روایت متصل نہیں ھے ۔

(۷ و ۸ و ۹ و ۱۰) عاصم قال العجلی کان یختلف علیه فی زر و ابی وائل یشیر بذلك الی ضعف روایتهما عنه و قال محمد بن سعد کان ثقة الا انه کثیر الخطاء ۔

عجلی نے کہا ھے کہ عاصم نے جو روایتیں زر اور ابی وائل سے کی ھیں اُن میں اختلاف ھے ۔ اس سے اشارہ ھے کہ ان دونوں سے اس کی روایتیں ضعیف ھیں اور محمد بن سعد نے کہا ھے کہ وہ اچھا ھے ، مگر اُس کی حدیث میں اکثر خطا ھوتی ھے ۔

فی حدیثه و قال یعقوب بن سفیان فی حدیثه اضطراب و قال عبد الرحمن بن ابی حاتم قلت لابی ان ابازرة یقول عاصم ثقة قال لیس محله هذا وقد تکلم فیه ابن علیة فقال کل من اسمه عاصم سئی

اور یعقوب ابن سفیان نے کہا ھے کہ اس کی حدیث میں اضطراب ھے اور عبدالرحمن بن ابی حاتم نے کہا ھے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ ابو زرہ یہ کہتا ھے کہ عاصم ثقہ ھے ، کہا اُس کا یہ درجہ نہیں ھے اور ابن علیۃ نے اُس میں کلام کیا ھے اور کہا ھے جتنوں کا نام عاصم ھے اُن کا حافظہ اچھا نہیں ھے اور

الحفظ وقال ابو حاتم
محله عندی محل الصدق
صالح الحديث ولم يكن
بذلک الحافظ واختلف
فيه قول النسائی وقال
ابن حراش فی حديثه نكرة
وقال ابو جعفر العقيلی
لم يكن فيه الا سوء الحفظ وقال
الدارقطنی فی حفظه شئی وقال
يحيی القطان ما وجدت رجلا اسمه
عاصم وجدته ردی الحفظ
وقال ايضا سمعت شعبة
يقول حدثنا عاصم ابن
ابی النجود وفی الناس
ما فيها وقال الذهبی
فی القراة وهو فی الحديث
دون الثبت صدوق فهم
وهو حسن الحديث وان
احتج احد بان الشيخين
خرجا له فنقول اخرجا
مقرونا بغيره لا اصلا له
(صفحه ۲۶۱)

ابو حاتم نے کہا ہے کہ میرے
نزدیک اُس کا درجہ یہ ہے کہ
وہ سچا ہے اور لائق حدیث کے
ہے، مگر کچھ بہت یاد رکھنے
والے نہیں ہیں اور نسائی کے قول
اُس کے حق میں مختلف ہیں اور
ابن حراش نے کہا ہے کہ اُس
کی حدیث میں اَمر قابل انکار
بھی ہوتا ہے اور ابو جعفر عقیلی
نے کہا ہے اُس میں سوائے
نقص حافظہ کے اور کچھ عیب
نہ تھا اور دار قطنی نے کہا
ہے کہ اُس کی یاد میں کچھ
نقص تھے اور یحیی قطان نے
کہا ہے کہ میں نے کسی
عاصم کی یاد اچھی نہیں پائی اور
کہا ہے کہ میں نے سنا ہے
شعبہ سے کہ کہتے تھے مجھ سے
حدیث کہی عاصم بن ابی النجود
نے اور آدمیوں میں مشہور ہے
جو اُس کا حال ہے اور ذہبی
نے کہا ہے کہ قرات میں تو
وہ بہت اچھا ہے اور حدیث میں
اس سے کم ہے۔ سچا ہے اور اچھی حدیث والا ہے اور اگر کوئی یہ
اعتراض کرے کہ بخاری اور مسلم نے تو اُس سے روایت کی ہے

تو ہم کہتے ہیں کہ اس سے دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی انہوں نے روایت کی ہے اور اصل اسی کی روایت نہیں کی ۔

(۱۱) یاسین عجلی قال البخاری فیہ نظر و ھذہ اللفظۃ من اصطلاحہ قویۃ بالتضعیف جدا و اورد لہ ابن عدی فی کامل و ذھبی فی المیزان ھذا الحدیث علی وجہ الاستنکارلہ و قال ھو معروف بہ (صفحہ ۲٦٦)

یاسین عجلی کے حق میں بخاری نے کہا ہے کہ اس میں نظر ہے اور بخاری کی اصطلاح میں یہ لفظ بہت زیادہ ضعیف کہنا ہے اور ابن عدی نے کامل میں اور ذھبی نے میزان میں یہی حدیث اس پر انکار کے لیے ذکر کی ہے اور کہا ہے کہ وہ تو مشہور ہے اس حدیث کے معاملے میں ۔

(۱۳) عکرمۃ بن عمار علی بن زیاد ۔ عکرمہ بن عما قد ضعفہ بعض و ثقۃ آخرون و قال ابو الرازی ھو مدلس فلا یقبل منہ الا ان یصرح بالسماع (صفحہ ۲٦۷)

عکرمہ بن عمار اور علی بن زیاد عکرمہ بن عمار کو تو بعض نے ضعیف کہا ہے اور بعض نے اچھا کہا ہے اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ وہ مدلس ہے ۔ یعنی راوی چھوڑ دیتا ہے ۔ اس کی وہ حدیث مانی چاہیے جس کو بہ تصریح یہ کہے کہ میں نے سنا ہے ۔

علی بن زیاد ۔ قال الذھبی فی المیزان لا ندری من ھو وقد تکلم فیہ الثوری ۔

علی بن زیاد کے حق میں ذھبی نے کہا ہے کہ ہم نہیں جانتے وہ کون ہے اور ثوراے نے بھی اس میں کلام کیا ہے ۔

قالوا وانہ یفتی فی مسائل ۔ کہا ہے کہ ثوری نے اس کو

و يخطی فيها و قال ابن حبان كان ممن فحش عطاء فلا ء تحتج به ۔

(صفحه ۲٦٧)

دیکھا کہ بہت مسئلوں میں حکم دیتا تھا اور اُن میں خطا کرتا تھا اور ابن حبان نے کہا ہے کہ وہ بہت زیادہ صرف کرتا تھا اور دیتا تھا تو اُس کی حدیث سے حجت نہیں لا سکتے ۔

(۱۵) هلال بن عمرو مجهول

(صفحه ۲٦۲)

ہلال بن عمرو مجہول ہے ، اُس کا کچھ حال معلوم نہیں ہوا کہ کیسا ہے ۔

(۱٦) يزيد بن ابی زياد ۔ قال فيه شعبة كان رفاعا يرفع الاحاديث التی لا تعرف مرفوعه وقال محمد ابن الفضل كان من كبار ائمة الشيعة وقال احمد بن حنبل لم يكن بالحافظ وقال مرة حديثه ليس بذلك و قال يحيیٰ بن معين ضعيف قال ابو زرعه لان يكتب حديثه ولا يحتج به وقال ابو حاتم ليس بالقوی وقال الجرجانی سمعتهم يضعفون

شعبہ نے یزید بن ابی زیاد کے حق میں کہا ہے کہ وہ تو یونہی اُن حدیثوں کو حضرت رسول اللہ صلعم تک مرفوع کر دیتا تھا جن کا رفع ثابت نہیں ہوا اور محمد بن الفضل نے کہا ہے وہ تو شیعوں کا بڑا پیشوا تھا اور احمد بن حنبل نے بھی کہا ہے کہ وہ یاد رکھنے والا نہ تھا اور مرہ نے کہا ہے کہ اُس کی حدیث ایسے درجے کی نہیں ہے اور یحییٰ بن معین نے اُس کو ضعیف کہا ہے اور ابو زرعہ نے یہ کہا ہے کہ وہ اس لائق ہے کہ اُس کی حدیث لکھی جاوے اور اُس کی حدیث سے حجت نہ لانی چاہیے

حدیثه وقال ابن عدی هومن شیعة اهل الکوفه ومع ضعفه یکتب حدیثه رواه مسلم لکن مقرونا بغیره وبالجملة فالا کثرون علی ضعفه وقد صرح الائمه بضعف هذ الحدیث قال ابو قدامه سمعت ابا سلمة یقول فی حدیث یزید عن ابراهیم لو حلف عندی خمسین یمینا قسامة ما صدقته (صفحه ۲۶۵)

اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں ہے اور جرجانی نے کہا ہے کہ میں نے سنا ہے علماء کو کہ اس کی حدیث کی تضعیف کرتے تھے اور ابن عدی نے کہا ہے کہ وہ تو کوفے کے شیعوں میں سے ہے اور باوجود ضعف کے اس کی حدیث لکھ لی جاوے۔ مسلم نے اس سے روایت کی ہے ، لیکن دوسرے سے ملی ہوئی اور اکثر اس کو ضعیف کہتے ہیں اور سب آئمہ نے بہ تصریح اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور ابو قدامہ نے کہا ہے کہ میں نے ابو سلمہ سے سنا ہے کہ وہ یزید کی حدیث کو جو اس نے ابراھیم سے روایت کی ہے یہ کہتے تھے کہ اگر وہ میرے سامنے پچاس مرتبہ اپنے علم پر قسم کھا کر بھی کہے تو میں اس کو سچا نہ مانوں۔

عبد الرزاق بن ہمام تو شیعہ ہونے میں مشہور تھا اور آخر عمر میں اندھا بھی ہو گیا تھا

(۱۷) عبد الرزاق وابی قلابه۔ عبد الرزاق بن همام کان مشهورا با تشیع وعمی فی اخر وقته وقال

اور ابن عدی نے کہا ہے کہ اس نے فضائل میں ایسی حدیثیں روایت کی ہیں جو کسی نے نہیں کی اور اس کو تو سب نے

ابن عدی حدیث باحادیث فی الفضائل لم یوافقہ علیہا احد و نسبوہ الی التشیع (صفحہ ۲٦۷)

تشیع کی طرف نسبت کیا ہے۔

ابو قلابۃ ذکرہ الذھبی وغیرہ انہ مدلس و فیہ السفیان و ھو مشہور بالتدلیس و عنعا ولم یصرحا بالسماع فلا تقبل (۲٦۷)

ابو قلابہ کے حق میں ذھبی اور اوروں نے یہ ذکر کیا ہے کہ وہ مدلس ہے اور اس حدیث کے راویوں میں سفیان سے بھی جو تدلیس میں مشہور ہے اور ان دونوں نے یہ حدیث عن عن کر کے روایت کی ہے اور صاف اپنا سماع نہیں بیان کیا تو نہیں قبول کی جا سکتی۔

ابن لہیعہ کی حدیث کو طبرانی نے یہ کہا ہے کہ یہ صرف آسی سے مروی ہے اور ہم پہلے

(۱۸) ابن لہیعہ۔ قال الطبرانی تفرد بہ ابن لہیعہ و قد تقدم لنا فی حدیث علی الذی خرجہ البرانی فی معجمۃ الاوسط ان ابن لہیعہ ضعیف صفحہ (۲٦۸)۔

حضرت علی کی حدیث میں جو طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کی ہے کہہ چکے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔

وعبداللہ بن لہیعۃ معروف الحال و فیہ عمرو بن جابر الحضرمی و ھو اضعف منہ وقال احمد بن

عبداللہ ابن لہیعہ کے ضعیف ہونے کا حال تو مشہور ہے اور اس حدیث میں عمرو بن جابر بھی اس کے ساتھ شریک ہے اور

حنبل روی عن جابر مناکیر و بلغنی انہ کان یکذب و قال النسائی لیس بثقۃ قال کان ابن لہیعہ شیخا احمق ضعیف العقل و کان یقول علی فی السحاب و کان یجلس معنا فیبصر سحابۃ فیقول ھذا علی قدم فی السحاب (۲٦٦)

وہ اُس سے بھی زیادہ ضعیف ہے اور احمد بن حنبل نے کہا ہے وہ تو بہت منکر حدیثیں جابر سے نقل کرتا ہے اور مجھ کو یہ دریافت ہوا ہے کہ وہ جھوٹ کہتا ہے اور کہا ہے نسائی نے کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور نسائی نے کہا ہے کہ ابن لہیعہ ایک بوڑھا احمق آدمی تھا اور یہ کہا کرتا تھا کہ علی مرتضیٰ ابر میں ہیں اور ہمارے پاس بیٹھا تھا، جب ابر کو دیکھتا تو یہ کہتا کہ یہ علی تھے جو ابر میں گئے۔

جس وقت حدیث کے راویوں کی نسبت بحث ہوتی ہے اُس وقت یہ مشکل پیش آتی ہے کہ کسی راوی کو ایک شخص نا معتبر قرار دیتا ہے اور دوسرا اُس کو معتبر سمجھتا ہے، مگر اصول حدیث میں سے یہ قاعدہ مسلم ٹھہرا ہے کہ جرح تعدیل پر مرجح ہوتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جس شخص نے کسی کو معتبر سمجھا ہے اُس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اُس نے اُس میں کچھ نقص نہیں پایا۔ پس گویا اس کی شہادت ایک نفی کی شہادت ہے اور جس نے اُس کو نا معتبر قرار دیا ہے اُس نے اُس میں نقص پایا ہے اور اس لیے اُس کی شہادت ایک مثبت ہے جو منفی پر مقدم ہے۔ پس جو لوگ اُن راویوں کو معتبر قرار دیتے ہیں اُس سے جو جرح کہ اُن پر کی گئی ہے وہ زایل نہیں ہو سکتی اور اس لیے اُن کی بیان کی ہوئی روایت معتبر نہیں ہو سکتی۔

ان راویوں میں سے بعض کی نسبت شیعہ ہونے کی وجہ سے جرح کی گئی ہو ، گو ہمارے نزدیک صرف شیعہ ہونا وجہ کافی جرح کی نہ ہو ، لیکن ایسے موقع میں جس میں یہ حدیثیں مذکور ہوئی ہیں کوئی حدیث جو کسی فریق کے طرفدار نے اُس فریق کے حق میں شہرت دی ہو قابل اعتماد نہیں ہو سکتی اور اسی وجہ سے ہماری دانست میں وہ حدیثیں جو شیعوں نے بنی فاطمہ و بنی عباس کی نسبت مشہور کی تھیں اعتماد کے لائق نہیں ہیں -

معلوم ہوتا ہے کہ خود اُس زمانے میں بھی جبکہ سب واقعات ہو رہے تھے اور یہ حدیثیں پھیل رہی تھیں ایسے بھی لوگ تھے جو مہدی کے منکر تھے ، کیونکہ اُس وقت ایک حدیث بنائی گئی کہ جو شخص مہدی کا انکار کرے وہ کافر ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ

عن جابر قال قال رسول اللہ صلعم من کذب بالمہدی فقد کفر و من کذب بالدجال فقد کذب (فوائد الاخبار لابی بکر العسکاف)

اگر اُس وقت میں منکرین مہدی موجود نہ ہوتے تو اُس حدیث کے بنانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی اور وہ حدیث یہ ہے : فواید الاخبار مصنفہ ابی بکر العسکاف میں جابر سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی جھٹلاوے مہدی کے ہونے کو وہ کافر ہو گیا اور جو جھٹلاوے دجال کے ہونے کو وہ جھوٹا ہو گیا -

مگر یہ حدیث بھی محض جھوٹی اور وضعی ہے ؛ ابن خلدون نے اس کی نسبت لکھا ہے کہ یہی

وحسبک ہذا غلوا و اللہ اعلم بصحۃ طریقہ الی

بات کافی ہے کہ یہ نہایت غلو ہے اور خدا ہی اس حدیث کی

مالک ابن انس علی ان ابی بکر العسکاف عندهم متهم وضاع (صفحه ٢٦١)

صحت کے طریقے کو مالک ابن انس تک جانتا ہوگا ۔ علاوہ اس کے یہ بات ہے کہ ابوبکر العسکاف اہل حدیث کے نزدیک متہم ہے اور بہت بڑا جھوٹی حدیثیں بنانے والا ہے ۔

یہ تمام جھگڑے تو بنی فاطمہ اور بنی عباس کے تھے جو اپنے تئیں مستحق خلافت سمجھتے تھے ، مگر اس میں بعض استاد اور کود پڑے اور انہوں نے ایک لفظ حدیث میں بدل کر امتی کا لفظ داخل کر دیا ، تاکہ مہدی کا پیدا ہونا صرف بنی فاطمہ یا بنی عباس پر موقوف نہ رہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ

(١٩) (زیدالعمی) عن ابی سعید الخدری قال سئلنا عن النبی صلعم فقال ان فی امتی المهدی یخرج یعیش خمسا او سبعا او تسعا فیجئی الیه الرجل فیقول یا مهدی اعطنی اعطنی قال فیحسی له فی ثوبه ما استطاع ان یحمله ۔
(ترمذی صفحه ۳۴۱)
(ومثل هذا فی ابن ماجه صفحه ۴۳۹)

" ابو سعید خدری نے کہا کہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ، حضرت نے فرمایا کہ میری امت میں مہدی ہوگا ، وہ خروج کرے گا اور پانچ برس یا سات برس یا نو برس جیتا رہے گا ، پھر اس کے پاس ایک شخص آوے گا اور کہے گا اے مہدی ! مجھے دو ، مجھے دو ، حضرت نے فرمایا کہ پھر مہدی اس کو دونوں لپین بھر کر اس کے کپڑے میں ڈالے گا جس قدر وہ اٹھا سکے ۔ "

یہ حدیث تو ترمذی کی ہے اور اسی طرح کی ایک حدیث ابن ماجه میں ہے اور اس میں بھی آمتی کا لفظ ہے، مگر ان دونوں حدیثوں میں زید العمی ایک راوی ہے جو نا معتبر ہے اور اسی سبب سے یہ حدیث مردود ہے - ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ابو حاتم نے اس کے حق میں کہا ہے کہ اس کی حدیث ضعیف ہی لکھ لی جاوے اور سند نہ پکڑی جاوے اور یحییٰ بن معین نے ایک دوسری روایت میں کہا ہے کہ وہ کچھ چیز نہیں ہے اور مرہ نے کہا ہے کہ اس کی حدیث اور وہ تو ضعیف ہے اور ابو زرعه نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں ہے، واهی حدیثیں کہتا ہے اور ابو حاتم نے بھی یہی کہا ہے وہ تو ایسا نہیں ہے اور شعبه نے اس سے حدیث روایت کی ہے اور نسائی نے کہا کہ وہ ضعیف ہے -

زید العمی - قال فیه ابو حاتم ضعیف یکتب حدیثه ولا یحتج به وقال یحیی بن معین فی روایة اخری لا شئی وقال مرة یکتب حدیثه وهو ضعیف وقال ابو زرعه لیس بقوی واهی الحدیث وقال ابو حاتم لیس بذلک وقد حدث عنه شعبة وقال النسائی ضعیف (صفحه ٢٦٣ و ٢٦٤) -

اس حدیث کی بدولت دنیا میں بڑے بڑے کام ہوئے - بہت سے لوگوں نے بلا لحاظ اس بات کے کہ وہ بنی فاطمه ہیں یا بنی عباس صرف آمتی ہونے کی دلیل سے مہدیت کا دعویٰ کیا اور کبھی زیادہ اور کبھی کم لوگ اُن کے معتقد ہو گئے، یہاں تک کہ ایک فرقہ مہدویه قائم ہو گیا جن کا اعتقاد یہ ہے کہ مہدی موعود آیا اور گزر گیا - شیخ مبارک، ابوالفضل کا باپ بھی مہدویه فرقے میں سے تھا -

مگر جبکہ عام لوگوں نے دیکھا کہ جن لوگوں نے مہدیت کا دعویٰ کیا اُن کے آنے سے دنیا میں وہ تبدیلیاں واقع نہیں ہوئیں جن کے ہونے کی وہ توقع کرتے تھے ، اُنھوں نے مہدی موعود کا آنا دنیا کے خاتمہ ہونے کے قریب قرار دیا اور دجال کے پیدا ہونے اور حضرت مسیح کے آسمان پر سے اُترنے کے زمانے سے مہدی موعود کے ہونے کا زمانہ ملا دیا اور اسی پر اب عام مسلمانوں کا اعتقاد ہے ، مگر ہمارے اس آرٹیکل سے ظاہر ہو گیا ہو گا کہ مہدی کے آنے کی کوئی پیشین گوئی مذہب اسلام میں ہے ہی نہیں ، بلکہ وہ سب ایسی ہی جھوٹی روایتیں ہیں جیسے کہ دجال اور مسیح کے آنے کی ۔

شیعوں نے اس سے بڑھ کر کام کیا ، وہ یہ اعتقاد کرتے ہیں کہ مہدی پیدا ہوئے ، جبکہ وہ دو ڈھائی برس کے ہوئے تو فرشتے اُن کو اُٹھا لے گئے اور ایک غار میں چھپا رکھا ۔ گو سینکڑوں برس گزر گئے ، مگر وہ اس غار میں زندہ موجود ہیں اور چھپے ہوئے بیٹھے ہیں ، جب دنیا اخیر ہونے کو ہوگی تو وہ نکلیں گے اور دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے اور اخیر زمانے کے امام اور مہدی ہوں گے ۔

امام کے معنی پیشوا کے ہیں ، معلوم ہوتا ہے کہ اول اول یہ لقب ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن العباس نے اختیار کیا تھا ، کیونکہ اُس وقت اُن کو ملک پر کچھ حکومت نہ تھی اور اس لیے خلیفہ یا امیر کا لقب اختیار نہیں کر سکتے تھے ۔ پس بامید آئندہ امام کا لقب اختیار کیا تھا ، جب ہی سے پیشوایان دین کو یہ لقب ملنے لگا ، چنانچہ دوازدہ امام کا (جن میں سے بارھویں شیعوں کے مذہب کے مطابق امام مہدی ہیں جو غائب ہو گئے ہیں) اسی وجہ سے امام لقب ہوا ہے ۔

اسلامی سلطنت کا زوال

سرسید کا ایک ناتمام مضمون ۔ منقول از ''آخری مضامین سرسید''

سرسید نے یہ مضمون اپنی وفات سے ایک ماہ پہلے لکھنا شروع کیا تھا، مگر اسے مکمل نہ کر سکے اور اس کا مسودہ سرسید کے لٹریری اسسٹنٹ مولوی سید وحید الدین سلیم کے پاس ناتمام حالت میں پڑا رہا ۔ جب سرسید کے انتقال کے بعد مولانا سلیم نے علی گڈھ سے رسالہ معارف جاری کیا تو انھوں نے اس میں یہ مضمون شائع فرمایا ۔ معلوم نہیں کہ سرسید مرحوم اس مضمون میں سلطنت اسلامیہ کے زوال و انشقاق کی تاریخ بیان کرنے کے بعد کن خیالات کا اظہار کرنا چاہتے تھے ۔ مضمون کی تمہید سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے عروج اور ان کے تنزل کی تاریخ بیان کرنے کے بعد سرسید قوموں کے عروج و زوال کے فلسفے پر اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہتے تھے جس کی موت نے انھیں مہلت نہ دی ۔ سرسید نے مضمون کا کوئی عنوان قائم نہیں کیا کہ اس ہی سے مضمون کے موضوع کا پتا چلتا ۔ سرسید کا قاعدہ تھا کہ مضمون ختم کرنے کے بعد اس کا عنوان لکھا کرتے تھے :

چونکہ مضمون اُن کی زندگی میں پورا نہیں ہوا ، اس لیے
اُنھوں نے اس کا کوئی عنوان بھی قائم نہیں کیا ۔ عنوان
میں نے لکھا ہے ۔ (محمد اسماعیل پانی پتی)

ہر ایک قوم کی ترقی ، عروج اور نام آوری کی ایک عمر
ہوتی ہے ، جس طرح کہ ایک انسان کی ۔ انسان پیدا ہوتا ہے ،
بڑھتا ہے ، جوان ہوتا ہے، بوڑھا ہوتا ہے اور آخیر کو مر جاتا ہے ۔
اس کے بڑھنے، جوان ہونے ، اور بڈھا ہونے مرنے کے طبعی اسباب
ہوتے ہیں جو کسی کے روکے سے رک نہیں سکتے ۔ اسی طرح
ایک وحشی قوم ترقی کرتی ہے ، نام آور ہوتی ہے ، عروج پر پہنچ
جاتی ہے ، پھر تنزل شروع کرتی ہے ۔ بڑھاپا آسے آ جاتا ہے اور
پھر ایسی گمنام ہو جاتی ہے کہ اس پر موت کا اطلاق ہوتا ہے ۔

قوم کا تنزل ایک طبعی امر ہے ، جس طرح انسان کا بوڑھا
ہونا طبعی امر ہے ۔ بڑھاپے کے امراض کو لوگ جانتے اور
پہچانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ مرض ہیں ، مگر نہ اُس کی دوا
ہو سکتی ہے اور نہ وہ جاسکتے ہیں ، کیونکہ وہ طبعی ہوتے ہیں
اور طبیعت بدلتی نہیں ۔ جو لوگ قوم کے خیر خواہ ہوتے ہیں ،
وہ اُن مرضوں کی تشخیص کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اُن کا
علاج ممکن ہے اور نہایت کوشش سے اُس کے علاج پر متوجہ
ہوتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ہمارے ہی قصور اور غفلت سے
یہ مرض لگ گئے ہیں ، مگر در حقیقت یہ بات یوں نہیں ہوتی ،
بلکہ قوم کی طبیعت ہی ایسی ہو جاتی ہے کہ وہ امراض جو
باعث تنزل ہیں خود قوم کی طبیعت بن جاتے ہیں اور اس لیے
علاج پذیر نہیں ہوتے ۔

عرب کی وحشیانہ حالت سے ترقی کی پہلی سیڑھی تمدنی حالت کی
طرف مائل ہونا تھی ۔ اُن لوگوں نے جو خانہ بدوش پھرتے تھے

مختلف مقامات پر سکونت اختیار کی اور توالد و تناسل سے آبادی کی کثرت ہوتی گئی ۔ اُن کے تمدنی تعلقات صرف اسی گروہ میں محدود تھے جو ایک جگہ آباد تھی ۔ ہر ایک گروہ دوسرے گروہ سے اس طرح علیحدہ رہتے تھے جیسے مختلف قسم کے جانور کہ باوجود ایک میدان میں رہنے کے ایک دوسرے سے علیحدہ رہتے تھے ۔ اس تفرق کا طبعی نتیجہ یہ تھا کہ ہر ایک گروہ کے لیے جدا جدا نام اور لقب قائم ہوں ، تاکہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے ملنے نہ پاوے ، ایک گروہ دوسرے گروہ کے معبود کو پسند نہ کرے ، بلکہ اپنے لیے جدا جدا معبود قرار دے ۔ ایک دوسرے پر غلبے اور تفوق کی کوشش کرے اور ہر گروہوں میں ہمیشہ جنگ و جدل و بغض و عداوت قائم رہے ۔ عرب کی یہی حالت تھی کہ جب اُس نے ترقی شروع کی تھی اور گو یہ سب باتیں ترقی کے موانع میں سے تھیں ، لیکن زوال پذیر تھیں ، کیونکہ قوت نمو موجود تھی اور وہ ان سب موانع کو دور کر سکتی تھی جیسے کہ ایک بچے کی قوت نمو اُس کے ضعف کو اور اُن امراض کو جو طبعی طور پر بچپن میں لاحق ہوتے ہیں دور کرتی ہے ، مگر جب یہی امراض کسی قوم میں ترقی کے بعد لاحق ہوتے ہیں تو زوال پذیر نہیں ہوتے جیسے کہ بچپن کے زمانے کے امراض بڑھاپے میں لاحق ہونے سے جا نہیں سکتے ۔

اُن کی قوت نمو کچھ نہ کچھ ان امراض کو دور کرتی جاتی تھی اور وہ ایک دوسرے کے حلیف ہونے لگے تھے ، مگر اُن میں ایک ایسی قوت نمو کی ضرورت تھی جو ان سب مرضوں کو دور کر دے ۔ وہ زمانہ آیا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ''انی رسول اللہ فاتبعونی'' کل قومیں اس کلمے کی مخالفت میں متحد ہو گئیں اور یہی اتحاد ، گو کہ

مخالفت میں تھا ، اُس قوی قوت نمو کے پیدا ہونے یا موجود ہونے کی بشارت دیتا تھا ۔ تمام مختلف امراض جو قوموں میں تھے اُس کے مقابل مضمحل ہو گئے یا معدوم یا قریب معدوم ہونے کے پہنچ گئے صرف ایک مرض شدید " لا نسلم انت رسول اللہ " کل قوموں میں پھیلا ہوا رہ گیا ۔ تائید الٰہی اور نصرت سماوی نے ، یا یوں کہو کہ سچ کے طبعی اثر نے یا نمو کی طبعی قوت نے اُس مرض کو دور کیا اور سب نے کہا " الشہد انت رسول اللہ نتبعک " دفعۃً تمام موانع ترقی دور ہو گئے ۔ قوت نمو اپنی پوری قوت سے اپنا کام کرنے لگی ۔ سب کا معبود ایک ہو گیا ، تمام اختلافات دور ہو گئے ، عداوتیں مٹ گئیں ، آپس کی لڑائیاں موقوف ہو گئیں ، دینی اور دنیاوی سرداری نے ایک مرکز پر قرار پایا اور تفوق کی مخالفانہ خواهشیں جو ایک کو دوسرے کے ساتھ تھیں جاتی رہیں اور بر خلاف اُس کے اطاعت و محبت اور اتفاق و ہمدردی میں تفوق حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہو گئی ۔ تمام مختلف گروہیں ایک قوم ہو گئیں ۔ قومیت کا اصول جو نسل پر محدود تھا وسیع ہو گیا اور جس نے کہا " اشہد ان لا الہ الا اللہ و ان محمد الرسول اللہ " کسی نسل کا تھا ، اُسی ایک قوم کا ہو گیا ۔ کما قال اللہ تعالیٰ " انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون ۔ " قوم قوم ہو گئی ، جوانی میں بھر پور ہو گئی ، ترقی اور عروج کے اعلیٰ درجے پر پہنچ گئی ۔ خدا نے بھی اس پر اپنا بڑا احسان جتایا اور فرمایا "ھوالذی ایدك بنصرہ وبالمومنین الف بین قلوبھم لو انفقت ما فی الارض جمیعاً ما الفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم انہ عزیز حکیم " افسوس کہ جوانی کی عمر صرف

دس برس رہی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی رحلت کے بعد ہی وہ امراض شروع ہوئے جو جوانی کی حالت میں شروع ہوتے ہیں اور جوانی کی قوت ان کو دفع کرتی ہے اور اپنی قوت کو قائم رکھتی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے زمانۂ حیات میں کسی کو کسی کے تفوق کا خیال نہ تھا، مگر انتقال ہوتے ہی یہ خیال پیدا ہوا۔ ہم دل سے قبول کر لیں گے کہ وہ خالصاً للہ تھا اور دنیاوی کچھ لگاؤ اس میں نہ تھا، مگر وہ وجود میں آیا۔ اس کا وجود میں آنا ایک طبعی امر تھا، مگر قوم کی جوانی بھر پور تھی، اس نے کچھ زیادہ اثر نہیں کیا، تھوڑی سی حرارت ہو کر جاتی رہی، مگر بیماری نے گھر دیکھ لیا۔

گو اس بیماری نے اس وقت کچھ اثر نہیں کیا، مگر اس نے پیچھا نہیں چھوڑا، رفتہ رفتہ اپنا کام کرتی رہی، چنانچہ حضرت عثمان کی شہادت، جنگ جمل اور جنگ صفین، شہادت حضرت علی مرتضٰی، ترک خلافت حضرت امام حسن، شہادت حضرت امام حسین، حرمین کے واقعات درد آلود، سب اسی بیماری کے نتائج میں سے تھے۔

سب سے بڑا نشان قومی تنزل کا حکومت یا سلطنت کا تقسیم ہو جانا ہے۔ حضرت علی مرتضٰی اور معاویہ بن ابو سفیان، امام حسن علیہ السلام نے کمال دانائی و بردباری اور عالی ہمتی اور قومی ہمدردی سے اس کو مٹایا اور ترک خلافت کیا، مگر حضرت عبداللہ بن زبیر نے حجاز میں مستقل حکومت قائم کرنے سے پھر اس علامت کو تازہ کیا، مگر تھوڑا ہی زمانہ گزرا تھا کہ عبدالملک ابن مروان نے اس حکومت کو برباد کر دیا۔ عبداللہ ابن زبیر بھی شہید ہوئے اور پھر کل سلطنت

اسلامیہ کا مدار ایک مرکز پر جمع ہو گیا اور عروج جیسا کہ تھا پھر قائم ہوا ۔ گو بنی امیہ کی سلطنت بھی بنی فاطمہ علیہ السلام اور علویوں عباسیوں کے اندیشے سے خالی نہ تھی ، مگر وہ ایسی مستحکم تھی کہ ایک زمانے تک کوئی شخص اُس کو ہلا نہ سکا ۔

مگر عباسی اپنی دھیمی اور دور اندیش اور خاموش تدبیر میں کامیاب ہوئے ۔ بنی اُمیہ کو اُنھوں نے نکالا اور خود سلطنت حاصل کی ، مگر پوری قوت ایک مرکز پر قائم نہ رہی ۔ بنی اُمیہ کے خاندان کا ایک شخص عبدالرحمان اندلس میں جا پہنچا اور وہاں ایک مستقل جداگانہ سلطنت قائم کرنے میں کامیاب ہوا اور سلطنت اسلامیہ دو ٹکڑے ہو گئی ۔ با ایں ہمہ عباسیوں کے وقت میں مسلمانی سلطنت غایت درجے کمال پر ترقی کر گئی تھی ، مگر عیش و عشرت اور مظالم بھی ، خصوصاً سادات پر اپنے درجۂ کمال پر پہنچ گئے تھے ۔ عہد جوانی ختم ہو گیا تھا اور مطابق قانون طبعی کے بڑھاپے کا زمانہ شروع ہونے والا تھا ، وہ آ موجود ہوا اور کسی تدبیر سے نہیں رکا ۔ سلطنت کے ٹکڑے ہونے شروع ہوئے ، پھر ادریس نے ایک مغربی سلطنت قائم کی اور برابرہ اور مغلیہ اور زناتہ اس کے شریک ہو گئے ۔ پھر شیعوں نے خروج شروع کیا اور کتامہ اور صنہاجہ کی مدد سے مغرب اور افریقہ میں ایک اور سلطنت قائم کی اور مصر ، شام اور حجاز پر بھی قبضہ کر لیا اور ادریسیوں کو بھی برباد کر دیا ۔ اب تین مسلمانی سلطنتیں ہو گئیں ۔ ایک عباسیوں کی اور دوسری بنی اُمیہ مجددین کی اندلس میں اور عبیدیین کی افریقہ ، مصر ، شام اور حجاز میں ۔

بعد اس کے عباسیوں کی سلطنت کے اور بھی ٹکڑے ہو گئے ۔ سامانیوں نے خراسان اور ماوراء النہر میں سلطنت قائم کی ،

علویین نے دیلم و طبرستان میں ، یہاں تک کہ انھوں نے عراقین اور بغداد پر بھی قبضہ کر لیا ۔ پھر سلجوق اٹھے اور انھوں نے ان سب کو مار ہٹایا ، مگر پھر ان کی سلطنت کے بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے ۔ اسی طرح سلطنت مغاربہ پر جو صنہاجہ اور افریقہ میں تھی ۔ بادیس کے عہد میں اس کے چچا عماد نے خروج کیا اور سلطنت کے دو ٹکڑے ہو گئے ۔ موحدین کی سلطنت کا بھی جو افریقہ میں تھی یہی حال ہوا ۔ بنو ابی حفص نے خروج کیا ، انھوں نے ملک لیا اور ایک سلطنت قائم کر دی ۔ اسی طرح تمام افریقہ کے ٹکڑے پر جدا جدا سلطنتیں قائم ہو گئیں اور مجموعی طاقت جو مسلمانی سلطنت کی تھی ٹکڑے ٹکڑے اور ریزہ ریزہ ہو گئی ۔

سِلسِلَۃُ الْمُلُوک

(ایک عجیب و غریب تاریخی فہرست)

۱۲۶۸ ھجری مطابق ۱۸۵۲ عیسوی میں نہایت کاوش و محنت اور تحقیق و تلاش کے بعد سرسید مرحوم نے ایک نہایت جامع اور مکمل تاریخی فہرست راجگان اندرپت اور شاہان دھلی کی بہت سی نادر کتابوں سے اخذ و انتخاب کر کے مرتب کی جس میں ابتدا سے ۱۸۵۲ء تک کے پانچ ہزار برس کے دھلی میں راج کرنے والے تمام راجاؤں اور بادشاھوں کے نام ، سنہ جلوس ، سنہ وفات اور دیگر ضروری کوائف مہیا کیے اور تیاری کے بعد اس قیمتی فہرست کو دھلی کے مطبع شرف المطابع میں چھپوا کر شائع کیا ۔ فہرست بڑی تقطیع کے ۶۹ صفحات پر آئی ، کیونکہ نہایت کھلی کھلی اور خوشخط لکھی ہوئی ھے ، اور جدولوں کی شکل میں ھے ۔

یہ فہرست اگرچہ اس وقت قطعاً نایاب اور نایید ھے ، مگر خوش قسمتی سے اس کا ایک مکمل نسخہ بہت اچھی حالت میں لاھور کی پنجاب پبلک لائبریری میں موجود اور محفوظ ھے ۔ وھاں اس کا نمبر س ۲ ۰ ۰ ۹۵۴۴ ھے ۔ میں بےانتہا ممنون ھوں اپنے محترم دوست مکرمی سردار مسیح صاحب ایم ۔ اے ۔ انچارج شعبہ

مشرقیات پنجاب پبلک لائبریری کا کہ اُن کی عنایت اور مہربانی کی بدولت میں بڑی آسانی سے اس نایاب فہرست کی نقل قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کے قابل ہو سکا ۔

ھجری حساب سے یہ تاریخی فہرست آج سے ایک سو بارہ برس پہلے سرسید مرحوم نے مرتب کی تھی، لہٰذا اس کی عبارت اُسی قسم کی ھے جو اُس وقت رائج تھی ۔ اُس وقت کی طرز کتابت آج کل نہ روانی کے ساتھ پڑھی جا سکتی ھے، نہ آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ھے، اس لیے میں نے ناظرین کی سہولت کے لیے عبارت اور مطلب کو بدلے بغیر اس کو موجودہ رسم الخط میں لکھا ھے ۔ امید ھے یہ قابل قدر مضمون تاریخ کے شائقین کو بہت سی موٹی موٹی کتابوں کی ورق گردانی سے مستغنی کر دے گا، کیونکہ اس میں سرسید مرحوم نے دھلی کی تاریخ کے متعلق وہ سب کچھ جمع کر دیا ھے جو بعض مرتبہ بڑی بڑی کتابوں کے دیکھنے کے بعد بھی حاصل نہیں ہوتا ۔ اس تاریخی فہرست کے مطالعے سے بیک نظر دھلی کے تمام راجاؤں اور بادشاھوں کی تاریخ آنکھوں کے سامنے آ جاتی ھے ۔ (محمد اسماعیل پانی پتی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کل من علیھا فان و یبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد خیر خلقہ و علیٰ آلہ و اصحابہ افضل الصلوٰۃ و اکمل السلام ۔ اللہ اور اللہ کے رسول کی حمد و نعت کے

بعد سید احمد خاں بیٹا سید محمد متقی خاں بہادر مرحوم اور پوتا جوادالدولہ جواد علی خان بہادر مرحوم اور نواسہ نواب دبیر الدولہ امین الملک خواجہ فرید الدین احمد خان بہادر مصلح جنگ مغفور کا یہ عرض کرتا ہے کہ جس زمانے میں صاحب والا مناقب ، عالی مناصب ، عدالت گستر ، رعیت پرور ، مسٹر آرتھر آسٹن رابرٹس صاحب بہادر دام اقبالہ صاحب کلکٹر و مجسٹریٹ شاہجہان آباد نے کتاب آثار الصنادید کا انگریزی میں ترجمہ شروع کیا اور اُس کی نہایت صحت کی تاکید فرمائی تو بسبب اختلاف کتب تواریخ اور غلطی کاتبوں کے ہر امر کی صحت میں کمال دقت اور نہایت کلفت ہوتی تھی اور بسبب نہ مرتب ہونے سلسلہ حکومت بادشاہوں اور راجوں کے اس کتاب کی صحت نہ ہو سکتی تھی ، کیونکہ اس کتاب میں اگلے بادشاہوں اور امیروں اور راجاؤں کی بنائی ہوئی عمارتوں کا حال ہے ۔ پھر جب تک کہ اُن بادشاہوں اور راجاؤں کا حال بصحت معلوم نہ ہو اُس وقت تک اس کتاب کی صحت کیونکر ہو ؟ اس واسطے میں نے دھلی کے راجاؤں اور بادشاہوں کی فہرست بنائی جس میں پانچ ہزار برس کے راجاؤں اور بادشاہوں کا حال تھا ۔ اتفاق سے وہ فہرست صاحب ممدوح کے ملاحظے سے گزری اور پسند طبع عالی ہوئی ۔ اس سبب سے میں نے خیال کیا کہ اگر وہ بطریق اسلوب مرتب ہو جاوے اور ایک کتاب بن جاوے تو نہایت مفید ہو گی اور یہ مختصر کتاب وہ فائدہ دے گی جو بڑی بڑی کتابوں سے بھی حاصل نہ ہوتا ۔ اللہ تعالیٰ نے میرے اس ارادے کو پورا کیا ۔ اور رفتہ رفتہ وہ فہرست ایک کتاب بن گئی اور سلسلۃ الملوک اس کا نام رکھا ۔ خدا کرے کہ پسند طبع صاحب ممدوح کے ہو جن کی قدر دانی اور رئیس پروری سے یہ عجیب چیز تالیف ہوئی ،

لیکن راجاؤں اور بادشاہوں کا حال بیان کرنے سے پہلے چند باتیں قابل جان لینے کے ھیں -

پہلی یہ کہ جو شخص ہندوؤں کی تاریخ لکھنے کا ارادہ کرے اس کو لازم ھے کہ پہلے حضرت نوح علیٰ نبینا و علیہ الصلواۃ والسلام کے طوفان کی تحقیق بیان کرے کہ وہ کیا تھا اور کیونکر تھا اور کب تھا ، کیونکہ ہندو تو زمانے کو قدیم مانتے ھیں اور بہت پرانی تاریخوں کا ذکر کرتے ھیں اور نہایت پرانے حالات بیان کرتے ھیں اور ھم لوگ اھل کتاب اس بات کے قائل ھیں کہ جو کچھ سلسلہ اب عالم میں ھے وہ سب طوفان نوح کے بعد کا ھے ، پھر ہندوؤں کی تاریخ کی صحت کیونکر ہو ؟ اس واسطے پہلے طوفان نوح کا حال بیان کرنا چاھیے -

واضح ھو کہ وہ قومیں جو " مشبہ بالکتاب " ھیں (یعنی اگرچہ اپنے پاس اللہ کی بھیجی ہوئی کتاب بتاتے ھیں ، لیکن ھم لوگ اس کو نہیں مانتے) حضرت نوح کے طوفان کے قائل نہیں - اور وہ چار قومیں ھیں :

(۱) ایک ہندو جن کی تاریخ ھم بیان کرتے ھیں -

(۲) دوسری خطا اور چین والے -

(۳) تیسری مجوسی ، یعنی پارسی آگ کے پوجنے والے -

(۴) چوتھی اگلے زمانے کے ترک -

اور ان کے سوا " اھل کتاب " یعنی وہ قومیں جن پر اللہ نے کتاب نازل کی ، وہ سب طوفان نوح کی قائل ھیں اور وہ بھی چار قومیں ھیں :-

(۱) ایک وہ لوگ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے اگلے نبیوں کی امت میں تھے -

(۲) دوسری یہوذی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت والے -

(۳) تیسری مسیحی ، حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیه الصلواة والسلام کی امت والے -

(۴) چھوتھی مسلمان ، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیه وسلم کی امت والے -

بعضے مجوسیوں نے اس بات کا اقرار کیا ھے کہ طوفان تمام عالم میں نه تھا ، بلکه صرف بابل اور اُس کے قرب و جوار میں تھا ، اور عقبه حلوان سے جو مدائن کا ایک شہر عراق عرب میں بغداد اور اصفہان کے بیچ میں ھے ، طوفان نے تجاوز نہیں کیا - اسی سبب سے کیومرس کی اولاد جو مشرق میں رهتی تھی ، طوفان سے بچ گئی - اسی طرح ترک اور چین اور هند والے بھی کہه سکتے هیں ؛ مگر یه بات بالکل غلط ھے ، کیونکه توریت مقدس سے ثابت هوتا ھے کہ طوفان تمام عالم میں تھا - چنانچه توریت مقدس کے رساله پیدائش کے ساتویں باب کے انیسویں درس میں لکھا ھے کہ پانی نے زمین پر بہت سے بہت غلبه کیا کہ جتنے اونچے پہاڑ آسمان کے نیچے تھے سب چھپ گئے اور اسی باب کے تیئیسویں درس میں لکھا ھے کہ خدا نے چاھا کہ تمام کائنات جو زمین پر تھی ، انسان اور چوپایه اور حشرات اور پرند جانور سب کو زمین پر سے مٹا دے ، صرف حضرت نوح اور جو اُن کے ساتھ کشتی میں تھے بچ گیے -

هندوؤں کی تاریخ جو پانچ هزار برس سے پہلے کی ھے ، وہ تو ایک افسانه سا معلوم هوتا ھے - الا پانچ هزار برس کی تاریخ جو هم لکھتے هیں قریب القیاس اور صحیح معلوم هوتی ھے اور یه بھی اسی پر دلیل ھے کہ طوفان کے بعد جو حال ھے وہ صحیح اور اس سے پہلے کا بطور کہانی ھے - اب یه بات قابل بیان کے رہ گئی کہ طوفان کو کتنی مدت هوئی - خاص مسلمانوں کی مذهبی کتابوں

میں طوفان کی مدت کا بیان نہیں ہے ، الا توریت مقدس میں جس کو مسلمان بھی مانتے ہیں عالم کی پیدائش اور طوفان کی مدت کا ذکر ہے - توریت مقدس کی کتابیں جو پائی جاتی ہیں تین ہیں :

۱- ایک توریت سامریہ جس کو انگریزی میں سمارٹین کہتے ہیں -

۲- دوسری اصل عبری -

۳- تیسری یونانی جس کو انگریزی میں سپیتو ایجنٹ کہتے ہیں -

ان تینوں توریتوں سے مدت پیدائش عالم اور زمانہ طوفان کا مختلف نکلتا ہے ، مگر تاریخ والے یونانی توریت پر اعتماد کرتے ہیں ، کیونکہ اس توریت کا ترجمہ دو سو ستر برس پہلے سنہ مسیحی سے بہتر علمائے یہود نے بطلیموس ثانی کے لیے جو سکندر کے بعد دوسرا بطلیموس ہے ، کیا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کے بعد عبری توریت پر یہودیوں کی دشمنی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لانے کے سبب بھروسا نہیں کرتے - اسی سبب ہم نے بھی جو طوفان کی مدت اختیار کی ہے وہ یونانی توریت مقدس کے حساب پر درست ہے ، چنانچہ اس مقام پر ہم ان حسابوں کو بیان کرتے ہیں :

حساب توریت یونانی

نام واقعہ	تعداد زمانہ	کیفیت
ازهبوط آدم تا طوفان	۲۲۴۲	
از طوفان تا ولادت ابراہیم[ع]	۱۰۸۱	
ازولادت ابراہیم تاوفات موسیٰ[ع]	۵۰۴۵	
از وفات موسیٰ تا ظہور بخت نصر	۹۷۹	اس مدت میں سے منجمین دو سو انچاس برس کم کرتے ہیں

نام واقعہ	تعداد زمانہ	کیفیت
از ظہور بخت نصر تا غلبہ سکندر بر دارا	۴۳۴	
از زمان سکندر تا ولادت مسیح	۳۰۴	
از ولادت حضرت مسیح تا ہجرت	۶۳۱	
از ہجرت تا الیوم (۱۸۵۲ء مطابق ۱۲۶۸ھ)	۱۲۳۰	
	۷۴۳۶	

اس حساب بموجب طوفان کو پانچ ہزار دو سو چار برس ہوئے ، اور ہم نے یہ تاریخ چار ہزار نو سو ستر برس کی لکھی ہے کہ طوفان سے دو سو ستائیس برس بعد کی ہے اور ممکن ہے کہ اس مدت میں حضرت نوح کی اولاد تمام عالم میں منتشر ہو گئی ہو اور ہندوستان میں بھی آ بسی ہو ، کیونکہ طوفان کے ایک برس بعد بابل آباد ہوا اور انسان عالم میں منتشر ہونے لگے اور زبانوں کی تبدیلی شروع ہو گئی -

حساب توریت سامریہ

نام واقعہ	تعداد زمانہ	کیفیت
از ہبوط آدم تا طوفان	۱۳۰۷	
از طوفان تا ولادت ابراہیم	۹۴۲	
ازولادت ابراہیم تا وفات موسیٰ	۵۴۵	
از وفات موسیٰ تا ولادت		

نام واقعہ	تعداد زمانہ	کیفیت
حضرت مسیح	۱۷۱۷	اس مدت میں سے منجمین دو سو انچاس برس کم کرتے ہیں
از ولادت حضرت مسیح تا ہجرت	۶۳۱	
از ہجرت تا الیوم (۱۸۵۲ء مطابق ۱۲۶۸ ہجری)	۱۲۳۰	
	۶۳۶۷	

اس حساب بموجب طوفان کو پانچ ہزار ساٹھ برس ہوئے ، مگر اس توریت پر تاریخ والے بھروسا نہیں کرتے ، کیونکہ اس توریت سے ثابت ہوا کہ ہبوط آدم اور طوفان میں ایک ہزار تین سو سات برس کا فاصلہ ہے ، اور جب طوفان آیا تو عمر حضرت نوح کی بالاتفاق چھ سو برس کی تھی اور حضرت آدم کی عمر بالاتفاق نو سو برس کی ہوئی ، تو اس سے لازم آیا کہ حضرت نوح نے دو سو برس تک حضرت آدم کو دیکھا ہو اور نیز اپنے آباؤاجداد سے ملاقات کی ہو اور یہ نہیں ہوا ۔ اس سبب سے اہل تاریخ نے اس توریت کو چھوڑ دیا ۔

حساب توریت عبری

نام واقعہ	تعداد زمانہ	کیفیت
از ہبوط آدم تا طوفان	۱۶۵۶	
از طوفان تا ولادت حضرت ابراہیم	۲۹۲	
از ولادت ابراہیم تا وفات موسیٰ	۵۴۵	

نام واقعه	تعداد زمانه	کیفیت
از وفات موسیٰ تا ولادت مسیح	۱۷۱۷	اس مدت میں سے منجمین دو سو انچاس برس کم کرتے ھیں
از ولادت حضرت مسیح تا هجرت	۶۳۱	
از هجرت تا الیوم (۱۸۵۲ء مطابق ۱۲۶۸ هجری)	۱۲۳۰	
	۶۰۷۱	

اس حساب بموجب طوفان کو چار هزار چار سو پندره برس هوئے ، مگر اس توریت پر بھی تاریخ والے بھروسا نہیں کرتے ، کیونکه اس توریت بموجب طوفان میں اور ولادت حضرت ابراهیم میں دو سو بانویں برس کا فاصله هے ، اور طوفان کے بعد حضرت نوح بالاتفاق ساڑھے تین سو برس زنده رهے ۔ اس سے لازم آیا که حضرت نوح نے اٹھاون برس تک حضرت ابراهیم سے ملاقات کی هو، اور یوں نہیں هوا ، کیونکه حضرت نوح کے بعد هود کی اُمت هوئی اور اس کے بعد حضرت صالح کی اُمت هوئی ۔ اس سبب سے اهل تاریخ نے اس توریت کو بھی چھوڑ دیا ۔

علاوه اس کے یونانی توریت کے اختیار کرنے کا بڑا سبب یه هے که کتب بنی اسرائیل میں خبر تھی که حضرت عیسیٰ علیه السلام پانچ هزار برس کے بعد چھٹے هزار برس میں پیدا هوں گے یه خبر یونانی توریت کے حساب بموجب صحیح پڑتی هے ، اور اور توریتوں کا حساب ٹھیک نہیں آتا ، کیونکه حضرت عیسیٰ کے پیدا هونے کے بعد یهودیوں نے آپ کی دشمنی سے زمانے کی مدت کو

کم کر دیا ، اس حکمت سے کہ جس زمانے میں جو شخص پیدا
ہوا تھا اُس سے سو برس پہلے کی پیدایش بیان کی - مثلاً حضرت
آدم کی عمر دو سو تیس برس کی تھی جب حضرت شیث پیدا ہوئے،
یہودیوں نے بیان کیا کہ اس زمانے میں حضرت آدم کی عمر ایک
سو تیس برس کی تھی - اسی طرح ہر جگہ کمی کر دی کہ
کسی کی عمر میں بھی کمی نہ ہوئی اور زمانے کی مدت کم
ہو گئی -

جب ایسا کر چکے تو کہنے لگے کہ حضرت عیسیٰ تو
شروع پانچویں ہزار برس میں پیدا ہو گئے - اُن کی خبر تو چھٹے
ہزارویں برس میں پیدا ہونے کی تھی -

حساب مختار اہل تاریخ انگریزی

سال ماقبل سنہ مسیحی	نام واقعہ	زمانہ مابین الواقعتین	کیفیت
۴۰۰۴	ہبوط آدم		
۲۳۴۸	طوفان	۱۶۵۶	موافق توریت عبری
۱۹۹۶	ولادت ابراہیم	۳۵۲	مخالف تینوں توریتوں کے
۱۴۵۱	وفات موسیٰ	۵۴۵	مطابق تینوں توریتوں کے
۷۴۷	بخت نصر	۷۰۴	
۳۳۱	غلبہ سکندر بر دارا	۴۱۶	
۴	ولادت مسیح	۳۲۷	
	شروع سنہ مسیحی	۴	
	از شروع سنہ مسیحی تا الیوم (۱۸۵۲ء)	۱۸۵۲	
		۵۸۵۶	

اس حساب بموجب طوفان کو چار ہزار دو سو برس ہوئے ، مگر اس حساب پر بھی دو اعتراض ہوتے ہیں :—

(۱) ایک یہ کہ تینوں توریتوں کے برخلاف ہے

(۲) دوسرے یہ کہ اس حساب سے بھی حضرت مسیح کی ولادت چھٹے ہزارویں برس میں نہیں آتی ۔ اس واسطے اس حساب کو بھی چھوڑ دیا ۔

دوسری یہ کہ ہندوؤں کے ہاں مہابھارت کے بعد کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی اور اسی سبب سے اگلے راجاؤں کا حال نہیں پایا جاتا ، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں یہ رواج تھا کہ ہر ایک خاندان کا بھاٹ اور جکہ ہوتا تھا، وہی اس خاندان کے حال اور نسب سے واقفیت رکھتا تھا اور اُس خاندان کا سلسلہ اپنی پوتھیوں میں لکھ رکھتا تھا اور جو کچھ اور حادثات ہوتے تھے وہ بھی اسی پوتھی میں داخل ہوتے تھے ۔ یہ دستور اب تک قائم ہے ۔ ہندوستان کے جتنے قدیم زمیندار اور راجا ہیں سب کے خاندان کے بھاٹ اور جکہ اب تک موجود ہیں اور بدستور اس خاندان کا حال اپنی پوتھی میں لکھتے ہیں اور درحقیقت جو حال اس خاندان کا اس سے معلوم ہوتا ہے اور طرح پر معلوم ہونا ممکن نہیں اور یہی دستور فارس کے ملک میں تھا ، کیونکہ شاہنامہ میں جہاں یہ مذکور آتا ہے کہ دہقان کہن سال نے یہ بات کہی اس سے وہی بھاٹ اور جکہ مراد ہے ۔ جبکہ ہندوستان کی حکومت ضعیف ہو گئی اور مسلمانوں نے غلبہ بایا تب ان کے عہد میں ہندوستان کے راجاؤں کا سلسلہ درست کرنا چاہا اور پہلی پرانی پوتھیاں اور پنے تلاش ہوئے اور اُن سے فارسی میں کچھ

کچھ ترجمہ ہوا - اُن تاریخ کی کتابوں میں اور پوتھیوں کے ترجموں میں کئی خرابیاں واقع ہوئیں -

(۱) ایک یہ کہ مثلاً کسی تاریخ لکھنے والے کو کوئی پتہ پوتھی کا بابت کسی ایک خاندان کے نہیں ملا تو اُس کتاب میں سے وہ سارے کا سارا خاندان لکھنے سے رہ گیا -

(۲) دوسری یہ کہ کسی پوتھی میں کسی راجا کی اولاد کا مذکور تھا ، حالانکہ وہ راجا نہیں ہوئے اور مسند حکومت پر نہیں بیٹھے ، مگر تاریخ لکھنے والے نے اُن سب کا نام سلسلۂ حکومت میں داخل کر دیا -

(۳) تیسری یہ کہ مثلاً کوئی راجا دو یا تین نام سے مشہور ہے ، اُس کو جدا جدا راجا خیال کرکر اُس کا نام لکھ دیا -

(۴) چوتھی یہ کہ مدت سلطنت میں جس کے اسباب بہت متعدد خیال میں آ سکتے ہیں ، اختلاف کیا ہے - جس نے اپنی کتاب میں سے کوئی خاندان سارے کا سارا حذف کر دیا ہے اُس نے تو مدت سلطنت حد سے زیادہ بڑھا دی ہے اور جس نے کچھ نام بڑھا دیے ہیں اُس نے مدت گھٹا دی ہے - پھر اُس پر بھی حساب کرو تو ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سب یقینی غلط ہے اور اُن سب سے زیادہ یہ بات ہے کہ کاتبوں نے اُن تاریخوں کو غلط کر دیا ہے کہ ایک کتاب دوسری کتاب سے نہیں ملتی - مسلمان بادشاہوں کے عہد میں جو کتابیں تصنیف ہوئی ہیں یہ عیب اُن میں بھی ہے کہ اکثر کاتبوں نے ان کتابوں کو نہایت غلط کر دیا ہے ، یہاں تک کہ اگر کتاب کا دوسرے نسخے سے مقابلہ کیا جاوے تو آپس میں بہت تفاوت نکلتا ہے - علاوہ اس کے خود تصنیف کرنے والوں نے

بھی اس پر خیال نہیں کیا کہ جو سنہ اور سال ہم لکھتے ھیں وہ وہ حساب کی رو سے بھی ٹھیک آتا ھے یا نہیں ۔

ان خرابیوں پر خیال کرنے سے آدمی بہت حیران ھو جاتا ھے اور یقین جانتا ھے کہ ھندؤوں کی تاریخ کا درست ھونا نہایت دشوار ھے ۔ ھم نے اپنی دانست میں اور اپنے مقدور بھر ان سب باتوں پر خیال کیا اور جہاں تک ھو سکا ان خرابیوں کو درست کیا اور جس جگہ ھم نے راجاؤں کی مدت سلطنت اور سال جلوس میں اختلاف پایا ، اُس کتاب کی بات معتبر جانی کہ جس کی مدت سلطنت اور سال جلوس حساب کی رو سے بھی صحیح آن کر پڑے ۔ علاوہ اس کے بعض سنہ ایسے ھیں کہ وہ نہایت مشہور ھیں اور اُن میں غلطی کا احتمال نہیں ، جیسے سمت بکرماجیت یا ساکہا سالباھن یا سال کلجگ ۔ اس کے سوا بعضی ایسی تاریخیں ھیں جو اُسی زمانے سے مکانات پر کندہ ھیں جیسیکہ سلطان شہاب الدین غوری کے فتح کرنے کی تاریخ بہ سپہ سالاری قطب الدین ایبک مسجد قوت الاسلام کے دروازے پر کندہ ھے ۔ اس قسم کے سال اور تاریخ کو ھم نے بطور مرکز کے قرار دیا اور جس حساب سے یہ تاریخیں صحیح نکلیں اُسی حساب کو ھم نے صحیح جانا ۔

غرضیکہ ھم نے اس تاریخ کے لکھنے میں وہ سعی اور کوشش کی ھے کہ ھماری دانست میں اس سے زیادہ صحت متصور نہیں الا صحت ناموں میں ھم مجبور ھو گئے کہ راجاؤں کے ناموں کی صحت کما حقہ جیسا کہ ھم چاھتے تھے ویسی نہیں ھو سکی ۔ علاوہ اس کے اصلی نام اور مشہور نام راجاؤں کے ھم نے اس کتاب میں لکھے ھیں ، مگر ھم کو یقین ھے کہ ان ناموں کے سوائے اور بھی

تمام راجاؤں کے مشہور ہوں الا اُن کا احاطہ کرنا ایک امر نہایت دشوار ہے ۔

تیسری یہ کہ اس کتاب میں ہندو راجاؤں کی جس قدر مدت سلطنت لکھی ہے وہ سب شمسی حساب سے ہے اور مسلمان بادشاہوں کی مدت سلطنت قمری حساب پر ہے کیونکہ ، تاریخ کی کتابوں میں اسی طور پر لکھا ہے ، مگر امتداد زمانہ سب بحساب شمسی مندرج ہے ۔

چوتھی یہ کہ مؤلف کتاب دستور العمل نے مدت سلطنت راجاؤں کی اب تک پال تنور تک لکھی ہے ۔ اُس میں ماہ اور یوم کی کسرات جو قلیل تھیں چھوڑ دی ہیں اور جو کثیر تھیں پوری کر دی ہیں ۔ ہم نے بھی اسی دستور کو اختیار کیا ، کیونکہ ان راجاؤں کا سلسلہ بلا کسرات بھی درست ہونا مشکل تھا چہ جائیکہ اُس میں حساب شہور اور ایام کا لکھا جاوے ۔

پانچویں یہ کہ اس بیان پر یہ تفریع ہوتی ہے کہ اگر کوئی سکہ کسی راجا کا ہاتھ آوے اور جس قدر مدت سلطنت اُس راجا کی اس کتاب میں لکھی ہے اُس سے ایک برس زیادہ کا سن اُس سکے میں پڑا ہو تو اس کتاب کی غلطی خیال نہ کریں اور جان لیں کہ یہ ایک سنہ کی زیادتی اسی کسر کی بابت ہے جو واسطے سہولت کے چھوڑ دی گئی ہے ۔

چھٹی یہ کہ اس کتاب میں جن سنوں کا حال مذکور ہے اُن کی تفصیل بقید مطابقت اس مقام پر لکھ دیتے ہیں :

جدول مطابقت سنین

نام سنہ	تعداد سال
طوفانی	۵۱۰۴

ساکہا راجا جدھشٹر	۳۹۷۷
سال کل جگ	۴۹۵۳
اسکندری	۲۱۶۵
سمبت بکرماجیت	۱۹۰۹
عیسوی	۱۸۵۲
ساکہا سالباھن	۱۷۷۴
ھجری قمری	۱۲۶۸

ساتویں یہ کہ جن کتابوں سے یہ تاریخ منتخب کی گئی ہے اُن کی فہرست اس مقام پر مندرج کرتے ھیں :

۱- ترجمہ فارسی مہا بھارت

۲- ترجمہ فارسی بھاگوت

۳- پوتھی گرگ سنگھتا

۴- راجا ولی تصنیف ولی

۵- راجا ولی دیگر جس کے مصنف کا نام بسبب نہ ھونے سرے کے اوراق کے معلوم نہ ھوا ۔

۶- طبقات اکبری

۷- منتخب دستورات ھند مسمٰی بدستور العمل جو کسی شخص نے بطور خلاصہ انتخاب کیا ھے اور فی الجملہ حساب راجاؤں کا اس میں صحیح پایا گیا ۔

۸- تاریخ فرشتہ ، بادشاھوں کا حال اکثر اسی تاریخ پر مبنی ھے ۔

۹- خلاصۃ التواریخ

۱۰- مراۃ آفتاب نما

۱۱- آئین اکبری

۱۲- جام جم

سلسلہ فرمانروایان دارالملک اندرپت و دھلی از ابتدائے راجا جد ھشٹر لغایت ۱۸۵۲ء مطابق ۱۲۶۸ء ھجری

اندرپت کے راجاؤں کی جو فہرست "سلسلة الملوک"
میں سر سید نے ۱۸۵۲ء میں مرتب کی تھی ، بعد میں
مزید غور و خوض کے نتیجے میں آپ نے اس میں کچھ
غلطیاں محسوس کیں ، لہذا بہت کاوش ، تحقیق اور
تفتیش کے بعد اس طویل فہرست کی تصحیح کرکے اس
کو " آثار الصنادید " کے دوسرے اڈیشن میں شائع کیا
جو ۱۸۵۴ء میں چھپا ، مگر اس ایڈیشن کی قریباً تمام
کاپیاں مولانا حالی کے قول کے مطابق ۱۸۵۷ء کے غدر
میں تباہ ہو گئیں (حیات جاوید ایڈیشن چہارم صفحہ
۱۱۷) کہیں نہ کہیں سے اس کی ایک کاپی کسی طرح
بہم پہنچا کر منشی رحمت اللہ رعد (کانپور) نے
۱۹۰۴ء میں نہایت نفاست کے ساتھ شائع کی ۔ (یہ
۱۹۰۴ء والا اڈیشن بھی اب بہت نایاب ھے اور عام
طور سے کہیں نہیں ملتا) اس ایڈیشن میں ھندو راجاؤں
اور مسلمان بادشاھوں کی جو فہرست دی ھے وہ وھی
ھے جو سر سید نے ۱۸۵۴ء میں شائع کی تھی ، لہذا
ہم بھی وھی فہرست آثار الصنادید ۱۹۰۴ء والے
ایڈیشن سے لے کر یہاں درج کرتے ھیں جو نسبةً زیادہ
صحیح اور درست ھے اور اتفاق سے میرے کتب خانے
میں موجود ھے ۔ یہ فہرست ۱۸۵۲ء میں شائع ھونے
والی فہرست سے قدرے مختلف ھے ، مثلاً ۱۸۵۲ء میں

راجا جد ھشٹر کے سال جلوس کی تفصیل اس طرح دی ھے "۲۲۷ طوفانی - سنہ احد جد ھشٹر - ۲۴ سال قبل از شروع کلجگ" مگر ۱۹۰۴ء کے ایڈیشن میں لکھا ھے "۱۴۵۰ سال قبل مسیح" (جو ظاھر ھے کہ نسبةً بہت زیادہ قریب الفہم اور آسان ھے) اسی طرح ۱۸۵۲ء میں "امتداد زمانہ" کا ایک خانہ ھے جو ۱۸۵۴ء کے ایڈیشن میں اُڑا دیا گیا ھے - یہ ترمیم اور تصحیح شدہ فہرست ذیل میں درج کی جاتی ھے -

(محمد اسماعیل پانی پتی)

نمبر	نام فرمانروا	نام پدر	تخمیناً سال جلوس قبل حضرت مسیح	دارالسلطنت	تخمیناً مدت سلطنت	حالات
۱	راجا جدھشٹر	راجا پانڈ	۱۳۵۰	ہستناپور	۳۶ سال	بعد وفات کرشن اوتار کے راجا جدھشٹر نے ریاست چھوڑ کر کوہ ھانچل میں اپنے تئیں برف میں ڈال کر گلا دیا ۔
۲	راجا پریچھت	ابھمن بن ارجن بن راجا پانڈ	۱۳۱۴	"	۳۲ "	راجا جدھشٹر کی اجازت سے مسند پر بیٹھا اور سانپ کے کاٹنے سے مر گیا
۳	راجا جنمیجہ	راجا پریچھت	۱۳۸۲	"	۳۴ "	
۴	راجا شتانیک عرف راجا اشمید	راجا جنمیجہ	۱۳۴۸	ہستنا پور	۳۳ سال	

نمبر	نام فرمانروا	نام پدر	تخمیناً سال جلوس قبل حضرت مسیح	دارالسلطنت	تخمیناً مدت سلطنت	حالات
۵	راجا سہنرا نیک عرف راجا ادھمن	راجا اشمید	۱۳۱۵	هستنا پور	۳۲ سال	
۶	اشومی دھج عرف راجا مہاجی	راجا ادھمن	۱۲۱۳	,,	۳۶ ,,	
۷	اشین کرشن	راجا مہاجی	۱۲۴۷	,,	۳۵ ,,	
۸	نمی عرف راجا دشٹ وان	اشین کرشن	۱۲۱۲	اول هستناپور بعدہ کوشکی ندی و بعدہ اندرپت	۳۵ ,,	گنگا کے چڑھاؤ سے هستناپور بہہ گیا اس سبب سے راجا نے پہلے دکن میں کوشکی ندی کے کنارے شہر بسانا چاہا اور پھر اندرپت میں چلا آیا -

۹	راجا چکر عرف اوکر سین	دشتروان	۱۱۷۷	الدر پت	۳۶ ,,
۱۰	راجا چتر رتھ عرف سور سین	اوکرسین	۱۱۳۱	,,	۳۶ ,,
۱۱	کیرتھ	سورسین	۱۱۰۵	,,	۳۲ ,,
۱۲	برشت مان عرف رسمی	کیرتھ	۱۰۷۳	,,	۳۱ ,,
۱۳	سوسین عرف راجا برچھل	رسمی	۱۰۳۲	,,	۲۷ ,,
۱۴	راجا سونتھ عرف سکھ پال	راجا برچھل	۱۰۱۵	,,	۲۸ ,,
۱۵	راجا نرچک شو عرف نرھردیو	راجا سکھپال	۹۸۷	,,	۲۳ ,,

نمبر	نام فرمانروا	نام پدر	تخمیناً سال جلوس قبل حضرت مسیح	دارالسلطنت	تخمیناً مدت سلطنت	حالات
۱۶	سکھی نل عرف سورج رتھ	نرہر دیو	۹۶۴	اندرپت	۱۸ سال	
۱۷	پریلو عرف راجا بھوپت	سورج رتھ	۹۴۶	,,	۲۶ ,,	
۱۸	راجا سونی	بھوپت	۹۲۰	,,	۲۵ ,,	اس راجا نے سونی پت شہر بسایا ۔
۱۹	راجا میدھاوی	راجا سونی	۸۹۵	,,	۲۳ ,,	اسی راجا کا نام دھاوا بھی ہم جانتے ہیں جس کی بنائی ہوئی لوہے کی لاٹھ ہے
۲۰	ترپ انجی عرف شرون پتر	میدھاوی	۸۷۲	,,	۲۵ ,,	

۲۱	دور بہہ عرف بھیکم	شرون چتر	۸۳۷	,,	۱۹ ,,
۲۲	راجا نمی عرف پدارتھ	راجا بھیکم	۸۲۸	,,	۲۱ ,,
۲۳	برھد رتھ عرف راجا دسوان	راجا پدارتھ	۸۰۷	,,	۲۰ ,,
۲۴	سوداس عرف اونی پال	راجا دسوان	۷۸۷	,,	۴۰ ,,
۲۵	شتانیک عرف ابھی دھر	اونی پال	۷۶۷	,,	۲۳ ,,
۲۶	در دمن عرف ڈنڈ پان	راجا ابھی دھر	۷۴۴	,,	۱۸ ,,

نمبر	نام فرمانروا	نام پدر	تخمیناً سال جلوس قبل حضرت مسیح	دارالسلطنت	تخمیناً مدت سلطنت	حالات
۲۷	بھی تر عرف دربل رائے	ڈنڈپان	۷۲۶	الدرپت	۱۹ سال	
۲۸	ڈنڈ پانی عرف دشت پال	دربل رائے	۷۰۷	،،	۱۶ ،،	اسی راجا نے پانی پت شہر بسایا
۲۹	راجا نمی عرف کھیم پال	دشت پال	۶۹۱	،،	۲۶ سال	
۳۰	کشی مک عرف راجا کھمین	کھیم پال	۶۶۵	،،	۲۲ ،، ھ ۸۰۷	بسراوہ وزیر نے اسی راجا کو مارا اور گدی پر بیٹھا
۳۱	راجا بسراوہ		۶۴۳	،،	۷ ،،	
۳۲	سورج سین	بسراوہ	۶۳۶	،،	۱۹ ،،	

۳۳	راجا بیرساہ	سورج سین	۶۱۷	,,	۲۴ ,,
۳۴	راجا اینک ساہ یا رب سین	برساہ	۵۹۳	,,	۲۲ ,,
۳۵	راجا ہرجیت یا پترسال	راجا انیک ساہ	۵۷۱	,,	۱۶ ,,
۳۶	راجا در بہہ	راجا ہرجیت	۵۵۵	,,	۲۰ ,,
۳۷	راجا سدھی پال	راجا دربہہ	۵۳۵	,,	۱۳ ,,
۳۸	راجا برست	راجا سدھی پال	۵۲۲	,,	۱۹ ,,
۳۹	راجا سنجی	راجا برست	۵۰۳	,,	۱۶ ,,
۴۰	راجا امرجودہ	راجا سنجی	۴۸۷	,,	۱۳ ,,

نمبر	نام فرمانروا	نام پدر	تخمیناً سال جلوس قبل حضرت مسیح	دارالسلطنت	تخمیناً مدت سلطنت	حالات
۴[illegible]	این پال	راجا امر جودہ	۴۷۴	اندپت	۱۲ سال	
۴[illegible]	راجا سروھی	راجا این پال	۴۶۲	,,	۲۲ ,,	
۴[illegible]	راجا پدارتھ	راجا سروھی	۴۴۰	,,	۱۲ ,,	
۴[illegible]	راجا پدھل	راجا پدارتھ	۴۲۸	,,	۱۵ ,, ـــہ ۲۲۰ ,,	بیرباہ راجا نے اس راجا کو مارا اور آپ گدی پر بیٹھا -
۴۵	راجا بیرباہ		۴۱۳	,,	۱۲ ,, ـــہ ۲۲۰ ,,	

۴۶	مرار سنگھ	بیرباہ	۳۹۶	,,	۱۴ ,,	
۴۷	شترکن	مرار سنگھ	۳۸۲	,,	۱۱ ,,	
۴۸	مہی پت یا دھن پت	شترکن	۳۷۱	,,	۱۲ ,,	
۴۹	مہابل	مہی پت	۳۵۹	,,	۱۹ ,,	
۵۰	سروپ دت	مہابل	۳۴۰	,,	۱۴ ,,	شاید اس راجا کے وقت میں راجا دھلو والی قنوج کے نام سے الدر پت میں شہر بسا ۔
۵۱	مترسین	سروپ دت	۳۲۶	دھلی	۱۲ ,,	
۵۲	راجا سکھ وان	راجا مترسین	۳۱۴	,,	۸ ,,	

نمبر	نام فرمانروا	نام پدر	تخمیناً سال جلوس قبل حضرت مسیح	دارالسلطنت	تخمیناً مدت سلطنت	حالات
۵۲	راجا جیت مل	راجا سکھ دان	۳۰۶	دہلی	۱۴ سال	
۵۳	راجا پال سنگھ	راجا جیت مل	۲۹۲	,,	۱۹ ,,	
۵۴	راجا کلمنی	راجا پال سنگھ	۲۷۳	,,	۱۹ ,,	
۵۵	راجا شتر مرون	راجا کلمنی	۲۵۴	,,	۶ ,,	
۵۶	راجا جیون جات	راجا شرزون	۲۴۸	,,	۱۳ ,,	
۵۸	راجا پریچھت	راجا جیون جات	۲۳۵	,,	۸ ,,	

۵۹	راجا بیرسین	راجا پریچھت	۲۲۷	,,	۱۷ ,,	
٦۰	راجا اود پت	راجا بیرسین	۲۱۰	,,	۱۳ ,, ھ ۲۱٦	دھرتی دھر وزیر نے اس راجا کو مار ڈالا اور آپ گدی پر بیٹھا
٦۱	راجا دھرنی دھر		۱۹۷	,,	۱۹ ,,	
٦۲	راجا سین دھج	راجا دھرنی دھر	۱۷۸	,,	۲۵ ,,	
٦۳	مہی کٹک	سین دھج	۱۵۳	,,	۱۹ ,,	
٦۴	مہاجودہ	مہی کٹک	۱۳۴	,,	۲۲ ,,	
٦۵	بیر نابھ	مہاجودہ	۱۱۲	,,	۱۳ ,,	
٦٦	جیون راج	بیرنابھ	۹۹	,,	۲۱ ,,	

نمبر	نام فرمانروا	نام پدر	تخمیناً سال جلوس قبل حضرت مسیح	دارالسلطنت	تخمیناً مدت سلطنت	حالات
٦٧	اودی سین	جیون راج	٧٨	دھلی	١٧ سال	
٦٨	راجا انند جگ	اودی سین	٦١	,,	٢٥ ,,	
٦٩	راجا راج پال	راجا انند جگ	٣٦	,,	١٢ ,,	راجا بھگونت کماون کے راجا نے دلی کو فتح کیا
					ھ ۱۷۳	
٧٠	راجا بھگونت کوھی		٢۴	,,	١٣ ,,	بکرماجیت کی لڑائی میں مارا گیا
٧١	راجا بکرماجیت والی اجین	راجا گندھرپ سین	١١ سمت ۴٢ بکرماجیت	اوجین	٩٣ ,,	جبکہ یہ راجا سالباھن کی لڑائی میں مارا گیا ، دلی میں سمندر پال جوگی مسند پر بیٹھا

۷۲	راجا سمندر پال جوگی		۱۱ سمت ۳۲ ب ۷۸ء	,,	۲۳	,,
۷۳	راجا چندر پال	سمندر پال	سمت ۱۵۹ ب ۱۰۲ء	,,	۲۷	,,
۷۴	نی پال	چندر پال	سمت ۱۸۶ ب ۱۲۹ء	,,	۲۱	,,
۷۵	دیس پال	نی پال	سمت ۲۰۷ ۱۵۰ء	,,	۱۳	,,
۷۶	سکھ پال	دیس پال	سمت ۲۲۱ ۱۶۴ء	,,	۱۹	,,
۷۷	گوبند پال	سکھ پال	سمت ۲۴۰ ۱۸۳ء	,,	۱۸	,,

نمبر	نام فرمانروا	نام پدر	تخمیناً سال جلوس	دارالسلطنت	تخمیناً مدت	حالات
٧٨	مکھ پال	گوبند پال	سمت ٢٥٨ ب ٢٠١ء	دھلی	٢٢ سال	
٧٩	ھرچند پال	مکھ پال	سمت ٢٨٠ ٢٢٣ء	,,	١٣ ,,	
٨٠	مہی پال	امرت پال بن ھرچند پال	سمت ٢٩٣ ٢٣٦ء	,,	١٥ ,,	
٨١	ھرپال	مہی پال	سمت ٣٠٨ ٢٥١ء	دھلی	١٢ سال	
٨٢	مدن پال	ھرپال	سمت ٣٢٢ ٢٦٥ء	,,	١٨ ,,	

۸۳	کرم پال	مدن پال	سمت ۳۴۰ ۲۸۳ء	,,	۱۵ ,,	
۸۴	بکرم پال یا کھیم پال	کرم پال	سمت ۳۵۵ ۲۹۸ء	,,	۱۲ ,, ھ ۲۲۲	راجا ملوک چند سے بہیراج کے راجا نے لڑ کر فتح پائی
۸۵	ملوک چند		سمت ۳۶۷ ۳۱۰ء	,,	۲ ,,	
۸۶	بکرم چند	ملوک چند	سمت ۳۶۹ ۳۱۲ء	,,	۱۳ ,,	
۸۷	کان‌چند	بکرم چند	سمت ۳۸۲ ب ۳۲۵ء	,,	۱ ,,	
۸۸	رام چندر	کان چند	سمت ۳۸۳ ۳۲۶ء	,,	۱۱ ,,	

نمبر	نام فرمانروا	نام پدر	سال جلوس	دارالسلطنت	مدت سلطنت	حالات
۸۹	دهیر چند	رام چند	سمت ۳۹۴ ۳۳۷ء	دهلی	۱۵ سال	
۹۰	کلیان چند	دهیر چند	سمت ۴۰۹ ۳۵۲ء	،،	۱٦ ،،	
۹۱	بهیم چند	کلیان چند	سمت ۴۲۵ ۳٦۸ء	،،	۱۲ ،،	
۹۲	هرچند	بهیم چند	سمت ۴۳۷ ۳۸۰ء	،،	۱ ،،	
۹۳	گوبند چند	هرچند	سمت ۴۳۸ ۳۸۱ء	،،	۱۳ ،،	

۹۴	رانی پیم دیوی	زوجہ گوبند چند	سمت ۴۵۱ ۳۹۴ء	،،	۱ ،، ـہ ۸۵	رانی مری تو لوگوں نے مل کر ہرپریم فقیر کو گدی پر بٹھا دیا
۹۵	ہر پریم		سمت ۴۵۲ ۳۹۵ء	،،	۸ ،،	
۹۶	گوبند پریم	ہر پریم	سمت ۴۶۰ ۴۰۳ء	،،	۲۰ ،،	
۹۷	گوپال پریم	گوبند پریم	سمت ۴۸۰ ۴۲۳ء	،،	۱۶ ،،	
۹۸	مہاپاتر	گوپال پریم	سمت ۴۹۶ ۴۳۹ء	،،	۷ ،، ـہ ۵۱	راجا ریاست چھوڑ کر فقیر ہو گیا ، خبر سن کر راجا دھی سین بنگالے کے راجا نے دلی پر قبضہ کرلیا

نمبر	نام فرمانروا	نام پدر	سال جلوس	دارالسلطنت	مدت سلطنت	حالات
۹۹	دھی سین		سمت ۵۰۳ ۴۴۶ء	دھلی	۱۸ سال	
۱۰۰	بلاول سین	دھی سین	سمت ۵۲۱ ۴۶۴ء	,,	۱۲ ,,	
۱۰۱	کنور سین	بلاول سین	سمت ۵۳۳ ۴۷۶ء	,,	۱۵ ,,	
۱۰۲	مادھو سین	کنور سین	سمت ۵۴۸ ۴۹۱ء	,,	۱۵ ,,	
۱۰۳	سور سین	مادھو سین	سمت ۵۶۳ ۵۰۶ء	,,	۶ ,,	

۱۰۴	بھیم سین	سور سین	سمت ۵۶۹ ۵۱۲ء	دھلی	۵ سال	
۱۰۵	کان سین	بھیم سین	سمت ۵۷۴ ۵۱۷ء	,,	۵ ,,	
۱۰۶	ھرسین	کان سین	سمت ۵۷۹ ۵۲۲ء	,,	۹ ,,	
۱۰۷	کہتن سین	ھرسین	سمت ۵۸۸ ۵۳۱ء	,,	۲ ,,	
۱۰۸	نرائن سین	کہتن سین	سمت ۵۹۰ ۵۳۳ء	,,	۲۷ ,,	
۱۰۹	دامودر سین	نرائن سین	سمت ۶۱۷ ۵۶۰ء	,,	۱۱ ,,	بارہ آدمیوں نے ایک سو پچیس برس حکومت کی، اخیر کو ارکان ریاست نے راجا دیپ سنگھ کوھستان کے راجا سے سازش کرکر دلی میں بلا لیا
					۱۲۵	

نمبر	نام فرمانروا	نام پدر	سال جلوس	دارالسلطنت	مدت سلطنت	حالات
۱۱۰	راجا دیب سنگھ کوھی		سمت ۶۲۸ ۵۷۱ء	دھلی	۱۷ سال	
۱۱۱	رن سنگھ	دیب سنگھ	سمت ۶۴۵ ۵۸۸ء	"	۱۴ "	
۱۱۲	راج سنگھ	رن سنگھ	سمت ۶۵۹ ۶۰۲ء	"	۹ "	
۱۱۳	شیر سنگھ	راج سنگھ	سمت ۶۶۸ ۶۱۱ء	"	۴۵ "	
۱۱۴	ھرسنگھ	شیر سنگھ	سمت ۷۱۳ ۶۵۶ء ۵۳۷	"	۱۳ "	

۱۱۵	جیون سنگھ	ھرسنگھ	سمت ۷۲۶ ۶۶۹ء ۵۰ھ	،،	۷ ،، سے ۱۰۵ ر	چھ آدمیوں نے ایک سو پانچ برس حکومت کی ، آخر کو انیک پال تنور نے دلی پر فتح پائی
۱۱۶	انیک پال تنور	اوکرسین	سمت ۷۳۳ ۶۷۶ء ۵۷ھ	دھلی	۱۸ سال	
۱۱۷	باسدیو	انیک پال	سمت ۷۵۱ ۶۹۴ء ۷۵ھ	،،	۹ سال ۱ شہر ۱۸ یوم	
۱۱۸	کنک پال	باسدیو	سمت ۷۷۰ ۷۱۳ء ۹۵ھ	،،	۲۱ سال ۳ شہر ۲۸ یوم	

۱ - شہر کے معنی مہینے کے ھیں ، اس لیے یہ عبارت اس طرح پڑھی جائے گی کہ باسدیو نے ۹ برس ایک ماہ اور ۱۸ دن حکومت کی - آیندہ تمام جگہ سرسید نے اسی طرح راجاؤں اور بادشاھوں کی مدت سلطنت تحریر کی ھے - (محمد اسماعیل پانی پتی)

نمبر	نام فرمانروا	نام پدر	تخمیناً سال جلوس	دارالسلطنت	تخمیناً مدت	حالات
۱۱۹	پرتھی پال	کنک پال	سمت ۷۹۲ ۷۳۵ء ۱۱۷ھ	دھلی	۱۹ سال ۶ شہر ۱۹ یوم	
۱۲۰	جے دیو	پرتھی پال	سمت ۸۱۱ ۷۵۴ء ۱۳۷ھ	,,	۲۱ سال ۷ شہر ۲۸ یوم	
۱۲۱	ھر پال	جے دیو	سمت ۸۳۲ ۷۷۵ء ۱۵۹ھ	,,	۱۴ سال ۴ شہر ۹ یوم	
۱۲۲	اودے راج	ھرپال	سمت ۸۴۶ ۷۸۹ء ۱۷۳ھ	,,	۲۶ سال ۷ شہر ۱۱ یوم	

۱۲۳	بجھراج	اودے راج	سمت ۸۷۲ ۸۱۶ء ۲۰۱ھ	,,	۱۱ سال ۲ شہر ۱۳ یوم
۱۲۴	انکپال	بجھراج	سمت ۸۹۴ ۸۳۷ء ۲۲۳ھ	,,	۱۲ سال ۳ شہر ۱۶ یوم
۱۲۵	رکھ پال	انکپال	سمت ۹۱۶ ۸۵۹ء ۲۴۵ھ	,,	۲۱ سال ۶ شہر ۵ یوم
۱۲۶	نیک پال	رکھ پال	سمت ۹۳۸ ۸۸۱ء ۲۶۸ھ	,,	۲ سال ۲۴ یوم
۱۲۷	گوپال	نیک پال	سمت ۹۴۰ ۸۸۳ء ۲۷۰ھ	دھلی	۱۸ سال ۳ شہر ۱۵ یوم

نمبر	نام فرمانروا	نام پدر	سال جلوس	دارالسلطنت	مدت سلطنت	حالات
۱۲۸	سلکھن	گوپال	سمت ۹۵۸ ۹۰۱ء ۲۸۹ھ	دھلی	۲۵ سال ۲ شہر ۱۰ یوم	
۱۲۹	جے پال	سلکھن	سمت ۹۸۳ ۹۲۶ء ۳۱۴ھ	,,	۱۶ سال ۳ شہر ۱۳ یوم	
۱۳۰	کنور پال	جے پال	سمت ۱۰۰۰ ۹۴۳ء ۳۳۲ھ	,,	۲۹ سال ۹ شہر ۱۱ یوم	
۱۳۱	انیکپال	کنور پال	سمت ۱۰۲۹ ۹۷۲ء ۳۶۲ھ	,,	۲۹ سال ۶ شہر ۱۸ یوم	

۱۳۲	بجی پال	انیکپال	سمت ۱۰۵۹ ۱۰۰۲ء ۳۹۳ھ	,,	۲۴ سال ایک شہر ۶ یوم	
۱۳۳	مہی پال	بجی پال	سمت ۱۰۸۳ ۱۰۲۶ء ۴۱۷ھ	,,	۲۵ سال ۲ شہر ۱۳ یوم	
۱۳۴	اگر پال	مہی پال	سمت ۱۱۰۸ ۱۰۵۱ء ۴۴۳ھ	,,	۲۱ سال ۲ شہر ۱۵ یوم	
۱۳۵	پرتھی راج	اگر پال	سمت ۱۱۲۹ ۱۰۷۲ء ۴۶۵ھ	,,	۲۲ سال ۲ شہر ۱۶ یوم ص ۴۱۹ سال ۷ شہر ۲۸ یوم	بیس آدمیوں نے چار سو آنیس برس سات مہینے الھائیس دن حکومت کی ، آخر کو بیلدیو چوھان نے فتح پائی -

نمبر	نام فرمانروا	نام پدر	تخمیناً سال جلوس	دارالسلطنت	تخمیناً مدت	حالات
۱۳[illegible]	بیلدیو	انیلدیو	سمت ۱۱۵۲ ۱۰۹۵ء ۴۹۵ھ	دھلی	۶ سال ایک شہر ۴ یوم	
۱۳۷	امر کنکو	بیلدیو	سمت ۱۱۵۸ ۱۱۰۱ء ۴۹۹ھ	,,	۵ سال ۲ شہر ۵ یوم	
۱۳۸	کھرپال	امر کنکو	سمت ۱۱۶۳ ۱۱۰۶ء ۵۰۰ھ	,,	۲۰ سال ایک شہر ۵ یوم	
۱۳۹	سمیر	کھرپال	سمت ۱۱۸۳ ۱۱۲۶ء ۵۲۰ھ	دھلی	۷ سال ۴ شہر ۲ یوم	

نمبر	نام		سنہ		مدت	کیفیت
۱۳۰	جاهرا	سمیر	سمت ۱۱۹۰ ۱۱۳۳ء ۵۲۸ھ	”	۴ سال ۴ شہر ۸ یوم	
۱۳۱	ناک دیو	جاهرا	سمت ۱۱۹۵ ۱۱۳۸ء ۵۳۳ھ	”	۳ سال ایک شہر ۵ یوم	
۱۳۲	پرتھی راج عرف رائے پتھورا	ناک دیو	سمت ۱۱۹۸ ۱۱۴۱ء ۵۳۶ھ	اجمیر و دهلی	۴۹ سال ۵ شہر ایک یوم (۱) ۹۵ سال ۷ شہر	سات آدمیوں نے پچانوے برس سات مہینے حکومت کی ؛ آخر کو رائے پتھورا معز الدین محمد بن سام عرف سلطان شہاب الدین غوری کی لڑائی میں مارا گیا اور

سلطنت مسلمانوں کے گھرانے میں چلی گئی ۔ اگرچہ غور کا بادشاہ غیاث الدین محمد بن سام سلطان شہاب الدین کا بھائی تھا ، لیکن سلطان شہاب الدین نے هندوستان کی فتح خود آپ کی تھی اور اس کو بذاته تسلط عظیم تھا ، اس لیے سلطان شہاب الدین هي فتح کی تاریخ سے دلی کے بادشاهوں میں شمار کیا جاتا ہے ۔

نوٹ از طرف مرتب

رائے پتھورا کے مارے جانے کے بعد دھلی کا تخت وقتاً فوقتاً مسلمانوں کے مختلف خاندانوں کے قبضے میں آتا رہا اور غوری ، غلام ، خلجی ، سادات اور لودھی ایک دوسرے کے بعد اس پرقابض ھوتے رھے ، یہاں تک کہ ہندوستان کی سلطنت لودھیوں سے چھن کر مغلوں کے قبضے میں آئی ، مگر درمیان میں تھوڑے عرصے کے لیے پٹھان بھی سلطنت دھلی پر قابض رھے ، مگر پھر سلطنت مغلوں کے پاس واپس چلی گئی اور مغل سلطنت کا دور دورہ پھر شروع ھو گیا ، جس کا خاتمہ ۱۸۵۷ء میں ھوا ۔

سرسید نے اپنی کتاب آثار الصنادید اور اپنے مضمون سلسلۃ الملوک میں ہندو راجاؤں کے حالات بیان کرنے کے بعد اُن تمام مسلمان بادشاھوں کے حالات بھی قلمبند کیے ھیں جنھوں نے شہاب الدین غوری سے لے کر بہادر شاہ ظفر تک دھلی کے تخت پر حکومت کی ۔ سرسید نے ان تمام مسلم فرمانرواؤں کا حال ۱۳ خانوں میں جدول کے طور پر لکھا ھے جن کے عنوان یہ تھے : (۱) نمبر (۲) نام فرمانروا (۳) نام پدر (۴) قوم (۵) سال ولادت (۶) سال جلوس (۷) محل جلوس (۸) دارالسلطنت (۹) مدت سلطنت قمری (۱۰) سال وفات (۱۱) مدت عمر (۱۲) مدفن (۱۳) حالات ، مگر چونکہ ان ۱۳ خانوں کی تفصیلات صفحے کے چھوٹا ھونے کے لحاظ سے جدول کے طور پر یہاں نہیں آ سکتیں ، اس لیے مجبوراً میں اُن کو مسلسل عبارت میں لکھ رہا ھوں ، کیونکہ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا ۔

(محمد اسماعیل پانی پتی)

(شاهان اسلام)

نمبر ۱۴۳ - شہاب الدین الملقب بہ ابوالمظفر سلطان معزالدین محمد بن بہاء الدین سام - قوم غوری - سال جلوس ۵۸۷ھ مطابق ۱۱۹۱ء موافق سمت ۱۲۴۸ بکرمی - محل فتح - ترائن عرف بلاوری[1] کنار آب سرستی - دارالسلطنت غزنیں - مدت سلطنت پندرہ سال - سال وفات سوم شعبان ۶۰۲ ھجری مطابق ۱۲۰۵ عیسوی - مدفن غزنیں اپنی بیٹی کے مقبرے میں (حالات) لاھور سے غزنیں جاتے ہوئے رتھک کے مقام پر کھکروں نے مار ڈالا اور غور کی سلطنت پر اُس کا بھتیجا سلطان محمود بیٹھا اور چونکہ قطب الدین اب تک سلطان شہاب الدین کی طرف سے ھندوستان کا سپہ سالاز تھا اور اُس نے بہت قوت بہم پہنچائی تھی ، اس واسطے سلطان محمود نے ھندوستان کی بادشاھی قطب الدین ایبک کو بخش دی اور خط آزادی اور چتر بادشاھی بھیج دیا اور قطب الدین لاھور تک اُس کے استقبال کو گیا -

نمبر ۱۴۴- سلطان قطب الدین ایبک، غلام سلطان شہاب‌الدین غوری - قوم ترک - سال جلوس روز سہ شنبہ ھجدھم ذی قعدہ ۶۰۲ھ مطابق ۱۲۰۵ء - محل جلوس - لاھور - دارالسلطنت دھلی قلعہ رائے پتھورا - مدت سلطنت ۴سال چند ماہ- سال وفات ۶۰۷ھ مطابق ۱۲۱۰ء مدفن لاھور (حالات) لاھور میں بر وقت چوگان بازی کے گھوڑے سے گر کر مر گیا - اُمراء نے اُس کے بیٹے کو تخت پر بٹھایا -

نمبر ۱۴۵ - آرام شاہ بن قطب الدین ایبک قوم ترک - سال جلوس ۶۰۷ھ مطابق ۱۲۱۰ء محل جلوس لاھور - دارالسلطنت دھلی

---

۱ - آج کل اس قصبے کا نام تراوڑی ہے اور یہ ضلع کرنال (بھارت) میں واقع ہے - (محمد اسماعیل پانی پتی)

قلعه رائے پتھورا مدت سلطنت - چند ماه (حالات) امیر علی اسمعیل سپه سالار اور امیر داؤد دیلمی نے اس بادشاہ کی حرکتوں سے ناراض ہو کر سلطان شمس الدین التمش کو جو بداؤں کا حاکم تھا - دلی میں بلا لیا - اور آرام شاہ سے لڑائی ہوئی اور آرام شاہ نے شکست کھائی اور سلطان التمش تخت پر بیٹھا -

نمبر ۱۳۶ - سلطان شمس الدین التمش غلام و داماد قطب الدین ایبک بن ایلم خاں - قوم ، ترک - سال جلوس ۶۰۷ هجری[۱] مطابق ۱۲۱۰ عیسوی ، محل جلوس - قلعه رائے پتھورا ، دارالسلطنت - دهلی ، مدت سلطنت ، ۲۶ سال ، سال وفات بستم شعبان ۶۳۳ھ مطابق ۱۲۳۵ء ، مدفن ، قلعه رائے پتھورا عقب مسجد قوت الاسلام (حالات) بیمار ہو کر مر گیا -

نمبر ۱۳۷ - رکن الدین فیروز شاه بن شمس الدین التمش - قوم - ترک ، سال جلوس - روز سه شنبه ماه شعبان ۶۳۳ھ مطابق ۱۲۳۵ء - محل جلوس - قلعه رائے پتھورا ، دارالسلطنت - دهلی ، مدت سلطنت ۶ ماه ۲۸ یوم ، سال وفات ۶۳۵ھ مطابق ۱۲۳۷ء مدفن - ملک پور (حالات) ملک اعزاز الدین حاکم ملتان کی تنبیه کو پنجاب کی طرف روانه ہوا - اُس کے پیچھے امراء نے سلطانه رضیه کو تخت پر بٹھایا - بادشاه یه خبر سن کر دلی میں آیا اور کیلو کھڑکی کے میدان میں لڑائی ہوئی ، اُسی لڑائی میں پکڑا گیا اور قید میں مر گیا -

---

۱- تاریخ فرشته میں سلطان شمس الدین کا تخت پر بیٹھنا ۶۰۷ھ میں لکھا ہے اور خلاصة التواریخ میں ۶۰۹ھ میں اور تاریخ فرشته میں مدت سلطنت چھبیس برس اور خلاصة التواریخ میں اٹھائیس برس مندرج ہے - دونوں تاریخوں میں تین برس کا اختلاف ہے - اس سبب سے سال جلوس رکن الدین فیروز شاه کا بموجب تاریخ فرشته کے ۶۳۳ھ میں اور بموجب خلاصة التواریخ کے ۶۳۶ھ میں آیا ہے - اور یه اختلاف اخیر تک چلا جاتا ہے -

۱۴۸ - رضیہ سلطان بیگم بنت شمس الدین التمش ، قوم - ترک - سال جلوس ۶۳۴ ھجری مطابق ۱۲۳۶ عیسوی - محل جلوس قلعہ رائے پتھورا - دارالسلطنت - دھلی ، مدت سلطنت - ۳ سال ۶ شہر ۶ یوم - سال وفات چھبیسویں ربیع الاول ۶۳۸ھ مطابق ۱۲۴۰ء - مدفن - شاھجہان آباد - محلہ بلبلی خانہ - گذر ترکمان (حالات) جبکہ ملک التونیہ بٹھنڈہ کے حاکم سے لڑائی ہو رہی تھی - اُس وقت امراء نے مخالفت کر کر سلطان رضیہ کو قلعہ بٹھنڈہ میں قید کیا - اور دلی میں بہرام شاہ کو تخت پر بٹھا دیا - بعد اس کے سلطان رضیہ نے ملک التونیہ سے نکاح کر لیا اور بہرام شاہ سے دو مرتبہ لڑی - آخر کو ماری گئی -

نمبر ۱۴۹ - معز الدین بہرام شاہ بن شمس الدین التمش قوم - ترک - سال جلوس روز سہ شنبہ بست و ھشتم رمضان ۶۳۷ھ مطابق ۱۲۳۹ء محل جلوس قلعہ رائے پتھورا - دارالسلطنت دھلی - مدت سلطنت ۲ سال ایک ماہ ۱۰ یوم - سال وفات ھشتم ذی قعدہ روز شنبہ ۶۳۹ھ مطابق ۱۲۴۱ء - مدفن - ملک پور (حالات) نظام الملک مہذب الدین اور امراء نے مخالفت کر کر بادشاہ کو دلی میں محصور کیا اور تین مہینے تک ھر روز لڑائی رہی آخرکار بادشاہ کو پکڑ کر مار ڈالا اور ملک معزالدین بلبن امیرالامراء تخت پر بیٹھ گیا - مگر اور امراء اُس کی بادشاھت پر راضی نہ ھوئے اور علاء الدین کو جو قصر سفید میں قید تھا بادشاہ کیا -

نمبر ۱۵۰ - سلطان علاء الدین مسعود شاہ بن رکن الدین فیروز شاہ - قوم - ترک - سال جلوس ذی قعدہ ۶۳۹ھ مطابق ۱۲۴۱ء محل جلوس - قلعہ رائے پتھورا - دارالسلطنت - دھلی - مدت سلطنت، ۴ سال ایک ماہ ایک یوم - سال وفات ۶۴۴ھ مطابق ۱۲۴۶ء - (حالات) اس بادشاہ کے ظلم سے امراء ناراض ھوئے اور سلطان

ناصر الدین کو بھرائچ سے بلا کر بادشاہ کیا اور ۲۶ محرم ۶۴۴ھ مطابق ۱۲۴۶ عیسوی میں علاء الدین کو قید کر لیا کہ اسی زمانے میں قید میں مر گیا ۔

نمبر ۱۵۱ ۔ سلطان ناصر الدین محمود شاہ بن شمس الدین التمش ۔ قوم ترک ۔ سال جلوس ۔ ذی الحجہ ۶۴۳ھ مطابق ۱۲۴۵ء محل جلوس ۔ قصر سفید قلعہ رائے پتھورا ۔ دارالسلطنت ۔ دھلی ۔ مدت سلطنت ۲۰ سال چند ماہ ۔ سال وفات یازدھم جمادی الاول ۶۶۴ھ مطابق ۱۲۶۵ء ۔ مدفن ۔ دھلی (حالات) بیمار ھو کر مر گیا اور چونکہ کوئی وارث نہ تھا ۔ امراء نے الغ خاں کو بادشاہ کر لیا ۔

نمبر ۱۵۲ ۔ الغ خاں الملقب بہ سلطان بلبن غیاث الدین ۔ غلام شمس الدین التمش ۔ قوم ترک ۔ سال ولادت ۶۰۵ ھجری مطابق ۱۲۰۸ء ۔ سال جلوس ۔ جمادی الاول ۶۶۴ھ مطابق ۱۲۶۵ء محل جلوس ۔ قصر سفید قلعہ رائے پتھوڑا ۔ دارالسلطنت ۔ دھلی ۔ مدت سلطنت ۔ ۲۱ سال چند ماہ ۔ سال وفات ۶۸۶ھ مطابق ۱۲۸۷ء مدت عمر ۸۰ سال ۔ مدفن دھلی (حالات) بیمار ھو کر مر گیا اور ملک فخرالدین کوتوال اور اور امراء نے آپس میں صلاح کر کر معز الدین کیقباد کو بادشاہ کیا ۔

نمبر ۱۵۳ ۔ معز الدین کیقباد بن ناصر الدین بغرا خاں بن غیاث الدین بلبن ۔ قوم ترک ۔ سال ولادت ۶۶۷ھ مطابق ۱۲۶۸ء سال جلوس ۶۸۶ھ مطابق ۱۲۸۷ء ۔ محل جلوس قلعہ رائے پتھوڑا ۔ دارالسلطنت ۔ قصر دھلی کیلوکھری ۔ مدت سلطنت ۔ ۲ سال چند ماہ ۔ سال وفات ۔ جمادی الآخر ۶۸۹ھ مطابق ۱۲۹۰ء ۔ مدت عمر ۔ ۲۰ سال (حالات) بادشاہ کو فالج ھو گیا ۔ اس سبب سے امراء نے کیومرث اس کے بیٹے کو سلطان شمس الدین کا لقب دے کر

محرم ۶۸۹ھ مطابق ۱۲۹۰ء میں تخت پر بٹھایا ۔ مگر امرائے خلجی نے مخالفت کی اور کیومرث کو بہادر پور میں پکڑ کر لے گئے اور بادشاہ کو لاتوں سے مار ڈالا ۔ اور ملک جلال الدین خلجی تخت پر بیٹھا ۔ تیرہ آدمیوں نے ترکوں میں سے جو سلاطین غوریہ کے غلاموں میں سے تھے سو برس تک بادشاہی کی ۔ بعد اس کے سلطنت خاندان خلجیوں میں چلی گئی ۔

نمبر ۱۵۴ ۔ جلال الدین فیروز شاہ خلجی بن یغرش ۔ قوم ۔ خلجی ترک ۔ سال ولادت ۔ ۶۱۸ھ مطابق ۱۲۲۱ء سال جلوس ۔ جمادی الآخرہ ۶۸۹ھ مطابق ۱۲۹۰ء ۔ محل جلوس ۔ کیلوکھری ۔ دارالسلطنت ۔ دھلی ۔ مدت سلطنت ۔ ۶ سال چند ماہ ۔ سال وفات ۶۹۵ھ مطابق ۱۲۹۵ء ۔ مدت عمر ۷۷ سال (حالات) ملک علاء الدین نے دغا سے بادشاہ کو کڑہ مانک پور میں بلایا اور جب بادشاہ کشتی میں سے اترتا تھا ۔ اس وقت اس کو تلوار مار کر مار ڈالا ۔ جب یہ خبر دلی میں پہنچی تو ملکہ جہاں بادشاہ کی بی بی نے رکن الدین اپنے چھوٹے بیٹے کو تخت پر بٹھایا ۔

نمبر ۱۵۵ ۔ رکن الدین ابراھیم شاہ بن جلال الدین فیروز شاہ قوم ۔ خلجی ۔ سال جلوس ۔ رمضان ۶۹۵ھ مطابق ۱۲۹۵ء ۔ محل جلوس ۔ کوشک سبز ۔ دارالسلطنت ۔ دھلی ۔ مدت سلطنت ۔ ۴ ماہ ۔ (حالات) سلطان علاء الدین سے لڑ کر بھاگ گیا ۔ اور سلطان علاء الدین دلی کے تخت پر بیٹھ گیا ۔

نمبر ۱۵۶ ۔ سلطان علاء الدین بن شہاب الدین مسعود ۔ قوم خلجی ۔ سال جلوس ۔ بست و دوم ذی الحجہ ۶۹۵ھ مطابق ۱۲۹۵ء محل جلوس ۔ قلعہ رائے پتھورا ۔ دارالسلطنت ۔ دھلی قلعہ سیزی ۔ مدت سلطنت ۱۹ سال چند ماہ سال وفات شب ششم ماہ شوال ۷۱۵ھ مطابق ۱۳۱۵ء ۔ مدفن ۔ قلعہ رائے پتھورا ۔ عقب مسجد قوت الاسلام

(حالات) بیمار ہو کر مر گیا ۔ امراء نے باہم صلاح کر کے شہاب الدین کو تخت پر بٹھایا ۔

نمبر ۱۵۷ ۔ شہاب الدین عمر بن سلطان علاءالدین ۔ قوم ۔ خلجی ۔ سال ولادت ۷۰۹ھ مطابق ۱۳۰۹ء ۔ سال جلوس ۔ ہفتم شوال ۷۱۵ھ مطابق ۱۳۱۵ء ۔ محل جلوس ۔ قلعہ علائی ۔ دارالسلطنت ۔ دھلی ۔ مدت سلطنت ۔ ۳ ماہ چند یوم (حالات) مبارک خاں ایک تدبیر سے ملک نائب مدارالمہام سلطنت کو مروا کر آپ نائب السلطنت ہوا اور چند روز بعد بادشاہ کو پکڑ کر اندھا کر دیا ۔ اور گوالیار کے قلعے میں قید کیا اور آپ بادشاہ ہوا ۔

نمبر ۱۵۸ ۔ قطب الدین مبارک شاہ بن سلطان علاء الدین ۔ قوم ۔ خلجی ۔ سال ولادت ۔ محرم ۷۱۶ھ مطابق ۱۳۱۶ء محل جلوس ۔ قلعہ علائی ۔ دارالسلطنت ۔ دھلی ۔ مدت سلطنت ۔ ۵ سال ایک ماہ ۲۷ یوم ۔ سال وفات ۔ شب پنجم ربیع الاول ۷۲۱ھ مطابق ۱۳۲۱ء (حالات) جاھر بیگ نے بسازش خسرو خاں کے بادشاہ کو قصر ہزار ستون میں مارا اور خسرو خاں تخت پر بیٹھا ۔

نمبر ۱۵۹ ۔ حسن خاں الملقب بہ سلطان ناصر الدین خسرو خاں قوم ۔ بروار ۔ سال جلوس ربیع الاول ۷۲۱ھ مطابق ۱۳۲۱ء ۔ محل جلوس ۔ قلعہ علائی ۔ قصر ہزار ستون ۔ دارالسلطنت ۔ دھلی ۔ مدت سلطنت ۴ ماہ چند یوم ۔ سال وفات آخر ماہ رجب ۷۲۱ھ مطابق ۱۳۲۱ء (حالات) غازی الملک تغلق شاہ وسال پور کے حاکم نے خسرو خاں پر فوج کشی کی اور خسرو خاں حوض علائی کے کنارے پر نکلا اور میدان اندر پت میں لڑائی ہوئی اور خسرو خاں بھاگ کر تل پت میں چھپا ۔ آخرکار پکڑا جا کر مارا گیا اور تغلق شاہ بادشاہ ہوا ۔

نمبر ۱۶۰ ۔ سلطان غیاث الدین تغلق شاہ بن ملک تغلق ۔

قوم ۔ ترک ۔ سال جلوس ۔ غرہ شعبان ۷۲۱ھ مطابق ۱۳۲۱ء محل جلوس ۔ قلعہ علائی ۔ قلعہ تغلق آباد ۔ مدت سلطنت ۔ ۴ سال چند ماہ سال وفات ۔ ربیع الاول ۷۲۵ھ مطابق ۱۳۲۴ء ۔ مدفن ۔ تغلق آباد (حالات) الغ خاں اس کے بیٹے نے قریب افغان پور کے ایک محل بنایا تھا ۔ اُس میں بادشاہ کھانا کھا رہا تھا کہ مکان گر پڑا اور بادشاہ دب کر مر گیا ۔ اُس کا بیٹا تخت پر بیٹھا ۔

نمبر ۱۶۱ ۔ سلطان محمد عادل تغلق شاہ بن غیاث الدین تغلق شاہ ۔ قوم ۔ ترک ۔ سال جلوس ۔ ربیع الاول ۷۲۵ھ مطابق ۱۳۲۴ء محل جلوس ۔ تغلق آباد ۔ دارالسلطنت ۔ شہر دہلی بعدہ دولت آباد وباز دہلی ۔ مدت سلطنت ۲۷ سال ۔ سال وفات بست و یکم محرم ۷۵۲ھ مطابق ۱۳۵۱ء ۔ مدفن ۔ تغلق آباد (حالات) سفر ٹھٹھہ میں بیمار ہو کر ٹھٹھہ سے چودہ کوس ورے رود سندھ کے کنارے پر مر گیا ۔

نمبر ۱۶۲ ۔ فیروز شاہ بن سالار رجب برادر خورد تغلق شاہ قوم ۔ ترک ۔ سال ولادت ۶۹۹ھ مطابق ۱۲۹۸ء ۔ سال جلوس ۔ بست و سوم محرم ۷۵۲ھ مطابق ۱۳۵۱ء ۔ محل جلوس ۔ سبھوان ۔ دارالسلطنت ۔ شہر دہلی فیروز آباد ۔ مدت سلطنت ۳۸ سال ۷ ماہ ۲۰ یوم ۔ سال وفات سیزدھم رمضان ۷۹۰ھ مطابق ۱۳۸۸ء ۔ مدت عمر ۔ ۹۱ سال ۔ مدفن حوض خاص (حالات) احمد ایاز المخاطب بہ خواجہ جہاں نے دلی میں غیاث الدین محمد کو تخت پر بٹھایا تھا کہ فیروز شاہ نے اُٹھا دیا ۔ بعد چند مدت کے فیروز شاہ نے اپنے جیتے جی شاہزادہ فتح خاں کو تخت بر بٹھایا اور سکہ اور خطبہ اس کے نام پر کر دیا اور جب وہ مر گیا تو محمد خاں کو ناصر الدین محمد شاہ خطاب دے کر تخت پر بٹھایا ۔ مگر امراء نے اُس سے مخالفت کی اور لڑ کر کوہ سرمور کی طرف بھگا دیا اور تغلق شاد کو تخت پر بٹھایا ۔

اور اسی عرصے میں فیروز شاہ مر گیا ۔ اور تغلق شاہ مستقل بادشاہ ہوا ۔

غیاث الدین محمد بن تغلق شاہ ۔ سال جلوس ۷۵۲ھ مطابق ۱۳۵۱ء ۔

شاہزادہ فتح خاں بن فیروز شاہ ۔ سال جلوس ۷۶۰ھ مطابق ۱۳۵۹ء ۔

ناصر الدین محمد شاہ بن فیروز شاہ سال ولادت ۷۵۳ھ مطابق ۱۳۵۲ء ۔ سال جلوس ۷۸۹ھ مطابق ۱۳۸۷ عیسوی ۔

نمبر ۱۶۳ ۔ سلطان غیاث الدین تغلق شاہ ثانی بن شاہزادہ فتح خان قوم ۔ ترک ۔ سال جلوس ۔ ۷۹۰ھ مطابق ۱۳۸۸ء ۔ محل جلوس : فیروز آباد ۔ دارالسلطنت : دھلی ۔ مدت سلطنت : ۵ ماہ ۸ یوم ۔ سال وفات ۔ بست و یکم صفر ۷۹۱ھ مطابق ۱۳۸۸ء (حالات) ملک رکن الدین وزیر نے اس بادشاہ کو مار ڈالا اور ابوبکر شاہ کو تخت پر بٹھایا ۔

نمبر ۱۶۴ ۔ ابوبکر شاہ بن ظفر خان بن فیروز شاہ ۔ قوم : ترک ۔ سال جلوس : صفر ۷۹۱ھ مطابق ۱۳۸۸ء ۔ محل جلوس فیروز آباد ۔ دارالسلطنت ۔ دھلی ۔ مدت سلطنت ۔ ایک سال چھ ماہ چند یوم سال وفات ۔ بستم ذی الحجہ ۷۹۲ھ مطابق ۱۳۸۹ء (حالات) یہ بادشاہ امراء کو اپنے سے مخالف دیکھ کر اور ناصر الدین محمد شاہ کے آنے کی خبر سن کر میوات میں چلا گیا اور ناصر الدین محمد شاہ دلی میں آ کر تخت پر بیٹھ گیا ۔ اور بعد لڑائیوں کے ابوبکر شاہ کو پکڑ کر قلعہ میرٹھ میں قید کیا کہ وھیں مر گیا ۔

نمبر ۱۶۵ ۔ ناصر الدین محمد شاہ بن فیروز شاہ ۔ قوم ۔ ترک ۔ سال ولادت ۔ روز دوشنبہ سوم جمادی الاول ۷۵۳ھ مطابق ۱۳۵۱ء سال جلوس ۔ نوزدھم رمضان ۷۹۲ھ مطابق ۱۳۸۹ء ۔ محل جلوس ۔

فیروز آباد ۔ دارالسلطنت ۔ دھلی ۔ مدت سلطنت ۔ ۳ سال ۵ ماہ چند یوم ۔ سال وفات ۔ ھفتدھم ربیع الاول ۷۹۶ھ مطابق ۱۳۹۳ء ۔ مدت عمر ۳۴ سال ۔ مدفن ۔ حوض خاص (حالات) بیمار ھو کر جالیسر میں مر گیا ۔ ھمایوں خاں سکندر اس کا بیٹا بادشاہ ھوا ۔

نمبر ۱۶۶ ۔ علاء الدین سکندر شاہ بن ناصر الدین محمد شاہ ۔ قوم ۔ ترک ۔ سال جلوس نوزدھم ربیع الاول ۷۹۶ھ مطابق ۱۳۹۳ء ۔ محل جلوس ۔ فیروز آباد ۔ دارالسلطنت ۔ دھلی ۔ مدت سلطنت ۔ ایک ماہ چند یوم ۔ سال وفات ربیع الثانی ۷۹۶ھ مطابق ۱۳۹۳ء ۔ مدفن ۔ حوض خاص (حالات) بیمار ھو کر مر گیا ۔ بعد اس کے پندرہ روز تک امراء میں گفتگو رھی کہ کس کو بادشاہ کریں ۔ آخر محمود شاہ کو تخت پر بٹھایا ۔

نمبر ۱۶۷ ۔ ناصر الدین محمود شاہ ۔ بن ناصر الدین محمد شاہ ۔ قوم ۔ ترک ۔ سال جلوس ۔ جمادی الاول ۷۹۶ھ مطابق ۱۳۹۳ء ۔ محل جلوس ۔ فیروز آباد ۔ دارالسلطنت ۔ دھلی ۔ مدت سلطنت ۔ ۱۹ سال ۸ ماہ چند یوم ۔ سال وفات ۔ ذی قعدہ ۸۱۵ھ مطابق ۱۴۱۲ء (حالات) اس بادشاہ کی سلطنت میں نہایت تزلزل رھا ۔ سعادت خاں نے نصرت شاہ کو فیروز آباد میں تخت پر بٹھا دیا تھا اور پھر اقبال خاں فیروز آباد پر قابض ھو گیا اور کبھی یہ بادشاہ بھاگ گیا اور کبھی پھر آ گیا ۔ اور اسی درمیان میں امیر تیمور بھی دلی میں آیا ۔ آخر کو یہ بادشاہ بیمار ھو کر کیتھل سے مراجعت کرتے وقت مر گیا ۔ امراء نے دولت خاں کو بادشاہ کیا ۔

(نصرت شاہ اقبال خاں اور امیر تیمور کے کوائف یہ ھیں) ۔

(۱) ناصر الدین نصرت شاہ بن شاھزادہ فتح خاں بن فیروز شاہ سال جلوس ۔ ۷۹۷ھ مطابق ۱۳۹۴ء ۸۰۱ھ مطابق ۱۲۹۸ء شہر فیروز آباد ۔

(۲) اقبال خاں عرف ملو پٹھان سال جلوس ۸۰۰ھ مطابق ۱۳۹۷ء تا ۸۰۲ھ مطابق ۱۲۹۹ کوشک سیزی ۔

(۳) امیر تیمور بن امیر طراغان چغتائی ۔ سال ولادت ۔ شب سہ شنبہ بست و ہفتم شعبان ۷۳۶ھ مطابق ۱۳۳۵ء ۔ سال جلوس ۔ جمادی الاول ۸۰۱ھ مطابق ۱۳۹۸ء ۔ دھلی میں پندرہ دن تک رہا ۔ اور شب چہار شنبہ ہفتدہم شعبان ۸۰۷ھ مطابق ۱۴۰۵ کو ۷۱ سال ۱۱ ماہ ۲۰ یوم کی عمر میں وفات پائی اور سمرقند میں دفن ہوا ۔

نمبر ۱۶۸ ۔ دولت خاں لودھی ۔ سال جلوس محرم ۸۱۶ھ مطابق ۱۴۱۳ء محل جلوس کوشک سیزی ۔ دارالسلطنت دھلی مدت سلطنت ایک سال ۲ ماہ چند یوم ۔ سال وفات ۸۱۷ھ مطابق ۱۴۱۴ء (حالات) خضر خاں نے دلی پر فوج کشی کی اور دولت خاں کوشک سیری میں محصور ہوا ۔ آخر کار خضر خاں کے پاس چلا آیا اور اُس نے فیروز آباد میں قید کیا اور وھیں مر گیا ۔

نمبر ۱۶۹ ۔ خضر خاں بن ملک سلیمان ۔ قوم سید ۔ سال جلوس پانزدھم ربیع الاول ۸۱۷ھ مطابق ۱۴۱۴ء ۔ محل جلوس کوشک سیزی ۔ دارالسلطنت دھلی ۔ مدت سلطنت ۷ سال دو ماہ دو یوم ۔ سال وفات ہفت دھم جمادی الاولیٰ ۸۲۴ھ مطابق ۱۴۲۰ء مدفن دھلی (حالات) اڈوے میں بیمار ھو کر دلی میں آیا اور اُس کا بیٹا تخت پر بیٹھا ۔

نمبر ۱۷۰ ۔ معزالدین ابوالفتح مبارک شاہ بن خضر خاں ۔ سید ۔ سال جلوس ہفت دھم جمادی الاولیٰ ۸۲۴ھ مطابق ۱۴۲۱ء محل جلوس کوشک سیزی ۔ دارالسلطنت دھلی ۔ مدت سلطنت ۱۳ سال ایک ماہ چند یوم ۔ سال وفات نہم رجب ۸۳۷ھ مطابق ۱۴۳۳ء

مدفن دھلی ۔ مبارک پور کوٹلہ (حالات) قلعہ مبارک آباد میں جو اس بادشاہ نے دریا کے کنارے پر بنایا تھا ۔ میران صدر اور قاضی عبدالصمد نے اس بادشاہ کو مار ڈالا ۔ اور سرور الملک وزیر کو خبر کی ۔ اُس نے صلاح کر کر محمد شاہ کو تخت پر بٹھایا ۔

نمبر ۱۷۱۔ سلطان محمد شاہ بن فرید خاں بن خضر خاں ۔ سید سال جلوس نہم رجب ۸۳۷ھ مطابق ۱۴۳۳ء محل جلوس کوشک سیزی ۔ دارالسلطنت دھلی مدت سلطنت ۱۲ سال چند ماہ ۔ سال وفات ۸۴۹ھ مطابق ۱۴۴۵ء ۔ مدفن دھلی متصل مقبرہ صفدر جنگ در سواد موضع خیر پور (حالات) بیمار ھوکر مر گیا اور اُس کا بیٹا بادشاہ ھوا ۔

نمبر ۱۷۲۔ سلطان علاء الدین عالم شاہ بن محمد شاہ ۔ سید ۔ سال جلوس ۸۴۹ھ مطابق ۱۴۴۵ء محل جلوس کوشک سیزی دارالسلطنت دھلی مدت سلطنت ۶ سال چند ماہ ۔ سال وفات ۔ ۸۸۳ ھ مطابق ۱۴۷۸ء حالات ۔ بادشاہ بدائیوں میں جا پڑا اور ملک بہلول لودھی دلی پر قابض ھوکر تخت پر بیٹھا ۔

نمبر ۱۷۳۔ سلطان بہلول لودھی بن ملک کالا ۔ سال جلوس ھفت دھم ربیع الاول ۸۵۵ھ مطابق ۱۴۵۱ء محل جلوس کوشک سیزی دارالسلطنت دھلی ۔ مدت سلطنت ۳۸ سال ۸ ماہ ۷ یوم ۔ سال وفات ۸۹۴ھ مطابق ۱۴۸۸ء مدفن دھلی متصل درگاہ چراغ دھلی (حالات) بیمار ھو کر مر گیا اور خان خانان نے اُس کے بیٹے کو تخت پر بٹھایا ۔

نمبر ۱۷۴۔ سلطان سکندر بن سلطان بہلول لودھی۔ سال جلوس ۸۹۴ھ مطابق ۱۴۸۸ء محل جلوس قصبہ جلالی۔ دارالسلطنت دھلی بعدہ آگرہ ۔ مدت سلطنت ۲۸ سال پنج ماہ ۔ سال وفات ۔ روز یک شنبہ

هفتم ذیقعدہ ۹۲۳ھ مطابق ۱۵۱۷ء - مدفن دھلی (حالات) اس بادشاہ کے عہد میں ہندوؤں نے فارسی لکھنا اور پڑھنا شروع کیا - اس سے پہلے کوئی نہ پڑھتا تھا - آخر کو بیمار ہو کر مر گیا -

نمبر ۱۷۵- سلطان ابراھیم بن سلطان سکندر لودھی - سال جلوس - ذی قعدہ ۹۲۳ھ مطابق ۱۵۱۷ء محل جلوس و دارالسلطنت آگرہ - مدت سلطنت ۸ سال چند ماہ - سال وفات - ھشتم رجب ۹۳۲ھ مطابق ۱۵۲۵ء مدفن پانی پت (حالات) پانی پت کے میدان میں بابر بادشاہ کی لڑائی میں مارا گیا اور مغلوں کے خاندان میں بادشاھت چلی گئی -

نمبر ۱۷۶- ظہیرالدین محمد بابر بادشاہ بن شیخ عمر مرزا- قوم چغتائی - سال ولادت - ۸۸۸ھ مطابق ۱۴۸۳ء سال جلوس - رجب ۹۳۲ ھ مطابق ۱۵۲۵ء محل جلوس دھلی - دارالسطنت آگرہ مدت سلطنت ۴ سال چند ماہ - سال وفات - روز دو شنبہ - ششم جمادی الاولیٰ ۹۳۷ ھ مطابق ۱۵۳۰ء مدت عمر ۴۹ سال چند ماہ مدفن کابل (حالات) بیمار ہو کر مر گیا -

نمبر ۱۷۷- نصیرالدین ھمایوں بادشاہ (مرتبہ اول) بن بابر بادشاہ قوم چغتائی - سال ولادت ذی قعدہ ۹۱۳ھ مطابق ۱۵۰۷ء - سال جلوس ، جمادی الاول ۹۳۷ھ مطابق ۱۵۳۰ء محل جلوس - آگرہ دارالسلطنت آگرہ بعدہ دھلی - مدت سلطنت ۱۱ سال پنج ماہ چند یوم- سال وفات - یاز دھم ربیع الاول ۹۶۳ھ مطابق ۱۵۵۵ء مدت عمر ۴۹ سال سہ ماہ ۲۶ یوم - مدفن - دھلی مقبرہ ھمایوں - شیرشاہ کی لڑائی میں شکست ھوئی اور بادشاہ ایران چلا گیا -

نمبر ۱۷۸ فرید خاں الملقب بہ شیر شاہ بن حسن ، قوم سور پٹھان - سال ولادت - رجب ۸۷۷ھ مطابق ۱۴۷۲ء سال جلوس

۹۴۷ھ مطابق ۱۵۴۰ء - محل جلوس آگرہ - دارالسلطنت دھلی - مدت سلطنت ۴ سال ۴ ماہ ۱۵ یوم سال وفات۔ دواز دھم ربیع الاول ۹۵۲ھ مطابق ۱۵۴۵ء مدت عمر - ۷۴ سال ۸ ماہ چند یوم - مدفن سہسرام - (حالات) کالنجر کے قلعہ کی لڑائی میں باروت سے جل کر مر گیا -

نمبر ۱۷۹ - جلال خاں الملقب بہ اسلام شاہ بن شیر شاہ قوم سور پٹھان سال ولادت صفر ۹۰۲ھ مطابق ۱۴۹۶ء سال جلوس پانزدھم ربیع الاول ۹۵۲ھ مطابق ۱۵۴۵ء محل جلوس قلعہ کالنجر - دارالسلطنت دھلی مدت سلطنت ۸ سال ۲ ماہ ۱۰ یوم سال وفات بست و پنجم جمادی الاول مدت عمر - ۵۸ سال ۳ ماہ چند یوم (حالات) بیمار ھو کر مر گیا اور فیروز خاں تخت پر بیٹھا -

نمبر ۱۸۰ - فیروز شاہ بن اسلام شاہ قوم سور پٹھان - سال وفات ربیع الثانی ۹۴۸ھ مطابق ۱۵۴۱ء - سال جلوس - بست و ششم جمادی الاول ۹۶۰ھ مطابق ۱۵۵۲ء - محل جلوس و دارالسلطنت - دھلی - مدت سلطنت ۳ یوم - سال وفات - بست و نہم جمادی الاول ۹۶۰ھ مطابق ۱۵۵۲ء - مدت عمر - ۱۲ سال چند یوم (حالات) مبارز خاں اس کے ماموں نے مار ڈالا اور آپ تخت پر بیٹھا -

نمبر ۱۸۱ - مبارز خاں الملقب بہ محمد عادل شاہ بن نظام خاں قوم سور پٹھان - سال ولادت - شعبان ۹۱۱ھ مطابق ۱۵۰۵ء - سال جلوس - بست و نہم جمادی الاول ۹۶۰ھ مطابق ۱۵۵۲ء محل جلوس و دارالسلطنت - دھلی - مدت سلطنت یکسال ۱۱ ماہ ۷ یوم (حالات) ابراھیم خاں نے بنی عم شیر شاہ سے لڑ کر شکست پائی -

نمبر ۱۸۲ - سلطان ابراھیم - قوم سور پٹھان - سال ولادت - ۹۰۳ھ مطابق ۱۴۹۷ء - سال جلوس - ششم جمادی الاول ۹۶۲ھ

مطابق ۱۵۵۴ء - محل جلوس و دارالسلطنت - دھلی - مدت سلطنت ۲ ماہ ۳ یوم - سال وفات - ۹۷۵ھ مطابق ۱۵۶۷ء - مدت عمر - ۴۷ سال (حالات) احمد خاں نے بنی عم شیر شاہ سے لڑ کر شکست پائی -

نمبر ۱۸۳ - احمد خاں الملقب به سکندر شاہ بن حسین شاہ قوم سور پٹھان - سال جلوس - ربیع الاول ۹۱۱ھ مطابق ۱۵۰۵ء - سال جلوس - نہم رجب ۹۶۲ھ مطابق ۱۵۵۴ء - محل جلوس - فرح - دارالسلطنت دھلی - مدت سلطنت ۲ ماہ (حالات) ھمایوں بادشاہ سے شکست کھا کر بنگالے کی طرف بھاگ گیا -

نمبر ۱۸۴ - نصیر الدین محمد ھمایوں بادشاہ (مرتبہ دوم) بن بابر بادشاہ قوم چغتائی - سال ولادت - شب سه شنبه چہار دھم ذی قعدہ ۹۱۲ھ مطابق ۱۵۰۷ء سال جلوس - رمضان ۹۶۲ھ مطابق ۱۵۵۴ء - محل جلوس و دارالسلطنت دھلی - مدت سلطنت - ۶ ماہ چند یوم - سال وفات - یازدھم ربیع الاول ۹۶۳ھ مطابق ۱۵۵۴ء مدت عمر ۴۹ سال ۳ ماہ ۲۶ یوم - مدفن دھلی مقبرہ ھمایوں (حالات) شیر منڈل واقعہ قلعہ کہنہ میں سے آترتے وقت گر پڑا اور کئی دن بعد انتقال کیا -

نمبر ۱۸۵ - ابوالفتح جلال الدین محمد اکبر بادشاہ بن ھمایوں بادشاہ - قوم چغتائی - سال ولادت - شب یک شنبه پنجم رجب ۹۴۹ھ مطابق ۱۵۴۲ء سال جلوس دوم ربیع الثانی ۹۶۳ھ مطابق ۱۵۵۵ء - محل جلوس کلانور - دارالسلطنت آگرہ مدت سلطنت - ۵۱ سال ۲ ماہ ۱۱ یوم - سال وفات - چہار شنبه سیز دھم جمادی الاخرہ ۱۰۱۴ھ مطابق ۱۶۰۵ء - مدت عمر - ۶۲ سال ۱۱ ماہ ۸ یوم - مدفن اکبر آباد - بمقام بہشت آباد معروف به سکندرہ (حالات) بیمار ھوکر مر گیا -

نمبر ۱۸۶ - ابوالمظفر نور الدین جہانگیر بادشاہ بن اکبر بادشاہ ۔ قوم چغتائی ۔ سال ولادت روز چہار شنبہ ۔ ہفتدھم ربیع الاول ۹۷۷ھ مطابق ۱۵۶۹ء محل جلوس و دارالسلطنت آگرہ ۔ مدت سلطنت ۔ ۲۱ سال ۸ ماہ ۱۳ یوم ۔ سال وفات بست و ہفتم صفر ۱۰۳۶ھ مطابق ۱۶۲۶ء ۔ مدت عمر ۵۸ سال ۱۱ ماہ ۱۰ یوم ۔ مدفن لاہور (حالات) بیمار ہو کر مر گیا ، امراء نے بنظر مصلحت داور بخش کو بادشاہ کر دیا اور خفیہ شاھجہاں کو بلا لیا ۔

نمبر ۱۸۷ - میرزا بلاقی المخاطب بہ سلطان داور بخش بن شاہزادہ سلطان خسرو بن جہانگیر ۔ قوم چغتائی ۔ سال ولادت ذی قعدہ ۱۰۱۰ھ مطابق ۱۶۰۱ء سال جلوس ربیع الاول ۱۰۳۶ھ مطابق ۱۶۲۶ء محل جلوس راجپوری ۔ دارالسلطنت آگرہ ۔ مدت سلطنت ۲ ماہ چند یوم ۔ سال وفات ۱۰۳۶ھ مطابق ۱۶۲۶ء ۔ مدت عمر ۲۶ سال (حالات) جب کہ شاھجہاں لاہور پہنچا ۔ تو آصف خاں نے اس بیچارہ کو مار ڈالا اور شاھجہاں کو تخت پر بٹھایا ۔

نمبر ۱۸۸ - شہاب الدین محمد شاھجہاں بادشاہ بن جہانگیر بادشاہ ۔ قوم چغتائی ۔ سال ولادت شب پنج شنبہ یکم ربیع الاول ۱۰۰۰ھ مطابق ۱۵۹۱ء ۔ سال جلوس روز یکشنبہ بست و دوم جمادی الاول ۱۰۳۶ھ مطابق ۱۶۲۶ء ۔ محل جلوس لاہور ۔ دارالسطنت آگرہ ۔ بعدہ شاھجہاں آباد ۔ مدت سلطنت ۳۲ سال چند ماہ ۔ سال وفات شب دو شنبہ بست و ششم رجب ۱۰۷۶ھ مطابق ۱۶۶۵ء ۔ مدت عمر ۷۶ سال ۳ ماہ ۲۶ یوم ۔ مدفن آگرہ تاج گنج (حالات) عالمگیر نے قید کر کر خود تخت پر بیٹھا اور شاھجہاں نے سال نہم جلوس عالمگیری میں انتقال کیا ۔

نمبر ۱۸۹ - ابوالمظفر محی الدین اورنگ زیب عالمگیر بن شاهجهان - قوم چغتائی - سال ولادت شب یک شنبه یازدهم ذی قعده ۱۰۲۸ھ مطابق ۱٦۱۸ء - سال جلوس - روز جمعه یکم ذی قعده ۱۰٦۸ھ مطابق ۱٦۵۷ء - محل جلوس اغر آباد - متصل سرهند - دارالسلطنت دهلی - مدت سلطنت ۵۰ سال ۲۷ یوم سال وفات روز جمعه بست و هشتم ذی قعده ۱۱۱۸ھ مطابق ۱۷۰٦ء - مدت عمر ۹۰ سال ۱۷ یوم - مدفن اورنگ آباد (حالات) بیمار هو کر مر گیا - محمد معظم منعم خان کی سعی سے دلی کے تخت پر بیٹھا اور اپنے بھائیوں سے لڑ کر فتحیاب هوا -

نمبر ۱۹۰ - محمد معظم الملقب به شاه عالم بهادر شاه بن اورنگ زیب عالمگیر - قوم چغتائی - سال ولادت سلخ رجب ۱۰۵۳ھ مطابق ۱٦۴۳ء - سال جلوس - غره ذی الحجه ۱۱۱۸ھ مطابق ۱۷۰٦ء - محل جلوس لاهور - دارالسلطنت دهلی - مدت سلطنت ۵ سال ایک ماه ۲۱ یوم - سال وفات بست و یکم محرم ۱۱۲۴ھ مطابق ۱۷۱۲ء - مدت عمر ۷۰ سال ٦ ماه - مدفن دهلی قطب صاحب (حالات) بمقام موضع جاجئو مضاف صوبه اکبر آباد میں اپنے بھائی سے لڑ کر فتح پائی - آخر کو آپ بھی بیمار هو کر مر گیا اور اس کے بیٹوں میں بادشاهت پر لڑائی هوئی اور معزالدین جهاندار شاه سب پر غالب آیا -

(محمد اعظم شاه بن عالمگیر - سال جلوس ۱۱۱۹ھ مطابق ۱۷۰۷ء - محل جلوس احمد نگر - سال وفات ۱۱۱۹ھ مطابق ۱۷۰۵ء) .

نمبر ۱۹۱ - معزالدین جهاندار شاه بن شاه عالم بهادر شاه قوم چغتائی - سال ولادت دهم رمضان ۱۰۷۲ھ مطابق ۱٦٦۱ء - سال جلوس ۱۱۲۴ھ مطابق ۱۷۱۲ء محل جلوس شاهجهان آباد -

و بعد فتح لاهور ۔ دارالسلطنت دھلی ۔ مدت سلطنت ۱۱ ماہ ۵ یوم سال وفات روز جمعہ ھشتم محرم ۱۱۲۵ھ مطابق ۱۷۱۳ء مدت عمر ۵۲ سال ۳ ماہ ۲۸ یوم ۔ مدفن دھلی پیش چبوترہ مقبرہ ھمایوں (حالات) فرخ سیر سے لڑ کر پکڑا گیا اور قلعہ دھلی میں مارا گیا ۔

(۱) عظیم الشان - محل جلوس بنگالہ

(۲) رفیع الشان محل ۔ جلوس شاھجہاں آباد

(۳) خجستہ اختر جہاں شاہ

نمبر ۱۹۲ ۔ جلال الدین فرخ سیر بن عظیم الشان بن بہادر شاہ۔ قوم چغتائی ۔ سال ولادت روز پنج شنبہ ھجدم رجب ۱۰۹۵ھ مطابق ۱۶۸۳ء سال جلوس ۱۱۲۴ھ مطابق ۱۷۱۲ء و جلوس ثانی ۱۱۲۵ھ مطابق ۱۷۱۳ء محل جلوس آگرہ بعدہ شاھجہاں آباد ۔ دارالسلطنت دھلی ۔ مدت سلطنت ۶ سال ۳ ماہ ۱۵ یوم ۔ سال وفات ھشتم ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۸ء مدت عمر ۳۵ سال ۸ ماہ ۲۰ یوم ۔ مدفن دھلی صحن مقبرہ ھمایوں (حالات) عبداللہ خاں اور حسین علی خاں نے زھر دے کر مار ڈالا ۔

نمبر ۱۹۳ ۔ محمد ابوالبرکات سلطان رفیع الدرجات بن رفیع الشان بن بہادر شاہ۔ قوم چغتائی سال ولادت ھفتم جمادی الاخریٰ ۱۱۱۱ھ مطابق ۱۶۹۹ء ۔ سال جلوس نہم ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۸ء محل جلوس شاھجہاں آباد دارالسلطنت دھلی ۔ مدت سلطنت ۳ ماہ ۱۱ یوم ۔ سال وفات روز شنبہ بستم رجب ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۸ء مدت عمر ۲۰ سال ایک ماہ ۱۳ یوم ۔ مدفن دھلی مقبرہ ھمایوں (حالات) بیمار ھو کر مر گیا ۔ عبداللہ خاں اور حسین علی خاں نے رفیع الدولہ کو تخت پر بٹھایا اور اکبر آباد میں هزارے مترسین نے نیکوسیر کو تخت پر بٹھا دیا ۔ مگر نیکوسیر

پکڑا گیا ۔

نمبر ۱۹۴ ۔ شمس الدین رفیع الدولہ شاہجہان بادشاہ ثانی بن رفیع الشان بن بہادر شاہ ۔ قوم چغتائی ۔ سال ولادت پنجم صفر ۱۱۱۳ھ مطابق ۱۷۰۲ء سال جلوس بستم رجب ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۸ء ۔ محل جلوس شاہجہان آباد ۔ دارالسلطنت دھلی ۔ مدت سلطنت ۳ ماہ ۲۸ یوم ۔ سال وفات ھفتدھم ذی قعدہ ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۸ء مدت عمر ۲۰ سال یک ماہ ۱۳ یوم ۔ مدفن دھلی مقبرہ ھمایوں (حالات) بیمار ہو کر مر گیا ، عبداللہ خاں اور حسین علی خاں نے محمد شاہ کو تخت پر بٹھایا ، لیکن جب حسین علی خاں کو بادشاہ نے مروا ڈالا تو عبداللہ خاں نے سلطان ابراھیم کو تخت پر بٹھا دیا ، مگر وہ مغلوب ہوا ۔

(سلطان نیکوسیر ۔ محل جلوس آگرہ)

نمبر ۱۹۵ ۔ روشن اختر ابوالفتح محمد شاہ بادشاہ بن خجستہ اختر جہاں شاہ بن بہادر شاہ ۔ قوم چغتائی ۔ سال ولادت بست و ششم ربیع الاول ۱۱۱۴ھ مطابق ۱۷۰۲ء سال جلوس ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۸ء محل جلوس شاہجہان آباد ۔ دارالسلطنت دھلی ۔ مدت سلطنت ۲۹ سال ۸ ماہ سال وفات بست و نہم ربیع الثانی ۱۱۶۱ھ مطابق ۱۷۴۸ء مدت عمر ۴۷ سال یک ماہ یک یوم مدفن دھلی درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء (حالات) بیمار ہو کر مر گیا اور اس کا بیٹا بادشاہ ہوا ۔

(۱) سلطان ابراھیم بن رفیع الشان بن بہادر شاہ ۔ سال جلوس ۱۱۳۲ھ مطابق ۱۷۱۹ء

(۲) نادر شاہ ۱۱۵۱ھ مطابق ۱۷۳۸ء

نمبر ۱۹۶ ۔ مجاھد الدین ابوالنصر احمد شاہ بہادر بادشاہ بن محمد شاہ ۔ قوم چغتائی ۔ سال ولادت روز سہ شنبہ بست و ھفتم

ربیع الثانی ۱۱۴۰ھ مطابق ۱۷۲۷ء ۔ سال جلوس : دوم جمادی الاول ۱۱۶۱ھ مطابق ۱۷۴۸ء ۔ محل جلوس پانی پت ۔ دارالسلطنت دھلی مدت سلطنت ۶ سال ۳ ماہ ۸ یوم سال وفات، بست و ھفتم شوال ۱۱۸۸ھ مطابق ۱۷۷۴ء مدت عمر ۴۸ سال ۶ ماہ مدفن دھلی مقبرہ ھمایون (حالات) عماد الملک نے پکڑا اور اندھا کر کر قید کر دیا کہ بعد چند مدت کے بیماری سے مر گیا ۔

نمبر ۱۹۷ ۔ عزالدین عالمگیر ثانی بن معز الدین جہاندار شاہ ۔ قوم : چغتائی ۔ سال ولادت : ۱۰۹۹ھ مطابق ۱۶۸۷ء ۔ سال جلوس : روز سہ شنبہ دھم شعبان ۱۱۶۷ھ مطابق ۱۷۵۳ء ۔ محل جلوس : شاھجہان آباد ۔ دارالسلطنت : دھلی ۔ مدت سلطنت : ۵ سال ۷ ماہ ۲۸ یوم ۔ سال وفات : روز پنج شنبہ ھشتم ربیع الاخر ۱۱۷۳ھ مطابق ۱۷۵۹ء ۔ مدت عمر ۷۳ سال چند ماہ ۔ مدفن : دھلی مقبرہ ھمایون (حالات) عماد الملک کے کہنے سے تالع یاس خان اور مہدی قلی خان نے مار ڈالا اور محی الملۃ کو تخت پر بٹھایا ، اور شاہ عالم نے بنگالے میں تخت پر جلوس کیا ، مگر سلطنت شاہ عالم کی قائم رھی ۔

احمد شاہ درانی ۔ سال جلوس ۱۱۷۱ھ مطابق ۱۷۵۶ء ۔

نمبر ۱۹۸ ۔ ابو المظفر جلال الدین سلطان عالی گوھر شاہ عالم بادشاہ بن عالمگیر ثانی ۔ قوم : چغتائی ۔ سال ولادت ۔ ھفتدھم ذی قعدہ ۱۱۴۰ھ مطابق ۱۷۲۷ء سال جلوس ، چہاردھم جمادی الاول ۱۱۷۳ھ مطابق ۱۷۵۹ء ۔ محل جلوس : عظیم آباد پٹنہ ۔ دارالسلطنت : دھلی ۔ مدت سلطنت : ۴۵ سال ۔ سال وفات : ھفتم رمضان ۱۲۲۱ھ مطابق ۱۸ نومبر ۱۸۰۶ء مدت عمر ۸۰ سال ۹ ماہ ۲۰ یوم ۔ مدفن : دھلی قطب صاحب ۔ (حالات) بیدار بخت کو غلام قادر نے تخت پر بٹھایا تھا کہ بعد مارے جانے غلام قادر کے وہ سلسلہ برھم

هو گیا ، آخر کار جنرل لیک سپہ سالار انگلشیہ نے دلی کو فتح کیا اور سرکار انگریز کی عملداری ہونے کے تین برس بعد بادشاہ نے انتقال کیا ۔

(۱) محی الملة المقلب بہ شاھجہان ثانی بن محی السنہ بن کام بخش بن عالمگیر ثانی ۔

(۲) احمد شاہ درانی : ۱۱۷۳ھ مطابق ۱۷۵۹ء ۔

(۳) بیدار بخت بن احمد شاہ ۱۲۰۲ھ مطابق ۱۷۸۷ء ۔

نمبر ۱۹۹ ۔ شاہ جارج سویم بن فریڈرک شاھزادہ ویلز بن شاہ جارج دویم ۔ قوم جرمن ۔ فتح دھلی پانزدھم ستمبر ۱۸۰۳ء (۱۲۱۸ء) دارالسلطنت لندن ، مدت سلطنت ۱۷ سال ۔ سال وفات : ۱۸۲۰ء مطابق ۱۲۳۶ھ ۔ مدت سلطنت ۸۱ سال ۔ مدفن : قلعہ وترا (حالات) اگرچہ لندن کے بادشاہ کی حکومت اور سلطنت ہو گئی ، الا تیمور کے خاندان پر بھی لقب بادشاھی کا اور تخت و چتر اور قلعہ شاھجہان آباد کی حکومت قائم رکھی ۔

ابوالنصر معین الدین اکبر شاہ بن شاہ عالم قوم : چغتائی ۔ سال ولادت : شب چہار شنبہ ھفتم رمضان ۱۱۷۳ھ مطابق ۱۷۵۹ء ۔ سال جلوس : روز چہار شنبہ ھفتم رمضان ۱۲۲۱ھ مطابق ۱۸۰۶ء محل جلوس شاھجہان آباد ۔ حکومت در قلعہ شاھجہان آباد ۔ مدت سلطنت ۳۱ سال ۹ ماہ ۲۱ یوم ۔ سال وفات جمعہ بست و ھشتم جمادی الآخر ۱۲۵۳ھ مطابق ۱۸۳۷ء ۔

نمبر ۲۰۰ ۔ شاہ جارج چہارم بن جارج سوم ۔ قوم جرمن ۔ سال ولادت : ۱۷۶۲ء ۔ سال جلوس : ۱۸۲۰ء مطابق ۱۲۳۶ھ محل جلوس و دارلسلطنت : لندن ۔ مدت سلطنت : ۱۰ سال ۵ ماہ ۹ یوم ۔ سال وفات ۱۸۳۰ء مطابق ۱۲۴۶ھ ۔ مدفن : قلعہ وترا ۔

نمبر ۲۰۱ ۔ شاہ ولیم چہارم بن جارج سوم ۔ قوم جرمن ۔ سال

ولادت : ۱۷۶۵ء سال جلوس : ۱۸۳۰ء مطابق ۱۲۴۶ھ دارالسلطنت : لندن ۔ مدت سلطنت : ۶ سال ۱۱ ماہ ۲۴ یوم ۔ سال وفات : ۱۸۳۷ء مطابق ۱۲۵۳ھ ۔ (ابو الظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ بن اکبر شاہ) ۔ قوم چغتائی ۔ سال ولادت : ۱۱۸۹ھ مطابق ۱۷۷۵ء ۔ سال جلوس : ۱۲۵۳ھ مطابق ۱۸۳۷ء ۔ حکومت در قلعہ شاہجہان آباد ۔

نمبر ۲۰۲ ۔ ملکہ وکٹوریہ بنت ڈیوک آف کینٹ بن جارج سوم ۔ قوم جرمن ۔ سال ولادت ۱۸۱۹ء مطابق ۱۲۳۵ھ ۔ سال جلوس : ۱۸۳۷ء مطابق ۱۲۵۳ھ ۔ محل جلوس و دارالسلطنت : لندن ۔ (حالات) چونکہ شاہ ولیم چہارم کے کوئی وارث منکوحہ صحیحہ سے نہ تھا اس واسطے حسب دستور فرنگستان کے ملکہ وکٹوریہ کہ قرابت قریبہ بادشاہ سے رکھتی تھیں تخت پر بیٹھیں ۔

خاتمہ

الحمد للہ کہ یہ کتاب جس طرح دل چاہتا تھا اتمام کو پہنچی اور بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ پسند طبع صاحب والا مناقب عالی مناصب مسٹر آرتھر آسٹن رابرٹس صاحب بہادر دام اقبالہ (ڈپٹی کمشنر دھلی) کے ہوئی جن کی قدر دانی اور رئیس پروری سے اس کتاب کی تصنیف شروع ہوئی تھی و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

مسلمانانِ یارقند

(تہذیب الاخلاق جلد دوم صفحہ ۵۳۶ تا ۵۵۶)

مسٹر رابرٹ شاہ صاحب یارقند اور اُس کے گرد و نواح کے ملکوں کا حال دریافت کرنے کو ۱۸۶۸ء میں اُس طرف گئے تھے اور انھوں نے اپنے سفر کا حال ایک کتاب میں لکھا ھے جو ۱۸۷۱ء میں لندن میں چھپی ھے ۔ ھم اُس کتاب سے اُس نواح کے مسلمانوں کا حال انتخاب کر کر ذیل میں لکھتے ھیں اور اس انتخاب کے لکھنے سے ھمارا مقصد اپنی قوم کو دو باتوں سے متنبہ کرنا ھے ، ایک یہ کہ ھماری قوم جو ھندوستان میں رھتی ھے وہ سمجھے کہ اُس نے کس قدر عادتیں ھندوؤں کی سیکھ لی ھیں اور کھانے اور پینے اور غیر قوموں سے ملنے میں ایک خیالی وھم اور جھوٹ جس کی اصل نہ شرع میں ھے اور نہ اور ملکوں کے رھنے والے مسلمانوں میں ھے اختیار کی ھے ، دوسرے اس بات پر افسوس دلانا ھے کہ ھماری قوم کے لوگ کیا ھندوستان کے رھنے والے اور کیا اور ملکوں کے رھنے والے کیسے بے علم اور واقعات تاریخی سے جو دنیا میں گذرے ھیں کس قدر بے خبر اور واھیات زٹل اور بیہودہ کہانیوں پر یقین اور اعتبار کرنے والے ھیں جس سے اُن کی نادانی ۔ بےعلمی بخوبی ثابت ھوتی ھے ۔

انتخاب سفر نامہ رابرٹ شا صاحب

صاحب موصوف نے کانگڑہ سے اپنا سفر شروع کیا ۔ اور جب وہ شہر لہیہ میں پہنچے جو لداخ سے آگے جانب شمال میں واقع ھے تو وھاں کے لوگوں کا حال انھوں نے اس طرح پر لکھا ھے ۔

وہ لکھتے ہیں کہ جب میں لہیہ میں پہنچا تو میں نے تبت کے باشندوں کے چال چلن اور رسم و رواج کو فوراً تحقیق کرنے کا ارادہ کیا لیکن جبکہ میں پہلے پہل شہر کی سیر کو نکلا تو وہاں کے لوگوں کے حالات دریافت کرنے کا جو جوش تھا وہ سب جاتا رہا اور اس کے عوض میں ایک دوسری بات کا شوق دل میں اٹھا کیونکہ جو لوگ اس ملک میں تھے یعنی تبتی ، ان سے بالکل مختلف قسم کے لوگ ترکی بازار میں چلتے پھرتے یا خاموش قطاروں میں بیٹھے ہوئے نظر آئے ۔ ان کے سروں پر بڑے بڑے سفید عمامے تھے ، لمبی ڈاڑھی اوپر چغہ زمین تک لمبا ، سامنے سے کھلا ہوا ۔ نیچے صدری پہنے تھے اور پاؤں مین کالے چمڑے کے موٹے موٹے بوٹ تھے ۔ ان سب باتوں سے اُن کا ایک رعب داب معلوم ہوتا تھا اور اُن کا برتاؤ نہایت شستہ تھا جس سے لوگوں کے دل میں اُن کا ادب پیدا ہو اُن مین ہندوستانیوں کی سی خوشامد نہ تھی اور نہ تبتیوں کی سی نقالی تھی ۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ گویا بندروں کے بیچ میں آدمی ہیں ۔ جب میں اُن سے ملا تو اُن کا مزاج بالکل خوفناک نہ پایا جیسا کہ اُن کے ہم وطنوں کا سنتا تھا ۔ وہ لوگ ہمارے خیمے میں آ کر بیٹھتے اور بذریعہ مترجم کے دوستانہ بات چیت کرتے تھے اور نہایت مزے سے ہماری چاہ پھونک پھونک کر جرعہ جرعہ کر کر پیتے تھے برخلاف ہمارے ہندوستان کے ڈرپوک مسلمانوں کے جو اس قدر ہندو ہو گئے ہیں کہ ایسا کرنے سے اُن کی ذات جاتی رہتی ہے ۔ ہمارے مہمان در اصل بہت اچھے لوگ تھے ۔ ہنسی مذاق سے خوش ہوتے اور جواب بھی مذاق کے ساتھ دیتے تھے ۔ آزادی کے ساتھ گفتگو کرتے مگر کبھی حد مناسب سے تجاوز نہیں کرتے تھے ۔ ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی بھی عزت کرتے ہیں اور جس سے گفتگو کرتے ہیں اُس کی بھی

قدر و منزلت کرتے ھیں ۔ جب رخصت ھوتے تو مودب طور پر سلام کر کے رخصت ھوتے ۔ رنگ میں اھل یورپ سے کچھ کم نہیں ھیں ۔ لال ھونٹ اور گلاب کے رنگ کا سا چھرہ ھوتا ھے جب ھم پہلے پہل وھاں پہنچے تھے تو ایک شخص عمدہ پوشاک اور اونچی ایڑی کا جوتا پہنے ھوئے ھمارے پاس آیا ۔ اُس کی ڈاڑھی اور موچھوں کے بال بھورے تھے اور چھرہ بہت گورا اور صاف تھا ۔ اُس نے مجھ کو اس طرح سے دیکھا جیسے انگریز دیکھتے ھیں ۔ میں نے اُس کو انگریز سمجھ کر اُس سے بات کرنا چاھا تھا کہ اتنے میں وہ مڑ کر میرے مسلمان نوکروں کے پاس جا بیٹھا ۔ معلوم ھوا کہ یارقند کا رھنے والا ایک حاجی تھا ۔ جب ھم روکشین میں پہنچے تو وھاں کے مسلمانوں سے قرآن و مذھب کی نسبت بہت سی گفتگو ھوئی ۔ عیسائیوں کو وہ نصاریٰ کہتے ھیں اور مسلمانوں کی بہ نسبت کچھ ھی کم سمجھتے ھیں کیونکہ عیسائی اھل کتاب ھیں اور اُن کے لیے توریت موسیٰؑ اور زبور داؤدؑ اور انجیل عیسیٰؑ بھیجی گئی ھے اور اُن کے خاص پیغمبر یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام درجے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسرے ھیں ۔ ھندو اور آذر بت پرستوں کو ایسا نہیں سمجھتے ۔ اسی مقام پر محمد نذر سے جو یارقند کا ایلچی ھندوستان میں آیا تھا ملاقات ھوئی ۔ اُس نے اور اُس کے ھمراھیوں نے میرے ساتھ چاء پی اور رخصت ھوئے ۔

جب مسٹر شا صاحب چنگ چمون میں پہنچے تو وھاں یہ بات دریافت ھوئی کہ گرد و نواح کے ملک میں جس قدر چانول ایک بکرے پر لد سکتے ھیں اُن کی قیمت میں آٹھ تولے سونا یعنی بارہ پونڈ کے برابر ملتا ھے جس کے ایک سو بیس روپے چھرہ شاھی ھوتے ھیں ۔ اسی طرح سفر کرتے ھوئے مقام شہید اللہ پر پہنچے جہاں ایک چھوٹا سا قلعہ ھے اور شا صاحب کے آنے کی خبر سن کر

شاہ یارقند نے چند سپاہی اور افسر ایک مہینہ پہلے سے وہاں متعین کر رکھے تھے وہ لوگ مسٹر شا صاحب سے نہایت دوستانہ طور پر ملے ، اُن کے ساتھ چاء پی کھانا کھایا - شا صاحب نے بھی ایک روز اُن کی دعوت کی - اُن لوگوں نے شا صاحب کے آنے کی خبر یارقند کو بھیجی اور جب تک یارقند سے روانگی کی اجازت نہ آئی وھیں ٹھہرے رہے مگر اُس قیام کے عرصے میں اکثر آدمی یارقند سے شا صاحب کی مدارات کے لیے آتے جاتے رہے اور نہایت خاطر داری کے ساتھ اُن کو وھاں رکھا - آخرکار جب اجازت روانگی کی آئی تو سب لوگ روانہ ہوئے - راستے میں اھل کار شا صاحب کے استقبال کے واسطے آتے تھے - جبکہ یارقند کے قریب پہنچے تو ایک اھل کار جس کو مہاندار کہتے ھیں پیشوائی کو آیا اور تعظیم و تواضع کے ساتھ ملا مہاندار نے اپنے همراھیوں کو سواری پر سے اتار کر شا صاحب کے ملازموں کو جو پیادہ تھے سوار کرایا اور نہایت تپاک سے شا صاحب کی مزاج کی خیر و عافیت پوچھی اور مصافحہ کیا اور اُن کے گھوڑے کے برابر اپنا گھوڑا کر کے ساتھ ساتھ آگے کو چلا - ایک سوار سب سے آگے گھوڑا دوڑاتا اور بندوق چھوڑتا جاتا تھا - یہ گویا شا صاحب کی تعظیم کے لیے سلامی کی شلخ ہوتی جاتی تھی - کچھ تھوڑے سے آگے بڑھنے پر ایک اور جماعت ملی جو شا صاحب کے استقبال کے لیے ٹھہری ہوئی تھی اُن سے مل کر اور اُن کے ساتھ چاء پانی پی کر آگے بڑھے تب یوزباشی وزیر یارقند کا بھائی آ کر ملا اور شا صاحب سے راستے کی خیر و عافیت پوچھی - مقام شہید اللہ میں جو اُن کو بہت دنوں تک ٹھہرنا پڑا تھا اُس کی معذرت کی - آخرکار اُسی روز سہ پہر کو شا صاحب یوزباشی کے خیمے میں اُس سے ملنے کو گئے اُس نے بہت اعزاز کے ساتھ قالین پر بٹھایا - چاء

منگوائی ۔ دسترخوان بچھوایا جب شا صاحب اُس سے رخصت ہو کر اپنے خیمے میں آئے تو تھوڑی سی دیر بعد یوزباشی اُن سے ملنے کو آیا ۔ اُنھوں نے زرد رنگ کی ریشمین کشمیری پگڑی یوزباشی کی نذر کی ۔

اثناء راہ میں ایک روز وزیر نے یوزباشی کے پاس ایک خط بھیجا اور اُس میں مہمان یعنی شا صاحب کی خیر و عافیت دریافت کی اور لکھا کہ اُن کے لیے کسی بات کی دقت یا کوتاھی نہ ھو اسی طرح ھر روز قاصد آتے جاتے رہے جو ھر مرتبہ عمدہ اور نیا خلعت پہن کر آتے تھے ۔ شا صاحب اپنی ایسی عزت اور توقیر دیکھ کر نہایت خوش ھوئے ۔ حقیقت یہ تھی کہ والئی ملک اپنے مہمان کے قریب پہنچنے کی خبر سن سن کر اس قدر خوش ھوتا تھا کہ قاصدوں کو انعام اور خلعت دیتا تھا ۔ جب کسی قدر اور یارقند کے قریب پہنچے تو ایک جماعت سواروں کی ملی جن کا سردار سیاہ پوشاک پہنے ایک مشکی گھوڑے پر سوار تھا ۔ یوزباشی نے شا صاحب سے کہا کہ یہ بیگ یعنی حاکم سنجر آپ کے استقبال کے واسطے آیا ھے ۔ جب نزدیک پہنچے تو یوزباشی نے شا صاحب اور بیگ سے ملاقات کرائی ۔ دونوں باھم گلے ملے اور نہایت تعظیم اور تواضع کے ساتھ بات چیت ھوئی ۔ بیگ کی سیاہ پوشی کی وجہ یہ تھی کہ اُن کی بی‌بی نے وفات پائی تھی ۔ اُن کے ماتم میں وہ سیاہ پوش تھے ۔

یارقند کے قریب سڑکوں اور پرانے پلوں کی مرمت کرائی گئی تھی اور نہروں اور چھوٹی چھوٹی ندیوں پر نئے پل بنائے گئے تھے ۔ شا صاحب لکھتے ھیں کہ مجھ کو اس قدر اپنے قدر و منزلت کی ھرگز اُمید نہ تھی ۔ یارقند والوں نے میرے منشی دیوان بخش سے پوچھا تھا کہ جب کوئی معزز مسافر آتا ھے تو اُس کی آمد میں

کیا اہتمام ہوا کرتا ہے ۔ منشی نے معمولی تیاریاں سڑکوں کی مرمت وغیرہ جو یہاں ہوا کرتی ہیں بیان کی تھیں ۔ اس پر انھوں نے ایسی تیاریاں کیں کہ پلوں کے پرانے شہتیر بھی بدلوا دیے تاکہ شا صاحب کے ساتھ جو سوار آویں تو اُن کے گھوڑوں کے ٹاپوں کے صدمے سے وہ پرانے شہتیر ٹوٹ نہ جاویں ۔ شا صاحب اس بات کا اقبال کرتے ہیں کہ سب تیاریاں جو اُن کے لیے ہوئیں اور اس قدر اُن کی قدر و منزلت جو ہوتی تھی اُس کا اُن پر بار گذرتا تھا ۔ وہ کہتے ہیں کہ ہر بستی میں اس ضلعے کا حاکم میرے استقبال کے واسطے آتا تھا ۔ جب مقام کارغلی تین میل کے فاصلے پر رہا تو وہاں کا بیگ مجھ سے ملنے آیا اور نہایت خاطرداری سے ملا ۔ چند درختوں کے سایہ میں فرش بچھوا کر دسترخوان بچھایا گیا اور اُس پر شوربا اور پلاؤ اور بڑی بڑی روٹیاں اور میوے چنے گئے ۔ سب نے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا ۔ بعد کھانا کھانے کے لوگوں نے ظہر کی نماز پڑھی اُسی جگہ ایک بخارا کے حاجی سے ملاقات ہوئی ۔ اُس نے ہندوستان عرب اور روم تک کا سفر کیا تھا ۔ اُس سے فارسی میں بہت گفتگو ہوئی ۔ دو گھنٹے تک میرے پاس بیٹھا رہا ۔ چاء پیتا جاتا تھا اور سفر کا حال کہتا جاتا تھا ۔

شا صاحب لکھتے ہیں کہ جب ہم لوگ مقام نکلا کے ریگستان میں پہنچے تو یوزباشی نے وہاں کی ایک روایت اس طرح پر بیان کی کہ یہاں کافر آباد تھے ۔ ایک بزرگ مسمی شاہ جلال الدین صاحب نے اُن کے رو برو اسلام کا وعظ کیا ۔ اُنھوں نے اس شرط پر مسلمان ہونا قبول کیا کہ اُن کے مکان سونے کے ہو جاویں ۔ شاہ جلال الدین نے کچھ دعا پڑھی ۔ اُن کے سب مکان سونے کے ہو گئے مگر وہ سب کافر اپنے اقرار سے پھر گئے اور کہا کہ جو کچھ ہم چاہتے تھے وہ ہمیں مل گیا ۔ اب ہم کیوں مسلمان

هوں وہ بزرگ یہ سن کر چلے گئے - زمین سے ریت ابلا اور کافروں کے تمام مکان وغیرہ اس میں غرق ہو گئے - یہاں کے خزانوں کی بہت جستجو کی گئی - مگر کوئی ایسا جادو ہے کہ جو کوئی اس ریگستان میں پھرتا ہے وہ ہلاک ہو جاتا ہے -

شا صاحب کہتے ہیں کہ اگر میں ایلچی ہوتا تو اس سے کچھ زیادہ میری خاطر داری نہ ہوتی بلکہ میں ان لوگوں کا دوست اور هم وطن بھی ہوتا تب بھی اس سے زیادہ مجھ پر مہربانی نہیں ہو سکتی تھی - ایک روز یوزباشی نے مجھ سے کہا کہ اے شا صاحب اگر آپ فرنگی نہ ہوتے تو ہم اور آپ بھائی ہوتے اور ایک ساتھ رہتے - یارقند سے تین میل ورے دوسرا یوزباشی نہایت زرق برق پوشاک پہنے ہوئے تیس سواروں کے ساتھ مجھ سے ملنے کو آیا - میں اور وہ دونوں گھوڑوں پر سے اترے اور مشرق ملکوں کی رسم کے موافق گلے ملے - یوزباشی صاحب نے اس زور سے میرا گلا دبایا کہ میرا دم گھٹنے لگا اور خیر و عافیت مزاج کی پوچھی ، پھر گھوڑوں پر سوار ہو کر شہر میں داخل ہوئے - دونوں یوزباشی میرے دونوں پہلوؤں میں چلتے تھے - جب شہر کے اندر پہنچے تو ایک ایسے مکان میں جس کو قالین اور فرش بچھا کر خوب آراستہ کر رکھا تھا اور آگ روشن کر رکھی تھی مجھ کو اتارا اور یوزباشی نے کہا کہ یہ مکان آپ کا ہے - آپ آرام فرمائیے - اس کے بعد دسترخوان بچھا ، کھانے کے بعد شاغوال یعنی وزیر کا بھائی مجھ سے ملنے آیا - میں نے اپنی خاطرداری کی نسبت ممنونی ظاہر کی - اس نے جواب دیا کہ بادشاہ کے مہمان کی ہم کتنی ہی تعظیم اور تواضع کیوں نہ کریں کسی طرح کافی نہیں ہو سکتی - اس کے واپس جانے پر تھوڑی دیر میں بعد شاغوال یعنی وزیر سے ملنے کو گیا - جب اس کے مکان پر پہنچا اور وزیر سے آنکھیں چار ہوئیں - میں نے جھک کر سلام کیا - وزیر وہاں سے

اٹھ کر دروازے تک آیا اور مجھ سے ملا اور میرا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گیا اور آتش خانے کے قریب اپنے مقابلہ مین مسند پر بٹھایا ، نہایت خاطر کی - اور بہت سی باتیں پوچھین - میرے آنے کی خوشی ظاہر کی اور کہا کہ سلطان روم اور انگریزوں کے باہم جو محبت اور دوستی ہے اُس کو مین جانتا ہوں اور انگریزوں کو اپنا دوست سمجھتا ہوں - آپ نے جو اس قدر دور و دراز سفر اختیار کیا اور ہمارے بادشاہ سے ملنے کے واسطے ایسی تکلیف گوارا کی یہ ایک عمدہ ثبوت اُس دوستی کا ہے - دوستی سے ہر ایک چیز ترقی پاتی ہے اور دشمنی سے ملک ویران ہو جاتے ہیں - میں نے ان سب باتوں کا مناسب جواب دیا اور کہا کہ مجھ کو اُمید ہے کہ میرا یہاں آنا دونوں ملکوں کے باہم دوستانہ برتاؤ اور آمد و رفت کا باعث ہوگا کیونکہ انگریزوں کا ترکوں کی نسبت نیک خیال ہے اور جبکہ اس تمام خاطرداری اور مہمان نوازی کا حال جو میری نسبت ترکستان میں ہوئی ہے ہماری ملکہ سنیں گی تو نہایت خوش ہوں گی - اسی گفتگو میں دسترخوان بچھا اور چاء میرے روبرو پیش کی گئی - اُس کے بعد میں نے اٹھنا چاہا مگر شاغوال نے میرے شانہ پر ہاتھ رکھ کر پھر مجھے بٹھا لیا اور اُن کے ایک ملازم نے ایک عمدہ ریشمین چغہ میرے شانوں پر ڈال دیا تب میں رخصت ہوا - شاغوال بھی میرے ساتھ اُٹھا اور مجھ کو دروازہ تک پہنچا گیا -

میرے یارقند میں پہنچنے سے پہلے میرے واسطے میز اور کرسی تیار کرا لی گئی تھی - کئی دن کے بعد میں پھر شاغوال کی ملاقات کے لیے گیا اور وہ اُسی طرح عزت اور خاطر سے پیش آیا - ایک ریشمین چغہ عنایت کیا - اُس کے بعد پھر کئی مرتبہ چغہ اور ٹوپیاں وغیرہ مجھ کو بھیجیں -

یارقند میں کافروں کے لیے حکم ہے کہ پگڑی نہ باندھیں اور

کمر میں ایک سیاہ ڈوری باندھے رہا کریں مگر میرے ہندو نوکروں کو مسلمانی پوشاک پہننے کی اجازت تھی ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات میرے حال پر نہایت بڑی مہربانی ہونے کے سبب سے تھی ۔

ایک روز میرا منشی شاغوال کا ایک رقعہ لے کر آیا جس میں اس بات کی شکایت تھی کہ تمھارے نوکروں نے روپیہ کے لیے کچھ جنس بازار میں فروخت کی ہم سے روپیہ کیوں نہ طلب کیا اسی کے ساتھ یہ بھی لکھا تھا کہ بدخواہ لوگ کہیں گے کہ ایک مہمان انگریز کی مہمانداری کی نسبت مناسب توجہ نہیں ہوتی تب میں نے اپنے منشی کو اُن کے پاس بھیجا اور کہلا بھیجا کہ کچھ کپڑا میں نے نوکروں کے لیے خریدا تھا ۔ اس پر وزیر نے کہا اگر یہ بات بادشاہ کے کان تک پہنچ جاوے تو مجھ پر حد سے زیادہ عتاب ہو ۔

ایک روز رمضان کے دنوں میں میں وزیر کی ملاقات کو گیا اس روز وزیر صاحب نے اپنے ہاتھ سے میرے لیے چاہ تیار کی ایک دن یوزباشی نے مجھ سے کہا کہ آپ یہاں کوئی چیز ہرگز نہ خریدیے میں نے کہا کہ تھوڑی تھوڑی سی چیزوں کے مانگنے میں مجھ کو شرم آتی ہے ۔ یوزباشی نے کہا کہ جو چیز آپ کو درکار ہو خواہ وہ ہزار طلا کی ہو خواہ ایک پھول کی اُس کے مانگنے میں ہرگز شرم نہ کیجیے ۔ شاغوال کو میں نے ایک ملاقات میں ایک بندوق رائفل اور ایک ریوالور اور ایک ریشمین پگڑی اور کچھ کپڑا اور ایک سو بیس پونڈ چاہ نذر دی جس کو اُنھوں نے نہایت خوشی سے قبول کیا ۔ جب ہمارا بڑا دن قریب آیا تو میں نے اپنے نوکروں کو گوشت خریدنے کا حکم دیا مگر شاغوال کے ہاں سے پیغام آیا کہ آپ بازار سے کچھ نہ خریدیں ۔ سب چیزیں مہیا ہو جاویں گی ۔ بڑے دن کو شاغوال نے ایک بڑا بھاری دسترخوان اور دو ریشمین

چغہ، اور ایک ٹوپی بھی بھیجی - وزیر نے میری تفریح کے لیے گانے بجانے والے بھی متعین کیے تھے -

ایک روز میں نے اپنے دوستوں کی دعوت کی جس میں میرا منشی دیوان بخش اور یوزباشی اور مہمان دار اور چار پنجا باشی شریک ہوئے - اُن لوگوں نے پہلی روٹی کا ٹکڑہ نمک کے ساتھ کھا کر روزہ کھولا ، پھر کھانا کھایا - کھانے میں کچھ انگریزی اور کچھ اُن کا کھانا تھا - یوزباشی کو اس بات کی بڑی تشویش تھی کہ کون سی چیز کھائیں اور کون سی نہ کھائیں کیونکہ کمبخت کشمیری اور ہندوستانیوں نے جو شاہ یارقند کے ملازم تھے ترکوں سے ہماری شکایت کی تھی اور یہ کہہ دیا تھا کہ سوائے سور کے گوشت کے یہ اور کچھ نہیں کھاتے ہیں - کسی مسلمان کو اُن کے ساتھ کھانا کھانا نہ چاہیے اس لیے یوزباشی نے میرے اور مہمانوں سے کہہ رکھا تھا کہ منشی پر نظر رکھیو - جس چیز کو وہ نہ لے اُس کو ہاتھ نہ لگائیو - مجھ کو اس بات کی کچھ خبر نہ تھی بعد کو خبر ہوئی ، پھر میرے منشی نے اُن کو سمجھا دیا کہ رزیل انگریز کبھی کبھی سور کا گوشت کھاتے ہیں شا صاحب کو میں نے کبھی کھاتے نہیں دیکھا اس بات سے سب خوش ہوگئے -

شاہ یارقند کاشغر میں تھے وہاں میرے آنے کی خبر بھیجی گئی اور جب تک مجھے وہاں آنے کی اجازت نہ ملی میں یارقند میں رہا - جس وقت اجازت آئی وزیر صاحب نے مجھ سے دریافت کرایا کہ بادشاہ کی نذر کے واسطے اگر کچھ چیزیں درکار ہوں تو ہم پہنچا دی جاویں - میں نے کہلا بھیجا کہ سب آپ کی نوازش ہے میں بادشاہ کے حضور میں وہی چیزیں نذر گذارنا چاہتا ہوں جو خاص میری اور میرے ملک کی ہیں. اس پر بھی وزیر نے یوزباشی کی معرفت کچھ روپیہ اور چند خلعت میرے پاس بھیجے اور کہلا بھیجا

کہ بادشاہ کے اھل کاروں کو دینے کے لیے لیتے جائیے ۔ اتفاق سے میری گھڑی کا شیشہ ٹوٹ گیا تھا تو میں نے ایک شیشہ منگوایا تھا مگر وزیر صاحب نے بجائے شیشے کے اپنی گھڑی میرے پاس بھیج دی تھی ۔ اب جو میں کاشغر کو جانے لگا تو وہ گھڑی میں نے اُن کے پاس واپس بھیجی ۔ وزیر صاحب نے فرمایا کہ اگر یہ گھڑی مجھے پھر دکھاؤ گے تو میں سخت ناراض ھوں گا ۔ جو چیز میرے پاس سے جاتی ھے وہ پھر کر نہیں آیا کرتی اگر شا صاحب اس کو اپنے لایق نہ سمجھیں تو اور کسی کو دے دیں ۔ آخرکار یارقند سے کاشغر کی طرف روانہ ھونے کا سامان درست ھو گیا اور صبح کے وقت نہایت عمدہ خوبصورت گھوڑا داد خواہ یعنی وزیر کے اصطبل سے میری سواری کے لیے آیا اور میرے سب نوکروں اور اسباب کے واسطے بھی گھوڑے ملے اور وھاں سے روانہ ھوئے ۔ محمد اسحاق جان برادر داد خواہ شہر کے دروازہ تک مجھے رخصت کرنے کو میرے ساتھ آیا کاشغر میں پہنچنے کے بعد میں نے اُن سب چیزوں کی درستی کی جو بادشاہ کی نذر کے لیے میں لے گیا تھا اور اُن کو کشتیوں پر رکھا ۔ قریب ۹ بجے صبح کے بہت سے اھل کار مجھے بلانے آئے اور میں اُن کے ساتھ بادشاہ کی ملازمت کے لیے چلا ۔ میرے همراہ دو یوزباشی اور محرم باشی وغیرہ تھے اور تیس یا چالیس آدمی نذر کی چیزیں لیے ھوئے تھے ۔ میں جس مکان میں فروکش تھا اُس کے دروازے سے بادشاھی محل کے دروازے تک ایک چوتھائی میل کا فاصلہ سڑک کے دونوں طرف لوگوں کا ھجوم تھا جو اپنے مختلف رنگوں کی پوشاک کے باعث سے زندہ تصویروں کی مانند معلوم ھوتے تھے دروازے کے اندر پہنچ کر کئی بڑی بڑی ڈیوڑھیوں میں سے گزرا ۔ ھر ایک ڈیوڑھی پر عمدہ عمدہ کپڑے

پہنے ہوئے پہرہ کے سپاہی خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور یہ معلوم
ہوتا تھا کہ وہ بھی اس عمارت کے جزو ہیں اُن کے سوا اور لوگ
قطار کی قطار ریشمین لباس پہنے بیٹھے تھے - اُن میں جو لوگ کچھ
اعلٰی درجے کے تھے اُن کی پوشاک اوروں سے زیادہ عمدہ تھی -
پہلے پہل میں نے کالمک قوم کے سپاہی دیکھے جن کے پاس تیر و
کمان و ترکش تھا - اندر کے صحن میں چند چیدہ مصاحب نظر آئے -
یہاں سوائے ایک یوزباشی کے جو کل میرے پاس گیا تھا اور کوئی
میرے همراہ نہ رہا میں ایک دالان میں سے گزر کر ایک دروازے
میں گیا پھر ایک کوٹھڑی میں سے ہو کر دربار کے کمرے میں پہنچا -
اس کمرے میں دریچہ کے قریب ایک شخص کو تنہا بیٹھا پایا -
میں نے قیاس سے جانا کہ یہی بادشاہ ھے - تب میں اکیلا آگے بڑھا
اور جب قریب پہنچا تو بادشاہ اپنی مسند سے گھٹنوں تک اُٹھے اور
دونوں ھاتھ مصافحہ کے لیے بڑھائے - میں نے ترکوں کے دستور
کے موافق مصافحہ کیا اور ان کی اجازت سے ان کے روبرو بیٹھ گیا -
پھر حسب قاعدہ مزاج پر ی کے لیے اُٹھا مگر بادشاہ نے اُٹھنے نہ دیا
اور بیٹھنے کا اشارہ کیا اور زیادہ تر اپنے قریب کر لیا - پھر میری
مزاج پرسی کی اور فرمایا کہ اُمید ھے کہ سفر بآرام ھوا ھوگا اس
کے جواب میں میں نے عذر کیا کہ میں فارسی زبان بہ خوبی
نہیں جانتا - بادشاہ نے ھنس کر فرمایا کہ بہ خوبی سمجھ میں آتی
ھے - اس کے بعد ایک لمحہ خاموشی رھی - میں منتظر تھا کہ
بادشاہ کچھ فرماویں اور بادشاہ منتظر تھے کہ یہ کچھ کہے - آخرکار
بادشاہ نے انگریزوں کی طرح موسم کی گفتگو شروع کی - میں
نے اُس کا مناسب جواب دیا اور یہ کہا کہ میرے ھم وطنوں کو
اس بات کے سننے سے بڑی خوشی حاصل ھوئی ھے کہ ھمارے دوست
سلطان روم اور اُن کی رعایا کے بھائیوں نے اھل چین کو نکال کر

جن کے ساتھ ہماری تین لڑائیاں ہو چکی ہیں ترکستان میں ایک نئی سلطنت قایم کی ہے اور اپنی نسبت میں نے یہ کہا کہ مجھے لاٹ صاحب نے نہیں بھیجا ہے اور نہ کوئی خط دیا ہے ۔ میں صرف آپ کے نام کی شہرت سن کر اپنی خوشی سے آیا ہوں ۔ بادشاہ میری باتیں سن کر سر ہلاتے جاتے تھے ۔ پھر فرمانے لگے کہ جب میں نے یہ خبر سنی کہ شا صاحب دوستی کی نظر سے میری سلطنت میں آتے ہیں مجھ کو بڑی خوشی ہوئی ۔ لاٹ صاحب تو بہت بڑے شخص ہیں ۔ میں اُن کے مقابلے میں حقیر اور ناچیز ہوں ۔ میں نے جواب دیا کہ لاٹ صاحب تو بڑے ہیں مگر ہماری ملکہ جو اُن کی آقا ہیں اُن سے بھی بہت بڑی ہیں ۔ اس پر بادشاہ میری طرف دیکھنے لگے تب میں نے کہا کہ مجھ کو اُمید ہے کہ ان دونوں قوموں کے باہم دوستی اور محبت مستحکم ہو جاوے گی اور دوستوں کے درمیان بڑائی چھٹائی کی کچھ بحث نہیں ہوتی پھر میں نے عرض کیا کہ میں اپنے ساتھ انگلستان کی چند بندوقیں بطور نمونہ حضور کی نذر کے واسطے لایا ہوں اُمید ہے کہ وہ قبول فرمائی جاویں ۔ بادشاہ ہنسے اور فرمایا کہ ہم تم تو دوست ہیں ہمارے تمھارے بیچ میں نذر نذرانہ کی کیا ضرورت تھی ۔ تمھارا خیریت سے پہنچنا ہی بڑی خوشی کی بات ہے اسی کے ساتھ بادشاہ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگشت شہادت کو جوڑ کر ٹیڑھی کر کے اظہار دوستی کیا اور میرے رخصت ہونے کے وقت بادشاہ نے فرمایا کہ چند روز آرام کر کے سب مقاموں کو دیکھو اس جگہ کو اور جو کچھ اس میں ہے سب کو اپنا سمجھو ۔ اب تیسرے روز پھر ہم سے اور آپ سے ملاقات اور بات چیت ہوگی ۔ پھر خدمت گار کو اشارہ کیا اُس نے ایک ساٹن کا چغہ میرے شانے پر ڈالا اس کے بعد نہایت مہربانی سے بادشاہ نے مجھ کو رخصت کیا ۔

پچیسویں جنوری کی شام کو مجھ سے یوزباشی سے ملاقات ہوئی یہیں کاشغر میں محرم بھی ہوا ۔ یہاں کے لوگوں نے حضرت سکندر یعنی سکندر اعظم کی نسبت عجیب واقعات بیان کیے یعنی اُن کی دارالسلطنت سمرقند میں تھی اور اُنھوں نے ملک چین پر اس غرض سے کہ وہاں کے لوگوں کو دین اسلام کی طرف پھیریں فوج کشی کی ۔ راہ میں ایک مقام پر اپنے سپاھیوں کو حکم دیا کہ ہر شخص اس جگہ ایک ایک پتھر رکھ دے ۔ وہاں ایک بڑا ڈھیر پتھروں کا ہو گیا ۔ جب چین میں پہونچے تو شاہ چین نے اُن کی اطاعت قبول کی اور بغیر مقابلہ خراج گذار ہو گیا ۔ سکندر کے سپاھیوں نے اُس ملک کی عورتوں سے شادی کی اور حضرت سکندر نے اس مہم کے مطلب کو پورا کرکے اللہ اکبر کہا اور وہاں سے کوچ کیا ۔ جب پتھروں کے اُس انبار کے پاس آئے جو سپاھیوں سے جاتے وقت جمع کرایا تھا تب حکم دیا کہ ہر شخص ایک ایک پتھر اُٹھا لے ۔ سب نے ایک ایک پتھر اُٹھا لیا لیکن ہزار ہا پتھر وہاں پر باقی رہ گئے اُن پتھروں کے شمار کرنے سے تعداد اُن سپاھیوں کی معلوم ہوئی جو چین میں اپنی چینی بیبیوں کے ساتھ رہ گئے۔ اُن لوگوں سے دو قومیں پیدا ہوئیں ۔ ایک ٹینگانی جو مسلمان ہیں (ٹینگانی ترکی لفظ ھے اس کے معنی ہیں رہ جانا) دوسری کالمک جو اب بھی چین کے راستے کے قریب ملکوں میں بستی ہیں میں خیال کرتا ہوں کہ حقیقت میں یہ داستان تاتار کے فتح یابوں میں سے کسی کی ھے لیکن عام غلطی سے سکندر کے ساتھ منسوب کیا گیا ھے ۔ شمالی تاتار میں ایک میدان ھے جو سنتاش کے نام سے مشہور ھے اور اُس میں اب بھی ایک بہت بڑا انبار پتھروں کا موجود ھے اور اُس کی نسبت یہی یا اسی قسم کی کہانی مشہور ھے ۔ ٹینگانیوں کی روایت سے بھی بیان مذکورہ کی تصدیق ہوتی ھے وہ لوگ کہتے ہیں کہ تیمور لنگ کے

کچھ سپاہی اُس ملک میں رہ گئے اور ہم اُنھیں کی اولاد ہیں (لیکن تیمور لنگ کبھی اس ملک میں نہیں گیا) - جب مشرقی ترکستان کا تذکرہ چلا تو لوگوں نے بیان کیا کہ چار ہزار اسّی برس اب سے پیشتر اس ملک کے باشندے کافر یعنی بت پرست تھے - حضرت سلطان نامی ایک بادشاہ پیدا ہوا اور اُس نے سب کو مسلمان کیا میرے منشی نے ان لوگوں سے پوچھا کہ اُس کو کس نے مسلمان کیا تھا - اُنھوں نے کہا کہ وہ خود مسلمان ہوا ، منشی نے کہا نہیں نہیں کوئی استاد اُس کا ہوگا - میں نے منشی سے کہا چپ رہو یہ لوگ جس طرح پر کہتے ہیں کہنے دو - جب تم نے ان لوگوں سے یہ سنا کہ تین ہزار برس تمھارے پیغمبر صاحب سے پیشتر مسلمان بادشاہ حکومت کرتے تھے تو ان سے تاریخی واقعات کی صحت کی کیا اُمید ہے ، اس پر یوزباشی اور اُس کے محرم نے اپنی یادداشت کا مقابلہ کیا اور دیکھا تو منشی کی بات صحیح تھی - اور پھر بیان کیا کہ حضرت سلطان کافر بادشاہ تھا اُس کو عبدالنصر سامانی بغداد کے ایک مولوی صاحب نے مسلمان کیا ہے - جب سلطان بچہ تھا اُس وقت میں اُس کے باپ نے خواب میں دیکھا کہ وہ مسلمان ہوگا - اس پر اُس کا ارادہ اپنے بیٹے کے قتل کرنے کا ہوا لیکن جب اپنی بی‌بی سے مشورہ کیا تو اُس نے کہا کہ ابھی قتل مت کرو پہلے اس کا امتحان کر لو یعنی بتکدہ میں لے جاؤ - اگر وہ ہمارے طریقۂ پرستش کو قبول کرے تو زندہ رہنے دو ورنہ قتل کر ڈالو - آخر لڑکے یعنی سلطان کو بُت کے سامنے لے گئے وہ اُس کی پرستش میں شریک ہوا اس لیے اُس کو قتل نہیں کیا گیا - لیکن جب مسلمان اُستاد کی تعلیم اُس کو خفیہ ہوئی تو وہ اپنے دل میں بہت متردّد ہوا اور جب اُس کے باپ نے ایک مندر بنانے کا اُس کو حکم دیا تو وہ اور بھی زیادہ تر متردد ہوا - اُس نے اپنے اُستاد سے مشورہ

کیا ۔ درویش نے کہا کہ اپنے باپ کی اطاعت کرو مگر دل میں یہ سمجھو کہ مسجد بنوا رہے ہیں ۔ جبکہ تمہارا مقصد نیک ہوگا تو صرف بت خانہ کے نام سے کچھ نقصان نہ ہوگا ۔ جب وہ مندر بنوا چکا تو ایک اور بھی بڑی مشکل پیش آئی یعنیٰ اُس کے باپ نے اُسی مندر میں ایک بت نصب کیا اور اُس کی پرستش کا اُس کو حکم دیا اُس درویش نے مثل پیشتر کے پھر اُس نوجوان مسلمان کو سمجھا دیا کہ کاغذ کے دو پرچوں پر اللہ کا نام لکھ کر اپنے ہاتھوں کی گھاٹیوں میں رکھو جب بت کے سامنے ہاتھوں پر سر رکھ کر سجدہ کرو گے تو وہ خدا کی عبادت ہوگی نہ اُس بت کی چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا ہے اور ان تدبیروں سے اُس کا نیا عقیدہ بھی درست رہا اور اُس کے والدین کے دل میں بھی کسی طرح شک نہ آیا اسی عرصہ میں چالیس لڑکے امیروں اور سرداروں کے اُس نے اپنے ساتھی کر لیے اور اُن کے ساتھ تیر اندازی اور فنون سپہ گری کی مشق کی۔ جب یہ سب سیکھے سکھائے آدمی اُس کے قابو اور اختیار میں ہو گئے ۔ تو وہ دفعۃً اپنے باپ کے رو بر آیا اور اُس کو حکم دیا کہ مسلمان ہو ۔ بادشاہ نے انکار کیا تب اُس کے ساتھیوں نے بادشاہ کو گرفتار کر لیا اور اُس کا منہ آسمان کی طرف کیے ہوئے پکڑے رہے اس پر بھی وہ انکار کرتا رہا ، پھر اُس کو زمین پر کھڑا کیا ۔ اُس کے پاؤں تلے زمیں پھٹنے لگی اور وہ رفتہ رفتہ دھسنے لگا تب بھی اس کے بیٹے نے دین اسلام قبول کرنے کی ہدایت کی مگر اُس نے انکار ہی کیا یہاں تک کہ وہ بالکل زمین میں غائب ہو گیا اور اس کا بیٹا یعنی سلطان بادشاہ ہوا ۔ لوگ کہتے ہیں کہ مقام ارٹاش میں یہ جگہ اب بھی نمک کے غار کی مانند نظر آتی ہے ۔ ارٹاش کاشغر سے بیس میل شمال کی طرف واقع ہے اس ملک کا وہی پیشتر دارالخلافت تھا ۔

پہلی فروری کو یوزباشی اور محرم باشی نے دوپہر کے وقت میرے ساتھ پلاؤ کھایا اُس کے بعد میرے ملازم مسمی کبیر نے نماز نہ پڑھی اس لیے لوگوں نے اس کو ملامت کی اور محرم باشی نے کہا کہ جو کوئی شخص کسی وقت کی نماز قضا نہ کرے تو چوری اور جھوٹ اور قتل سے اس کا کچھ هرج نہیں هوتا کبیر نے نماز قضا کرنے پر عدم فرصتی کا عذر کیا لیکن محرم باشی کے اس مسئله پر که نماز سے هر قسم کے گناه معاف هو جاتے هیں بحث کی ۔ دونوں میرے منشی کے پاس گئے ، منشی نے محرم باشی کے دعویٰ کے برخلاف تصفیه کیا اور وه مسئله اسلام کا بیان کیا جس کا یه مطلب هے که خدا تعالیٰ کے تمام گناه مثل شراب خواری ، قمار بازی وغیره اس شخص کے معاف هوں گے جو برابر بلا ناغه نماز پڑھتا رهے گا اور مکه شریف کے حج کو جاوے گا لیکن انسان کے مقابله کے گناه مثلاً چوری ، زبردستی بے رحمی وغیره حج کرنے سے بھی معاف نه هوں گے جب تک گنہگار حتی الوسع اس کا معاوضه دیکر مظلوم سے معافی نه حاصل کر لے ۔ پس صرف نماز سے ایسے گناه معاف نہیں هو سکتے، اُسی دن منشی نے متعجب هوکر مجھ سے کہا که ترک لوگ غیر مذهب والوں سے نہایت آزادی کے ساتھ ملتے جلتے هیں میں نے کہا هاں یه لوگ دنیا کے اور سب لوگوں کی مانند هیں منشی هنسا اور مجھ سے پوچھا که اس کا کیا مطلب هے میں نے جواب دیا که تم هندوستان کے لوگ اپنے ملک کے پہاڑوں کے اندر بند رهتے هو اور باقی دنیا کے انسانوں کی به نسبت تمھارے خیالات بالکل مختلف هو رهے هیں صرف تم هی لوگ خواه هندو خواه مسلمان اور لوگوں کے ساتھ کھانے پینے میں تعصب رکھتے هو ۔ سوائے هندوستان کے اور کہیں یه بات پائی نہیں جاتی اور هندوستان میں جب انگریز تم سے یه بات کہتے هیں تو تم اعتبار نہیں کرتے

مگر دیکھ لو ہندوستان سے نکل کر پہلے ہی قدم پر ایک سخت مسلمانی ملک میں خود تمہیں کو ایسے تعصبات کے نہ ہونے پر تعجب ہوتا ہے - یہی حال تمام دنیا کا ہے - منشی نے اس بات کو قبول کیا اور کہا کہ میں بھی ہندوستان میں جا کر اپنی رائے تبدیل کروں گا -

کاشغر میں پانچویں اپریل کو بادشاہ سے دوسری ملاقات ہوئی جس کا میں مدت سے منتظر تھا یعنی سہ پہر کے وقت سرکار نے آ کر کہا کہ یا توکوئی بڑا سردار تم سے باتیں کرنے کے لیے آوے گا یا تم ہی بادشاہ کی ملاقات کے لیے بلائے جاؤ گے - میں نے جواب دیا کہ جو کچھ اتالیق غازی کا حکم ہو اُس پر میں راضی ہوں - بعد چند منٹ کے پھر سرکار نے آ کر کہا کہ تیار اور آمادہ رہو شام کو بلائے جاؤ گے اُس کے جانے کے بعد دو بندوقیں میں نے صاف اور درست کیں آٹھ بجے شام کو میری طلبی ہوئی چنانچہ مجھ کو لوگ محل کے سامنے سے بڑے پھاٹک میں لے گئے وہاں توپیں رکھی ہوئی تھیں پھاٹک کھول کر ہم لوگ چوک میں پہنچے جہاں چین کی لالٹینیں روشن تھیں اُس کے مقابلہ میں دیوان خانہ تھا جس میں نہایت عمدہ روشنی ہو رہی تھی - میرا رہنما مجھ کو دیوان خانہ کی سیڑھیوں پر چھوڑ کر چلا گیا میں اکیلا کمرہ سے اندر گیا - اتالیق غازی ایک گوشہ میں بیٹھے تھے ، مجھ کو دیکھ کر ہاتھ بڑھایا اور یہ کہہ کر کہ آرام سے بیٹھو اپنے روبرو بٹھایا بعد مزاج پرسی کے ایک ہندوستانی جمعدار ترجمان بنایا گیا تمام گفتگو لفظ بلفظ تو میں نہیں بیان کر سکتا کیونکہ گھنٹہ بھر سے سے زیادہ میں بیٹھا رہا اور گفتگو ہوتی رہی تھی - خلاصہ تمام گفتگو کا یہ ہے :- بادشاہ نے فرمایا کہ اس ملک میں آپ کے آنے سے میں اپنی بڑی عزت سمجھتا ہوں اور میں انگریزوں کے مقابلہ

میں طاقت اور مرتبہ میں بہت کم ہوں ـ میں جواب دیا کہ آپ
کے اور انگریزوں کے باہم ایسی ھی دوستی ھو جانے کی مجھے امید
ھے جیسی کہ سلطان روم. اور انگریزوں کے درمیان میں ھے اور
دوستوں کے درمیان میں کمی بیشی کا کوئی خیال نہیں کیا کرتا ـ
بادشاہ نے کہا خدا ایسا ھی کرے اور مجھ کو بھائی کہہ کر
فرمایا کہ میری رعایا سب تمھاری غلام ھے جب قرب و جوار کی
قومیں تمھارے یہاں آنے کا حال سنیں گی تو میری اور بھی عزت
بڑھ جاوے گی ـ میں نے جواب میں عرض کیا کہ نہ مجھ کو ملکہ
نے بھیجا ھے نہ لاٹ صاحب نے ـ میں آپ کی ناموری سن کر خود
آیا ھوں ـ مجھ سے آپ کو صرف اسی قدر فائدہ ھو سکتا ھے کہ
میں اپنے ملک اور اپنے بادشاہ کا حال بتا دوں ـ بادشاہ نے کہا
کہ تم ھمارے بھائی ھو اور بہت سے اور بھی تعظیمی کلمے کہے اور
فرمایا کہ میں نے اس سے پیشتر کبھی کسی انگریز کو نہیں دیکھا
تھا گو ان کی طاقت اور سچائی کا حال سنتا رھا ھوں اور مجھے یقین
ھے کہ انگریزوں سے سوائے بھلائی کے کوئی مضر بات ظہور میں
نہ آوے گی ـ میں تم کو اپنا بھائی سمجھتا ھوں ، جو کچھ تم
صلاح دو ، وہ میں کروں ـ میرا ارادہ تمھارے ملک میں ایلچی
بھیجنے کا ھے ـ تمھاری کیا صلاح ھے ، میں نے جواب دیا کہ
آپ کا ارادہ نہایت عمدہ ھے اور ایلچی بھیجنا بہت مناسب ھے ـ پھر
بادشاہ نے کہا کہ میں ایلچی بھیجوں گا اور اُس کے ھاتھ ایک
خط اس درخواست سے بھیجوں گا کہ وہ اس کو ملکہ کی خدمت
میں روانہ کر دیں ـ میں نے عرض کیا کہ یہ بہت بہتر تدبیر ھے
بادشاہ نے پوچھا کہ کب بھیجنا چاھیے ـ میں نے کہا جب آپ کی
مرضی ھو ـ میرے ساتھ خواہ مجھ سے پہلے یا میرے بعد روانہ فرمائیے
مگر میری رائے یہ ھے کہ جو کچھ کرنا ھو جلد کیجیے ـ تب

بادشاہ نے فرمایا کہ میرا ایلچی بے شک تمھارے ساتھ جاوے گا اب میں یہاں پر تم کو تین دن اور ٹھہراؤں گا پھر یارقند کو چلنا پڑے گا اور ایلچی کو میں یا تو یارقند میں یا یانگ حصار میں تمھارے سپرد کروں گا ۔ میں نے کہا بہت اچھا اگر ارشاد ہو تو جو کچھ باتیں اُس سے پوچھی جاویں گی وہ سب میں اُس کو بتا دوں گا اور پھر وہ ایلچی اُن سب امور کی نسبت حضور کی اَجازت حاصل کر لے گا ورنہ جب وہ ہمارے حاکموں کے روبرو جاوے تو گفتگو کرنے میں شاید اُس کو دقت پیش آوے ۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ہاں سب باتیں ان کو بتا دیجیو اور کل شام کو اور پھر یانگ حصار میں ہم سے تم سے گفتگو ہوگی اور کہا کہ ملکہ انگلستان مثل آفتاب کے ہیں جس پر اُن کی شعاع پڑتی ہے اُس کو گرمی پہنچتی ہے میں سردی میں ہوں اور چاہتا ہوں کہ اُن کی کچھ شعاعیں مجھ پر بھی پڑیں میں ایک چھوٹا سا آدمی ہوں چند برسوں میں خداوند کریم نے اتنا بڑا ملک عطا کر دیا ہے تم آئے میری بڑی عزت ہوئی مجھ کو اُمید ہے کہ تم اپنے ملک میں میری اعانت کرو گے جو کچھ مجھ سے تمھاری خدمت ہونی ممکن ہو اُس کے لیے ارشاد کرو اور اسی طرح میرے ساتھ بھی پیش آنا اب کہو واپس جا کر میرا کیا حال بیان کرو گے ۔ میں نے کہا میں کہوں گا کہ جو کچھ آپ کی شہرت ہندوستان تک پہنچی ہے وہ اصل حقیقت سے نصف ہے ۔ یہ سن کر بادشاہ ہنسے اور مصافحہ کرنے کو ہاتھ بڑھایا ۔ پھر فرمایا کہ تم اپنے آدمی ترکستان میں تجارت کے لیے بھیجا کرو ملکہ اپنا ایلچی یہاں بھیجیں یا نہ بھیجیں مگر خاص تمھارے آدمی آیا جایا کریں ۔ پھر پوچھا کہ سال بھر میں ایک آدمی بھیجو گے ۔ میں نے عرض کیا کہ اگر حضور کی اجازت ہے تو ضرور بھیجوں گا ۔ بادشاہ نے فرمایا سب قسم کی سوداگری کی چیزیں بھیجنا اور ہمارے

نام خط لکھنا اور جو کچھ تمھیں درکار ہو ہم سے طلب کرنا ۔ تمھارے بخیریت پہنچنے کا خط ہمارے واسطے ایک نعمت ہوگا ۔ میں نے جواب دیا کہ بے شک اس ذریعے سے آپ کی خیر و عافیت کا حال مجھے معلوم ہوتا رہے گا جس سے مجھ کو بڑی خوشی ہوگی میں دعا کرتا ہوں کہ آپ کی سلطنت صدھا برس قایم رہے ۔ الحاصل اسی قسم کی گفتگو کے بعد میں نے چاء پی اور مجھ کو خلعت مرحمت ہوا جس کے بعد کچھ تھوڑی سی دیر بیٹھ کر میں رخصت ہوا ایک شہزادہ مجھ کو صدر دروازے تک پہنچا گیا سب لوگوں نے مجھ کو مبارکباد دی ۔

چھٹی اپریل کو بادشاہ کے ہاں سے روپیہ اشرفیاں اور کچھ سونے کے ریزے کاغذ میں لپٹے ہوئے سرکار لایا اور کہا کہ یہ آپ کے ذاتی اخراجات کے لیے ہیں - وہ سب مالیت تخمیناً چھ سو نوے پونڈ یعنی چھ ہزار نو سو روپے کی تھی ۔ تھوڑی دیر بعد وہی شخص پھر آیا اور پینتالیس پونڈ یعنی چار سو پچاس روپیہ منشی کے لیے لایا ۔ اور پھر ایک زردوزی سرخ ساٹن کا چغہ اور ایک اونچی مخمل کی ٹوپی میرے لیے اور کچھ کپڑے منشی اور میرے ملازموں کے لیے آئے ۔ تھوڑے عرصے بعد ایک گھوڑا نہایت عمدہ اسباب سے سجا ہوا آیا اور اس کی باگ میرے ہاتھ میں دی گئی اور دعائیں پڑھی گئیں ۔ شام کو میں پھر بادشاہ کی ملازمت کے لیے گیا ۔ معمولی گفتگو کے بعد بادشاہ نے پھر یہی کہا کہ بمقابلہ ملکہ کے جو ہفت اقلیم کی حکمران ہیں میری کچھ حقیقت نہیں ۔ اس کے بعد انگلستان کے ساتھ دوستی کا تذکرہ آیا خصوصاً میری دوستی کا بادشاہ نے فرمایا کہ جب میں تمھارا مونھ دیکھتا ہوں میرے دل میں ایک نیک شگون کا خیال پیدا ہوتا ہے ۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کی بے انتہا نوازش سے میں اس کا مستحق نہیں ہوں

اور مجھ پر کیا منحصر ہے آپ میری تمام قوم اور ملکہ پر بھی ایسی ہی مہربانی فرماتے ہیں یہ سن کر بادشاہ نے سمجھا کہ جو چیزیں صبح کے وقت مجھے عطا فرمائی تھیں اُن کی نسبت گویا میں نے یہ کہا کہ وہ میری قوم اور ملکہ کے واسطے ہیں چنانچہ فرمانے لگے کہ نہیں نہیں وہ سب چیزیں خاص تمھارے لیے ہیں تمھاری ملکہ کے لیے مناسب تحفہ میں مہیا کروں گا میں تمھارے ملک کے دستوروں سے ناواقف ہوں مگر تم ہمارے دوست ہو ہم کو بتاؤ گے کہ ملکہ کے لیے کیا کیا چیزیں بھیجنی مناسب ہوں گی - ملکہ کا مرتبہ بہت اعلیٰ ہے - میں بے حقیقت ہوں - میں تم سے کوئی بات نہیں چھپاتا تم میرے ملک کے حال سے واقف ہو یہاں اُونی کپڑا اور اسی قسم کی اور چیزوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا پس تم کو چاہیے کہ تم مجھ کو صلاح دو - میں نے جواب دیا کہ بادشاہوں کے لیے دوستی اور اتحاد ایک بہت بیش بہا تحفہ ہے جو وہ آپس میں ایک دوسرے کو دے سکتے ہیں لیکن اگر میری مصلحت کو ضرورت ہے تو میں حاضر ہوں - بادشاہ نے فرمایا کہ یہ امر میں تمھیں پر چھوڑتا ہوں جب یانگ حصار میں ملاقات ہوگی تب اس کا انتظام کریں گے - یہاں کام کی کثرت ہے روس اور قوقان اور بخارا وغیرہ سب طرف سے لوگ یہاں آئے ہوئے ہیں لیکن یانگ حصار میں سب کام چھوڑ کر تم سے مشورہ کروں گا - جو کچھ تم صلاح بتلاؤ گے وہ کروں گا خواہ خط لکھیں گے یا ایلچی بھیجیں ہے یا اور جو کچھ تم کہو گے سو کریں ہے - میں نے کہا کہ ایلچی بھیجنے کی رائے بہت عمدہ ہے اس کی تعمیل میں جو کچھ تائید مجھ سے ممکن ہے اُس کے لیے میں حاضر ہوں - پھر بادشاہ نے انگلیوں پر شمار کر کے فرمایا کہ کلْ چہار شنبہ ہے پرسوں پنجشنبہ اور اترسوں جمعہ کو میں اپنے لڑکے کو یہاں چھوڑ کر یانگ حصار کو روانہ ہوں گا دو دن تم یہاں اور رہو میرا

ملک اور میری سب رعایا تمھاری ھے اور جمعے کے روز یانگ حصار
میں مجھ سے ملو ۔ مجھ کو اُس جگہ سے نہایت اُنس ھے کیونکہ اس
ملک میں میں نے پہلے پہل اسی شنہر کو فتح کیا تھا میرا ارادہ
ھے کہ جمعے کی نماز وھیں جا کر ادا کروں اُس کے بعد سب
بندوبست ھوگا اور میں دو یا تین عقلمند رئیس بھی تمھارے ساتھ
کر دوں گا وہ لوگ تم کو ھاتھوں ھاتھ آرام سے میرے ملک میں
سے لے جاویں گے اور تمھارے ملک میں تمھارے ھمراہ جاویں گے ۔
اس کے بعد بادشاہ نے فرمایا کہ میں نہایت محجوب اور شرمندہ ھوں
کہ اس سے پیشتر اس ملک میں ایک انگریز آیا تھا اُس کو
ولی خاں ڈاکو نے مار ڈالا ۔ میں نے جواب دیا کہ ھم لوگ خوب
جانتے ھیں کہ آپ کا اُس میں ایماء نہ تھا اور نہ ھم آپ پر اُس کا
الزام لگاتے ھیں وہ مسافر انگریز نہ تھا جرمن تھا مگر پھر بھی
ھم لوگوں کو اُس کے مارے جانے کا بڑا رنج ھے کیونکہ وہ
ھندوستان میں ھمارا مہمان تھا اور وھیں سے ترکستان میں آیا تھا ۔
پھر بادشاہ نے چھ انگلیاں اُٹھا کر فرمایا کہ اتنے برس سے میرا
اختیار اس ملک پر ھے اس سے پیشتر میں کچھ بھی نہ تھا ۔ میں
نے عرض کیا کہ جو بادشاہ باستحقاق موروثی بادشاھت حاصل کرتے
ھیں اُس میں اُن کی کچھ لیاقت نہیں سمجھی جاتی بلکہ جو لوگ
مثل تیمور اور سکندر کے اپنی قوت بازو سے بڑی بڑی سلطنتیں حاصل
کرتے ھیں وھی قابل تعریف ھوتے ھیں ۔ بادشاہ نے فرمایا خدا
تمھارا قول سچا کرے اور یہ بھی کہا کہ ایک اور انگریز یارقند
میں آیا تھا تم اُس کو جانتے ھو ۔ میں نے کہا کہ ایک انگریز مجھ
کو تبت میں ملا تھا اور اُس نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ
مجھ کو اپنے ساتھ لے چلو مگر میں نے انکار کیا کیونکہ میں نے
صرف اپنے ھی لیے حضور سے درخواست کی تھی ۔ بادشاہ نے کہا

خیر لیکن جو کوئی انگریز یہاں آوے میں اس سے خوش ہوں اس کے بعد میں رخصت ہوا نیچے اوپر تین بھاری بھاری چغہ جو بادشاہ نے عطا فرمائے تھے پہنے ہوئے تھا اس لیے گرمی کے مارے میں گھبرا گیا تھا ۔

میں نے چاہا کہ اس سرکار کو جو بادشاہ کے حضور میں سے میرے لیے نقد و جنس لایا تھا کچھ دوں مگر اس نے انکار کیا اور کہا کہ اگر میں مہمان سے ذرا سی بھی کوئی چیز لے لوں تو بادشاہ میری گردن مار دے گا ۔ اپریل کی بارھویں تاریخ صبح کو بادشاہ سے رخصت ہونے کو گیا ۔ ملازمان شاہی مجھ کو قلعے میں لے گئے جس کے اندر جا کر صحن کی حد پر بادشاہ کو بیٹھے پایا حسب معمول میں روبرو بٹھایا گیا اور ترجمان طلب ہوا ۔ باہم مزاج پرسی کے بعد لمبی گفتگو ہوئی جس کا پورا پورا لکھنا ممکن نہیں مختصر یہ ہے کہ بادشاہ نے فرمایا کہ ایک معزز سید کو میں بطور ایلچی تمہارے ساتھ روانہ کرنا چاہتا ہوں جب اپری کاٹ میوے کی فصل آوے تب تم روانہ ہو کیونکہ اسی وقت راہ کھلی رہتی ہے اور یارقند اور شہید اللہ و کشمیر اور تبت سے اپنی خبر بھیجو پھر فرمایا کہ مہاراجہ کشمیر کے نام بھی کوئی خط لکھوں یا نہیں اس میں تمہاری کیا صلاح ہے ۔ یہ کہہ کر میرے منہ کی طرف دیکھنے لگے میں نے چاہا کہ اس کا کچھ جواب نہ دوں لیکن جب بادشاہ نے مکرر پوچھا تو میں نے کہا کہ بڑے بڑے بادشاہوں کو باجگزار رئیسوں سے خط کتابت کرنا مناسب نہیں ۔ بادشاہ نے کہا کہ میں یہی جاننا چاہتا تھا میں تمہارے ساتھ ایک شخص ایسا بھیجوں گا جو بالکل تمہارے حکم کے تابع رہے اس کو تم کشمیر سے جب جی چاہے واپس کر دیجیو ۔ پھر پوچھا کہ کشمیر میں کوئی ایسا تاجر مقرر کروں جو وہاں کے حالات لکھتا رہے ۔ میں نے کہا

بیشک رکھنا چاہیے اور امید ہے کہ آپ لاہور میں اپنا ایک وکیل رکھنے کا بہت جلد اہتمام فرماویں گے ۔ یہ سب باتیں میں نے بہت رک رک کر کہیں اور یہ بھی کہہ دیا کہ ایسے امور میں صلاح دینا میرا کام نہیں ہے آپ اپنی تجویز سے کام کیجیے مگر بادشاہ سب باتوں میں دوستی کا حوالہ کر کے کہتے تھے کہ تم ہندوستان کے حال سے واقف ہو اور جب کہ تم سا دوست ایسی باتوں میں بھی صلاح نہ دے جن سے وہ واقف ہے تو اُس سے اور کیا ہونا ہے ۔ پھر ملکہ کی عظمت اور بزرگی کا تذکرہ ہوا اور بادشاہ نے کہا کہ ملکہ مثل آفتاب کے ہیں جس کی کرنوں سے ہر چیز کو گرمی پہنچتی ہے ایسے بڑے بادشاہ کی دوستی کے لائق تو میں نہیں ہوں مگر یہ اُمید رکھتا ہوں کہ مجھ کو بھی اُن کی شعاعوں کی دھوپ کھانے کی اجازت ملے اور یہ بات میں اس لیے چاہتا ہوں کہ میرے چاروں طرف دشمن ہیں ۔ اس کے بعد پھر میری دوستی کا ذکر ہوا اُس پر میں نے عرض کیا کہ میرا دل آپ کے دل کے ساتھ وابستہ ہے ۔ آپ نے جو کچھ الطاف اور نوازش میرے حال پر فرمائی ہے اس کا حال میں اپنے ملک کے لوگوں سے کہوں گا ۔ بادشاہ نے فرمایا کہ کسی منشی کو یا کسی اور ملازم کو میرے پاس بھیجا کیجیو اور اپنی خیر و عافیت کا حال لکھتے رہیو ۔ میں بھی اپنا حال تم کو لکھوں گا اور اس ملک کی جو چیز مطلوب ہو وہ طلب کیجیو یہ سب تمہارا ہے ۔ میں نے عرض کیا کہ ضرور ایسا ہی کروں گا ۔ اس گفتگو میں بہ نسبت پیشتر کے بادشاہ کی طرف سے مہربانی کا زیادہ اظہار ہوتا تھا بات چیت ہنس ہنس کر نہایت آسان فارسی میں کرتے تھے اور ہر جملے پر جھک کر یہ کہتے ۔ شا صاحب سمجھے آخرکار چاء کے بعد مجھ کو خلعت مرحمت ہوا اور میں رخصت ہوا ۔ بادشاہ نے میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں سے تھام کر کہا خدا حافظ

اور پھر ہاتھ اُٹھا کر عربی میں میری خیر و عافیت کے لیے دعا پڑھی اور چہرے پر سے ڈاڑھی تک ہاتھ پھیر کر کہا اللہ اکبر۔

یارقند کو واپس آتے ہوئے پندرھویں اپریل کو ہم ایک گاؤں میں ناشتے کے لیے اُترے وہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا یعنی میں یوزباشی اور پنجا باشی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اور چومارو نام میرا ملازم میرے لیے کوئی چیز لایا - یوزباشی میرے آدمیوں پر بہت مہربان رہتا تھا - اُس نے پنجا باشی سے ہنس کر کہا کہ یہ ایک ہندو ہے - ہندو کسی دوسری قوم کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے - پنجا باشی کی طبیعت ذرا آزاد کم تھی - اُس نے حقارت کے ساتھ چومارو کو دیکھ کر ترشی سے کہا کہ تو ہندو ہے - چومارو نے یا تو جلدی میں یا یوزباشی کی مہربانی کے خیال کے ہنس کر جواب دیا - نہیں میں مسلمان ہوں - اُس پر دونوں شخص اچھل پڑے اور بولے کہ دیکھو اُس نے اپنے منہ سے کہا کہ میں مسلمان ہوں - پھر مجھ سے مخاطب ہو کر بولے کہ ہم دونوں آدمی اس بات کے گواہ ہیں - میں چپ رہا - پھر ہنس کر جواب دیا کہ ہاں میں نے بھی سنا لیکن خیر اب اس بات کو جانے دیجیے آئیے کھانا کھائیے کھانا ٹھنڈا ہوتا ہے - وہ لوگ متعجب ہو کر بیٹھ گئے مگر وہی تذکرہ کرتے رہے میں نے دو ایک باتیں ہنسی کی کہہ کر اس بات کو ٹالا لیکن دیر تک میں بھی مشوش رہا کیونکہ وسط ایشیا کے متعصب مسلمانوں کی سختی کے حال سے میں واقف تھا یہ مسلمان کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اتفاق سے بھی ایک مرتبہ یہ کہہ دے کہ میں مسلمان ہوں یا صرف یا اللہ کہے تو ہم اُس کو پھر بت پرستی نہیں کرنے دیتے یا وہ اسلام اختیار کر لے یا موت - یوزباشی نے پھر مجھ سے کہا کہ چومارو خوب بچا کہ اس موقعے پر میرے اور پنجا باشی کے سوا اور کوئی نہ تھا ہم آپ کے سبب سے اس بات

کو دبائے دیتے ھیں تاکہ قاضی کے کان تک نہ جائے ۔

شام کے وقت مجھ سے اور پنجا باشی دادا خان سے ایک پورانی عمارت کا تذکرہ ھوا ۔ یہ عمارت کاشغر اور قوقان کی راہ پر مقام ارادن میں جو اس سے پندرہ میل کے فاصلے پر واقع ھے اور اس میں سے ایک پہاڑ میں کو پورانی سیڑھیاں ھیں جن پر سے ایک ایسے درے کی راہ ھے جس کا دروازہ نہایت تنگ اور چھوٹا ھے اور درہ بہت وسیع ھے ۔ یہ سیڑھیاں اور عمارت چہل ستون کہلاتی ھے یہاں کے لوگ اس عمارت کی نسبت بجز اس بات کے کہ یہ عمارت قدیم ھے اور کوئی روایت نہیں رکھتے ۔

شہر یارقند کی کل آبادی میرے اندازے سے پچھتر ھزار آدمیوں سے کم نہیں ھے نیا شہر یعنی قلعہ بہت چھوٹا قریب ھزار گز مربع کے ھے ۔ اس کی آبادی پانچ ھزار سے کم نہ ھوگی پس کل آبادی شہر اور قلعے کی اسی ھزار آدمیوں کی ھوگی گو تعلیم ادنٰی درجے کی ھوتی ھے مگر انتظام تعلیم بہت اچھا ھے ۔ جہاں مسجد ھے وھاں اس کے ساتھ ایک ابتدائی مدرسہ بھی ھے ۔ زیادہ عمر کے طالب علموں کے لیے یعنی پندرہ برس سے بیس برس کی عمر کے طالب علموں کے لیے پچاس یا ساٹھ مدرسے ایسے ھیں جن میں بہ حساب اوسط سو طالب علم تعلیم پا سکتے ھیں اور ان مدرسوں کے لیے زمین عطا ھوئی ھے ھر ایک طالب علم بھی تھوڑی سی فیس دیتا ھے مگر تعلیم وھاں صرف اسی قدر ھوتی ھے کہ کچھ لکھنا پڑھنا آ جاوے اور قرآن شریف پڑھ سکیں ۔ بعض اوقات قرآن شریف با معنی بھی پڑھایا جاتا ھے ۔ اسی تعلیم کی بنا پر لوگ اپنے آپ کو ملا لکھتے ھیں ۔ اھل چین کے زمانے کی نسبت اب مدرسوں کی تعداد زیادہ ھو گئی ھے ۔ بالفعل اتالیق غازی نے بھی دو مدرسے جدید یارقند میں تعمیر اور قایم کیے ھیں جن کے ساتھ بڑے بڑے تالاب بھی

سایہ دار بنائے ہیں ۔ اندجان والوں اور اتالیق غازی کے عہد سے اسلام کا ویسے ہی سختی اور تشدد کے ساتھ برتاؤ ہے جیسا کہ بخارا میں تھا ۔ محتسب گلی کوچوں میں پھرتا اور جس مرد کو بلا دستار اور جس عورت کو بغیر برقعے کے دیکھتا ہے سزا دیتا ہے جہاں کہیں وہ گزرتا ہے ہر شخص راستہ چھوڑ کر اس خوف سے کھڑا ہو جاتا ہے کہ کہیں میری کوئی خطا نہ نکل آوے ۔ میں نے سنا ہے کہ اتالیق غازی سوائے ایسے شخص کے جو ملک میں فساد برپا کرے لڑائی کے قیدیوں کو کبھی قتل نہیں کرتا ۔ چوروں کی عام سزا پھانسی ہے اور بدکاروں کی گردن ماری جاتی ہے ۔

گیارھویں مئی کو داد خواہ نے میرے لیے یوزباشی کی معرفت ایک گھوڑا بھیجا اور کہلا بھیجا کہ میں نے سنا ہے آپ کوئی گھوڑا خریدنا چاہتے ہیں ۔ اگر آپ خرید لیں گے تو میری میزبانی میں بٹہ لگ جاوے گا یہ وہی عمدہ گھوڑا تھا جس کی میں نے ایک مرتبہ تعریف کی تھی ۔ پھر یوزباشی نے مجھ سے پوچھا کہ دادخواہ دریافت کرتے ہیں کہ آپ کو اور بھی گھوڑے کی ضرورت ہے ۔ میں نے کہا کہ میری تو زبان بند ہے کیونکہ جب میں گھوڑا خریدنے کی اجازت چاہتا ہوں دادخواہ اپنے پاس سے عنایت کر دیتے ہیں ۔ بہت سی چیزیں مثل خچر اور ریشم وغیرہ کے میں خریدنا چاہتا ہوں لیکن اگر بلا اجازت خریدوں تو داد خواہ ناراض ہو جاویں گے اور جو اجازت چاہتا ہوں تو وہ خود ہی عنایت کردیں گے ۔ پس شرم کے سبب سے میں تو کچھ کہہ نہیں سکتا چپ ہوں ۔

بارھویں مئی کی صبح کو داد خواہ کا ایک رقعہ منشی لے کر آیا اور مجھ سے کہا کہ آپ اپنے لیے چیزیں خرید کرتے ہیں اس سے دادخواہ بہت ناراض ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھ کو کیوں نہیں

اطلاع دیتے جو میں سب چیزیں مہیا کر دوں یہ بات دوستی کے
برخلاف ہے - تب میں نے منشی سے اُس رقعے کے جواب میں
لکھوایا کہ دادخواہ کی نوازش میرے حال پر اس قدر ہے کہ وہ
مجھ کو صرف وہی چیزیں نہیں عنایت کرتے جن کی میں درخواست کرتا
ہوں بلکہ وہ چیزیں بھی مرحمت فرماتے ہیں جن کی میں دل میں
خواہش کرتا ہوں پس میں نے اب اپنے دل میں بھی کسی چیز کی
خواہش کرنا ترک کر دیا ہے - میں اُن کے بار احسان سے دبا
جاتا ہوں اور مجھ کو بڑی شرم آتی ہے -

بیسویں مئی کی صبح کو یوزباشی دادخواہ کے پاس سے یہ
خبر لایا کہ اب وقت روانگی کا قریب آ گیا سامان سفر گھوڑے وغیرہ
تیار کرنا چاہیے اور جو چیزیں درکار ہوں وہ خرید لینی چاہئیں اور
مجھ سے پوچھا کہ دادخواہ آپ کے دوست ہیں آپ اُن سے کیا تحفہ
لیجیے گا - میں نے جواب دیا کہ ہمارے ملک میں دوست سے تحفہ
لینے کا رواج نہیں ہے - اُس نے کہا کہ آپ اپنے ملک میں نہیں
ہیں جہاں ہیں وہیں کا دستور برتنا چاہیے اور اگر آپ کسی
تحفے کے لیے اپنی خواہش ظاہر نہ کریں گے تو دادخواہ ناراض
ہو جاویں گے -

بائیسویں مئی کی صبح کو میں یوزباشی کے ساتھ دادخواہ سے
سے ملنے گیا وہاں موسم کی گرمی کا تذکرہ ہوا - دادخواہ نے کہا
پانی نہیں برستا جو ہوا ٹھنڈی ہو - اندجان میں گرمی بہت ہوتی ہے
لیکن وہاں اکثر پانی برستا ہے اس لیے وہاں کی گرمی برداشت ہو
سکتی ہے - میں نے کہا شاید اندجان کی آب و ہوا ہمارے ملک
انگلستان کی آب و ہوا کے موافق ہے - میں نے سنا ہے کہ اندجان
میں جاڑے کے موسم میں برف کثرت سے پڑتی ہے اور گرمی میں
پانی افراط سے برستا ہے یہی حال ہمارے ملک کا ہے - دادخواہ نے

کہا ہاں یہی حال ہے شاید اندجان کے ٹھیک مغرب اور مقابل میں انگلستان ہے جس کے سبب سے دونوں کی آب و ہوا یکساں ہے۔ تب میں نے سمجھایا کہ انگلستان اندجان سے شمال کی طرف واقع ہے اور قطب کے قریب ہے بہ نسبت یہاں کے انگلستان سے وہ ستارہ آسمان پر زیادہ بلند نظر آتا ہے۔ دادخواہ نے کہا کہ میں یہ نہیں جانتا کہ ہفت اقلیم میں سے کس اقلیم میں آپ کا ملک ہے اور وہاں دن کتنے گھنٹے کا ہوتا ہے کیا سولہ گھنٹے کا ہوتا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ ہم دنیا کو ہفت اقلیم پر تقسیم نہیں کرتے۔ ہمارے ہاں دنیا کے پانچ حصے ہیں۔ پس میں نہیں کہہ سکتا کہ ہمارا ملک کس اقلیم میں ہے لیکن سب سے بڑے دنوں میں دن رات کے چوبیس گھنٹے میں سے اٹھارہ یا انیس گھنٹے کا دن ہوتا ہے۔ دادخواہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا کہ تم تو اقلیم پنجم کے کنارے پر ہو۔ میں نے کہا کہ اس سے بھی اور شمال کی طرف جہاں ہمارے جہاز بڑی بڑی مچھلیاں پکڑنے جاتے ہیں وہاں گرمی کے موسم میں آفتاب شب و روز افق سے نیچے نہیں اترتا دادخواہ نے پوچھا کہ وہاں کس قسم کے لوگ آباد ہیں اور کہا کہ ہمارے قاعدے کے موافق ایسی آب و ہوا سے جسم میں بڑی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ میں نے وہاں کے باشندوں کا حال بیان کیا اور کہا کہ ان کے قد ہمارے سینے سے اونچے نہیں ہوتے اس پر دادخواہ نے کہا کہ وہ سردی سے ٹھہر گئے ہوں گے۔ میں نے پھر کہا کہ ہمارے ملک سے اکثر جہاز اور ذی علم لوگ ملکوں کی تحقیقات کے لیے جایا کرتے ہیں۔ دادخواہ نے کہا کہ عقلمند گورنمنٹ کا یہی طریقہ ہے کہ سب باتوں سے مطلع رہے۔

شا صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے ملک اور آب و ہوا کا تذکرہ اس بات کے ظاہر کرنے کے لیے لکھا ہے کہ دادخواہ ذہین اور

عالم شخص ہے کیونکہ ایشیا کے رہنے والوں کو جو یورپ کے علوم سے ناواقف ہیں اس بات کی واقفیت نہیں ہوتی کہ جس قدر شمال کی طرف جائیں اسی قدر دن اور رات میں فرق ہوتا جاتا ہے گو میں نے صرف اتنی ہی بات کہی تھی کہ قطب کے قریب کے ملکوں میں گرمی کے موسم میں ہر وقت آفتاب موجود رہتا ہے اور اس بات کو میں کہنے بھی نہیں پایا تھا کہ سردی میں آفتاب مطلق طلوع نہیں ہوتا تاہم دادخواہ نے فوراً سمجھ لیا کہ وہ ملک سرد ہوگا ۔

اٹھائیسویں مئی کو یوزباشی نے آ کر یہ خبر دی کہ پرسوں کی تاریخ آپ کی روانگی کی قرار پائی ۔ ظہر کی نماز کے بعد میں دادخواہ سے ملنے کو گیا اور ان سے پوچھا کہ ہندوستان سے میں آپ کے لیے کیا چیز بھیجوں ۔ انھوں نے جواب دیا میں سپاہی ہوں سوائے بندوق کے اور کس چیز کی مجھے خواہش ہے مگر میں تمھاری خیر و عافیت چاہتا ہوں اور پھر بندوق کے لیے درخواست کرتا ہوں جو ایلچی میرے ساتھ روانہ ہونے والا تھا میں نے اس کا حال دریافت کرنا چاہا مگر دادخواہ نے بالکل لاعلمی ظاہر کی اور کہا کہ اب آپ نے دروازہ آمد و شد کا کھولا ہے آپ کی دوستی اور آپ کا نام میرے دل پر نقش کالحجر ہے جو بجز موت کے مٹ نہیں سکتا ۔ اس کے بعد میں سب سے رخصت ہوا ۔

ایتھی نیم کلب لندن

(تہذیب الاخلاق بابت ماہ رجب ۱۲۹۷ھ صفحہ ۲۳۱)

لندن میں یہ ایک نہایت نامی اور معزز کلب ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ اس سے زیادہ معزز کوئی کلب نہیں ہے ۔ اس کلب میں جو کوئی ممبر ہوتا ہے اُس کے دوست اُس کو مبارکباد کی چٹھیاں لکھتے ہیں اور اُس کو ایسا فخر ہوتا ہے کہ ویسا فخر کسی خطاب کے ملنے سے بھی نہیں ہوتا ۔

اگر ہماری یاد میں غلطی نہ ہو تو اس کلب میں یہ قاعدہ ہے کہ کوئی شخص جو صاحب تصنیف نہ ہو یا اور کسی کمال میں مشہور نہ ہو ۔ وہ اس کلب کا ممبر نہیں ہو سکتا ۔ یہ بھی قاعدہ ٹھیرایا ہے کہ اس کلب میں بارہ سو ممبر سے زیادہ نہ ہوں گے ۔

سینکڑوں آدمیوں کی درخواستیں ممبر ہونے کے لیے آتی ہیں کہ بر وقت خالی ہونے کسی ممبری کے اُن کا تقرر ہو اور اُن کا نام بطور اُمیدواران ایک رجسٹر میں مندرج ہوتا ہے ۔ ۱۸۷۰ء میں جبکہ ہم لندن میں تھے ۔ تین ہزار سے زیادہ اُمیدواروں کا نام رجسٹر میں مندرج تھا اور دس دس و بارہ بارہ برس امیدواری پر گذر گئے تھے ۔

دوامی ممبروں کے سوا جن کی تعداد بارہ سو سے زیادہ نہیں ہو سکتی ۔ کوئی نامی اور مشہور شخص کسی میعاد معین کے بے آنریری ممبر ہو سکتا ہے ۔ ہم کو دو دفعہ اس کلب کے آنریری ممبر مقرر ہونے کی عزت حاصل ہوئی ہے ۔ پہلے تقرر کی میعاد گذر جانے کے بعد دوسری دفعہ پھر تقرر ہوا اور جب تک

هم لندن میں رہے اس معزز کلب کے آنریری ممبر تھے ۔

ایڈورڈ طامس صاحب جو نہایت ذی علم اور نامی مصنف ہیں اور قدیم زمانہ کے تاریخی حالات کی تحقیقات میں اور قدیم سکوں اور کتبوں کے انکشاف حال میں ید طولیٰ رکھتے ہیں اور اس کلب کے منتظم ممبروں میں ہیں ۔ وہ ہمارے آنریری ممبر ہونے کے باعث ہوئے تھے ۔ جس کی عزت ہمیشہ میرے دل میں رہے گی ۔

اس کلب کی روحانی خوبیوں کا لکھنا تو نہایت مشکل ہے مگر جو ظاہری باتیں ہیں اُن کا کسی قدر بیان کیا جاتا ہے ۔ گو اس کا لطف بھی بغیر دیکھے حاصل نہیں ہو سکتا ۔ مثل مشہور ہے

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

پال مال میں ایک نہایت عالیشان مکان دو منزلہ بنا ہوا ہے ۔ ممبر جو وہاں جاتے ہیں اکثر حاضری کھا کر جاتے ہیں اور رات کا کھانا کھا کر آتے ہیں ۔ ممبروں یا آنریری ممبروں کے سوا اور کسی کو وہاں جانے کا استحقاق نہیں ہے ۔ جب اُس کے دروازے میں داخل ہو تو نیچے کی منزل کا ایک کمرہ ملتا ہے ۔ جس میں فرش ہے اور دو تین کوچیں بچھی ہوئی ہیں اور اُس کے کونے میں ایک چھوٹا سا کمرہ بطور حجرہ کے بنا ہوا ہے ۔ جس کی دیواریں آئینہ بندی کی ہیں ۔ اس میں ایک شخص بطور مینجر کے رہتا ہے ۔ جو تمام احکام ممبران کی تعمیل کرتا ہے ۔ اس چھوٹے کمرہ کی دیواریں آئینہ بندی کی اس لیے ہیں کہ جو شخص وہاں آوے مینجر کو معلوم ہو ۔

چونکہ اس کلب میں ممبر بہت دیر تک رہتے ہیں اور ان کے دوستوں کو اُن کے گھر پر ان سے ملنے کا بہت کم موقع ہوتا ہے اس لیے اُن کے دوست بحالت ضرورت کلب ہی میں ان سے ملنے

آتے ھیں اور اس ڈیوڑھی کے کمرہ میں ٹھیرتے ھیں - جو ملازم بطور چپراسی حاضر باش کے وھاں موجود ھوتا ھے اُس کو اپنا ٹکٹ دیتے ھیں اور وہ چپراسی اُس ٹکٹ کو اُس ممبر کے پاس پہنچا دیتا ھے - جس سے وہ ملنے آئے ھیں - وہ ممبر وھاں آجاتا ھے اور مل کر چلا جاتا ھے - یہ ملاقات گپ شپ کی ملاقات نہیں ھوتی - ضروری بات سن لی - جواب دے دیا - چار پانچ منٹ سے زیادہ ملاقات میں صرف نہیں ھوتے -

اس ڈیوڑھی کے کمرہ کے دائیں طرف ایک نہایت وسیع کمرہ بطور ھال کے ھے - یہ کمرہ اخباروں کے پڑھنے کا ھے نہایت عمدہ فرش سے آراستہ ھے - عمدہ عمدہ کوچیں اور آرام چوکیاں بچھی ھوئی ھیں - بیچ میں درجہ دار گول میز لگی ھوئی ھے - جس پر گویا تمام دنیا کے اخبار رکھے جاتے ھیں - چاروں طرف دیواروں میں عمدہ سے عمدہ جغرافیہ کے نقشے اس حکمت سے لگے ھوئے ھیں کہ ایک ادنیٰ اشارہ سے کھل جاتے ھیں اور ادنیٰ اشارہ سے از خود لپٹ جاتے ھیں - جو ممبر اخبار پڑھنا چاھتے ھیں اس کمرہ میں آتے ھیں اور کوچوں اور آرام چوکیوں پر بیٹھے اخبار پڑھتے ھیں - اگر کسی خبر میں ایسا مضمون ھوا جس کے سمجھنے کو جغرافیہ کا نقشہ دیکھنا ضرور ھے - ایک اشارہ ڈوری کا کیا نقشہ کھل گیا - جب دیکھ لیا ، چھوڑ دیا نقشہ از خود لپٹ گیا کوئی شخص اس کمرہ میں آپس میں باتیں نہیں کرتا - خاموش مثل تصویر اخبار پڑھتے ھیں - جو کوئی آتا ھے نہایت آھستہ سے چلتا ھے کہ پاؤں کی آواز نہ ھو اور دوسروں کے پڑھنے میں ھرج نہ ھو اور دھیان نہ بٹے -

اس کے پہلو میں ایک اور بڑا کمرہ ھے - اُس میں لکھنے کا سامان ھر قسم کا موجود ھے - بیچ میں گول میز درجہ دار لگی

ھوئی ھے ۔ ھر قسم کا کاغذ اور چٹھیات لکھنے کے متعدد قسم کے کاغذ و لفافے رکھے ھوئے ھیں ۔ لکھنے کے خوبصورت مقام مہیا ھیں اور ھر جگہ دوات و قلم موجود ھے ۔ جس ممبر کو کچھ لکھنا ھو اس کمرہ میں جاتا ھے اور لکھنے میں مصروف ھوتا ھے ۔

جو ممبر چٹھیات ڈاک کی روانگی کے لیے لکھتے ھیں ۔ آنھوں نے چٹھی لکھی اور اسی میں ایک نل بنا ھوا ھے ۔ اس میں ڈال دی ۔ وہ چٹھی اس مینجر کے پاس پہنچی ۔ اس نے اس کا وزن کیا ۔ ڈاک کے محصول کے ٹکٹ لگائے اور روانہ کردی ۔

جو لوگ اس کلب کے ممبر ھیں ۔ ان کے نام کی چٹھیاں اکثر اسی کلب کے پتہ سے آتی ھیں ۔ جو لوگ وھاں موجود ھوتے ھیں ۔ مینجر ان کو وہ چٹھیاں تقسیم کر دیتا ھے ۔ جو اور ملک میں چلے جاتے ھیں وہ اپنا پتہ مینجر کو بتلا جاتے ھیں اور وہ اُس پتہ پر روانہ کر دیتا ھے ۔ ھر ایک ممبر کے لیے ڈاک کا ایسا عمدہ انتظام ھے کہ شاید اس سے بہتر نہیں ھو سکتا ۔

ڈیوڑھی کے کمرہ کے بائیں طرف ایک اور بہت وسیع کمرہ ھے ۔ یہ کھانے کا کمرہ ھے ۔ جو نہایت عمدگی سے کھانا کھانے کے سامان سے آراستہ ھے ۔ تمام عمدہ سے عمدہ اشیاء کھانے اور پینے کی یہاں موجود ھیں ۔ خانساماں و خدمت گار نہایت خوبصورت وردیاں پہنے حاضر ھیں جا بجا چھوٹی و بڑی میزیں لگی ھوئی ھیں ۔ ھر وقت ھر چیز موجود ھے ۔ جس ممبر کا دل چاھے اُس میں جاوے اور جو چاھے کھاوے اور پیوے ۔

چُرٹ بھی نہایت عمدہ اقسام کے موجود ھوتے ھیں ۔ چرٹ پینے کے لیے ایک علیحدہ کمرہ ھے ۔ جس کی دیواریں اور چھت بالکل آئینہ بندی کی ھیں ۔ اس کے اندر سے باھر کا چمن پھولوں کا بالکل دکھائی دیتا ھے ۔ اُس کی چھت میں دھؤاں نکلنے کے لیے ایک

روشندان ہے ۔ جس میں سے ُچرٹ کا دھؤاں نکل جاتا ہے ۔

لندن میں چونکہ سردی ہے اور اس سبب سے ہمیشہ کمروں کے کواڑ بند رہتے ہیں ۔ اس لیے ُچرٹ پینے کے لیے علیحدہ خاص کمرہ ہوتا ہے ۔ ہر کمرہ میں ُچرٹ نہیں پی سکتے ۔ کیونکہ اس کا دھؤاں باہر نہیں نکل سکتا اور کمرہ کی دیواروں پر جو سنہرا اور گلدار کاغذ لگا ہوتا ہے ۔ اس میں ُچرٹ کے دھؤئیں کی ُبو ہو جاتی ہے اور اس لیے ہر جگہ ُچرٹ پینا ایک بد تمیزی کی بات خیال ہوتی ہے اور ُچرٹ پینے کا کمرہ علیحدہ بنا ہوا ہے ۔

اس کھانے کے کمرہ میں نہایت عمدہ انتظام ہوتا ہے ۔ اس میں ممبروں کو اختیار ہے کہ تنہا کھاویں یا چند ممبر جو آپس میں نہایت دوست ہیں ۔ ایک میز پر کھاویں ۔ وہ خانساماں کو حکم دیتے ہیں ۔ کہ پانچ آدمی یا چھ آدمی یا زائد یکجا کھاویں گے ۔ یہ فی‌الفور اسی مقدار کی میز کو آراستہ کر دیتا ہے ۔ جو ممبر وہاں جاتے ہیں ۔ اکثر ٹفن اور رات کا کھانا وہیں کھاتے ہیں ۔ رات کے کھانے میں آپس میں بولنے، ہنسنے، بات چیت کرنے کی کچھ ممانعت نہیں ہے ۔

ہم بھی اس کمرہ میں چند دفعہ گئے ہیں ۔ مگر ایک رات جبکہ ہمارے دوست ایڈورڈ طامسن صاحب نے بلایا تھا ۔ نہایت لطف تھا ۔ قریب پندرہ سولہ آدمیوں کے ایک میز پر تھے اور اس میز پر تین شخص ایشیا کے رہنے والے تھے ایک میں ، ایک حاجی محمد حسین خاں سفیر شاہ ایران ۔ اور ایک منشی صاحب جن کا نام اس وقت یاد نہیں ہے اور مدرسة العالیہ دارالسلطنت روس کے مدرس اول زبان فارسی کے تھے اور اسی زمانہ میں سینٹ پیٹرز برگ (پیٹرو گراڈ) سے لندن کی سیر کو آئے تھے ۔ نہایت لطف سے وہ کھانا ہوا ۔ جس میں سوائے میرے اور سب لوگ نہایت عالم و فاضل و نامی و گرامی

اور ایک نہ ایک فن میں مشہور و کامل تھے ۔

اوپر کی منزل اس سے بھی زیادہ عجیب ہے ۔ ایک کمرہ نوکروں کے حاضر رہنے کا ہے ۔ ایک کمرہ اس لیے ہے کہ وہاں جاکر چرٹ پی سکیں یا ٹہل سکیں ۔

علاوہ اس کے ایک نہایت وسیع کمرہ ہے ۔ سب کمروں سے زیادہ وسیع اس میں جا بجا لکھنے پڑھنے کی میزیں لگی ہوئی ہیں اور اُس کے پاس نہایت عمدہ و نفیس کتب خانہ ہے ۔ جس میں داروغہ کتب خانہ حاضر رہتا ہے ۔ جو ممبر کتابیں پڑھنا چاہتے ہیں ۔ کوئی کتاب یا رسالہ تالیف کرتے ہیں ۔ کوئی مضمون لکھنا چاہتے ہیں یا کسی بات کی تحقیقات پر کچھ لکھتے ہیں ۔ وہ اس کمرہ میں جاتے ہیں اور جو جگہ اُن کے لیے تجویز ہوتی ہے ۔ وہاں بیٹھ کر اپنا کام کرتے ہیں ۔ جو کتاب درکار ہوتی ہے فی الفور کتب خانہ سے ملتی ہے ۔

یہ کمرہ در حقیقت تصویر کا عالم ہے ۔ بات کرنی بلند آواز دینی تو درکنار کھانسنا بھی نا مناسب خیال کیا جاتا ہے ۔ اس قدر آہستہ سے اُٹھنا اور چلنا ہوتا ہے کہ ذرا آواز نہ ہو ۔ بلکہ بقول شخصے کہ حرکت بھی نہ معلوم ہو ۔ ہر ایک شخص اپنے خیال میں اور اپنی دھن میں ایسا مصروف ہوتا ہے کہ اس کو دنیا و مافیہا کی خبر نہیں ہوتی ۔ بڑے بڑے عالم دانشمند اپنی فکر اور اپنے علم اور اپنی تحقیقات کا نتیجہ قلم کی زبان سے اُس مقام پر دنیا کی اطلاع کے لیے ظاہر کرتے ہیں ۔

اُسی کمرہ میں ہم نے ڈین اسٹانلے کو دیکھا جو نہایت مشہور عالم لندن میں ہیں ۔ وہ کسی امر کی تحریر میں مشغول و مستغرق تھے ۔ پہلی دفعہ اُنھوں نے بے انتہا مہربانی ہم پر یہ کی کہ کرسی پر سے اُٹھ کر ہم سے ہاتھ ملایا اور پھر چپکے بیٹھ گئے ۔ یہ پہلی

ملاقات تھی - ہم خاموش ایک کونے میں کھڑے ہوگئے اور چپکے اُن عالموں کو دیکھا کیے جو اپنے اپنے کام میں مصروف تھے - اُن کو دیکھ کر خدا کی قدرت یاد آتی تھی اور عقل متحیر ہوتی تھی - کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں -

لندن میں ایک اخبار چھپتا ہے جس کا نام پال مال گزٹ ہے - ہم کو شبہ پڑ گیا - کہ یہ اخبار اُسی کلب سے متعلق ہے - یا اس سے علیحدہ - مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کلب کے اکثر ممبروں کے مضمون اور آرٹیکل اس اخبار میں چھپتے ہیں اور اسی لیے وہ اخبار نہایت عمدہ اور ذی وقعت خیال کیا جاتا ہے -

ہمارے ہموطن اس مضمون کو پڑھ کر کسی قدر خیال کر سکیں گے کہ یورپ میں کلب کس مقصد کے لیے قائم ہوتا ہے - اور کیا نتیجہ اس کلب سے حاصل ہوتا ہے - ہندوستان میں اگر کوئی کلب قائم ہو تو اُس کا نتیجہ بجز اس کے کہ ایک مکان میں چند صورتیں جمع ہوجاویں اور حقہ کی گڑ گڑ بلند آواز ہو اور پانوں کی تواضع کی جاوے اور آپس میں مل کر کچر کچر لغو و بیہودہ باتیں کریں اور قہقہہ اُڑاویں اور کیا ہو سکتا ہے - زیادہ ترقی ہو تو ایک دوسرے کو کچھ سخت کہہ بیٹھتے - کیا عجب ہے کہ نوبت رنجش اور سخت کلامی و ہاتا پائی کی پہنچے - ان تمام چیزوں کے لیے وہ لیاقت چاہیے جس کے لیے ایسے مجمعے موضوع ہیں - جب ہم میں ایسے لوگ ہی موجود نہیں ہیں جو ایسے مقاموں اور ایسے مجمعوں کے لائق ہوں تو کیا نتیجہ ہو سکتا ہے -

ہم نے علیگڈھ سائنٹفک سوسائٹی قائم کی - اُس کے لیے ایسا عمدہ و عالیشان مکان بنایا جو اس وقت تک ہندوستان کے ہندوستانی مجمعوں کے لیے نہیں ہے - پھر اس سے کیا نتیجہ ہے -

هم وہ آدمی کہاں سے لاویں جو اپنے ملک ـ اپنی قوم کی بھلائی و ترقی کے لیے کچھ محنت اختیار کریں ـ اس کو جانے دو ـ ہم کو تو ایسے دو چار آدمی بھی نہیں ملتے جو اس مکان میں بیٹھ کر اگر کچھ نہ کریں تو اپنی قوم کی ابتر حالت پر رو ویں ہی ـ

ہاں اس مکان کا باغ ایسا عمدہ آراستہ ہے جو بہت ہی کم اپنا نظیر رکھتا ہے ـ وہ بھی کسی ہندوستانی کی سعی و کوشش کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک فیاض و عالی ہمت اور نیک دل ، نیک خصلت ، فرشتہ سیرت ـ ہمہ تن نیکی و سر تا پا خیر مجسم یورپین لیڈی کا نتیجہ ہے ـ جس نے اپنے شوق و محنت سے اُس کو آراستہ کر دیا ہے ـ ہماری قوم میں تو اتنی بھی لیاقت نہیں ہے ـ کہ اُس پُر فضا باغ کی سیر کے بھی لائق ہوں ـ پس کسی جگہ ، کلب یا سوسائٹی قائم ہونے سے ہم کو کیا خوشی ہو سکتی ہے ـ

اے ہمارے عزیز ہموطنو ! ہماری قوم کے جو لوگ بوڑھے ہیں ـ وہ کے دن کے ہیں ـ اُن کو خدا جلد بہشت نصیب کرے گا ـ جو جوان ہیں ـ اُن سے ہاتھ اُٹھاؤ ـ جب درخت کی شاخ سخت (خشک) ہو جاتی ہے ـ وہ ٹوٹ جاتی ہے ـ پر کسی طرف پھر نہیں سکتی ـ ہاں اپنی اولاد کی جو چھوٹی پود ہے ـ خبر لو اُن کی تعلیم و تربیت کا فکر کرو ـ تمہاری حالت تمہارے باپ دادا کی حالت سے زیادہ خراب ہے اور تمہاری اولاد کی حالت تم سے بھی بہت زیادہ بدتر اور ابتر ہوگی ـ اگر تم اُس کی فکر نہ کرو گے ـ تمہاری ارواح قبر میں اُن کے لیے رونے گی ـ

سکرٹری محمدن کلب الہ آباد نے اپنی رپورٹ میں مدرسۃ العلوم علیگڈھ کا ذکر کیا ہے ـ ہم نہایت سچے دل سے اور تمہاری نہایت خیر خواہی سے کہتے ہیں کہ صرف یہی ایک علاج ہے ـ جو تمہاری اولاد کی بھلائی و بہتری کے لیے ہو سکتا ہے ـ اے عزیز

هموطنو ! تم نے اس مدرسہ کی نہایت ناشکری کی ہے اور بہت کچھ جھوٹ اور محض غلط باتیں اپنی بد اقبالی اور بد قسمتی سے اس کی نسبت کہی ہیں ۔ تم کو لازم ہے کہ تم آؤ اور اس کی حالت کو دیکھو اورخود اپنی دریافت اور اپنی تحقیقات سے اُس پر رائے قائم کرو اور اس کی تکمیل پر ہمت باندھو ، دیکھو ، سمجھو ، یہی تمہارے حق میں بہتر ہے ۔ اس وقت تم جھوٹی باتیں بنا کر ہنس لو ۔ قہقہے اڑا لو مگر یقین جان لو کہ اس کے بعد رونا اور دانت پیسنا ہے ۔

تاریخِ سرکشیِ ضلع بجنور

الٰہی تو مجھ کو توفیق دے کہ یہ تاریخ میری پوری ہو اور صحیح بات اس میں لکھنے کی ہدایت کر، کیونکہ طرفداری کی تاریخ لکھنی ایسی بے ایمانی کی بات ہے کہ اُس کا اثر ہمیشہ رہتا ہے اور اُس کا وبال قیامت تک مصنف کی گردن پر ہوتا ہے۔ اس تاریخ میں جو کچھ لکھا ہے بہت سا اُس میں میری آنکھ کا دیکھا ہے اور بہت سا اپنے ہاتھ کا کیا ہوا اور اس کے سوا جو کچھ لکھا ہے وہ نہایت تحقیقات سے اور بہت صحیح اور نہایت سچ لکھا ہے۔

حالات و واقعات | میرٹھ میں جو فساد اور نمک حرامی دسویں مئی ۱۸۵۷ء کو ہوئی تھی اُس کی خبر گیارھویں تاریخ تک بجنور میں نہیں آئی تھی۔ بارھویں تاریخ کو یہ خبر مشہور ہوئی اور پے در پے اُس کے آثار نمودار ہوتے گئے، یعنی کنارہ گنگا تک راہ لٹنے لگی اور آمد و رفت مسافروں کی بند ہو گئی۔ بارھویں اور تیرھویں کو جو مسافر بجنور سے میرٹھ کو جاتے تھے راہ سے اولٹ آئے مگر ضلع بجنور میں اب تک کچھ غدر نہ تھا۔

کیفیت پھیلنے غدر کی بجنور میں | رفتہ رفتہ ضلع بجنور میں بھی غدر شروع ہوا۔ راہیں لٹنے لگیں۔ سولھویں مئی ۱۸۵۷ء کو درمیان موضع جہال و اولینڈہ تھانہ بجنور میں غارت گری ہوئی کہ گوجروں نے مسمیٰ دیبی داس بزاز کو لوٹا۔ اسی طرح شہبازپور کھدر پر ڈاکہ پڑا کہ گوجروں نے مل کر اس گاؤں کو لوٹ لیا اور یہ سب سے پہلا گاؤں ہے جو ضلع بجنور میں لٹا۔ اسی تاریخ سولہ

ہزار روپیہ جو چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاجپور نے بابت اپنی مالگذاری کے بجنور کو روانہ کیے تھے بجنور میں پہنچے اور داخل خزانہ ہوئے ۔ بعد اُس کے سترھویں مئی کو سر براہ ڈاک مسٹر کاری صاحب بہادر کو گھاٹ راولی پر لوٹا گیا ۔ اگرچہ ان وارداتوں کے مجرم تدبیر اور کوشش جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر سے بہ تعیناتی تھانہ داران اور میر تراب علی تحصیلدار و افسر پولیس کے گرفتار ہوئے اور کچھ مال مغروتہ بھی برآمد ہوا اور لوگوں کو ڈر اور خوف بھی ہوا مگر گوجر اپنی بدمعاشی سے باز نہ آئے ۔ علی الخصوص اس سبب سے کہ پار کے گوجروں سے اس ضلع کے گوجروں کو حرمزدگی کرنے کی بہت مدد ملتی تھی ۔

گوجروں کے فساد کا بیان اگرچہ شروع فساد سے گوجروں کی نیت بد ہوگئی تھی مگر اُن کو اُس کا اثر ظاہر کرنے کے لیے ایک عجیب حیلہ ھاتھ آیا ۔ قوم روہ نے جو بہت عمدہ کاشتکار اس ضلع کے ھیں اور نامردی میں بھی سب سے بڑھ کر ھیں گوجروں سے چھیڑ کی کہ ایک گوجری مع اپنے خاوند اور نائی کے سرحد موضع شہباز پور پرگنہ منڈ اور مسکن قوم روہ میں جاتی تھی ۔ روھوں نے گوجری کو پکڑ لیا اور اُس کا خاوند مارا گیا نائی بھاگ کر موضع شیخوپورہ میں بساون پدھان قوم گوجر کے پاس گیا اور حاکم کو چھوڑ کر گوجروں کی برادری سے فریاد کی ۔ سب گوجر متفق ہوئے اور روھوں کا لوٹنا اور برباد کرنا مصمم ٹھہرایا ، چنانچہ راجبی والہ میں سب گوجر جمع ہوئے اور شہباپور اور ابوالخیر پور بنکر کو جو دونوں قریب قریب تھے آ مارا ، سب گھر لوٹ لیے اور اکثر جلا دیے ۔ چھ آدمی قتل و زخمی ہوئے اور گوجری کو لے گئے ۔

انتظام ضلع کی تدبیریں ابتدائے فساد سے جناب صاحب مجسٹریٹ نے مناسب تدبیریں انتظام ضلع کی کرنی شروع کی تھیں ۔

رجمنٹوں کے رخصتی سوار جو ضلع بجنور میں موجود تھے اُن کو بھی بلا لیا تھا اور کچھ سوار بھی نوکر رکھنے شروع کیے تھے اور تھانہ داروں اور افسر پولیسوں کو بھی بقدر مناسب برقنداز بڑھانے کو لکھ بھیجا تھا اور خاص شہر کی حفاظت کے لیے یہ تدبیر کی تھی کہ چودھری نین سنگھ رئیس بجنور کو اجازت دی تھی کہ رات کو شہر کا گشت کیا کریں ، چنانچہ چودھری صاحب ایسا ھی کرتے تھے اور جناب مسٹر الگزینڈر شیکسپیئر صاحب بہادر کلکٹر و مجسٹریٹ اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر بھی مناسب مناسب جگہ پر رات کو پھرتے اور خبرداری کرتے رہے اور هم تینوں افسروں نے اپنی جمیعت ملازمین وغیرہ کے دو غول کیے پہلا غول محمد رحمت خاں صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر و ڈپٹی مجسٹریٹ کا تھا کہ وہ اپنے غول کو ساتھ لے کر رات کو گشت کرتے تھے ۔ دوسرا غول مجھ صدر امین اور میر سید تراب علیؒ تحیصلدار بجنور کا تھا کیونکہ ھمارے پاس نوکر کم تھے اس لیے دونوں آدمیوں نے مل کر ایک غول بنا لیا تھا اور یہ دونوں غول رات کے وقت علحدہ علحدہ شہر بجنور اور اندھیرے باغات کا جو متصل آبادی تھے اور جیل خانہ اور خزانہ کا کا گشت کرتے تھے اور سب طرف پھر پھرا کر هم تینوں افسر مع اپنے اپنے غولوں کے کوٹھی جناب صاحب کلکٹر بہادر پر حاضر هو کر تمام رات کمر باندھے کرسیوں پر بیٹھے پہرا دیتے ، کیونکہ شورش ضلع میں حد سے زیادہ هو گئی تھی اور کوئی وقت اندیشہ سے خالی نہ تھا مگر اپنے جناب صاحب کلکٹر بہادر کی مہربانی اور عنایت کا شکر ادا نہیں کر سکتے کہ ھمارے لیے سب طرح کی آسائش کا سامان وھاں مرتب تھا اور بہت اچھا شامیانہ ھمارے لیے کھڑا کردیا تھا اور هم بہ آسائش تمام اُس میں رہتے تھے۔

۲۹ پلٹن کی کمپنی کا سہارنپور سے بجنور میں آنا

اٹھارویں مئی ۱۸۵۷ء کو دفعۃً ایک کمپنی تلگنوں کی جو سہارنپور سے مراد آباد جاتی تھی بجنور پہنچی اور مجھ کو یوں خبر ملی کہ وہ کمپنی بگڑ کر آئی ہے اور صوبہ دار اور دو چار تلنگہ جناب صاحب کلکٹر بہادر کی کوٹھی پر آ گئے ہیں - یہ خبر سنتے ہی میں گھبرا کر صاحب ممدوح کے پاس گیا - وہاں معلوم ہوا کہ بطور بدلی مراد آباد کو جاتی ہے میں نے بے ادب مدح خاں صوبہ دار کو صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا کہ وہ کچھ اپنا حال اور جو مقابلہ اس کا قریب اللہ باس گوجروں سے ہوا تھا عرض کر رہا تھا مگر اس کی بے ادبانہ گفتگو اور لاپروا اور مغرور نشست سے جو بدی اس کے دل میں تھی اس کے چہرہ سے ظاہر ہوتی تھی - اس دن یہ تجویز ہوئی کہ اس کمپنی کے قیام بجنور کی تدبیر کی جاوے چنانچہ تدبیر بھی ہوئی جس سے میں بہت ڈرتا تھا - مگر جب ان کی بات چیت کا جو آپس میں کرتے تھے اور نیز بازاروں میں بکتے پھرتے تھے حال معلوم ہوا تو ان کا قیام بجنور میں نہایت نامناسب معلوم دیا اور باوجودیکہ مراد آباد سے اجازت ان کے رکھ لینے کی آ گئی تھی مگر ان کا چلا جانا غنیمت سمجھا جاتا تھا اور وہ خود بھی رہنا نہیں چاہتے تھے اس سبب سے وہ مراد آباد چلے گئے -

مراد آباد کے جیلخانہ کا ٹوٹنا اور اس کے سبب سے ضلع بجنور میں زیادہ تر بد نظمی کا ہونا -

۱۹ مئی ۱۸۵۷ء کو مراد آباد کا جیلخانہ ٹوٹا اور یہ خبر بہت جلد ضلع بجنور میں پہنچی اور بلکہ بعض دیہات میں کچھ قیدی بھاگ بھاگ کر آ گئے اس خبر کی شہرت سے ضلع میں زیادہ تر بد نظمی ہوئی اور ہر چہار طرف دیہات سے ہزار ہا گنوار جمع ہونے لگے اور کسی کے دل میں عملداری کی دہشت باقی نہ رہی اور ہم لوگوں کو ہر دم یہ اندیشہ ہونے لگا

کہ مبادا بجنور پر ڈاکہ پڑے اور خزانہ سرکاری لٹ جاوے مگر ہم لوگ بدستور اپنی ہوشیاری سے جہاں تک ممکن تھا گشت و گرداوری اور گنواروں کو رعب ظاہری دکھانے میں کچھ تقصیر نہیں کرتے تھے اور بجنور کی ایک بہت اچھی ہوا باندھ رکھی تھی کہ اُس کے سبب گنواروں کے دلوں پر بجنور کا ایک خوف طاری تھا ۔

سفر مینا کی باغی کمپنیوں کا نجیب آباد میں آنا

اسی اثنا میں سفر مینا کے تین سو سپاہیوں نے رڑکی میں سرکشی کی اور ایک کمپنی سفر مینا کی جو رڑکی سے سہارنپور کمانڈرانچیف صاحب بہادر کے کمپ میں شامل ہونے کو بھیجی گئی تھی راستہ سے رڑکی واپس آئی اور ان سب نے مل کر رڑکی سے لنڈھورہ کو کوچ کیا اور لنڈھورہ کی رانی سے پیغام کیا کہ وہ اُن کو اپنے پاس نوکر رکھ لے اس وعدہ پر کہ وہ رڑکی وغیرہ سب اُس کو فتح کر دیں گے مگر اُس نے منظور نہ کیا ۔ تب انھوں نے ارادہ کیا کہ نجیب آباد کے نواب کے پاس جا کر اپنا ارادہ پورا کریں، چنانچہ وہ نجیب آباد روانہ ہوئے اور بیسویں مئی کو نجیب آباد پہنچے ۔

نواب محمود خاں اور احمد اللہ خاں کا صوبہ داروں سے مصلحت کرنا

اتنی بات تو تحقیق ہے کہ جب یہ سپاہی نجیب آباد پہنچے تو ان میں کے چند افسر اور کچھ سپاہی احمد اللہ خاں تحصیلدار نجیب آباد کے پاس گئے اور علحدہ مکان میں بیٹھ کر کچھ گفتگو اور مصلحت کی ، پھر وہاں سے احمد اللہ خاں ان سب آدمیوں کو لے کر محمود خاں کے پاس گیا اور وہاں بھی بہت دیر تک خفیہ مصلحت رہی ۔ حقیقت میں اس مصلحت کا سچا اور یقینی حال نہیں معلوم ہو سکتا ، مگر جو سنا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ان سپاہیوں نے نواب کو سرکشی اور اپنی نوابی قائم کرنے اور حکام انگریزی کی مخالفت کی ترغیب کی اور ظاہر ہے کہ اس کے سوا یہ سپاہی اور کیا صلاح

دیتے ۔ نواب کا جواب بھی جو خفیہ تھا تحقیق نہیں معلوم ہو سکتا
مگر یہ سنا ہے کہ نواب نے کہا کہ جب تک حکام انگریزی
بجنور میں موجود ہیں میں ایسی جرأت نہیں کر سکتا ۔ تم اس شہر
میں کہ خاص میرا شہر ہے اور اس تحصیل میں جو مجھ سے متعلق
ہے کچھ فساد مت کرو ۔ اگر بجنور میں جا کر فساد کرو گے اور
انگریزوں کو خارج کر دو گے تو پھر مجھ کو نواب ہو جانے کا
بہت اچھا قابو مل جائے گا ۔ اُن سپاہیوں نے بجنور آنے کا اقرار کیا
اور یہ خبر کہ وہ تلنگہ بجنور کو آتے ہیں متواتر ہم کو پہنچی اور
ہم کو نہایت ڈر اور خوف رہا اور ہم تینوں افسروں نے ایسی
تدبیریں سوچیں کہ در صورت آ جانے اُن بے ایمانوں کے جہاں تک
ممکن ہو سکے حکام اہل ولایت کی حفاظت میں کام آویں اور جناب
صاحب کلکٹر بہادر کو بھی اُن تدبیروں سے مطلع کیا گیا کہ
ہر ایک تدبیر کا پہلے سے بندوبست رہے ۔ ہم اس میں کچھ شک
نہیں کرتے کہ یہ وہ وقت ہے کہ پہلی دفعہ نا محمود خاں اور
احمد اللہ خاں کے دل میں سرکشی اور بغاوت کا بیج اوگا اور اُس
نے اپنی حکومت کے خیالی درخت کو بہت اچھا سایہ دار سمجھا
اور سرکار دولت مدار انگریزی کے احسانوں اور پرورشوں کو جو اُس
کے اور اُس کے باپ کے ساتھ کی تھیں سب کو یک لخت بھولا ۔

سفر مینا کی کمپنیوں کا نگینہ میں آنا اور تحصیل کا لٹنا

اسی تاریخ یعنی بیسویں مئی کو نگینہ میں مرادآباد کا جیلخانہ ٹوٹنے
کی خبر پہنچی اور نگینہ میں بدمعاشوں کی نیت بد ہوئی اور بازار نگینہ
کا بند ہونا شروع ہوا ۔ مولوی قادر علی تحصیلدار نگینہ نے اپنے چپراسیوں
اور منیرالدین قائم مقام تھانہ دار کو لے کر بازار کا گشت کیا اور دکانیں
کھلوا دیں اور سب کی تسلی اور تشفی کی اور سب ہندو مسلمان
رئیسوں کو بلا کر ہوشیار رہنے اور اپنے اپنے محلہ کا بندوبست

رکھنے کی فہمائش کی ۔ نہایت تعجب ہے کہ اکیسویں تاریخ مئی کو گیارہ بجے منیر الدین قائم مقام تھانہ دار نگینہ نے مولوی قادر علی تحصیلدار کو یہ خبر سنائی کہ بجنور کا جیل خانہ ٹوٹ گیا ، حالانکہ اُس وقت تک جیلخانہ بجنور میں کچھ آفت برپا نہیں ہوئی تھی ۔ اس خبر سے مولوی قادر علی کو زیادہ تردد ہوا کہ کل مراد آباد کے جیلخانہ ٹوٹنے کی خبر پر نگینہ میں جب یہ فساد برپا ہوا تھا ، تو اب بجنور کی خبر پہنچنے پر دیکھیے کیا فساد ہوتا ہے ۔ اس لیے چپراسیان تحصیل کو کہا کہ کمر باندھ کر مستعد رہو اور دروازہ تحصیل بند تھا اور کھڑکی کھلی ہوئی تھی مگر تحصیلدار صاحب کو تلنگوں کی کچھ خبر نہ تھی ۔ سنا گیا کہ بعد گفتگوئے نواب کے تلنگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ بغیر کنپو کے ملے اتنا بڑا فساد کرنا مناسب نہیں اس لیے انھوں نے ارادہ مراد آباد جانے کا کیا اور وہ نجیب آباد سے روانہ ہو چکے تھے کہ دفعةً تین تلنگہ براہ کھڑکی تحصیل میں چلے آئے اور تحصیلدار صاحب سے کہا کہ رسد تیار کرو ۔ اس عرصہ میں بہت سے تلنگہ اندر گھس آئے اور تحصیلدار صاحب کو بیچ میں گھیر لیا اور سنگینیں چڑھا کر بندوقوں کو پایوں پر چڑھا لیا اور بجبر اُن کو کچہری کے مکان میں لے گئے اور دفتر کے صندوقوں کو کمندوں سے توڑ ڈالا اور پھر خزانہ کے قفل کو توڑ کر خزانہ لوٹنے لگے ۔ اُس وقت تحصیلدار صاحب کو فرصت ملی اور وہ وہاں سے مع تھانہ دار بھاگ کر ایک مکان میں جا چھپے جب تلنگہ اُن کی تلاش میں پڑے تو وہ شہر کے باہر جا کر اور رستہ سے شہر میں آئے اور ایک جگہ پوشیدہ ہو گئے اور عرضی اطلاعی بہ حضور جناب صاحب کلکٹر بہادر روانہ کی ۔ شہر کے بہت سے بد معاش اُن تلنگوں کے ساتھ ہو گئے اور تحصیلدار صاحب کا اسباب لوٹ لیا اور بازار نگینہ

کو لوٹتے ہوئے چلے گئے اور بد معاشوں نے بھاگیرت کلال کو بھی جو بہت مالدار آدمی تھا لوٹ لیا ۔ جب سب تلنگہ شہر سے چلے گئے تو تحصیل دار صاحب نے نگینہ کے ہندو مسلمان رئیسوں کو جمع کیا اور جو بدمعاش شہر میں غدر مچا رہے تھے، اُن کا بندوبست بفہمائش اور بتوسط رئیسان نگینہ کر دیا ۔

بجنور کا جیلخانہ ٹوٹنا | نگینہ میں تو یہ آفت ہو رہی تھی اور ہم تینوں افسر بجنور میں بہ حضور جناب صاحب کلکٹر بہادر حاضر تھے اور درباب حفاظت خزانہ گفتگو ہو رہی تھی کیونکہ خبر یورش گنواران اور آمد آمد پلٹن سفر مینا گرم تھی اور یہ رائے قرار پائی تھی کہ کل خزانہ کنویں میں ڈال دیا جائے ۔ ہم اسی تجویز میں تھے کہ ایک بجے سے کچھ قبل دفعۃً جیلخانہ پر بندوق فیر ہونے کی آواز آئی اور معلوم ہوا کہ جیلخانہ ٹوٹ گیا ۔ جناب صاحب کلکٹر بہادر اور میں صدر امین اور ڈپٹی کلکٹر صاحب اور سید تراب علی تحصیلدار صاحب بندوقیں اور تلواریں لے کر جیلخانہ پر چلے اور جس طرف قیدیوں کے غول جانے کا احتمال تھا ۔ اُس طرف دوڑے ۔ قریب آدھے میل کے دوڑے ہوں گے کہ اس وقت یہ خیال گذرا کہ خزانہ نہ لٹ جاوے ۔ اس لیے جناب صاحب کلکٹر بہادر نے مجھ، صدر امین کو اور ڈپٹی کلکٹر صاحب کو حکم دیا کہ خزانہ پر جاکر وہاں کا انتظام کرو ۔ چنانچہ ہم دونوں خزانہ پر واپس آئے اور فی الفور پہرہ اور ایکٹ قائم کیے اور جناب صاحب کلکٹر بہادر اور سید تراب علی تحصیلدار جیلخانہ پر تشریف لے گئے ۔ اتنے میں جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر مسلح گھوڑے پر سوار تشریف لائے اور کنجی خزانہ کی مجھ، صدر امین کو سپرد کرکے خود مع چند سواران تعاقب قیدیان فرمایا ۔ ہم کو یقین تھا کہ جیلخانہ صرف اس غرض سے ٹوٹا ہے کہ

قیدی اور شہر کے بدمعاش جمع ہو کر خزانہ پر حملہ کریں گے مگر قیدیوں نے جیلخانہ سے نکل کر دریا کی طرف بھاگنا شروع کیا تھا اور سب کے منہ دریا کی طرف تھے۔ اور بھاگے جاتے تھے اس سبب سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یا یہ ہمارا خیال غلط تھا یا یہ کہ جب قیدیوں نے جناب صاحب کلکٹر بہادر کو اور جناب جارج پامر صاحب بہادر کو مستعد اور تعاقب کرتا ہوا دیکھا تو اُن کو اس فاسد ارادہ کا قابو نہ ملا۔ غرض کہ سپاہیوں کی بندوقوں سے چند قیدی مارے گئے اور کچھ زخمی ہوئے۔ باقی جو بچے وہ جیلخانہ میں بند کیے گئے اور جناب صاحب کلکٹر بہادر خزانہ پر تشریف لائے اور فی الفور خزانہ نکالا گیا اور مجھ صدر امین نے اپنے ہاتھ سے ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ کنویں میں ڈال دیا اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر نے کھادر گنگا تک قیدیوں کا تعاقب کیا۔

جیلخانہ کا ٹوٹنا نہایت تعجب کی اور بہت غور طلب بات ہے۔ ظاہر ہے کہ باہر سے جیلخانہ پر کسی کی یورش نہیں ہوئی اور اس میں کچھ شک نہیں کہ بسبب شرارت یا سازش رام سروپ جمعدار کے جو پہلے تلنگہ کسی پلٹن کا تھا جیلخانہ ٹوٹا اور کھڑکی جیلخانہ کی کھل گئی اور ہماری دانست میں جب بہت سے قیدی جیلخانہ سے نکل چکے، تب باقی ماندہ پر بندوق سر ہوئی جیلخانہ ٹوٹنے کا سبب شاید یہ ہو کہ رام سروپ نے اس اندیشہ سے کہ باہر سے جیلخانہ پر حملہ نہ ہو اور باہر کی یورش سے اپنا نقصان زیادہ خیال کرکے یہ کام کیا ہو، مگر ایک خیال ہم کو بہت شبہ میں ڈالتا ہے، کہ اگر نجیب آباد والی مصلحت صحیح ہو تو وہی دن بلکہ وہی وقت نجیب آباد سے تلنگوں کا بجنور میں آنے کا تھا اور بعد تشریف فرما ہونے حکام انگریزی کے فی الفور

رام سروپ کی بہت قدر و منزلت نواب کے ہاں ہوتی گئی اور دن بدن اُس کا تقرب بڑھتا گیا ، حالانکہ پہلے سے کوئی وجہ اس کے ایسے تقرب کی نواب کے دربار میں نہ تھی -

برم پور کا لٹنا

اس واقع کے بعد گوجر پرگنہ منڈاور میں بہت کثرت سے جمع ہوئے اور روھے جو بہت مالدار تھے اور اُن سے اور گوجروں سے عداوت ہو گئی تھی - ان کے لوٹنے کا ارادہ کیا اور موضع برم پور پرگنہ کیرت پور پر جو ایک بہت بڑا گاؤں روھوں کا تھا - چڑھائی کی اور ہزارھا گوجر گنگا وار اور گنگا پار کے جمع تھے - اور کچھ موے بھی اُن کے ساتھ تھے - سب نے مل کر اُس گاؤں کو آٹھ روز تک لوٹا اور گھر کھود کھود کر مال و اسباب نکالا اور گھر جلا دیے- مشہور ھے کہ تیس ہزار من کھانڈ لوٹی اور کل اسباب و غلہ اور مویشی تین لاکھ روپیہ کا نقصان ھوا ، کیونکہ یہ گاؤں بڑا تھا ، اور بہت گاؤں والوں نے امن کی جگہ سمجھ کر اپنا مال یہاں لا رکھا تھا ، جس بھاؤ سے گیہوں بکتے تھے اُسی بھاؤ سے اس لوٹ کی کھانڈ بکتی تھی -

نا محمود خاں کا بجنور میں آنا

اس واقعہ سے پہلے جناب صاحب کلکٹر بہادر نے جملہ رئیسان ضلع کو بجنور میں طلب کیا تھا - کہ مع کمک کے واسطے انتظام ضلع کے حاضر ہوں - زیادہ تعجب کی بات یہ ھے کہ اسی روز شام کے قریب نا محمود خان نجیب آباد سے مع ساٹھ ستر آدمی پٹھان بندوقچیوں کے بجنور میں پہنچا - ظاھر میں تو بلا شبہ یہ بات تھی کہ حسب الطلب آیا ھے - مگر تعجب یہ ھے کہ اپنے ساتھ خالی گاڑیاں واسطے لے جانے خزانہ کے نجیب آباد کو لایا تھا اور جب ڈپٹی صاحب سے ملا تو نہایت افسوس سے ھاتھ مل کر کہا کہ کیا غضب کیا جو خزانہ کنویں میں ڈال دیا - میں تو گاڑیاں واسطے لے جانے نجیب آباد کے

لایا تھا ۔ یہ باتیں نجیب آباد والی مصلحت کو تصدیق کرتی ہیں اور جیلخانہ ٹوٹنے کے سبب کو نہایت شبہ میں ڈالتی ہیں ۔

اس رات بجنور میں بہت بڑا اندیشہ رہا کیونکہ تلنگوں کا ارادہ مراد آباد جانے کا ابھی تک کھلا نہ تھا بلکہ بجنور ہی آنے کا یقین تھا اور ہم کو کچھ امید نہ تھی کہ آج کی رات خیر سے گزرے گی اور بڑا اندیشہ ہم کو حکام انگریزی اور جناب میم صاحبہ کا تھا کیونکہ یہ نمک حرام کمبخت تلنگہ خاص حکام انگریزی کے نقصان پہنچانے کے درپے تھے ۔ ہندوستانی آدمیوں یا اہلکاروں سے چنداں سروکار نہیں رکھتے تھے ۔ ہم اپنے دل کا حال بیان کرتے ہیں کہ جناب مسٹر الیگزنڈر شکسپیئر صاحب بہادر دام اقبالہ جو اخلاق اور عنایت ہمارے حال پر فرماتے تھے اُن اخلاقوں اور عنایتوں نے ہمارے دل میں ایسی محبت ان صاحبوں کی ڈال دی تھی کہ ان صاحبوں کی خدمت گذاری میں ہم اپنی جان کی کچھ بھی حقیقت نہیں سمجھتے تھے ۔ بے مبالغہ میں اپنے دل کی کیفیت بیان کرتا ہوں کہ محبت کے سبب ان صاحبوں کی نسبت جو وہم دل میں آتا تھا وہ بُرا ہی بُرا دیکھائی دیتا تھا اور جب اُس وہم کا اثر دل پر پہنچتا تھا تو دل سے ایک محبت کا بہت بڑا شعلہ نکلتا تھا اور وہ ان صاحبوں کو گھیر لیتا تھا اور ہمارا دلی ارادہ یہ تھا کہ خدا نخواستہ اگر بُرا وقت آوے تو اول ہم پروانہ کی طرح قربان ہو جاویں پھر جو کچھ ہو سو ہو اور میں کچھ شک نہیں کرتا کہ میرے ساتھی دونوں افسروں کا بھی یہی حال تھا ۔ ہم جب اُس رات کوٹھی پر آن کر بیٹھے ہیں تو اس ارادہ سے نہیں آئے تھے کہ ہم زندہ یہاں سے پھر اپنے گھر پر آویں گے مگر نہایت خدا کا شکر ہے کہ ہماری اس سچی نیت نے ہم کو بہت بڑا پھل دیا کہ ہمارے محبوب حکام کو

بھی سب طرح اپنے فضل میں رکھا اور ہم کو بھی ہر آفت سے بچایا۔ اور آج وہ دن ہے کہ اللہ کی عنایت سے ہم سب لوگ جو اس اچھی نیت میں شریک تھے مع اپنے محبوب حکاموں کے زندہ اور سلامت اکٹھے ہیں اور دل کی خوشی سے خدا کا شکر کرتے ہیں ۔ آمین ۔

سفر سپنا کے تلنگوں کا دھام پور کو جانا

غرضکہ وہ تلنگہ جو نگینہ آئے تھے وہاں سے دھام پورکو روانہ ہوئے ۔ جو بدعت کہ دفعۃً نادانستگی میں اُنھوں نے نگینہ میں کی تھی اس کی خبر دھام پور میں جا پہنچی تھی ۔ تحصیلدار دھام پور نے دروازہ تحصیل بند کر لیا تھا اور سپاھی اندر تحصیل کے ھوشیار ہو گئے تھے اور بڑی خوبی یہ تھی کہ شہر کے بدمعاشوں میں سے کوئی اُن کا ساتھی اور بہکانے والا اور ھمت بندھانے والا نہ ھوا بلکہ ہر سکھ رائے لوھیہ کے ھاں اُس دن برات تھی اس نے برات کا کھانا اور بہت اچھی اچھی مٹھائی تلنگوں کو دیں اور رسد بھی شہر والوں نے جمع کر دی اس لیے تلنگوں نے وھاں کچھ فساد نہیں کیا اور مراد آباد چلے گئے ۔

خاص بجنور کے انتظام کی اور ضلع انتظام کی زیادہ تدبیریں

جیل خانہ ٹوٹنے کے بعد ضلع میں زیادہ تر غدر ھوا اور خاص بجنور پر بھی ڈاکہ آنا مشہور تھا اور گنوار ہر جگہ علی الخصوص پرگنہ منڈاور میں بہ کثرت جمع تھے اس لیے جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر نے چودھری نین سنگھ کی معرفت دو سو آدمی ملازم فرمائے اور گرد شہر کے ناکہ بندی کر دی اور پکٹ جا بجا بٹھا دیے اور رات کو ھم افسروں کا گشت روز تشریف بری جناب صاحب کلکٹر بہادر تک بدستور رہا ۔ اس سبب سے بجنور میں در حقیقت بہت اچھا امن ھو گیا اور تمام ضلع میں یہ بات مشہور ھو گئی کہ بجنور میں بہت بڑا بندوبست ہے اور اس دھشت کے سبب کسی کی

جرأت نہ تھی کہ بجنور پر کسی طرح کا قصد کرے مگر پرگنہ جات
میں بدستور غدر تھا اور جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر اُس کے بھی
انتظام میں مصروف تھے اور سواران جدید ملازم رکھے جاتے تھے
اور پیدل سپاہی بھی بھرتی ہوتے تھے اور واسطے بھیجنے مدد اور
کچھ تھوڑی سی سپاہ معتمد کے میرٹھ اور مراد آباد کو بھی لکھا
تھا اور یہ انتظار تھا کہ جب یہ جمعیت جمع ہو جاوے تو
پرگنہ جات کا دورہ بھی رہے اور مفسدوں پر دوڑ بھی لیجائی جاوے ۔
ان تدبیروں کے سوا انتظام اور مضبوطی پولیس سے بھی غفلت
نہ تھی اور احکامات مناسب بنام تھانہ داران اور افسران پولیس کے
جاری ہوتے تھے اور انتظام ضلع بہت اچھی اچھی تدبیروں سے ہاتھ
سے نہیں دیا تھا ، مگر ضلع بجنور جو ملحق تھا مظفر نگر سے اور
گنگا وار اور گنگا پار کے گوجر سب آپس میں آمد و رفت رکھتے تھے
اور چاند پور کا پرگنہ ملا ہوا تھا دیہات بچھاندے جاٹوں اور
میواتیوں سے اور نجیب آباد کا پرگنہ ملا ہوا تھا جنگل اور بنجاروں
سے ۔ اس سبب سے شورش ضلع میں بہت زیادہ ہو گئی تھی جس کا
اندفاع بہت اچھی فوج کی کمک اور بدون دو ہلکی ضرب توپ کے
ممکن نہ تھا ۔

چودھری رندھیر سنگھ اور چودھری پرتاپ سنگھ کا بجنور میں آنا

رئیسان جو کمک کو بلائے گئے تھے اُن میں سے بد نصیب نا محمود خاں تو پہلے آ چکا تھا ۔
اُس کے دوسرے دن چودھری رندھیر سنگھ صاحب رئیس ہلدور اور
اُس کے بعد چودھری پرتاپ سنگھ صاحب رئیس تاجپور تشریف لائے
تھے اور صرف پانچ پانچ سوار کمک کو دیے تھے اور کچھ سپاہی
اُن کے ساتھ تھے اور احاطہ کوٹھی جناب صاحب کلکٹر بہادر میں
مقیم ہوئے تھے ۔ مگر یہ قلیل کمک اس بڑے فساد کو فع نہیں

کر سکتی تھی ۔ افسوس ہے کہ ان رئیسوں میں سے کسی نے توپ کے موجود ہونے کا اقرار نہ کیا ۔ اگر اُس وقت وہ توپیں ہمارے ہاتھ آ جاتیں جیسا کہ ہمارے بعد ضلع میں نکلیں اور اچھی طرح مدد ہوتی تو کیا عجب ہے کہ بر خلاف ان حالات کے جو اب پیش آئے اور کوئی صورت ضلع میں پیدا ہو جاتی ۔ بھوپ سنگھ تعلقہ دار ریہڑ و بڈھ پورہ باوصف طلب کے بہ حضور جناب صاحب کلکٹر بہادر حاظر نہیں ہوا اور نہ کچھ مدد دی ۔ نا محمود خاں جو حاضر تھا اپنے آنے کے بارہ گھنٹے کے بعد بہت بے قرار تھا اور وہ چاھتا تھا کہ کسی طرح میں نجیب آباد چلا جاؤں اور طرح طرح کے عذر بجنور کے رہنے میں پیش کرتا تھا ۔ مگر ہم کو اُس وقت تک چنداں شبہ اُس پر نہ تھا ۔ ہم اُس کے جھوٹے عذروں کو سچا سمجھتے تھے اور ہر طرح سے اُس کی خاطر کرتے تھے کہ بجنور میں مقیم رہے کیونکہ ہم کو اُس سے بڑی توقع کمک کی تھی مگر اب ہم خیال کر سکتے ہیں کہ یہ بے قراری اُس کی صرف اس سبب سے ہوگی کہ بجنور میں اُس کا منصوبہ پورا نہ ہوا تھا ، یعنی نہ تلنگہ آئے تھے اور نہ خزانہ لے جانے کا اُس کو قابو ملا تھا اس لیے وہ گھبراتا تھا اور چاھتا تھا کہ بجنور سے نجیب آباد جا کر اور کوئی نیا منصوبہ کرے ۔ غرضکہ دو روز بمشکل ٹھہرا اور پھر نجیب آباد چلا گیا ۔

چند نامی دیہات کے لٹنے کا ذکر

غرضکہ جہاں تک ممکن تھا انتظام کیا جاتا تھا مگر یہ گنوار فساد سے باز نہ آئے اور دیہات لوٹتے رہے ۔ پرتلپ پور پرگنہ نجیب آباد پر ڈاکہ چڑھا ۔ وہاں لڑائی ہوئی اور چوکیدار اور چندا پدھان زخمی ہوا ۔ اکبر آباد کے مرد ہوں اور قصائیوں نے بہت بڑا غول بنایا ۔ پہلے اکبرآباد کے پٹواریوں کو لوٹا پھر سکندر پور کے جاٹوں کو

جا مارا ۔ پھر حاجی پور پر چڑھ آئے ۔ حاجی پور پر مقابلہ ہوا اور
کئی آدمی حاجی پور کے مع بڈھا مقدم آلاھیڑی والا کے جو
حاجی پور والوں کی مدد کو آیا تھا مارے گئے ۔ پھر رامپور کو جا
لوٹا بعد اُس کے سب جاٹ آپس میں متحد ہوئے انھوں نے اکبرآباد
کو جا مارا ۔ سب گھر لوٹ لیے اور جلا دیے اور پھر تماشا یہ تھا
کہ یہ گنوار جو اپنا بدلا لینے کو جمع ہوتے تھے اور لام باندھتے
تھے صرف یہی نہ تھا کہ اُسی گاؤں کو لوٹیں جس سے عداوت ہے
بلکہ جب لام تیار ہو گیا جس کو چاہا اور جس کو کمزور دیکھا
لوٹ لیا ۔ انھی خرابیوں کے سبب سے جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر
نے یہ مناسب تجویز فرمائی کہ چند ذی عزت آدمی جن کا دباؤ
ضلع میں ہو بطور سپرنٹنڈنٹ ضلع مقرر کیے جاویں اور وہ جمعیت
مناسب ساتھ لے کر ہر ایک پرگنہ میں گشت کرتے رہیں اور جہاں
گنواروں کی لام بندی سنیں اُن کو متفرق کر دیں چنانچہ شفیع اللہ
خاں بھائی احمد اللہ خاں بد ذات کا اور مصطفیٰ خاں رشتہ مند
نا محمود خاں کا اور سعد اللہ خاں رئیس بڈھ پورہ کا جو سابق میں
تھانہ دار نگینہ تھا اس کام کے لیے نامزد کیے گئے ۔ کیونکہ یہ
لوگ ذی عزت تھے اور ان کے ساتھ بہت پٹھان اچھے سپاھی ساتھی
اور برادری کے تھے اور بڑی منفعت یہ بھی تھی کہ یہ نالائق
سرکار کو اپنے حال پر متوجہ دیکھ کر شکر سرکار کا ادا کریں گے اور
خیر خواھی سرکار میں بدل مصروف رھیں گے اور اس کا نتیجہ بہت
اچھا پاویں گے اور چونکہ یہی لوگ ضلع میں فساد مچا سکتے تھے ،
ان کو اپنی طرف کر لینے سے فساد نہ ہونے کی بھی توقع تھی ۔
درحقیقت یہ تدبیر ایسی پسندیدہ تھی کہ اگر آدمی اچھے ملتے تو
بہت اچھا انتظام ضلع میں رہتا ۔ نگینہ کے ہندو و مسلمان سب
رئیسوں نے مل کر یہ درخواست کی کہ گشت و گرداوری نگینہ

کے لیے نتھے خاں جو لکڑیوں کی تجارت کا کام کرتا تھا مع قدرے جماعت کے مقرر کیا جاوے ۔ شاید اگر وہ ایسی درخواست نہ کرتے تو نتھے خاں اُس وقت سرغنہ مفسدان بن کر فساد شروع کرتا ۔ چنانچہ ان رئیسوں کی درخواست منظور ہوئی اور نتھے خاں کے نام حکم گشت و گرداوری کا جاری کیا گیا ۔ ان سب حالات سے ظاہر ہے کہ ہمارے جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر کسی وقت تدبیر سے غافل نہیں رہے اور جو جو تدبیر اُنھوں نے کی ایسی پسندیدہ اور مستحکم تھی کہ اُس سے بہتر اور کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی ۔

چاند پور پر ڈاکہ پڑنے کا ذکر

چھبیسویں مئی کو عید کے دن بہت سے میواتی اور پچھاندے جاٹ چاند پور پر چڑھ آئے اور ڈاکہ ڈالنا چاہا ۔ شہر والوں نے کمال مستعدی سے اُن کا مقابلہ کیا اور کئی آدمی طرفین کے مارے گئے اور زخمی ہوئے اور شہر لٹنے سے بچ گیا ۔ بعد اس کے پھر بہت سے گنوار دوبارہ چاند پور پر ڈاکہ ڈالنے کو جمع ہوئے جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر نے نجف علی نائب رسالہ دار رخصتی رجمنٹ کو افسر کرکے پچیس سوار واسطے اعانت پولیس کے روانہ چاند پور کیے ۔ وہ سوار وہاں پہنچے اور دو روز مقام کیا ۔ جب ڈاکہ والے متفرق ہوگئے تو بجنور میں واپس آئے ۔ جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر کو فی الجملہ سستی اور ڈرپوکی تھانہ دار چاند پور کی واضح ہوئی تھی اس لیے گلاب سنگھ تھانہ دار کو طلب فرما کر تنبیہ اور چشم نمائی فرمائی ۔ پھر اُس نے وہاں جا کر بمعیت بھولا ناتھ جمعدار کے موضع چھلی کو جو دیہات مفسدوں میں سے تھا جلا دیا اور اس تادیب سے فی الجملہ پرگنہ میں امن ہوتا گیا ۔

ملازمان جدید رکھنے سے کچھ فائدہ نہ تھا

مگر جس قدر سپاہی اور سوار بڑھائے جاتے تھے کچھ ہماری

دلجمعی نہ ہوتی تھی اور در حقیقت کچھ دلجمعی کی بات نہ تھی ۔ کیونکہ اُس زمانے میں یا یہ کام تھا کہ اگر اتفاقیہ کوئی فوج ضلع میں آ جاوے تو اس کا مدافعہ کیا جاوے ۔ یہ بات ان آدمیوں سے کسی طرح ممکن نہ تھی یا یہ کہ ضلع میں اگر کوئی نامی آدمی بگڑ جاوے تو اس کا علاج کیا جاوے مگر ان آدمیوں سے اس امر کا بھی انسداد ممکن نہ تھا ، بلکہ اُس وقت یہ سب آدمی بغل کے دشمن ہوتے کیونکہ تمام ضلع کی نظر نا محمود خاں پر تھی ۔ البتہ گنواروں کا انتظام اس جمعیت سے ممکن تھا مگر یہ جب ہوتا جب اُن دونوں باتوں سے طمانیت ہوتی ۔ اس لیے جناب صاحب کلکٹر بہادر بتاکید واسطے طلب کمک کے تحریر فرماتے تھے ۔ آخر کو فوج کی کمک سے ناامیدی ہوئی ۔ مگر جناب مسٹر رابرٹ الیگزنڈر صاحب بہادر کمشنر نے جو پچیس سوار جدید ملازم رکھ کر بریلی سے بھیجے تھے اٹھائیسویں مئی کو اور مراد آباد سے چالیس تلنگہ اسی پلٹن کے جو بگڑ کر پھر چند روز کے لیے سیدھی ہو گئی تھی بجنور کو روانہ ہوئے تھے انتیسویں مئی کو بجنور پہنچے ۔ تیسویں مئی کو رات کے وقت جناب جارج پامر صاحب بہادر اور سید تراب علی تحصیلدار بجنور اُن تلنگوں کو مع بیس سوار کے جن کا افسر بہادر علی خاں رسالہ دار رخصتی مرسلہ جناب صاحب کمشنر بہادر تھا تشریف فرمائے منڈاور ہوئے کیونکہ پرگنہ منڈاور میں گوجروں وغیرہ گنواروں کا بہت زور تھا اور انھوں نے محمد پور اور منڈاور پر ڈاکہ ڈالنے کو بہت بڑا لام باندھا تھا ۔

احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں کا بد نیتی سے کام کرنا

جناب صاحب کلکٹر بہادر کے سامنے بھی احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں اُس کے بھائی نے جو کام کیے اگر خوب غور سے دیکھا جاوے تو وہ بھی

خود سری اور خود مختاری کے شبہ سے خالی نہ تھے ، مثلاً بنجارہ به ارادہ فاسد جنگل میں جمع ہوئے تھے - اُن پر شفیع اللہ خان دوڑ لے گیا اور اُن کو مارا اور ان کا اسباب جو مشہور ہے کہ بیس پچیس ہزار روپیہ کی مالیت کا تھا لوٹ لیا اور چند بنجاریوں کو بطور لونڈیوں کے اپنے گھر پکڑ لایا تھا - جب بنجاروں نے ایکا کیا اور بہت بنجارے جمع ہوئے تب اُن عورتوں کو ایک ہفتہ کے بعد چھوڑا - اسی طرح احمد اللہ خاں بھاگو والہ پر جہاں بنجارے جمع تھے دوڑ لے گیا تھا اور اُن میں سے چند بنجاروں کو پکڑ لیا تھا اور یہ بات سنی گئی تھی کہ کچھ روپیہ لے کر چھوڑ دیا اور یہ بھی مشہور ہوا تھا کہ ایک بنجارہ کو مار کر درخت میں لٹکا دیا تھا اور دوڑ لے جاتے وقت راہ میں جب کنگ پور پہنچا تھا ایک پدھان کو زخمی کیا تھا اور دس ہزار روپیہ کا اسباب لوٹ لیا تھا - بوڈہ گری کے جاٹوں نے چند دیہات لوٹے تھے - شفیع اللہ خاں اُن پر دوڑ لے گیا اور مقابلہ کے وقت اُن سے بھاگا - یہ وہ زمانہ ہے کہ نا محمود خاں بلا طلب جناب صاحب کلکٹر بہادر نجیب آباد سے بجنور آتا تھا اور بمقام کیرت پور مقیم تھا شفیع اللہ خاں نا محمود خاں کے پاس کیرت پور میں گیا اور اُس کو مع جماعت ہمراہیان بوڈہ گری پر لایا - گاؤں کو لوٹ لیا اور پھونک دیا - اگر ان باتوں پر لحاظ کیا جاوے تو خود سری کی بُو سے خالی نہ نکلیں گی -

نا محمود خاں کا دوسری دفعہ بلا طلب بجنور میں آنا

نا محمود خاں باوجودیکہ پہلی دفعہ ہرگز بجنور میں رہنا نہ چاہتا تھا اب کی دفعہ بلا طلب جناب صاحب کلکٹر بہادر کے نجیب آباد سے بجنور کو آنا خالی شبہ سے نہ تھا ، چنانچہ یکم جون کو وہ بجنور میں پہنچا اور احاطہ کوٹھی جناب صاحب کلکٹر بہادر میں اُس نے

ڈیرہ کیا ۔ اب کی دفعہ علامتیں بغاوت کی اُس کے چہرہ سے ظاہر تھیں اور وہ اپنے دل کو اپنی حکومت کے خیال سے خوش کرتا تھا اور اُس کے عشق میں چور تھا اور ڈپٹی صاحب کے سامنے اُس نے ایسی باتیں کیں جن سے صاف ارادہ فاسد اُس کا ظاہر ہوتا تھا ۔ ڈپٹی صاحب نے مجھ کو بلا کر نا محمود خاں کی فاسد نیت سے مطلع کیا ۔ میں نے کہا کہ فی الفور جملہ حال جناب صاحب کلکٹر بہادر سے عرض کرنا چاہیے، چنانچہ اُس کی باتوں سے جو فساد اُس کی نیت کا ہم کو معلوم ہوا تھا ہم نے جناب صاحب کلکٹر بہادر سے عرض کیا اور یہ تجویز ہوئی کہ نا محمود خاں کو بجنور سے رخصت کیا جاوے ۔ اب اُس کا جانا مشکل معلوم ہوتا تھا مگر بحکمت اُس کو بہ بہانہ دورہ پرگنہ چاند پور روانہ کیا مگر وہ مچلاتا ہوا دارا نگر کو چلا گیا ۔

جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کا منڈاور میں مفسدوں کو تنبیہ کرنا

اکتیسویں مئی ۱۸۵۷ء کو جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر مع اپنے لشکر کے بمقام منڈاور پہنچے اور جہاں جہاں گوجروں کی لام بندی کا شبہ تھا وہاں کی خبریں منگوائیں اور چار بجے خود مع سید تراب علی تحصیلدار اور لطافت علی تھانہ دار سوار ہوئے اور آسوکھیڑی تک جو گنگا کے کنارے پر ہے تشریف لے گئے اور دو جزائلیں اُس گاؤں میں سے لے آئے ۔ دوسرے دن یکم جون کو خبر ملی کہ موضع فضل پور میں گنواروں نے لام باندھا ہے ۔ جناب صاحب ممدوح نے بیس تیس تلنگہ اور بیس سوار اور میر سید تراب علی تحصیلدار بجنور اور میر لطافت علی تھانہ دار منڈاور کو ساتھ لیا اور میر محمد علی پیشکار سٹرک رئیس منڈاور اور تخمیناً ایک ہزار ساکنان منڈاور بھی ساتھ ہوئے اور مسمٰی بساون پدھان شیخوپورہ کو مع اُس کے دونوں

بیٹوں کے ساتھ لیا ۔ قریب موضع فضل پور کے باغ میں بہت سے آدمی تخمیناً چار ہزار کے قریب مجتمع معلوم ہوئے جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر نے سب سے پہلے اپنا گھوڑا آگے بڑھایا اور سواروں کو ساتھ لے کر دائیں طرف سے ان پر حملہ کیا اور میر تراب علی تحصیلدار اور لطافت علی تھانہ دار اور میر محمد علی پیشکار سٹرک تلنگوں کے ساتھ ہو کر آگے بڑھے ۔ گنواروں نے حملہ دیکھ کر بندوقوں کا فیر کیا اور تلواریں کھینچ کر بمقابلہ پیش آئے جب اس طرف سے بندوقوں کی باڑ چلی تو وہ بھاگ نکلے مگر آن پر حملہ کر کے بہت سے آدمیوں کو گھیر لیا اور موضع فضل پور میں آگ لگا دی اور لوٹ لیا ۔ پندرہ بیس آدمی جان سے مارے گئے اور بہت سے آدمی زخمی ہوئے اور بیس تیس آدمی ہتیار بند گرفتار ہوئے اور بہت سے آدمی لہپی ندی اور گنگا میں ڈوب کر مر گئے اور فضل پور کے سوا جہانگیر پور اور بھوجپور اور شیخوپورہ اور حسین پور نرائن پور اور امین پور بھی جلائے گئے کہ ان گاؤں کے لوگ بھی شریک تھے ۔

پچاس ہزار روپیہ کا بجنور سے میرٹھ کو جانا

اسی اثناء میں دوسری جون کو جناب کپتان گف صاحب بہادر مع چند سواروں کے میرٹھ سے خزانہ لینے کو بجنور میں تشریف لائے اور پچاس ہزار روپیہ کنوئیں میں سے نکال کر صاحب ممدوح کے سپرد کیے گئے ۔ باوجودیکہ صاحب کے پاس سوار بہت کم تھے اور ڈاکہ والوں کے ہر طرف غول کے غول جمع تھے مگر صاحب موصوف نے بہ کمال دلاوری خزانہ ہاتھیوں پر لدوا کر چوتھی جون کو براہ گھاٹ دارا نگر میرٹھ کو لیے چلے گئے ۔ جس دلاوری سے صاحب خزانہ لے گئے ہیں ہر شخص اس کو دیکھ کر اور سن کر عش عش کرتا تھا ۔ دوسری تاریخ کو جناب مسٹر جارج پامر

صاحب بہادر نے قیدیوں کو جو پرگنہ منڈاور میں گرفتار ہوئے تھے روانہ بجنور کیا اور گرد و نواح کے گوجر طلب کیے اور تیسری تاریخ کو بہت سے گوجر حاضر آئے اور اُن سے مچلکہ فساد نہ کرنے اور ہتیار حاضر کر دینے اور لوٹ کا مال واپس کر دینے کا لکھوایا اور اس تنبیہہ سے نہایت ڈر اور انتظام ضلع میں ہوگیا اور ایسا خیال کیا جاتا تھا کہ شاید تمام ضلع میں سے شورش جاتی رہے۔

بریلی کا بگڑنا اور مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کا بجنور میں واپس آنا

مگر افسوس ہے کہ اس انتظام سے پہلے یعنی ۳۱ مئی سنہ ۱۸۵۷ء کو بریلی اور مراد آباد بگڑ چکا تھا اور سب صاحب لوگ وہاں سے تشریف لے گئے تھے۔ اگرچہ یہ خبر کچھ کچھ مشہور ہوئی تھی اور ہم اُس کے اخفا کے درپے تھے مگر تیسری تاریخ کو شام کے وقت بذریعہ چٹھی معتبر خبر بگڑ جانے بریلی اور مراد آباد کی پہنچ گئی تھی۔ اس لیے جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کا ایسی حالت میں تلنگوں کے ساتھ رہنا کسی طرح مناسب نہ تھا۔ اس لیے صاحب موصوف کو لکھا گیا کہ بلا عذر بجنور میں چلے آویں، چنانچہ اسی رات صاحب موصوف بجنور میں تشریف لے آئے اور صبح کو سید تراب علی تحصیلدار مع تلنگوں کے بجنور میں پہنچے اور دوسرے روز تلنگے روانہ مراد آباد ہوئے۔

بریلی بگڑنے کے بعد بجنور کا کیا حال تھا

کئی روز سے ڈاک بریلی کی بند تھی اور پار کی ڈاک بھی منظم نہ تھی اور اس سبب سے ہم لوگ نہایت متردد اور فکر مند تھے اور ظاہر ہے کہ ہم سب کی بلکہ بہت سے اضلاع کی نظر بریلی پر تھی اور جبکہ بریلی اور شاہجہاں پور اور پیلی بھیت اور بدایوں اور مراد آباد سب اضلاع روہیل کھنڈ کے بگڑ چکے تھے، تو

اس بجنور کے ضلع کے قائم رہنے کی کیا توقع تھی - جو پہاڑ اور جنگل اور گنگا کے کھادر سے ملا ہوا ہے اور جس میں کسی طرح کا سامان حفاظت اور مقابلہ یا معتمد تھوڑی سی فوج بھی جناب صاحب کلکٹر بہادر کے ہاتھ میں نہ تھی اور نہ ہاتھ آنے کی توقع تھی اور جس میں مسٹر کولبرک صاحب بہادر سنہ ۱۸۱۲ء میں ایک بہت بڑا کانٹوں دار درخت بو گئے تھے یعنی بسا گئے تھے - اجڑے ہوئے اور جلا وطن ہوئے ہوئے جھبو خاں باپ نا محمود خاں کو نجیب آباد میں جس کے سبب یہ گویا برباد ہوا ہوا خاندان پھر لوگوں کی نظروں میں سما گیا تھا اور اسی سبب سے ہر ایک شخص ضلع کا اپنے تئیں قدیم متوسل اور پرانا نمک خوار اور پشتینی تابعدار نا محمود خاں کا سمجھتا تھا - اور ایسے تزلزل کے وقت میں ہر ایک کی نگاہ اسی پر پڑتی تھی اور در حقیقت روھیل کھنڈ کے بگڑنے کے بعد کون مصلحت دے سکتا تھا کہ حکام انگریزی ایسی حالت پر بھی ضلع نہ چھوڑیں مگر ہمارے جناب صاحب کلکٹر بہادر نے ان حالات پر بھی استقلال کو ہاتھ سے نہیں دیا اور بدستور ضلع کے انتظام پر کمر باندھے رہے اور جناب صاحب ممدوح کی حسن تدبیر سے ہم سب کو اُمید تھی کہ شاید ایسے وقت میں بھی ضلع قائم رہے ، بشرطیکہ اور کوئی آفت پیدا نہ ہو مگر اس آفت نے ہم کو نہ چھوڑا جس کا داغ ہمارے دل پر سے کبھی نہیں جانے کا -

نا محمود خاں کا تیسری دفعہ بارادہ فساد بجنور میں آنا

نا محمود خاں جو دارا نگر کی جانب گیا ہوا تھا - اُس کو کسی نے خبر بھیجی کہ جناب صاحب کلکٹر بہادر خزانہ ہلدور کو روانہ کرتے ہیں - ہلدور والوں کا خاندان ضلع میں ایک بڑی دہشت والا مشہور تھا اور نا محمود خاں کو اگر کچھ اندیشہ تھا - تو اسی خاندان سے تھا - اُس نے یہ خیال کیا کہ اگر یہ معاملہ

اسی طرح پر ہوا تو شاید اُس کے دلی ارادوں میں زیادہ دقت پیش آوے یہ خبر سنتے ہی اُس نے اپنی بدلی ہوئی نیت کا ظاہر کرنا اور اُس کا اثر دکھانا اپنے دل میں ٹھان کر دفعۃً ساتویں جون سنہ ۱۸۵۷ء کو مع اپنے ساتھی پٹھانوں کے بجنور میں چلا آیا اور شام تک کچھ اور پٹھان نجیب آباد سے بھی آ گئے تھے اور میں خیال کرتا ہوں کہ اُس رات نا محمود خاں کے پاس تخمیناً دو سو ڈھائی سو پٹھان اچھے بندوقچے مع ساز و سامان موجود ہوں گے۔ ہم نے جو پٹھان اور اور لوگ نئے نوکر رکھے تھے اُن کا بلکہ پرانے نوکروں کا بھی دل نا محمود خاں کی طرف پاتے تھے اور کچھ شبہ نہیں ہے کہ یہ سب لوگ نا محمود خاں سے ملتے تھے اور میٹھی میٹھی باتیں اُس سے کرتے تھے اور کیا تعجب ہے کہ کسی راز میں بھی شریک ہوں۔ اُس زمانہ میں بجنور میں یہ آفت ہو گئی تھی کہ ہر ایک شخص کے دل میں جم گیا تھا کہ سرکار کی علمداری اُٹھ جاوے گی اور بے شبہ نا محمود خاں مسند حکومت پر بیٹھے گا اس لیے ہر ایک شخص اس ضلع کا رہنے والا اس سے راہ و رسم رکھنی ضروری سمجھتا تھا۔ اس بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ سب ہمارے نوکر بھی نا محمود خاں کے ساتھیوں میں سے تھے اور ہم کو ہرگز توقع نہ تھی کہ بُرے وقت پر یہ لوگ ہمارا ساتھ دیویں گے بلکہ ہم یقین جانتے تھے کہ یہ سب نا محمود خاں کے ساتھ ہوجاویں گے۔

نا محمود خاں کے اس ارادہ کا ذکر کہ رات کو فساد کرے

اسی تاریخ چودھری پرتاپ سنگھ رئیس تاجپور کے پاس مفصل خطوط حالات بگڑنے بریلی اور مراد آباد کے آ گئے اور خان بہادر خاں کی بے ایمانی اور نمک حرامی کی بھی مفصل خبر آ گئی اور انھوں نے وہ سب خط جناب صاحب کلکٹر بہادر کو دکھا دیے اور کمبخت

نا محمود خاں کو بھی بد ذات خاں بہادر کی خبر مل چکی تھی
اور در حقیقت اسی خبر سے اُس نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ خاں
بہادر خاں کی پیروی کرے اور رات کے وقت اپنا ارادہ پورا کرنے
کا ٹھہرا چکا تھا مگر اُس وقت تک ہم کو اُس بد ذات کے ارادہ کی
خبر نہیں ملی تھی ۔ صرف اتنی بات ہوئی تھی کہ جب نا محمود خاں
آیا تو جناب صاحب کلکٹر بہادر نے دو دفعہ اُس کمبخت کو
بلایا اور وہ نہ گیا اور جب گیا تو اُس کی بات چیت میں خود جناب
صاحب کلکٹر بہادر نے بے رخی دیکھی اور اس کی پیشانی پر اس
کے دلی ارادہ کا اثر پایا ۔ رات کو آٹھ بجے محمد سعید خاں محرر
کلکٹری ساکن نجیب آباد نے مجھے خبر دی کہ محمود خاں کا ارادہ
آج رات کو فساد کرنے کا ہے ، کیونکہ اس بات کے سننے سے
کہ جناب صاحب کلکٹر بہادر خزانہ ہلدور بھیجتے تھے نہایت برہم
ہے ۔ کچھ عجب نہیں کہ رات کو کشت و خون ہو جاوے ۔
میں نے محمد سعید خاں سے کہا کہ تم ابھی جاؤ اور تدبیر کرو کہ
فساد نہ ہو اور خود اور ولی محمد کی معرفت میری طرف سے نواب
کی خاطر جمع کر دو کہ خزانہ ہلدور نہیں جانے کا اور نہ وہاں
بھیج دینے کی صلاح ٹھہری ہے اور اُسی وقت میں نے سعد اللہ خاں
بڈھ پورہ والے کو بلایا اور اُس کو بہت سمجھایا کہ تم فساد کو
روکو اور نواب کو سمجھاؤ اور کہہ دو کہ اگر بالفرض خدا نخواستہ
دو انگریز مارے بھی جاویں گے تو کیا فائدہ ہوگا اور بدنامی اور
نمک حرامی جدا ہوگی اور خدا کے ہاں جدا منہ کالا ہوگا اور
اس بات کا میں ذمہ دار ہوں کہ خزانہ ہلدور نہیں جانے کا اور
جناب صاحب کلکٹر صاحب بہادر کوئی ایسی بات نہیں کریں گے ۔
جس سے نواب صاحب کی سرداری اور اعتبار پر دوسرے کو ترجیح
ہو پھر فساد کرنے اور بد نامی اُٹھانے اور خوں ریزی ہونے سے

کیا فائدہ ہے ۔ پھر میں اور سید تراب علی تحصیلدار اُسی وقت جناب صاحب کلکٹر بہادر کے پاس حاضر ہوئے اور ڈپٹی صاحب بھی وہاں آئے ہوئے تھے بعد گفتگوئے مضامین اُن خطوط کے جو چودھری پرتاپ سنگھ رئیس تاجپور کے پاس آئے تھے ۔ یہ سب حالات مفصل میں نے جناب صاحب کلکٹر بہادر سے عرض کیے اور درباب قیام اور عدم قیام حکام اور انتظام ضلع در صورت تشریف بری حکام کے بہت سی گفتگو اور مصلحت رہی ۔

اُسی دن مراد آباد سے یہ بھی خبر آئی تھی کہ کچھ باغی فوج اور دو توپیں بجنور کو روانہ ہونے کو ہیں ۔ اگرچہ اُس وقت بھی ہم کو اس خبر کے صحیح ہونے میں کچھ شبہ نہ تھا اور عقل بھی اس بات کو قبول کرتی تھی کہ نمک حرام فوج کو بڑی غرض لوٹنے سے اور اُس سے زیادہ مطلب حکام انگریزی کے نقصان جان کا تھا ۔ پھر بجنور کو ان آفتوں سے خالی چھوڑنا ہرگز قیاس میں نہیں آتا تھا ۔ مگر کئی دن بعد ہم کو بخوبی تحقیق ہوگیا کہ یہ خبر بالکل سچ تھی ۔ اور منشاء اس کا یہ ہوا تھا کہ جب وہ چالیس تلنگے بجنور سے روانہ ہوکر مراد آباد پہنچے تو سپاہیان پلٹن نمک حرام نے مراد آباد کے خزانہ کا جو روپیہ لوٹا تھا اُس میں سے اُن کو حصہ نہ دیا اور کہا کہ تم بجنور کا خزانہ کیوں چھوڑ آئے اور وہاں کے حکام کو کیوں زندہ چھوڑا ، اس لیے ان تلنگوں نے ارادہ کیا کہ اور تلنگہ اور توپخانہ اپنے ساتھ لے کر پھر بجنور میں آویں اور اپنا ارادہ پورا کریں غرض کہ بلا شبہ یہ اُن کا ارادہ پکا قرار پا چکا تھا اس لیے رات کو مصلحت کے وقت اس بات میں بھی کہ فوج باغی کے آنے پر کیا تدبیر کی جاوے گی ، گفتگو ہوئی تھی اور لوگوں کے دلوں کا حال دیکھ کر میری یہ رائے تھی کہ جب سب لوگوں کو یقین ہو جاوے گا کہ

فوج آتی ہے اور رستہ میں ہے ، تو جتنے لوگ یہاں ہیں کوئی بھی ہمارا ساتھ نہیں دینے کا اور ہم کو ایک ایسا چوھا تک بھی میسر نہیں آنے کا جو حکام انگریزی کی رفاقت کرکے گنگا پار کسی امن کی جگہ تک ان کو پہنچاوے اور بے شبہ میری رائے بہت صحیح اور نہایت پکی تھی اور ہمارے جناب صاحب کلکٹر بہادر اور اور عقلمند آدمی اس کو تسلیم کرتے تھے ۔

غرض کہ بہت سی مصلحت کے بعد یہ رائے قرار پائی کہ آج ہی رات کو جناب میم صاحبہ اور عیسائی عورتیں اور بچے اور کچھ مرد بمعیت جناب مسٹر کری صاحب مظفر نگر اور وہاں سے رڑکی روانہ ہو جاویں اور صرف جناب مسٹر الیگزنڈر شکسپیئر صاحب بہادر اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر بجنور میں تشریف رکھیں بارہ بجے رات کو یہ صلاح پکی ہوگئی اور جناب میم صاحبہ کی روانگی کی تیاری ہونے لگی ۔ اس وقت نا محمود خان کی بد نیتوں کے سبب جو اب بخوبی کھل گئی تھیں ، یہ رائے ٹھہری کہ بلا اطلاع نا محمود خاں میم صاحبہ کے روانہ کرنے میں مبادا کچھ فساد ہو جاوے بظاہر اس سے بھی صلاح لے لی جائے ، چنانچہ جناب صاحب کلکٹر بہادر کے حکم سے اُسی وقت رات کو نا محمودخاں کے پاس جو احاطہ کوٹھی میں مقیم تھا میں گیا اور میں نے اُس کو پٹھانوں کے غول میں بیٹھا ہوا پایا ، میں نے اس سے عرض کیا کہ مجھ کو علیحدہ آپ سے کچھ عرض کرنا ہے ۔ اوّل تو اس نے ایک عجیب غرور سے کہا کہ یہاں کون غیر ہے ۔ سب بھائی پٹھان ہیں کہو ۔ مگر میرے اصرار پر اُٹھ کر آیا ۔ میں نے اُس سے اوّل یہ بات کہی کہ آپ کو کس نے خبر دی ہے کہ خزانہ ہلدور جاتا ہے ۔ یہ بات بالکل جھوٹ ہے اور مین ذمہ دار ہوتا ہوں کہ خزانہ نہیں جانے کا ۔ اُس نے جواب دیا کہ میرا

منه کالا ہونے میں اب کچھ باقی نہیں ۔ میرے ساتھ کے پٹھان مجھ کو گالیاں دیتے ہیں اور بہت بُرا بھلا کہتے ہیں اور کہتے ہیں ۔ کہ خان بہادر خان اپنی موروثی گدی پر ہو بیٹھا ۔ اس کمبخت کو کیا ہوا ہے جو چپکا بیٹھا ہے اور میں نے انگریزوں کا نمک کھایا ہے میں نہیں چاہتا کہ کوئی انگریز مارا جاوے اور میرا منه کالا ہو اگر انگریزوں کو اپنی جان بچانی ہے ۔ تو یہاں سے نکل جاویں ۔ اگر کوئی پٹھان مار دے گا تو میں کیا کروں گا علاوہ اس گفتگو کے جس طرز اور انداز پر اس نے مجھ سے باتیں کیں جس کی کیفیت بات چیت کرنے میں متکلم اور مخاطب ہی خوب جانتا ہے اور سمجھتا ہے اور بیان میں نہیں آ سکتی اُس سے مجھ کو بخوبی یقین ہوگیا کہ یہ کمبخت فساد کرنے پر بالکل مستعد اور بہمه تن بلکه بہمه جان آماده ہے ۔ اُس وقت جو میرے دل پر کیفیت تھی میں ہرگز بیان نہیں کر سکتا کیونکہ مجھ کو یقین ہوگیا تھا کہ آج حکام انگریزی کی جان کو ضرور نقصان پہنچے گا ۔ میں نے اُس سے کہا کہ جو بات بغیر فساد کے حاصل ہو اُس میں فساد کرنا اور بد نامی اُٹھانی نہیں چاہیے ۔ اگر آپ کی صلاح ہو تو ہم ایسی تدبیر کریں کہ جناب صاحب کلکٹر بہادر سے کہہ کر آج رات کو جناب میم صاحبہ اور اور صاحبوں کو یہاں سے روانہ کر دیں دو ایک روز میں جناب صاحب کلکٹر بہادر اور جناب صاحب جینٹ مجسٹریٹ بہادر خود چلے جاویں گے اور تم نواب ہو ہی ، بغیر بد نامی کے تمہارا مطلب حاصل ہو جاوے گا اور اسی قسم کی اور باتیں جو مناسب وقت کے تھیں اُس سے کہیں جن سے اس کے دل میں یہ بات پڑی کہ حکام انگریزی کی جان کو نقصان نہ پہنچے اُس نے جواب دیا کہ یہ کہاں کا بکھیڑا ہے کہ آج جناب میم صاحبہ جاویں اور پھر حکام جاویں ۔ اگر جانا ہے تو آج

سب جاویں ورنہ میرا منہ کالا ہوگا - یعنی کوئی مارا جاوے گا - اس وقت تک تو میں نے پٹھانوں کو روک کر رکھا ہے - پھر میرے قابو سے باہر جاویں گے - حال یہ ہے کہ نجیب آباد میں نا محمود خاں اور احمد اللہ خاں نے بہت سے آدمی نوکر رکھ لیے تھے اور بہت سے پٹھان اُن کے ساتھی وہاں جمع تھے - ایسا گمان بلکہ یقین ہوتا ہے - کہ اُس نے اس گروہ کو نجیب آباد سے بلایا تھا اور منتظر تھا - اُن لوگوں کے آجانے کا - اس کی دلیل ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اُسی رات بہت سے آدمی نجیب آباد سے روانہ ہو چکے تھے اور جب ہم کوٹلہ بھاگے جاتے تھے ، تو بہت سے غول نجیب آباد سے آتے ہوئے ہم کو ملتے تھے اور بمجرد تشریف فرما ہونے جناب صاحب کلکٹر بہادر کے ایک معقول جمعیت نا محمود خاں کے پاس جمع ہوگئی تھی ، پھر اگر یہ بات نہ تھی - جو ہم خیال کرتے ہیں ، تو اس طرح سے دفعۃً نجیب آباد سے آدمیوں کا بجنور میں جمع ہونے کا کیا سبب ہوگا -

نا محمود خاں کی بد نیتی معلوم ہونے کے بعد انتظام ضلع اور تشریف بری حکام میں مشورہ ہونا -

غرضکہ جب مجھ کو یقین ہوگیا کہ نا محمود خاں نے فساد کرنا بخوبی اپنے دل میں ٹھان لیا ہے اور وہ کسی طرح باز نہیں آنے کا اُس وقت میں نے کہا کہ چلو ہم اور تم چل کر جناب صاحب کلکٹر بہادر سے عرض کریں کہ اب یہاں رہنا مناسب نہیں - اُس نے کہا میں تو نہیں جاتا اور میں صاحب کلکٹر سے کہہ چکا ہوں کہ یہاں نہ رہیں اور جو شرط نمک حلالی کی تھی اُس سے میں ادا ہوا - اب چاہیں جاویں چاہیں نہ جاویں - یہ کہہ کر اپنے پٹھانوں میں جا بیٹھا - لاچار میں نے آن کر یہ سب حال جناب صاحب کلکٹر بہادر سے عرض کیا اور اُس وقت در باب سپردگی ضلع اور تشریف بری حکام کی پھر

مصلحت ہوئی ایسے حال میں کہ مراد آباد سے فوج باغی کے آنے کی خبر گرم تھی اور کوئی آدمی ملازمان جدید و قدیم میں سے قابل اطمینان کے نہیں تھا اور دشمن قوی بغل میں ۔ اور ظاہر ہے کہ ہم تین آدمی بجز اس کے کہ اپنی جان دے دیتے اور کیا کر سکتے ۔ کچھ چارہ نہ تھا سوائے اس کے کہ حکام انگریزی سردست حفظ جان کا کریں اور ضلع چھوڑ دیں ، چنانچہ ہم سب کی یہی رائے قرار پائی اور ہمارے حکام نے بھی اُس کو پسند کیا ۔ اگرچہ اول اول ڈپٹی صاحب کو اس میں تامل تھا مگر پھر یہی رائے اُن کے نزدیک بھی مستحسن ٹھہری ۔

چودھریوں کا انتظام ضلع سے انکار کرنا

اگرچہ اُس وقت کوئی اور مصلحت نہ تھی بجز اس کے کہ ضلع کمبخت نا محمود خاں کے ھاتھ میں چھوڑا جاوے مگر ھمارے جناب صاحب کلکٹر بہادر نے بنظر دور اندیشی اور اس خیال سے کہ شاید اور کوئی کام کی بات نکل آوے چودھری رندھیر سنگھ رئیس ھلدور اور چودھری پرتاپ سنگھ رئیس تاج پور سے پوچھا کہ تم ضلع کا انتظام کر سکتے ہو ۔ انھوں نے مجبوری اپنی اور نہ ھو سکنا اس کام کا اپنے سے بیان کیا اور در حقیقت ممکن نہ تھا کہ ضلع کے آدمی نا محمود خاں کو چھوڑ کر اور کسی کی حکومت قبول کرتے ۔ میں نے جناب صاحب کلکٹر بہادر کے رو برو چودھری رندھیر سنگھ سے یہ بات بھی کہی تھی کہ ایسی تدبیر ھو سکتی ھے کہ بر وقت آجانے پلٹن باغی کے جب تک کہ وہ ضلع سے چلی جاوے حکام انگریزی کی حفاظت رھے ۔ چودھری صاحب نے اس امر کا ھونا بھی غیر ممکن بیان کیا ۔ غرضکہ یہ سب باتیں دو بجے رات کے طے ھوئیں اور جناب صاحب کلکٹر بہادر اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر نے بھی روانگی کی تیاری کی ۔

میں تعریف نہیں کر سکتا اپنے جناب صاحب کلکٹر بہادر کی
مروت اور اخلاق اور ہر ایک اپنے متوسل کی پرورش کے خیال کا
کہ ایسے نازک وقت میں جناب ممدوح نے سب عیسائی مرد اور
عورتوں اور بچوں کو اپنے ساتھ لیا اور ہم سے پوچھا کہ تم کیا
کرو گے ہم نے عرض کیا کہ ہم بھی بھاگیں گے ۔ ڈپٹی صاحب
کے اهل و عیال سب هلدور جا چکے تھے سید تراب علی تحصیلدار
کے اهل و عیال اور چھوٹے چھوٹے بچے اور لڑکیاں سب بجنور میں
تھیں ۔ صاحب نے سید تراب علی سے فرمایا کہ ہم سب کو مثل اپنے
سمجھتے ہیں اور سب کی حفاظت جان اپنے ساتھ چاہتے ہیں ۔ اگر
تمہاری عورتوں اور بچوں کا ہمارے ساتھ چلنا ہو تو ہم سب کو لے
چلیں گے مگر یہ امر بہت مشکل تھا ۔ ہم نے عرض کیا کہ
بالفعل کوٹلہ جاویں گے اور وہاں سے جہاں امن ملے اور جو الفاظ
ہماری دلجوئی اور پرورش اور مہربانی کے ہم پر فرمائے اُن کا ہم
شکر ادا نہیں کر سکتے ۔ غرضکہ اُس وقت میں اور سید تراب علی
اجازت لے کر عورتوں کے اور بچوں کی روانگی کے سامان کو کوٹھی
سے باہر نکلے اور نا محمود خاں سے میں نے کہا کہ اب سب
صاحب جاتے ہیں ۔ تم ان صاحبوں کی حفاظت میں اب بہت کوشش
کرو کیونکہ جناب صاحب کلکٹر بہادر کا ارادہ ہے کہ پار پہنچ کر
گورنمنٹ کو رپورٹ کریں کہ یہ تمام ضلع تم کو مل جاوے اور
اسی قسم کی مصلحت آمیز باتوں سے اُس کو خوش کیا اور بخوبی
اپنی خاطر جمع کر لی کہ کچھ اب فساد نہیں ہونے کا ۔ اُس وقت
میں اور سید تراب علی تحصیلدار مکان پر آئے اور فی الفور عورتوں
کو اور بچوں کو سوار کر کے تین بجے رات کے جناب صاحب
کلکٹر بہادر کی کوٹھی کے احاطہ کے پاس لا کر ٹھہرایا اور خود
ہم دونوں جناب ممدوح کے پاس حاضر ہوئے اور سواروں کے افسروں

سے کہا کہ کچھ سوار ہمراہی کو چلیں ۔ ہماری بات کو سن کر سب چپکے ہو رہے مگر قطب الدین رسالہ دار اور جو نئے سوار بریلی سے آئے تھے اور ابھی اُن کا میل جول نا محمود خاں سے نہیں ہوا تھا ہمراہی کو مستعد ہوئے اور بہادر علی جمعدار اور تین چار سوار پرانے آمادہ ہوئے ۔ ہاتھی سب تیار تھے اور سوار بھی تیار ہو کر کوٹھی پر حاضر ہوئے ۔ اُس وقت سید تراب علی تحصیلدار کو بھیج کر نا محمود خاں کو بلوایا گیا اور جناب صاحب کلکٹر بہادر نے فرمایا کہ ہم جاتے ہیں اور ضلع تمہارے پاس چھوڑتے ہیں ۔ تم بخوبی انتظام رکھو اور ہمارے اہلکاروں سے کام لو اور آرام سے رکھو ۔ نا محمود خاں نے کہا کہ مجھ کو خط لکھ دو ۔ جناب صاحب کلکٹر بہادر نے مجھ کو حکم دیا کہ لکھ دو ۔ میں نے اُس وقت خط لکھا ۔ اگرچہ نقل اس خط کی نہیں ہے مگر جو مضمون مجھ کو یاد ہے لکھتا ہوں ۔ امید ہے کہ لفظوں میں بھی فرق نہ ہوگا ۔

تحریر ہونا خطِ سپردگی ضلع کا بنام نا محمود خاں

مضمون خط موسومہ نا محمود خاں از طرف جناب صاحب کلکٹر بہادر مرقومہ شب مابین ہفتم و ہشتم جون ”جو کہ بالفعل انتظام ضلع بجنور کا جب تک کہ سرکار کی مرضی ہو آپ کے سپرد ہوتا ہے آپ کو چاہیے کہ ضلع کا بخوبی انتظام کرو اور جس قدر اسباب جناب صاحب کلکٹر بہادر اور جناب صاحب جنٹ مجسٹریٹ بہادر کا کوٹھی میں ہے اور جس قدر مال و اسباب و دفتر سرکاری ہے اُس کی بخوبی حفاظت رکھو ۔“ مرقوم ساتویں جون سنہ ۱۸۵۷ء ۔

روانہ ہونا حکام کا بجنور سے

یہ خط بعد دستخط نا محمود خاں کو دیا گیا اور وہ بد نصیب اُس کو لے کر باہر آیا ۔ جناب صاحب کلکٹر بہادر نے کلمات رخصت ہم سے فرمائے اور جو رنج اور درد

جدائی کا ہمارے دل پر تھا وہ ہم نے ظاہر کیا ۔ تھوڑی دیر بعد سب صاحب سوار ہونے کو کوٹھی کے برآمدہ میں آئے اور جناب صاحب کلکٹر بہادر اور جناب صاحب جنٹ مجسٹریٹ بہادر نے بہ کمال عنایت مجھ کو اور سید تراب علی تحصیلدار کو رخصت کیا کہ اپنی عورتوں کو ساتھ لے کر چلے جاویں ۔ ہم رخصت ہوئے اور جناب صاحب کلکٹر بہادر اور سب صاحب سوار ہو کر تشریف فرما ہوئے ۔ ڈپٹی صاحب مع چودھری رندھیر سنگھ ہلدور کو چلے گئے ۔ سمجھو اس بات کو کہ وہ سب نمک حرام پرانے سوار مع بہادر علی جمعدار کے گنگا کے کنارہ پر سے نا محمود خاں کے پاس بھاگ آئے مگر نئے سوار رڑکی تک ساتھ رہے اور وہاں پہنچ گئے ان کا کورٹ (مارشل) ہوا جناب صاحب کلکٹر بہادر کی عنایت سے اُن کی جان بخشی ہوگئی ۔ محمود خاں نے سورج کو بھی اچھی طرح نکلنے نہیں دیا کہ بجنور میں اپنے نام کی منادی ان الفاظ سے کہ خلق خدا کی ملک بادشاہ کا حکم نواب محمود خاں بہادر کا ، پٹوائی اور نواب بن بیٹھا ۔

نا محمود خاں کے خاندان کا پچھلا حال

مناسب ہے کہ اس مقام پر تھوڑا سا حال نا محمود خاں کے خاندان کا بیان کروں ، نا محمود خاں پوتا ہے نجیب خاں کا جو احمد شاہ کے وقت میں یعنی ۱۷۴۸ء دوندے خاں کا نوکر تھا اور اُس کی طرف سے پرگنہ دارا نگر کی تحصیل کرتا تھا اُس نے بہت سے لوگ اپنے ساتھ جمع کیے اور اُن پرگنہ جات پر جو اب ضلع بجنور میں ہیں قبضہ کر لیا ، پھر دوندے خاں کی بیٹی سے اُس کی شادی ہوئی ، اس سبب سے مستقل مالک اس ملک کا ہوگیا اور بادشاہ کے دربار تک بھی رسائی کر لی ۔

جب عالمگیر ثانی تخت پر بیٹھا یعنی سنہ ۱۷۵۳ء میں تو

نجیب خاں نے جیت سنگھ ڈکیت کو مار کر کچھ گنگا پار کا علاقہ بھی جو اب ضلع سہارن پور میں شامل ہے اپنے ملک میں ملا لیا اور بادشاہ کے دربار سے اُس کو نجیب الدولہ امیرالامراء کا خطاب ملا اور سنہ ۱۷۵۵ء میں اُس نے قلعہ پتھر گڑھ بنایا اور نجیب آباد بسایا ۔

جب نجیب الدولہ سنہ ۱۷۷۰ء میں مر گیا اُس کا بیٹا ضابطہ خاں اُس کی جگہ بیٹھا ، نواب شجاع الدولہ لکھنؤ والہ نے بسبب نہ ادا ہونے روپیہ معاملہ مرہٹوں کے جس کا ضامن شجاع الدولہ ہوگیا تھا ، ضابطہ خاں کو سنہ ۱۷۷۴ء میں اس ملک سے خارج کر دیا ضابطہ خاں نے نواب عبدالاحد کی سفارش سے سنہ ۱۷۷۶ء میں باونی سہارن پور کی سند بادشاہ سے حاصل کی اور غوث گڑھ میں رہنا اختیار کیا ۔

اُس کے مرنے کے بعد غلام قادر خاں اس کا بیٹا اس کی جگہ بیٹھا اور اس نے شاہ عالم کو اندھا کیا ، مہاراجہ پٹیل نے اس جرم میں اس کو بعد مقابلہ گرفتار کیا اور لوہے کے پنجرہ میں قید کر کے اور ایک ایک عضو جدا جدا کر کے مار ڈالا ، معین الدین خاں عرف بھنبو خاں ، غلام قادر کا بھائی بھاگ کر پنجاب چلا گیا ۔

جب سرکار دولت مدار انگریزی نے اضلاع دھلی کو فتح کیا تب بھنبو خاں کو بلا کر بہت خاطر کی اور پانچ ہزار روپیہ مہینے کی پنشن مقرر کر کے بریلی میں رہنے کا حکم دیا اور پھر مسٹر کولبرک صاحب بہادر کی رپورٹ سے سنہ ۱۸۱۲ء میں نجیب آباد میں آباد ہوا ۔ اُس کے مرنے کے بعد سرکار دولت مدار انگریزی نے بنظر ترحم محمود خاں اور جلال الدین خاں اُس کے بیٹے اور بیٹیوں کے لیے ہزار روپیہ ماھواری پنشن مقرر کی اور ہر ایک شخص کو اس

خاندان میں سے بہت بڑے بڑے معزز عہدے عطا فرمائے کہ تمام خاندان بہ کمال عزت اپنی زندگی بسر کرتا تھا ، بھنبو خان نے اس زمانے میں (یعنی سن ۱۲۴۷ھجری مطابق سنہ ۱۸۳۱ء کے) جب کہ ایک جعلی غلام قادر خان دھلی میں اکبر بادشاہ کے دربار میں آیا تھا ، بادشاہ کے ھاں رسائی پیدا کی اور اپنے بیٹوں کے نام خطاب حاصل کیا اب اس غدر میں اس خاندان نے سرکار دولت مدار انگریزی سے نمک حرامی کی -

ڈپٹی کلکٹر اور صدر امین اور میر تراب علی تحصیلدار کا بجنور میں آنا اور نا محمود خاں سے ملنا

جب کہ هم رخصت هوکر کوٹلہ کی طرف روانہ هوئے راہ میں هم کو بہت سے غول سپاهیوں کے نجیب آباد سے بجنور آتے هوئے ملے اور کوٹلہ میں شفیع اللہ خاں بھانجا محمود خاں کا ملا جو نجیب آباد سے بجنور کو آتا تھا کہ یہ سب باتیں رات والے ارادہ کو بخوبی تصدیق کرتی هیں، هم نے دو تین روز کوٹلہ میں قیام کیا اور هم اس فکر میں تھے کہ یہاں سے کدھر جاویں اور کیونکر جاویں کہ اس درمیان میں متواتر احکام نا محمود خاں کے هماری طلب میں پہنچے ، آخر کو سوار آن کر هم کو بجنور لے گئے اور سید تراب علی تحصیلدار کے قبائل نگینہ روانہ هوگئے اور ڈپٹی صاحب بھی هلدور سے حسب الطلب بجنور میں آئے ، هم سب نے نا محمود خاں سے ملاقات کی مگر جیسا کہ وہ چاهتا تھا ، اس کو نذریں نہیں دیں ، تھوڑی دیر بعد اس نے هم کو رخصت کیا اور یہ بات کہی کہ بدستور اپنا کام کرو ، هم نے بجنور میں دیکھا کہ رام سروپ کا بہت عروج هے اور اس کی معرفت باغی تلنگے نواب کے پاس نوکر هوتے جاتے هیں اور نویں یا دسویں جون سے باغی تلنگوں کی ملازمی شروع تھی -

عظمت اللہ خان کا نائب اور احمد اللہ خان کا ڈپٹی کلکٹر اور کلن خان کا سپہ سالار اور حبیب اللہ کا بخشی مقرر ہونا

اس کے دوسرے دن سے نامحمود خان نے نیا بندو بست کرنا شروع کیا ، عظمت اللہ خان منصف ٹھاکر دوارہ کو اپنا نائب اور احمد اللہ خان تحصیلدار نجیب آباد کو ڈپٹی کلکٹر متعہد اور جنٹ مجسٹریٹ مقرر کیا مگر احمد اللہ خان نے ایسی مداخلت بہم پہنچائی اور نواب کو بالکل ایسا اپنے قابو میں کر لیا کہ تمام التظام فوج اور ملک اور مال اور عدالت کا اسی کو اختیار تھا اور در حقیقت نواب صرف بزاخفش رہ گیا تھا ، فوج سوار اور پیادہ کے رکھنے کو حکم جاری کر دیا اور جو جو لوگ پرانے عہدے دار نواب کے خاندان کے تھے وہ اپنے پرانے عہدوں پر مامور ہونے کو طلب ہوئے اور احمد یار خان عرف کلن خان سپہ سالار اور حبیب اللہ خان بخشی فوج مقرر ہوا ، ہم اس حال کو دیکھ دیکھ کر بہت گھبراتے تھے ، علی الخلوص اس بات سے کہ جو کوئی نواب کے سامنے حکام انگریزی کا نام لیتا تھا تو وہ بہت ناراض ہوتا تھا ۔

صدر امین اور تحصیلدار نے اپنی کار روائی کی کیا تدبیر کی ؟

جبکہ نواب نے ہم کو کہا کہ تم سب اپنا اپنا کام کرو اس وقت میں نے اور سید تراب علی تحصیلدار اور پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر نے باہم مشورہ کیا اور آپس کی ایک کمیٹی بنائی اور یہ تجویز کی کہ ہم میں سے کوئی شخص کوئی کام نہ کرے جب تک کہ باہم کمیٹی کے اس کی صلاح نہ ہو لے ۔ چنانچہ اسی وقت کام کرنے کے باب میں یہ رائے ٹھہری کہ میر سید تراب علی تحصیلدار بجنور جو ضروری حکم نواب کا پہنچے اس کو لاچار تعمیل کریں اور باقی احکام سب ملتوی پڑے رہنے دیں اور باقی مالگذاری بجز اس قدر روپیہ کے جس سے تنخواہ عملہ تحصیل و تھانہ تقسیم

ہو جاوے اور کچھ وصول نہ کریں ، چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور بخشی رام تحصیل دار کی معرفت کہ وہ بھی خیرخواہ سرکار اور ہمارا ہمراز تھا جو مالگزار آیا اُس کو فہمائش کی گئی کہ روپیہ مت دے ، اس تساہل تحصیل سے نواب ناراض ہوا اور احکام سخت بھیجنے لگا اور کلمات نا ملائم پروانہ جات میں تحریر ہونے لگے اور نسبت اجرائے کار دیوانی یہ رائے ٹھہری کہ جب تک ہو سکے میں صدر امین بموجب آئین سرکار دولت مدار انگریزی کام کرتا رہوں اور کسی طرح کا تعلق نواب سے اس کام کا نہ رکھوں چنانچہ مجھ صدر امین نے ایسا ہی کیا اور جو روبکاریاں اور رپورٹیں قابل ارسال بحضور جناب صاحب جج بہادر تھیں اُن میں علی الاعلان کچہری میں بھی حکم تحریر ہوتا رہا کہ بحضور جناب صاحب جج بہادر بھیجی جاویں اس میں فائدہ یہ تھا کہ عوام یہ سمجھتے تھے کہ حکام انگریزی کا تسلط بدستور ہے ، البتہ نواب کو یہ امر بہت ناگوار تھا اور ایسی باتوں سے اُس کی دشمنی ہمارے ساتھ زیادہ ہوتی جاتی تھی مگر ہم کو توقع تھی کہ ہمارے حکام بہت جلد پھر ضلع میں تشریف لاتے ہیں ۔

مراد آباد سے بجنور میں فوج باغی کے آنے کی خبر کا مشہور ہونا اور نا محمود خاں کا اُن سے سازش کی تدبیر کرنا ۔

فوج نمک حرام باغی جو مراد آباد میں مقیم تھی اُن کے ساتھ سازش کرنے کی نا محمود خاں کو بہت فکر تھی اور خبر آمد آمد فوج مراد آباد کی بجنور میں بہت گرم تھی اور خطوط بھی مراد آباد سے درباب قصد روانگی فوج کے جانب بجنور کو آئے تھے ۔ اس لیے نا محمود خاں نے رام سروپ جمعدار جیلخانہ اور مصائب علی دفعہ دار سواران کو مع چند اپنے معتمدوں کے دھام پور روانہ کیا اور مراد آباد میں خطوط بھیجے کہ فوج کو سمجھا دیں کہ صاحبان انگریز یہاں سے معہ

کل خزانہ کے چلے گئے - اب یہاں نہ خزانہ ہے نہ حکام انگریزی - پھر یہاں آنا بے فائدہ ہے اور اگر بہ ارادہ ملازمی میرے پاس آویں تو اُن کا گھر ہے - جب یہ خبر فوج والوں کو ہوئی تو انھوں نے آنا بجنور کا ملتوی کیا اور رام سروپ وغیرہ دھام پور سے واپس آئے - چند روز بعد نواب کو کسی طرح معلوم ہوا کہ فوج باغی کا ارادہ ہے کہ گھاٹ دارا نگر سے گنگا پار اتریں اس لیے اُس نے در باب فراھمی رسد احکام بنام تحصیلداران جاری کیے اور تعلقہ داروں کے نام بھی پروانہ رسد رسانی کے لکھے - چنانچہ جو پروانہ بنام چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاجپور لکھا تھا اُس کی نقل یہاں لکھتا ھوں :-

نقل پروانہ دستخطی نواب محمود خاں

"رفعت و عوالی مرتبت عزیز القدر چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاج پور بخیریت رھو جو بہ اطلاع آمد پلٹن مراد آباد کے پروانہ جات بنام تحصیلدار چاند پور و دھام پور وغیرہ در بارہ انتظام و فراھمی رسد وغیرہ مقام فرود گاہ لشکر پر جاری ہوئے ھیں - لہٰذا تم کو لکھا جاتا ہے کہ تم بھی جس قدر ہو سکے دربارہ انتظام و دے دینے رسد وغیرہ کے ممد و معاون اُن کے رھو - تاکید جانو"
مرقوم ۱۷ جون سنہ ۱۸۵۷ء -

مولوی قادر علی تحصیلدار نگینہ کا موقوف کرنا

اس عرصے میں نواب کے پاس بہت سے رشتہ مند اس کے جمع ھوگئے اور اُس کو اپنے رشتہ داروں کی پرورش منظور ہوئی اور یہ بھی اُس کو خیال تھا کہ یہ معزز عہدہ دار بسبب خیرخواہ ہونے سرکار کے میوی مرضی کے موافق کام نہیں کرنے کے - اس لیے سترھویں جون سنہ ۱۸۵۷ء کو پہلی بسم اللہ اُس نے مولوی قادر علی تحصیلدار نگینہ کو برخاست کیا اور عباد اللہ خاں اپنے رشتہ مند

کو جو پیشکار تحصیل کاشی پور ضلع مراد آباد تھا تحصیلدار نگینہ مقرر کیا ۔ جب مولوی قادر علی برخاست ہو کر بجنور میں آئے نواب کچھ متوجہ نہ ہوا ۔ انھوں نے اس اپنی برخاستگی کو غنیمت سمجھا ۔ ان آفات سے علیحدہ ہو جانا بہت اچھا جانا ۔ اب ہم اس مقام پر پروانہ برخاستگی مولوی قادر علی کو بعینہ نقل کرتے ہیں ۔

نقل پروانہ دستخطی نا محمود خاں

" رفعت و عوالی مرتبت عزیزالقدر مولوی قادر علی تحصیلدار نگینہ بعافیت باشند جو بنظر انتظام حاضر ہونا تمھارا حضور میں ضرور ہے لہٰذا حسب الحکم روبکار امروزہ تم کو لکھا جاتا ہے کہ تم کار مفوضہ اپنا سپرد برادر عزیزالقدر گرامی شان محمد عباد اللہ خاں کے کر کر حاضر حضور ہو اور تم اپنے دل میں کچھ ہراس نہ کرو کہ تم سے حضور میں کار سرکار لیا جاوے گا " مرقوم ۱۷ جون سنہ ۱۸۵۷ء ۔

نا محمود خاں کا صدر امین سے مشورہ کرنا اور صدر امین کا اس کی خواہش سے انکار کرنا ۔

اسی تاریخ نا محمود خاں نے رات کے وقت مجھ صدر امین کو اپنے پاس بلایا اور نا محمود خاں اور احمد اللہ خاں نے تخلیہ میں مجھ سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ تم ہمارے ساتھ شریک ہو جاؤ اور تم ہم سے ہمارے ساتھ شریک ہونے پر حلف کرو اور جو جاگیر چاہو نسلاً بعد نسلاً اب ہم سے ٹھہرا لو اور ہم سے حلف لو کہ ہم ہمیشہ وہ جاگیر بحال رکھیں گے ۔ اول تو مجھ کو بڑا ڈر ہوا کہ کیا جواب دوں ۔ پھر میں نے اپنے دل کو اسی بات پر مستقیم کیا کہ سچی اور سیدھی بات کہنی ہر وقت اچھی ہوتی ہے ۔ میں نے عرض کیا کہ نواب صاحب ! میں اس بات پر حلف کر سکتا ہوں کہ میں ہر حال میں تمھارا خیرخواہ رہوں گا اور کسی وقت تمھاری بدخواہی نہ کروں گا ۔ الا گر تمھارا ارادہ ملک گیری اور انگریزوں

سے لڑنے اور مقابلہ کرنے کا ہے تو میں تمھارے ساتھ شریک نہیں
ہوں اور میں نے کہا کہ خدا کی قسم! نواب صاحب میں صرف
تمھاری خیرخواہی سے کہتا ہوں کہ تم اس ارادے کو دل سے
نکال دو ۔ حکام انگریزی کی عملداری کبھی نہیں جائے گی ۔ اگر
فرض کرو کہ تمام ہندوستان سے انگریز چلے گئے تو بھی حکام
انگریزی کے سوا کوئی عملداری ہندوستان میں نہ کر سکے گا ۔ اور
میں نے کہا کہ تم اطاعت سرکار اپنے ہاتھ سے مت دو ۔ اگر
بالفرض انگریز جاتے رہے جیسا کہ تمھارا خیال ہے تو تم نواب بنے
بنائے ہو ۔ تمھاری نوابی کوئی نہیں چھینتا اور اگر میرا خیال سچ
نکلا تو تم خیرخواہ سرکار ہو گے اور سرکار کی طرف سے تمھاری ترقی
اور بہت قدر ہووے گی اور اگر تم مجھ کو انتظام ملک میں شریک
کیا چاہتے ہو تو جناب صاحب کلکٹر بہادر سے اجازت منگا لو اور
یہ اقرار کر لو کہ کوئی کام نہیں کرنے کے جب تک پہلے اُس کی
منظوری جناب صاحب کلکٹر بہادر سے حاصل نہ کر لیں ۔ اگر
نا محمود خاں میں عقل ہوتی تو سمجھتا کہ یہ سب باتیں اُس کی
بھلائی کی تھیں مگر چونکہ جبلت اُس کی بدی پر تھی وہ ان باتوں
سے ناراض ہوا اور چیں بہ جبیں ہو کر مجھ کو رخصت کر دیا اور
ہر طرح ہماری دشمنی کے درپے ہو گیا اور جان لیا کہ یہ لوگ
رفاقت سرکار انگریزی سے باز نہ آویں گے ۔ پھر ہم پر زیادہ تر زیادتی
شروع کی ۔ میرے خاص رہنے کے مکان کو بجبر مجھ سے چھین لیا
اور اپنی فوج کے افسروں کو دے دیا ۔ جو اسباب میرا اُس میں
بند تھا وہ سب فوج والوں نے لے لیا ۔ سید تراب علی تحصیلدار کا
گھوڑا بہ تعیناتی تیس سپاھیوں کے بجبر چھین لیا اور ہر طرح سے
درپے ہمارے آزار کے ہو گیا ۔ ہم دن رات اس فکر میں تھے کہ
کسی طرح نواب کے پنجے سے نکل جاویں مگر ممکن نہ تھا ۔ جناب

صاحب کلکٹر بہادر بجنور ہی میں تشریف رکھتے تھے که علاقه جنگل کپتان ریڈ صاحب بہادر میں بیلداران متعینه یکسار نے فساد کرنا چاہا ۔ اس لیے مسٹر اسٹمن صاحب کان ڈاکٹر معه اپنی میم صاحب کے اور مسٹر برٹن صاحب سارجنٹ یکسار سے نجیب آباد میں آ گئے تھے اور خاص محمود خاں کے مکان میں رہتے تھے ۔ ان دنوں میں ایک گروہ سواروں کا رڑکی سے آیا اور اُن دونوں صاحبوں اور میم صاحب کو بخیریت یہاں سے لے گئے اور رڑکی میں پہنچا دیا ۔

خزانه کا نجیب آباد روانه ہونا اور خزانچی پر پہره کا مقرر کرنا اور چودھری نین سنگھ کا نواب سے مقابله پر آنا

اسی عرصے میں احمد اللہ خاں نے خزانه سرکاری جو کنویں میں تھا نکالنا شروع کیا اور کچھ اُس میں سے احمد اللہ خاں نجیب آباد لے گیا اور نا محمود خاں نے ہر ایک رئیس سے بھی مخالفت شروع کی ۔ جمعیت سنگھ برہمن رئیس بجنور کے گھر پر واسطے تلاشی مسماۃ پنا پاتر کے سوائی سنگھ جاٹ کو معه جمعیت کثیر چڑھا بھیجا ۔ چودھری جودھ سنگھ رئیس بجنور سے جو اسباب مسٹر لمیتر صاحب کا اُس کے پاس امانت تھا طلب کیا ۔ بانکے رائے خزانچی بجنور نے کچھ اسباب اپنا خفیه ہلدور روانه کیا تھا ، اس سبب سے اور نیز اس باعث سے که کسی شخص نے مخبری کی که جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کا ایک بکس محموله اشرفی و جواہر خزانچی کے پاس امانت ہے ، خزانچی کے مکان پر به افسری و تعیناتی رام سروپ جمعدار معه چند باغی تلنگوں کے جو معرفت رام سروپ ملازم ہوئے تھے اکیسویں جون سنه ۱۸۵۷ء کو پہره متعین کر دیا اور رام سروپ نے طرح طرح کی تکلیفیں بانکے رائے خزانچی اور اُس کے بھائی بہاری لال کو دیں اور کچھ روپیه بھی رام سروپ نے لیا ۔ جب یه باتیں ہونے لگیں تو چودھری نین سنگھ اور چودھری جودھ سنگھ رئیسان بجنور نے نواب

سے ارادہ مقابلہ کیا اور دیہات سے آدمی جمع کیے ۔ ہزار ہا آدمی گنوار بجنور میں جمع ہو گئے ۔ نواب نے چودھریوں سے مصالحت چاہی ، چنانچہ ایک دن رات کے وقت چودھری نین سنگھ چودھری جودھ سنگھ رئیسان بجنور واسطے صلح کے نواب کے پاس کوٹھی پر گئے ۔ مگر اس وقت ملاقات نہ ہوئی ۔ جب وہاں سے پھرے تو دونوں چودھری تحصیل میں آئے اور مجھ سے اور سید تراب علی تحصیلدار سے یہ بات کہی کہ ہمارا ارادہ ہے کہ لڑ کر نواب کو اٹھا دیں ۔ ہم نے جواب دیا کہ ہم اس میں کچھ صلاح نہیں دے سکتے ۔ کیونکہ ہم کو معلوم نہیں کہ یہ امر حکام انگریزی کی مرضی کے موافق ہوگا یا نہ ہوگا ۔ تمہارا جو دل چاہے سو کرو ۔ مگر یہ سمجھ لو کہ تمام اسباب جناب صاحب کلکٹر بہادر اور جناب صاحب جنٹ مجسٹریٹ بہادر کا اور خزانہ سرکاری اور دفتر اب تک موجود ہے ۔ اگر اس پر کچھ آفت پہنچی اور لٹ گیا تو بلاشبہ باعث نا رضامندی حکام انگریزی ہوگا ۔

منیر خاں جہادی کا بجنور میں آنا چودھریاں بجنور اور نواب سے صلح کا ہونا

یہ ہنگامہ ہنوز برپا تھا کہ دفعۃً منیر خاں نامی ساکن کنج پورہ نگینہ سے جہادی بن کر معہ جمعیت چار سو آدمی کے بجنور میں داخل ہوا اور احمد اللہ خاں جو نجیب آباد گیا ہوا تھا اس فساد کی خبر پا کر بجنور میں آیا اور احمد یار خاں عرف کلن خاں سپہ سالار اور نادر شاہ خاں رسالہ دار رخصتی رجمنٹ ملتان جو بجنور میں آ گیا تھا درمیان میں پڑے اور آپس میں نواب کے اور چودھریوں کے صلح ٹھہری ۔ احمد اللہ خاں اور دونوں چودھری صاحب تئیسویں جون سنہ ۱۸۵۷ء کو کچہری تحصیل میں آئے اور بہت سی گفتگو کے بعد صلح ٹھہری ۔ چودھری صاحبوں نے گنگا جل اٹھایا کہ ہم نواب کے تابعدار اور مطیع رہیں

گے اور احمد اللہ خاں نے اُسی جلسہ میں کلام اللہ پر مہر کی کہ ہم چودھریوں کے ساتھ برائی نہیں کریں گے اور نا محمود خاں اور عظمت اللہ خاں نے کوٹھی پر سے کلام اللہ پر مہر کر کے بھیج دی اور آپس میں صلح ہو گئی ۔ چوبیسویں جون سنہ ۱۸۵۷ء کو بانکے رائے خزانچی سے چار ہزار روپے لینے ٹھہرے اور وہ بکس جناب جارج پامر صاحب بہادر کا بھی جو خزانے میں تھا لیا اور خزانچی کے مکان پر سے پہرہ اُٹھ گیا ۔

منیر خاں جہادی کا صدر امین اور ڈپٹی کلکٹر اور تحصیلدار ڈپٹی انسپکٹر کو تنگ کرنا

منیر خاں جہادی نے بجنور میں بہت غلغلہ مچایا اور مجھ صدر امین اور رحمت خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر اور سید تراب علی تحصیلدار بجنور پر یہ الزام لگایا کہ اُنھوں نے انگریزوں کی رفاقت کی ہے اور ان کو زندہ بجنور سے جانے دیا ہے اور اب بھی انگریزوں کے ساتھ سازش اور خط و کتابت رکھتے ہیں اس لیے ان کا قتل واجب ہے اور در حقیقت ہماری خفیہ خط و کتابت جناب مسٹر جان کری کرافٹ ولسن صاحب بہادر سے جاری تھی اور اس میں بھی کچھ شبہ نہیں کہ ہمارے ساتھ فساد کرنے میں نواب کا بھی اشارہ تھا کیونکہ اس میں بڑی حکمت یہ تھی کہ جہادیوں کے ہاتھ سے ہم لوگوں کے مارے جانے میں نواب کی کچھ بدنامی نہ ہوتی تھی اور کام نکلتا تھا اور پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر کی نسبت علاوہ اس الزام کے یہ بھی جرم لگایا گیا تھا کہ عیسائی مکتب ہر جگہ بٹھاتا پھرتا تھا ۔ غرظیکہ منیر خاں نے ہم پر زیادتی کی بہ جبرو حکومت ہم کو طلب کیا اور کہلا بھیجا کہ اگر حاضر نہ ہو گے تو بہتر نہ ہوگا اور بڑی مشکل یہ ہوئی کہ چند چپراسیان تحصیل ہم سے مخالف اور جہادیوں سے جا ملے تھے ۔ اس لیے لاچار میں اور سید تراب علی تحصیلدار اُس کے پاس گئے ۔

منیر خاں نے مجھ سے درباب مسئلہ جہاد گفتگو کی ۔ میں نے
اُس سے کہا کہ شرع کی بموجب جہاد نہیں ھے اور اسی قسم کی
گفتگو کے بعد ھم وھاں سے چلے آئے ۔ اُس کے دوسرے دن منیرخاں
مذکور مولوی علیم اللہ رئیس بجنور کے پاس گیا اور در باب
مسئلہ جہاد اُن سے گفتگو کی ۔ تحقیق سنا کہ مولوی علیم اللہ نے
بہت دلیری سے اُس کے ساتھ گفتگو کی اور بہت دلیلوں سے اُس کو
قائل کیا کہ مذھب کی رو سے جہاد نہیں ھے ۔ مگر اُس گفتگو پر
بہت دنگہ ھوا اور منیر خاں کے ساتھیوں نے مولوی علیم اللہ کے
قتل کو تلوار نکالی مگر لوگوں نے بیچ میں پڑ کر بچا دیا ۔ اُس کے
دوسرے دن منیر خاں مع اپنے ساتھیوں کے بجز اُن چند آدمیوں کے
جنھوں نے ان گفتگوؤں کے بعد ساتھ چھوڑ دیا تھا دھلی چلا گیا
اور وھاں جا کر لڑائی میں مارا گیا ۔

خزانہ اور اسباب حکام انگریزی کا نجیب آباد کو روانہ ھونا اور مسودہ عرضی موسومہ بادشاہ کا تحریر ھونا

بعد اُس کے احمد اللہ خاں نے
کچھ روپیہ خزانے سے نکالا اور
بہت سے آدمی ملازم رکھے اور
بہت سا اسباب جناب صاحب کلکٹر بہادر اور جناب صاحب جنٹ
مجسٹریٹ بہادر کا اور ڈاکٹر صاحب بہادر اور انگریزی نویسوں کا
روانہ نجیب آباد کر دیا اور ڈاک سرکار جس کی تمام چٹھیوں کو
۱۷ جون سے کھول کر پہلے پڑھ لینا شروع کر دیا تھا اور جس کو
چاھتا تھا پھاڑ ڈالتا تھا اور جس کو چاھتا تھا مکتوب الیہ کو دینے
کا حکم دیتا تھا ، بالکل بند اور مسدود کر دی کہ بائیسویں جون
سے روانگی ڈاک بجنور بند ھو گئی ۔ اس عرصے میں غلغلہ ھوا کہ
خاں بہادر خاں نے فرمان حکومت ملک کٹھر کا بادشاہ دھلی سے
حاصل کیا اور کٹھر کا تمام ملک اُس کو مل گیا ۔ نا محمود خاں
کو بڑا تردد ھوا کہ ایسا نہ ھو کہ ملک کٹھر میں ضلع بجنور بھی

شہار میں آ جاوے اور حکومت اس ضلع کی بھی خاں بہادر خاں کو کو مل جاوے اس لیے اُن سب نے آپس میں مل کر تجویز کی کہ ایک عرضی بادشاہ دھلی کو بھیج کر اس ضلع کی سند نا محمود خاں کے نام پر بادشاہ سے حاصل کی جاوے - چنانچہ اُن سب نے باھم مشورہ کر کے ایک مسودہ عرضی مرتب کیا اور عمدو خاں کے ھاتھ اُس کا بھیجنا تجویز ھوا -

احمد اللہ خاں کا دورہ کو اٹھنا اور عمدو خاں کا دھلی کو مع عرضی روانہ ھونا

بعد مرتب کرنے اس مسودہ کے احمد اللہ خاں نے دورہ کا ارادہ کیا - بڑی غرض اس دورہ سے اپنی حکومت کا بٹھانا اور روپیہ تحصیل کرنا تھا ، چنانچہ دسویں جولائی سنہ ۱۸۵۷ء کو اُس نے بجنور سے نجیب آباد کو کوچ کیا اور تیرھویں تاریخ کو عمدو خاں عرضی موسومہ بادشاہ دھلی بجنور سے لے کر روانہ دھلی ھوا - اسی تاریخ احمد اللہ خاں نجیب آباد سے نگینہ آیا اور چودھویں کو دھام پور پہنچا - وھاں جانے سے مطلب یہ تھا کہ امام بخش عرف ماڑے بدمعاش شیر کوٹ نے جو روپ چند مہاجن کو لوٹا تھا اور لاکھ ھا روپیہ کا مال لے لیا تھا اُس کا تدارک کرے اور جو روپیہ اُس نے لوٹا ھے وہ اُس سے چھین کر اپنے قبضہ میں لاوے - ماڑے نے بھی اپنے پاس سامان لڑائی درست کیا تھا اور آدمی جمع کیے تھے اور شیر کوٹ میں مستعد مقابلہ بیٹھا تھا اس لیے احمد اللہ خاں نے دھام پور میں کئی دن مقام کیا -

ماڑے کا پچھلا حال

ماڑے قوم کا شیخ اور قدیمی بد معاش آدمی ھے - نصف قصبہ شیر کوٹ کا اس کے بڑوں کی زمینداری میں تھا - اس سبب سے اس کے بڑے چودھری کہلاتے تھے مگر یہ شخص بہت مفلس اور بد معاش ھوگیا تھا - چودھری

پرتاپ سنگھ اس کی ماں کو ڈیڑھ روپیہ مہینہ دیتے تھے ۔ ماڑے بدمعاش مارچ سنہ ۱۸۵۵ء میں بہ اجلاس مسٹر چارلس جان وینگفلڈ صاحب بہادر کے بعلت بدمعاشی بہ میعاد ایک سال قید ہوا تھا ۔

وزن انگریزی کی تبدیل اور باٹوں کا چھاپہ بلفظ مہر شاہی ہونا

جب کہ نا محمود خاں عرضی موسومہ بادشاہ دھلی بھیج چکا تو اس کے دل میں یہ خبط سمایا کہ اس ضلع میں کچھ کچھ نشان بادشاہی عملداری کے جاری کیے جاویں اور خاص علامات حکومت گورنمنٹ کو مٹایا جاوے ۔ اس ارادہ پر اٹھارویں جولائی سنہ ۱۸۵۷ء کو اس نے یہ تجویز کی کہ سیر بوزن اسی روپیہ کے جو بحکم سرکار انگریزی جاری ہوا ہے موقوف ہو اور بجائے اس کے سیر قدیم بوزن سو روپیہ کے اس صورت کا جاری ہو اور اس پر ٹھپہ لگایا جاوے جس میں لکھا ہو

"مہر شاہی" چنانچہ واسطے تعمیل اس کے احکام عام جاری ہوئے اور تحصیل نجیب آباد و نگینہ میں شاذ و نادر کہیں کہیں یہ سیر تیار بھی ہوئے ۔ الاّ تحصیل بجنور میں زمانہ قیام سید تراب علی تک اس کی تعمیل مطلق نہیں ہوئی تھی مگر بعد اس کے اس تحصیل میں بھی بنے ۔

ماڑے سے احمد اللہ خاں کی صفائی اور ملاقات کا ہونا

احمد خاں کے دھام پور میں پہنچنے کے بعد سب ہندو اور مسلمان اس کے ساتھ متفق تھے اور چودھریان شیر کوٹ نے بھی ہر طرح

سے اطاعت احمد اللہ خاں کی اختیار کی تھی اور بمقام دھام پور آن کر انیسویں جولائی سنہ ۱۸۵۷ء کو احمد اللہ خاں سے بہ طور ملازمت ملاقات کی تھی اور زمینداران شیر کوٹ بھی احمد اللہ خاں کے شریک تھے کیونکہ ہر شخص ماڑے کا فساد رفع ہونا دل سے چاھتا تھا مگر اُس وقت تک احمد اللہ خاں سے ماڑے کچھ کمزور نہ تھا اس لیے احمد اللہ خاں نے ماڑے سے صلح کرنی چاھی اور اپنے معتمدوں کو بیچ میں ڈالا۔ بڑی منفعت اس ضلع میں احمد اللہ خاں کو یہ تھی کہ ایک پکا بدمعاش اُس کے ھاتھ آتا تھا اور ضلع میں طرح طرح کے فساد برپا کرنے کو ایک بہت اچھا چلتا اوزار ملتا تھا۔

چنانچہ یہ حکمت اُس کی چل گئی اور ماڑے صلح پر راضی ہو گیا اور بائیسویں جولائی سنہ ۱۸۵۷ء کو ھاتھی پر بیٹھ کر بعزت تمام دھام پور میں آیا اور احمد اللہ خاں سے ملازمت کی اور چار اشرفیاں اور کچھ روپیہ نذر دیے اور تلوار کھول کر احمد اللہ خاں کے آگے رکھ دی احمد اللہ خاں نے بہت خاطر کی اور وہ تلوار اپنی طرف سے اُس کی کمر میں باندھ دی اور اُسی دن شیر کوٹ کو رخصت کیا۔

احمد اللہ خاں کا شیر کوٹ میں جانا

تیئیسویں جولائی کو احمد اللہ خاں شیر کوٹ میں گئے ماڑے نے استقبال کیا اور احمد اللہ خاں کی اور تمام لشکر کی دعوت کی۔ احمد اللہ خاں نے اُس کا سو روپیہ مہینہ مقرر کیا اور اہتمام رسد اور انتظام لشکر کشی اُس کے سپرد ھوا۔ جو لوگ ماڑے کے ھاتھ سے مظلوم تھے وہ ماڑے کے نصیب کو یاور اور اپنے سے زمانہ کو برگشتہ دیکھ کر روئے اور بولے کہ شعر:

من ز یاران چشم یاری داشتیم　　خود غلط بود انچہ ما پنداشتیم

چوبیسویں جولائی کو احمد اللہ خاں چودھری امراؤ سنگھ کے گھر میں گئے ۔ چودھری صاحب نے پانچ سو روپیہ ان کے پیش کیے اور ہر طرح تابعداری سے ملے ۔

چودھری امراؤ سنگھ سے بسختی باقی کا مطالبہ کرنا

احمد اللہ خاں جو بد نیتی اور فساد کا ایک پتلا تھا اور دوسرا اُن کا بھی اُستاد نواب ماڑے خاں بہادر بدمعاش اُن کے ساتھ ہوا ، فساد ایک درجہ سے گیارہ درجہ ہوگیا اور چودھری امراؤ سنگھ کو جو ضلع میں بہت نامی مال دار اور سب سے زیادہ کمزور مشہور تھا سونے کی چڑیا سمجھ کر بے سبب فساد شروع کیا اور یہ پیغام بھیجا کہ زر مالگذاری جو قریب بارہ ہزار روپیہ کے تھا فی الفور ادا کرو اور نا محمود خاں نے بجنور سے اور شفیع اللہ خاں اور عظمت اللہ خاں نے نجیب آباد سے سپاہ اور رسد وغیرہ سامان جنگ احمد اللہ خاں کے پاس روانہ کرنا شروع کیا اور جو توپ کہ نگینہ سے معرفت نتھو خاں بجنور میں آئی تھی وہ بھی مع میگزین روانہ شیر کوٹ ہوئی اور ستائیسویں جولائی کو شیر کوٹ میں پہنچ گئی ۔

چودھریان بجنور وغیرہ کا واسطے صفائی معاملہ شیر کوٹ کے ہلدور و تاجپور کو روانہ ہونا

اگرچہ یہ فساد صرف چودھری امراؤ سنگھ شیر کوٹ والہ سے تھا ، مگر نا محمود خاں اور اس کے صلاح کاروں کو چودھریان ہلدور کی بڑی دہشت دل پر تھی اور چودھری پرتاپ سنگھ رئیس تاجپور کو بھی ایک جتھہ اور تھوک کا آدمی سمجھتے تھے ، اُن کو یہ خیال ہوا کہ مبادا یہ لوگ چودھری امراؤ سنگھ کی مدد کریں ، اس بات کے بند کرنے کو نا محمود خاں نے ستائیسویں جولائی سنہ ۱۸۵۷ء کو نادر شاہ خاں اور حسن رضا خاں اور چودھری نین سنگھ چودھری

جودھ سنگھ رئیسان بجنور کو ھلدور و تاجپور روانہ کیا کہ ھماری اور چودھری امراؤ سنگھ کی صفائی ھلدور اور تاجپور کے چودھری صاحب بیچ میں پڑ کر کرا دیں ۔

فرمان بادشاھی کا آنا

اُن لوگوں کے روانہ ھونے کے بعد اٹھائیسویں جولائی سنہ ۱۸۵۷ء کو عمدو خاں جو نا محمود خاں کی عرضی لے کر بادشاہ کے پاس گیا تھا مع فرمان بادشاھی موسومہ نا محمود خاں بجنور میں آیا اور اس کے ساتھ لالہ متھرا داس پدر لالہ بانکے رائے خزانچی بھی دھلی سے بجنور میں آئے اور عمدو خاں نے وہ فرمان نا محمود خاں کو دیا ، چنانچہ اُس کی نقل اس مقام پر لکھتے ھیں :-

نقل فرمان بادشاھی مؤرخہ ۲۸ فروری ذی قعد سنہ ۲۱ جلوس مطابق ۲۱ جولائی ۱۸۵۷ء

۱۲ ۵۳
محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی
ابو ظفر سراج الدین سنہ احد
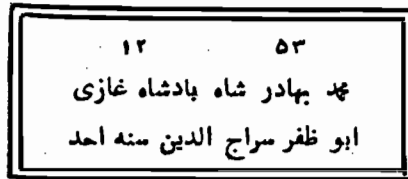
"فدوی خاص لائق العنایت والاحسان امیرالدولہ ضیاء الملک محمد محمود خاں بہادر مظفر جنگ مورد تفضلات بودہ بداند عرضداشت ارادت سمات آن فدوی خاص مشعر ظہور ابتری و بے نظمی در کل پرگنات و دیہات آن ضلع از شورش و فساد غارتگران و مفسدان و تدبیر انتظام آن بہ فراھمی جمعیت سوار و پیادہ بقدر تاب و توان و عرض احوال و رسوخ عقیدت و وثوق ارادت موروثی در بارگاہ خسروی بہ استدعاء بزل توجہات شاھی در خصوص انتظام آن ملک بدستور سلف بملاحظہ قدسی گذشت و کاشف معروضات گشت فی الواقع

آباؤ اجداد آن فدوی خاص همه مورد نوازشات سلاطین پیشین انار اللہ برهانهم بوده اند و مخصوص آن لایق العنایت والاحسان در رضا جوئی و خدمت گذاری قره باصره خلافت مرزا شاهرخ بهادر مرحوم دقیقه فرو گذاشت نکرده (یعنی سنہ ۱۸۴۴ء میں جب مرزا شاهرخ شکار کو اس ضلع میں آئے تھے) باعث رضا مندی خاطر در یا مقاطر گردیده بود نظر بران مستحق رعایت و عنایت است و لیکن درائے خدمات سابقه اگر فی الحال مصدر حسن خدمتی خواهد گشت مورد مزید الطاف بادشاهی خواهد گردید و درخواست آن فدوی خاص که عبارت از اجازت انتظام کلی آن ضلع است برتبه پذیرائی خواهد رسید پس تا وقتیکه از پیشگاه قدسی سند مستند شرف اجرا نیابد جمله محاصل ملکی را بعد وضع مصارف فوج و عمله تحصیل بطریق امانت تصور باید کرد و بار سال آن در حضور فیض گنجور باید پرداخت و نیز زر خطیر خزانه کلکٹری و اسباب و اسپانش که بعد فرار انگریزان به قبضه خود در آورده همه معه فرد و اصلباتی آن بمعیت متهرا داس و دو سوار ملازم بادشاهی که درانجا میرسند زود تر روانه نماید تا نقد فدویت و ارادت آن فدوی خاص به محک امتحان کامل بر آید و ظهور این گونه دولت خواهی و خیر اندیشی وسیله ترقی معارج و مراتب گردد ۔ فقط زیاده تفضلات شناسد المرقوم ۲۸ ذیقعده سنه ۲۱ معلیٰ''۔

میں خیال کرتا ہوں کہ متهرا داس کو بادشاہ دهلی کے دربار میں کچھ رسائی یا تعلق نہ تھا کیونکہ وہ مدت سے دهلی کے رئیسوں میں نہیں گنا جاتا تھا ۔ همیشه باهر رهتا تھا ۔ جب عمدو خاں دهلی گیا اور اس کو معلوم ہوا کہ بادشاہ خزانہ اور مالِ انگریزوں کا مطالبہ کرتے ہیں کچھ عجب نہیں کہ اُس نے متهرا داس کا نام لکھوایا ہو کہ وہ متھر داس کو ہر طرح دبانے کا اور اس پر

جبر کرنے کا قابو رکھتا تھا ورنہ خود نواب سے اور متھرا داس سے رنجش تھی اور متھرا داس کو کمال اضطرار تھا کہ اُس کے بیٹے نواب کے پنجے میں سے نکلیں، چنانچہ جب متھرا داس بجنور میں آیا ۔ تو اُس نے مجھ سے اور سید تراب علی سے یہ حال کہا اور اُس کا دلی ارادہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس تدبیر میں تھا کہ کسی طرح نواب پر دباؤ ڈال کر اپنے بیٹوں کو نکال لے جاوے اور اخیر تک ہماری سمجھ میں کسی طرح کا لگاؤ اُس کا نواب سے نہیں پایا گیا ۔

احمداللہ خان کا امراؤ سنگھ کو زیادہ تنگ کرنا اور لاکھ روپیہ مانگنا

اسی تاریخ یعنی اٹھائیسویں جولائی کو یہ لوگ جو بجنور سے واسطے صفائی کے روانہ ہوئے تھے تاج پور پہنچے اور شیر کوٹ میں احمد اللہ خاں نے زیادہ تقاضا ادائے باقی کا کیا ۔ یہاں تک کہ اولاً چودھریوں نے کچھ وعدہ کیا ، جب نا منظور ہوا تو کچھ نقد دینا قبول کیا ۔ جب وہ بھی منظور نہ ہوا تو کل روپیہ یک مشت دینا ٹھہرا ، چنانچہ وہ روپیہ گڈھی میں سے ھاتھیوں پر لد کر باہر بھی نکلا مگر اس خیال سے کہ روپیہ بھی جاوے گا اور فساد رفع نہ ہوگا احمد اللہ خاں کے سامنے پیش نہ ہوا کیونکہ احمد اللہ خاں اب لاکھ روپیہ مانگتا تھا ۔

یہ بہت اچھا موقع ھے اس بات کے بیان کا کہ نا محمود خاں اور اُس کے کار پردازوں کو در حقیقت باقیات مالگذاری کے وصول کرنے کا منصب اور اختیار نہ تھا کیونکہ جو سند کہ جناب صاحب کلکٹر بہادر کی طرف سے اُس کو دی گئی تھی اُس میں اس قسم کی اجازت مندرج نہ تھی اور کیوں مندرج ہوتی اس لیے کہ اگر نا محمود خاں نیک نیتی سے اور سرکار کی تابعداری اور خیر خواھی اور اطاعت سے انتظام ضلع کا کرتا تو جو روپیہ خزانہ میں نقد اُس کے پاس چھوڑا تھا وہ کافی تھا ۔ پس اگر درحقیقت چودھری امراؤ سنگھ

نے ادائے باقی سے انکار بھی کیا ہوتا تو بھی کچھ بے جا بات نہ تھی ، حالانکہ جب چودھری صاحب ادائے باقی پر مستعد تھے اور اُس پر بھی احمد اللہ خاں فساد سے باز نہ آیا تو صریح دلیل اس بات پر ہے کہ خود احمد اللہ خان کی نیت بد تھی اور چودھریوں کا بگاڑنا اُس کو منظور خاطر تھا ۔

شیر کوٹ کی پہلی لڑائی | غرضکہ اسی تاریخ چودھری امراؤ سنگھ نے گھاسا سنگھ اپنے چچا کو صلح کا پیغام دے کر بھیجا احمد اللہ خاں نے اُس کو گرفتار کر لیا اور کچھ صورت صفائی کی نہ ہوئی بلکہ فساد زیادہ ہو گیا اور نوبت مقابلہ کی پہنچی چودھری امراؤ سنگھ گڑھی میں مع اپنی سپاہ کے جو قریب چار سو آدمی کے تھے اور اکثر ان میں بندوقچی تھے اور گڑھی میں میگزین اور سامان رسد بھی بہت تھا محصور ہو گئے ۔ احمد اللہ خاں نے چودھری شیو راج سنگھ اور لچھمن سنگھ زمینداران شیر کوٹ کی حویلی پر توپ لگا دی اور اُس کے ساتھ ماڑے مع ساکنان محلہ کوٹرہ شریک ہوئے اور ان چودھریوں کی حویلی کو لوٹ لیا ۔ شیو راج سنگھ جو ماموں تھا چودھریان ہلدور کا مع اپنی بیوی اور اپنے بیٹے کی بیوی کے مارا گیا اور فتح چند مکھن لال کو بھی لوٹا اور فتح چند مع کئی آدمیوں کے مارا گیا اور بہت سے گھر جلا دیے اور بہت ہندو اور کچھ عورتیں ماری گئیں ۔ جب گڑھی پر حملہ کیا تو گڑھی والوں نے خوب بندوقیں ماریں اور احمد اللہ خاں کے لشکر کا بہت نقصان ہوا ۔ چار بجے کے قریب تھوڑی سی بارود میں جو بسنت سنگھ کے قریب تھی آگ جا پڑی اور اُس کے اڑنے سے چودھری بسنت سنگھ جل گیا ۔ شام کے قریب لڑائی تھم گئی ۔

لاله متھرا داس کا واسطے صفائی کے تاجپور جانا

ہم نے بجنور میں یہ بات سنی تھی کہ بندوق کے توڑے کا پھول اتفاقیہ بارود میں جا پڑا تھا اور شاید یہی بات سچ ہو مگر چودھری امراؤ سنگھ نے میرٹھ میں ہم سے بیان کیا کہ نبی بخش اُن کے نوکر نے قصداً آگ ڈال دی ۔ اگر یہ بات یوں ھی ھوتی تو شاید وہ بڑے ذخیرہ میں بارود کے آگ ڈالتا ۔ بہرحال رات کے وقت اکثر ملازمان چودھری امراؤ سنگھ جو کوٹرہ کے رھنے والے تھے ماڑے سے سازش کرکے بھاگ گئے اور ایک تزلزل عظیم گڑھی میں پڑ گیا ۔ یہ خبر انتیسویں تاریخ بجنور میں پہنچی اور نا محمود خان نے یہ تجویز کی کہ لاله متھرا داس بھی واسطے صفائی کے روانہ تاجپور ھوں چنانچہ اُسی تاریخ رات کو لاله متھرا داس بجنور سے روانہ تاجپور ھوئے ۔

چودھری امراؤ سنگھ کا گڑھی میں سے بھاگنا اور بسنت سنگھ کا گرفتار ھونا

یہ دانائی نا محمود خاں کی بڑی قابل تعریف کے ھے کہ صفائی کے لیے کن لوگوں کو بھیجا ھے جو کمال و دوستدار نا محمود خاں کے تھے کیونکہ چودھری نین سنگھ اور جودھ سنگھ وھی دونوں آدمی ھیں کہ ابھی نا محمود خاں سے لڑنے کو مستعد تھے اور ہزاروں پھپھولے اُن کے دل میں پڑے ھوئے تھے اور متھرا داس وہ شخص ھے جس کے بیٹوں پر ابھی نواب نے پہرے بٹھائے تھے اور طرح طرح کی تکفین ان کو دی تھیں ۔ غرض کہ متھرا داس تاجپور میں پہنچنے نہ پایا تھا کہ اُسی تاریخ یعنی انتیسویں جولائی سنہ ۱۸۵۷ء کو چودھری امراؤ سنگھ گڑھی میں سے نکل بھاگے اور تاجپور پہنچے ۔ عورتیں بھی اُسی ھنگامہ میں نکل کر گاؤں میں جا چھپیں مگر چودھری بسنت سنگھ میں چلنے کی طاقت نہ تھی ۔ وہ محلہ کوٹرہ میں کسی مخفی جگہ تھا ۔ احمد اللہ خاں

کے ہاتھ آ گیا اور گڑھی میں احمد اللہ خاں داخل ہوا اور شلک فتح اور نقارہ مبارکباد ہونے لگے - مشہور ہے کہ جب احمد اللہ خاں گڑھی میں داخل ہوا تو مندر جو گڑھی کے پاس تھا اُس کو بھی کچھ نقصان پہنچا - جب احمد اللہ خاں کو خبر ہوئی تو اُس نے بنظر مصلحت کہ مبادا تازہ فساد برپا ہو اُس پر پہرہ متعین کر دیا کہ مندر کو کوئی نہ توڑے - اس فتح کے بعد احمد اللہ خاں اور نواب ماڑے خاں بہادر کا غرور بہت بڑھ گیا - تیسویں تاریخ کو یہ خبر بجنور میں پہنچی اور نامحمود خاں نے بھی بہت خوشی کی اور اسی تاریخ یعنی تیسویں کو لالہ متھرا داس تاجپور میں پہنچے -

اس گڑھی میں جس قدر میگزین اور ھتھیار اور سامان رسد جمع تھا وہ سب احمد اللہ خاں کے ھاتھ آیا اور قیاس چاھتا ھے کہ نقد روپیہ اور زیور جو چودھری امراؤ سنگھ کا اور اور لوگوں کا وھاں تھا وہ بھی سب احمد اللہ خاں کے ھاتھ آیا ھو کیونکہ کئی دن تک بے مزاحمت دیگرے احمد اللہ خاں کا دخل گڑھی میں رھا اور احمد اللہ خاں نے کچھ نقد و جنس ھاتھیوں پر لدوا کر نجیب آباد بھی بھیجا اور یہی بات ھم سے چودھری امراؤ سنگھ نے بھی بیان کی مگر بعضے معتمد لوگ بیان کرتے ھیں کہ اوپر کا اسباب اور جو نقد و جنس اوپر تھا وہ احمد اللہ خاں کے ھاتھ لگا مگر پرانا خزانہ جو بہت مخفی اور گڑھی سے برجوں اور مکانوں میں دبا ھوا تھا وہ بچ رھا حق یہ ھے کہ اس بات کی سچی حقیقت سوائے چودھری امراؤ سنگھ کے اور کوئی نہیں جان سکتا -

جملہ چودھریوں کا احمد اللہ خاں سے مقابلہ کو مستعد ہونا

جب یہ سخت حادثہ ضلع کے ایک بڑے رئیس پر گذرا تو اور رئیسوں کو بھی بڑا فکر اور تردد ھوا اور پہلے سے آپس میں گفتگو ھو ھی رھی تھی - سب آپس میں متفق

ہوئے اور احمد اللہ خاں سے گڑھی کے چھین لینے کا ارادہ کیا اور دھام پور لام بندی کی جگہ قرار پائی ، چنانچہ اکتیسویں جولائی سنہ ۱۸۵۷ء کو چودھری رندھیر سنگھ اور چودھری بدھ سنگھ رئیسان ہلدور مع دو ضرب توپ اور چودھری پرتاپ سنگھ مع ایک ضرب جزائل اور چودھریان کانٹ مع ایک ضرب توپ دھام پور میں جمع ہوئے اور دیہہ بدیہہ گنواری بگل یعنی ڈھولی واسطے جمع ہونے اور لام باندھنے کے بجنے لگا اور بعوض گھاسا سنگھ کے اور بسنت سنگھ چودھری صاحبوں نے نادر شاہ خاں اور حسن رضا خاں اور ثابت علی خاں کو جو رشتہ مند نا محمود خاں اور پیشکار دھام پور تھا پکڑ لیا اور دو سوار نواب کے جو ان کے ساتھ گئے تھے اُن کو مار ڈالا ۔

جب یہ لام بندی ہوئی تو نواب پر زمانہ تنگ ہوا اور جس طرف نواب کے ملازم جاتے تھے پکڑے جاتے تھے اور مارے جاتے تھے ، چنانچہ چند سپاہی موضع نانگل میں مارے گئے اور جو خطوط احمد اللہ خاں کے پاس روانہ ہوتے تھے اکثر اُن میں سے پکڑے جاتے تھے ۔ ایک خط نا محمود خاں کا جس پر بلا شبہ دستخط نا محمود خاں کے تھے اور بجنور سے روانہ ہوا تھا اور دوسرا خط عظمت اللہ خاں کا جو بلا شبہ اُس کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا میں نے چودھری امراؤ سنگھ کے پاس دیکھے ۔ اُن میں سے وہ فقرہ جو اس لڑائی سے متعلق ہے بجنسہ لکھتا ہوں :—

انتخاب خط محمود خاں جو پکڑا گیا	انتخاب خط دستخطی محمود خاں مؤرخہ اکتیسویں جولائی سنہ ۱۸۵۷ء

وقت دوپہر ۔

”گھاسا سنگھ اور بسنت سنگھ اور اگر امراؤ سنگھ حاضر آیا ہو اُسے بھی ہمراہ اپنے حضور میں لوائے لاؤ ۔ وہاں چھوڑنا اُن کا

کچھ ضرور نہیں ہے اور اگر تم نے قصور بھی اُن کا معاف کیا ہو تو بھی اپنے ہمراہ لے آؤ کس واسطے کہ ہنوز فساد رفع نہیں ہوا۔

''قریب پچاس آدمی کے ان برخوردار نے جو اپنے ہمراہی سے رخصت کر کے بجنور کو بھیجے تھے اُن کو باشندگان موضع نانگل نے کہ متصل ہلدور کے واقع ہے روک کر اُن میں سے پانچ چھ آدمی جان سے مار دیے اور آٹھ آدمی مجروح کر دیے اس لیے تدارک ان مفسدوں کا ضرور ہے۔

'' اطلاع اس کی بھی تم کو کرنی ضرور تھی لازم ہے کہ جس قدر روپیہ بارود اور ہتھیار شیر کوٹ سے تمہارے ہاتھ آئی ہے وہ سب اپنے ہمراہ لدائے لاؤ۔ چھوڑنا ان اشیاء کا کسی صورت میں مناسب نہیں ، کس واسطے اب فقط بسبب تکرار شیر کوٹ کے یہ جا بجا فساد ہوا ہے۔ گھاسا سنگھ وغیرہ کو چھوڑنا کسی حالت میں مناسب نہیں۔

'' مکرر آنکہ میری صلاح یہ ہے کہ میں اب بدون تصفیہ اس فساد کے ہرگز باز نہ رہوں گا بلکہ مناسب ہے گڑھی بھی شیر کوٹ کی بالکل مسمار و منہدم کرا دو کہ آئندہ اُنھیں حوصلہ لڑائی کا نہیں رہے اور جس جگہ پر خدا فتح دیوے مسمار کرنا مکانات اُن کے کا پر ضرور ہے''۔

انتخاب خط عظمت اللہ خاں جو پکڑا گیا	منتخب اُس خط کا جو عظمت اللہ خاں کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے

بلا تاریخ۔

'' آئندگان شیر کوٹ کی زبانی معلوم ہوا کہ اُن نور الابصار نے گھاسا سنگھ کو واسطے امراؤ سنگھ کے بھیجا ہے۔ سو حال یہ ہے کہ جو گڑھی لڑتی ہے اور فتح ہوتی ہے اور آدمی مارے جاتے ہیں تو اُس گڑھی کا اسباب بالکل ضبط ہوتا ہے اور یہ بھی سلف

سے مشہور ہے کہ زن زمین پر آدمی سر دیتا ہے اور جل شانہ نے تجھ کو گڑھی اور اسباب مع روپیہ کے دیا ہے تو اب تجھ کو چاہیے کہ پھر قلم جاری کر اور کچھ اندیشہ ان مفسدوں کا مت کر ، اب جل شانہ واسطے تیرے بہتر کرے گا ۔

" اب مجھ کو یقین ہے کہ آدمی تیرے پاس قریب دو اڑھائی ہزار کے ہوں گے ۔ تو اس صورت میں نظر بخدا رکھو اور اطراف میں خطوط لکھ کر آدمی جمع کرو اور دو سو سپاہی بھیجے ہیں ، پہنچے ہوں گے یا نگینہ میں ہوں گے اور آج اور بھیجوں گا ۔"

ہندو اور مسلمانوں میں عداوت قدیم ہونے کی وجہ

اس لڑائی سے پہلے ضلع میں درمیان ہندو اور مسلمان کے کچھ تنازع یا عداوت یا مذہبی تکرار نہ تھی بلکہ چودھری صاحبوں کے ہاں اکثر مسلمان لوگ نوکر تھے ۔ اسی طرح نواب کے ہاں سپاہ وغیرہ میں ہندو ملازم تھے ۔ لیکن اس لڑائی میں ہندو مسلمان میں عداوت ہو جانی ایک ضروری ہونے والی بات تھی کیونکہ ایک طرف جملہ سردار ہندو تھے اور ایک طرف جملہ سردار مسلمان تھے اور ضروری بات یہ تھی کہ ہندو سرداروں نے جس قدر اپنی کمک جمع کی وہ سب ہندو تھے اور نواب نے جو کمک جمع کی وہ سب مسلمان تھے ۔ پس ہندو اور مسلمان میں تکرار کا قائم ہونا ضرور ہوا علاوہ اس کے دم بدم ایسی باتیں ہوتی گئیں جن سے مذہبی عداوت کا ہونا بڑھتا گیا مثلاً شیرکوٹ کے مندر میں مسلمانوں کے ہاتھ سے نقصان پہنچنا یا چھتاور اور سواھیڑی کی مسجدوں میں ہندوؤں کے ہاتھ سے نقصان پہنچنا یا ہندوؤں کے ہاتھ سے بالتخصیص مسلمانوں کا اور مسلمانوں کے ہاتھ سے بالتخصیص ہندوؤں کا مارا جانا ، چنانچہ یہ سب حالات آگے آویں گے ، پھر اس عداوت نے ایسی ترقی پکڑی کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے جہاں اُن کا قابو ملا ہندوؤں کا

بچنا اور ہندوؤں کے ہاتھ سے جہاں اُن کا قابو ملا مسلمانوں کا بچنا ممکن نہ تھا اور یہ عداوت ایسی ہو گئی تھی کہ ہندوؤں کی نسبت جو باتیں مسلمان کہتے تھے یا مسلمانوں کی نسبت جو باتیں ہندو کہتے تھے قابل اعتبار کے نہ تھیں اور ضلع کا اصلی حال دریافت کرنا جو عداوت سے خالی ہو نہایت مشکل تھا اور میں کہہ سکتا ہوں کہ ہلدور کی پہلی لڑائی تک چودھری بدھ سنگھ کی نیت بہت اچھی معلوم ہوتی تھی اور وہ دل سے ضلع میں امن چاہتے تھے بلکہ جب ہم ہلدور ہی میں تھے کہ بہت سے ہندو ہلدور کی مسجد کو توڑنے چڑھ گئے تھے ـ چودھری بدھ سنگھ خود وہاں گیا اور اس فساد کو رفع کیا اور آگے جو حال ہم بیان کریں گے اُس سے بھی نیک نیتی چودھری بدھ سنگھ کی اُس زمانہ تک ظاہر ہوتی جائے گی ـ

میر صادق علی اور رستم علی رئیسان چاند پور کے پاس بادشاہی فرمان کا آنا

دھام پور میں اور شیر کوٹ میں تو یہ معاملہ ہو رہا تھا جو ہم بیان کر رہے ہیں اور چاند پور میں میر رستم علی اور صادق علی رئیسان چاند پور کی بے وقوفی نے گل کھلایا یعنی جو عرضی انھوں نے بادشاہ دھلی کے پاس روانہ کی تھی اُس کے جواب میں فرمان شاہی پہلی اگست ۱۸۵۷ء کو چاند پور میں پہنچا اور انھوں نے بہت خوشی کی ، چنانچہ اس فرمان کی نقل اس مقام پر لکھتے ہیں :-

نقل فرمان

نقل فرمان بادشاہی مورخہ پنجم ذی الحجہ سنہ ۲۱ جلوسی مطابق ستائیسویں جولائی ۱۸۵۷ء

سیادت پناہ نجابت دستگاہ سید رستم علی و سید صادق علی مورد تفضلات بودہ بدانند ـ

"عرضی آن فدویان مشعر بر حال خزلان و تباہی و بربادی

دیہات و قریات قصبه چاند پور از تعدی و ظلم و غارتگری و استدعائے اعانت و امداد سرکار دولت مدار و اجازت نو ملازم داشتن سپاه سوار و پیاده بنا بر اجرائے تحصیل و مجرا یافتن تنخواه آنها از آمدنی علاقد مذکور و ارسال زر باقیات معه کاغذ جمع خرچ در حضور پر نور بملاحظه قدسی گذشت کاشف معروضات گشت چون انسداد فتنه و فساد بنا بر آسائش رعایا و برایا منظور خاطر است لهذا حکم محکم شرف اصدار مے یابد که آن فدیان چند سوار و پیاده بقدر ضرورت ملازم داشته نمبرداران و قانونگویان و پٹواریان و دیگر عزت مندان و ساکنان آنجا را با خود متفق ساخته دقیقه در مراتب بند و بست فروگذاشت نسازندو آنچنان انتظام نمایند که احدے زبردست قوی پنجه بر هیچ کس زبردست و غریب نوعے تشدد و تعدی نمودن نتواند و سر چشمه تحصیل جاری گردد و زر واجب الطلب بسهولت وصول گردد و کشتکار زراعت افزونی پذیرد بعد ایصال زر فصلی مرقومه مصارف تنخواه ملازمان و سپاه و عمله تحصیل وضع کرده زر باقیات مع کاغذ جمع و خرچ بحضور فیض گنجور رسانند هر آئینه ظهور این معنی موجب اثبات حسن خدمت آن فدیا نست بزل توجه خسروی نسبت بحال آن فدیان خواهد رسید زیاده تفضلات شناسند'' مرقومه پنجم ذی الحجه سنه ۲۱ جلوسی -

رستم علی اور صادق علی کا پچھلا حال

رستم علی صادق علی دونوں حقیقی بھائی ھیں اگرچه صادق علی کو بھی ذی عقل کہنا نہایت نادانی ھے لیکن رستم علی سچ مچ کا بھولا آدمی ھے - اس کو اس قسم کے معاملات میں بلکه امورات خانگی سے بھی کچھ سروکار نہیں رھتا - جو کچھ کرتا ھے صادق علی کرتا ھے - یه لوگ سادات باره سے ھیں اور اولاد میں ھیں سید محمود کی جس کو اکبر کے عہد میں بادشاھی دربار میں منصب ملا تھا

اُس کے بعد شجاعت خاں کو شاھجہان نے تخت پر بیٹھنے سے پہلے اپنا بہت بڑا رفیق اور امیر بنایا تھا اور اُس کے نام پر اُس نے جہاں آباد بسایا تھا جو اب تک گنگا کے کنارہ پر موجود ھے اور اُس کی قبر بھی وھیں ھے ۔ جب کہ شاھجہان اور اُس کے باپ جہانگیر میں لڑائی ھوئی تو شجاعت خاں جہانگیر سے آ ملا ۔ اس لیے شاھجہان کے زمانہ بادشاھت میں اُن کی قدر کم ھوگئی اور اُس نے اور اُس کی اولاد نے زمینداری اور تعلقہ داری اس ضلع میں پیدا کر کے جہان آباد میں اور پھر چاند پور میں سکونت اختیار کی کہ اب بھی چند دیہات زمینداری کے ان کے پاس ھیں اور رئیس کہلاتے ھیں ۔

ان لڑائیوں میں رستم علی صادق علی نواب کے شریک نہیں ھوئے کیونکہ بسبب جدا آ جانے فرمان بادشاھی کے شاید نواب کے بر خلاف ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جدا بنانی چاھتے ھوں ، مگر چودھریوں کے بھی شریک نہیں ھوئے اور علیحدہ اپنی جگہ بیٹھے رھے اور چودھری صاحب بدستور دھام پور میں اپنے کام میں مصروف رھے ۔

دھام پور اور شیر کوٹ میں لام بندی کی کیفیت

غرضکہ جب چودھری صاحبوں کا لام دھام پور میں جمع ھوا تو احمد اللہ خاں نے بھی آدمی اور جمع کیے اور دوسری توپ جو نجیب آباد میں تیار ھوئی تھی وہ بھی آ گئی ھندو بیان کرتے ھیں کہ احمد اللہ خاں نے مسلمانوں کے جمع کرنے کو محمدی جھنڈا کھڑا کیا ۔ کچھ عجب نہیں جو انھوں نے ایسا کیا ھو مگر ھم اُس کو معتبر نہیں سمجھتے ، البتہ اس میں کچھ شک نہیں کہ جس طرح ھندو جمع ھوئے تھے اُسی طرح احمد اللہ خاں نے بھی آدمی بھیج کر اور خط لکھ کر آدمی جمع کیے ، چنانچہ یہ بات عظمت اللہ خاں

کے خط سے بھی جو ابھی ہم نے اُس کی نقل لکھی ہے ، ثابت ہوتی ہے ۔ جو غول ہندو خواہ مسلمان کے آن کر جمع ہوتے تھے ہر ایک غول کے ساتھ نشان اور باجا ہوتا تھا ۔ چودھری صاحبوں کی طرف قریب پچیس ہزار آدمی کے جمع ہوگیا تھا اور احمد اللہ خاں کی طرف جمعیت اس سے بہت کم تھی ۔ عظمت اللہ خاں کے خط میں اُس کی تعداد دو ڈھائی ہزار لکھی ہے ۔ شاید لڑائی کے وقت تک کچھ زیادہ ہوگئی ہو ۔ اس ہجوم کو دیکھ کر احمد اللہ خاں گھبرایا اور چودھری صاحبوں نے نادر شاہ خاں اور حسن رضا خاں کو احمد اللہ خاں کے پاس بھیجا اور خط لکھا کہ اگر تم گھاسا سنگھ اور بسنت سنگھ کو چھوڑ دو اور جو مال اسباب گڑھی میں سے لیا ہے پھیر دو اور یہاں سے چلے جاؤ تو ہم کو تم سے کچھ پرخاش نہیں اور احمد اللہ خاں نے بھی صلح کا پیغام کیا اور گھاسا سنگھ کو بھیج دیا اور نادر شاہ خاں نے جو خط وہاں پہنچ کر لکھا چودھری پرتاپ سنگھ کے پاس موجود ہے وہ یہ ہے :-

نقل خط نادر شاہ خاں جو صلح کی باب میں گھاسا سنگھ کے ہاتھ بھیجا گیا تھا

نقل خط نادر شاہ خاں موسومہ چودھری پرتاپ سنگھ بلا تاریخ

"چودھری صاحب مشفق مہربان کرمفرمائے مخلصان سلمہ اللہ تعالیٰ ! بعد اشتیاق ملاقات کے ظاہر ہوجیو کہ خط آپ کا آیا حال معلوم ہوا ۔ حسب وعدہ اپنے کے مسمیٰ گھاسا سنگھ کو روانہ خدمت کیا اور خاطر داری ہندوؤں کی از حد کی گئی اور تسلی تشفی بسنت سنگھ کی بدرجہ غایت کی اور کرائی اور جملہ مال و اسباب اس کا حوالہ اُس کے کر دیا ۔ بلکہ جو کچھ نقصان اُس کا وقوع اس معاملہ میں ہوا تھا اُس کی عوض میں دو گاؤں جاگیر کے عنایت کیے ۔ اب ہمارے وعدہ

کے وفا میں صرف ایک چلا جانا محمد احمد اللہ خاں کا نجیب آباد کو باقی ھے ۔ وہ اب اس طور سے منحصر ہوا ھے کہ تم سب صاحب اپنے اپنے مکان کو چلے جاؤ اور رستہ خالی ہوجاوے تو یہ بھی چلے جاویں گے اور مجھ کو معلوم ھے کہ اس طرف بھی آدمی بہت اکٹھے ہوگئے ھیں اور اس طرف بھی اطراف سے جماعت کثیر جمع ہوگئی ھے اور ہوتی جاتی ھے ۔ اس صورت میں اگر فساد ہوا تو ہزار ہا مخلوق کا خون ہووے گا ۔ اب کہ خدا نے تمھارے آنے کی شرم رکھ لی ھے اور صورت صفائی میں بھی کچھ نقص واقع نہیں ھے تم کو چاہیے کہ شکرانہ کرکے اپنے مکان کو چلے جاؤ اور اس قدر تو میرے قول کی تصدیق ہوگی باقی بر وقت پہنچنے بجنور کے کہ تم سے اور اور وعدہ ھیں وفا کیے جاویں گے اور بلکہ زیادہ اسے کہ تمھارے بزرگوں کے واسطے اس خاندان سے رعایت ہوئی تھیں رعایت کرائی جاویں گے بلکہ بعد ہو جانے صفائی کے جو جو مہم اہم ہوں گی وہ تمھارے ہاتھ سے لے جاویں گے جیسے کہ تم سے راستہ میں تذکرہ تھا آئندہ تم کو ہر طرح کا اختیار ھے بسبب اُن عنایات کے جو تم نے میرے حال پر کریں ھیں ۔ یہ خط خفیہ نواب صاحب سے لکھا ھے اور جو بات کہ اس میں لکھی ھے ان کے تذکرہ کا نیچہ ھے ۔ نادر شاہ" ۔

نادر شاہ کا حال | نادر شاہ خاں رہنے والا رام پور یا مراد آباد کا تھا ۔ احمد اللہ خاں اُس سے کچھ اپنی دور کی رشتہ داری بھی بیان کرتے تھے اور مدت سے سرکاری رجمنٹ میں رسالدار اور کار آزمودہ اور نہایت متفنی اور رجمنٹ ملتان سے رخصتی ہو کر روانہ ہوا تھا کہ اس غدر میں بعد تشریف لے جانے جناب صاحب کلکٹر بہادر کے بجنور میں پہنچا اور نواب نے اپنا نوکر کر لیا ۔ بعد شکست پانے احمد اللہ خاں کے شیر کوٹ سے بھاگ

گیا پھر کسی نے اُس کی صورت نہیں دیکھی ۔

چودھری بسنت سنگھ کا چھوٹنا شیر کوٹ کی دوسری لڑائی اور احمد اللہ خاں کی شکست

بعد اُس کے چودھری صاحبوں نے ثابت علی خاں کو جو چودھری صاحبوں کی قید میں تھا واسطے صلح اور چھڑا لانے چودھری بسنت سنگھ کے بھیجا اور چودھری بسنت سنگھ پالکی میں پڑ کر چودھری صاحبوں کے لشکر میں آیا به مجرد پہنچنے بسنت سنگھ کے یعنی پانچویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو لڑائی شروع ہوئی ۔ احمد اللہ خاں اُسی گڑھی میں جس میں چند روز پہلے اُس نے بے گناہ اپنے دشمن کو گھیرا تھا محصور ہوا اور کچھ سپاہ اُس کی باہر گڑھی کے رہی اور میدان کارزار گرم ہوا شیر کوٹ کے گھر لٹنے اور جلنے شروع ہوئے اور کوٹرہ کا محلہ بالکل برباد ہوا اور بہت سے مسلمان اور کچھ عورتیں بھی ماری گئیں ۔ احمد اللہ خاں کی ایک توپ پھٹ گئی اور دوسری پھڑ پہیہ سے اتر پڑی ۔ اُس پر بھی اُس کے سواروں نے جو سرکاری تعلیم یافتہ تھے بہت دلاوری کی اور چودھری صاحب بھی خوب لڑے ۔ آخر سپاہ احمد اللہ خاں مغلوب ہوئی اور بھاگ نکلی اور میدان چودھری صاحبوں کے ہاتھ رہا ۔ اُس دن لڑائی تھم گئی اور احمد اللہ خاں گڑھی میں گھرا رہا ۔ رات کے وقت احمد اللہ خاں مع چند آدمیوں کے جو اُس کے پاس تھے اور اپنی ٹوٹی توپوں کو ہاتھی پر رکھ کر براہ نگینہ نجیب آباد بھاگ گیا اور چودھری صاحبوں کی فتح ہوئی اور گڑھی اُن کے ہاتھ آ گئی ۔

مہاراج سنگھ کا بجنور پرچڑھائی کرنا ۔

اسی تاریخ یعنی پانچویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو چودھری مہاراج سنگھ ہلدور والہ نے جو ہلدور میں موجود تھا بشرکت چودھری نین سنگھ اور چودھری جودھ سنگھ رئیسان بجنور کے جو دھام پور

سے براہ ھلدور جہالر میں آ گئے تھے بجنور میں نا محمود خاں پر چڑھائی کا ارادہ کیا اور رات کو ھلدور سے روانہ ہوئے اور مع ایک ضرب توپ اور کئی جزائیل اور تخمیناً چار ہزار آدمی کی جمعیت سے چھٹی اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو دفعۃً ساڑھے پانچ بجے بجنور کے قریب آ گئے کہ اُن کے ڈھول اور تاشہ کی آواز بجنور میں آنے لگی اور اونچے مکانوں پر سے اُن کے لشکر کے نشان دکھائی دیتے تھے، اس وقت نا محمود خاں کے ھاں ناچ ہو رہا تھا۔ وہ خواب غفلت سے چونکا اور ہر شخص سے پوچھتا تھا کہ یہ کیا ہے اور کون ہے اور کیوں آتے ہیں افسوس اگر میں اُن کے پاس ہوتا تو کہتا کہ حضور اب معلوم ہو جاتا ہے۔

بجنور کی لڑائی اور نا محمود خاں کی شکست

اُسی وقت نواب کے ھاں سپاہ کی کمر بندی ہو گئی اور سعد اللہ خاں منصف امروھہ جو نواب سے ملنے آیا ہوا تھا ھاتھی پر سوار ہو کر اور کچھ سوار اپنے ساتھ لے کر دیکھنے گیا اور اُس نے اپنی آنکھ سے چودھریوں کو دیکھ کر نا محمود خاں سے آن کر کہا کہ چودھری چڑھ آئے۔ نا محمود خاں کا رنگ زرد ہوگیا اور ہوش جاتے رہے اتنے میں چودھری نین سنگھ اور چودھری جودھ سنگھ گھوڑوں پر سوار بجنور کے بازار میں آئے۔ میں اور سید تراب علی اُس وقت تحصیل کے دروازے پر کھڑے تھے۔ میں نے چودھری جودھ سنگھ سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ اُس نے بآواز بلند یہ بات کہی کہ نواب نے اپنے ھاتھوں نوابی پر خاک ڈال دی۔ اب تھوڑی دیر میں دیکھنا کیا ہوتا ہے اور اُسی وقت چودھری نین سنگھ اور چودھری جودھ سنگھ نے شہر کی ناکہ بندی کرلی اور آدمی متعین کردیے کہ کوئی شخص شہر میں نہ آنے پاوے اور شہر کو نہ لوٹے در حقیقت یہ بندوبست ایسی ہوشیاری سے کیا گیا

تھا کہ اس دن شہر کا بچانا صرف اُن دونوں چودھریوں کا کام تھا شہر کے مسلمانوں نے بھی اس دن کوئی بات اعانت اور مدد نواب کی برخلاف چودھریوں کے نہیں کی جب کہ یہ معاملہ پیش آیا تو نواب بھی لاچار جبراً و قہراً ہاتھی پر چڑھ کر اور جو سپاہ اس وقت قریب چار سو آدمی اور تیس چالیس سوار کے موجود تھی ان کو لے کر میدان میں آیا ۔ بخارے کے باغوں پر دونوں کا مقابلہ ہوا ۔ اول ایک باڑ بندوق کی طرفین سے چلی ۔ چار آدمی چودھریوں کی طرف سے زخمی ہوئے اور ایک مارا گیا ۔ نواب کی طرف کا کوئی آدمی میں نے زخمی نہیں دیکھا اور نہ کسی کی لاش دیکھی لوگ کہتے ہیں کہ اُدھر کے آدمی بھی مارے گئے اور زخمی ہوئے اتنے میں نواب کی طرف سواروں نے متفرق ہوکر توپوں پر حملہ کرنا چاہا تھا کہ دفعةً ایک فیر توپ کا اور ایک ایک فیر جزائلوں کا چودھریوں کی طرف سے سر ہوا نواب نے توپ کی آواز سنتے ہی ہاتھی پھیر دیا اور کوٹھی پر آن کر اپنے چھوٹے بیٹے کو ہاتھی پر بٹھا بھاگ نکلا ۔ بڑا بیٹا اُس کا غضنفر علی خان ننگے پاؤں گھوڑے پر بیٹھ بھاگ گیا ۔ سپاہ تمام اُس کی اور سوار تتر بتر ہو گئے اور شکست فاحش نواب کو نصیب ہوئی نا محمود خان اور سعد اللہ خان مع بہت قلیل جماعت کے براہ منڈاور نجیب آباد پہنچا اور تھوڑی دیر پہلے اُس سے احمد اللہ خان جو شیر کوٹ سے بھاگا تھا نجیب آباد پہنچ چکا تھا ۔ سب بھاگے ہوئے نجیب آباد میں جمع ہو کر اور آپس میں گلے لگ لگ کر خوب روئے ۔

کوٹھیوں اور سرکاری دفتر کا جلنا اور خزانہ کا لٹنا

اس فتح کے ہوتے ہی تینوں چودھری صاحب اس کوٹھی پر جس میں جناب صاحب کلکٹر بہادر رہتے تھے اور اب نا محمود خان اُس میں رہتاتھا جا بیٹھے اور گنواروں نے جن کا قابو مین رکھنا ناممکن

تھا اور در حقیقت لوٹ کی توقع پر جمع ہوئے تھے یورش کی اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کے بنگلہ میں اور سواروں کے لیے جو نا محمود خاں نے پھونس کی بارکیں بنائی تھیں اُن میں آگ لگا دی اور لوٹنا شروع کیا ۔ جس قدر اسباب ڈاکٹر منیٹ صاحب بہادر اور لمیتر صاحب کا کہ نجیب آباد کے جانے سے باقی رہ گیا تھا اور اس ملک کی پیدائش عیسائیوں کا اسباب جو چھکڑوں پر واسطے جانے نجیب آباد کے لدا کھڑا تھا اور جو اسباب نا محمود خاں کا اور جملہ کتابیں اور باجا اور متفرق اسباب جناب صاحب کلکٹر بہادر کا جو کوٹھی میں تھا اور جس قدر افیم اور کاغذ اسٹامپ اور اور ٹکٹ ڈاک جو کچھ کہ خزانہ میں باقی تھا اور تمام اسباب جیلخانہ اور شفا خانہ کا اور جس قدر روپیہ کوٹھی میں تھا جس کی تعداد لوگ سترہ ہزار بیان کرتے ہیں اور غالب ہے اس قدر یا اس کے قریب ہو سب لٹ گیا مگر مسٹر نمیتر صاحب کی کوٹھی جو اسباب سے خالی ہو گئی تھی چودھری جودھ سنگھ کی تدبیر سے جلنے اور خراب ہونے سے بچ گئی ۔ مشہور ہے کہ گنواروں سے وعدہ ہو گیا تھا کہ شہر کو اور لمیتر صاحب کی کوٹھی کو نہ لوٹیں مگر دفتر سرکاری اور مال و اسباب سرکار کی اُس وقت تک کسی کو قدر نہ تھی۔

پھر ان ہی بے قابو گنواروں نے کچہری کی کوٹھی پر حملہ کیا اور انگریزی دفتر کی کتابیں اور سرویری نقشہ جات کی کتابیں اور جو اسباب لوٹنے کے قابل تھا لوٹ لیا اور کلکٹری اور فوجداری کے دفتر میں چھپر ڈال کر آگ لگا دی اور متفرق بستہ جو اور کمروں میں تھے نکال نکال کر اُسی جلتی آگ میں ڈال دیے ۔ چند کمرے کچہری کی کوٹھی کے جل کر گر پڑے اور ایسا آراستہ دفتر فوجداری اور کلکٹری اور صدر امینی اور رجسٹری

دستاویزات کا جو ابھی تنتھی الف اور بے سے مرتب ہو چکا تھا خاک ہوگیا ۔

چودھریوں کے نام سے بجنور میں منادی ہونا اور اس کی عجائبات

اسی ہنگامہ میں پکے باغ کا محلہ جو آبادی بجنور سے علیحدہ اور جیلخانہ کے قریب تھا دو دن تک لٹتا رہا اور گھر بھی جل گئے اور اس دن بجنور میں چودھری صاحبوں کے نام سے ان الفاظ سے منادی ہوئی کہ خلق خدا کی ملک بادشاہ کا حکم چودھری نین سنگھ اور چودھری جودھ سنگھ بجنور والوں اور ہلدور کے چودھری صاحبوں کا 'ڈھم ، ڈھم' ان الفاظ کے سننے سے خدا کی قدرت یاد آتی تھی ۔ جب میں نے یہ منادی سنی تو کہا سبحان اللہ ہم تو کتابوں میں یہ بات پڑھتے آتے تھے کہ ''دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند'' یہاں یہ تماشا ہے کہ پنج بادشاہ در یک ضلع میگنجند ۔ نہیں نہیں ، ان کی تمثیل یوں کہنی چاہیے کہ دہ درویش در یک گلیمی بخسپند ۔ غرضکہ اس ہنگامہ میں آبادی بجنور پر کسی طرح کا صدمہ نہیں پہنچا ۔ ایک بجے کے قریب چودھری مہاراج سنگھ کا سوار مجھ کو اور سید تراب علی تحصیلدار کو کہ ہم دونوں تحصیل کے مکان میں دروازہ بند کیے بیٹھے تھے ، بلانے آیا ۔ ہم دونوں وہاں گئے اور دفتر کے کمروں میں سے آگ کے شعلے نکلتے ہوئے دیکھ کر ہمارا دل دھڑک اٹھا اور سرکاری افیم جو اس وقت لٹ رہی تھی اس کو دیکھ کر ہماری جان تلخ ہو گئی ۔ تھوڑی دیر ہم وہاں ٹھہر کر واپس آئے ۔ چار بجے سب چودھری صاحب تحصیل میں آئے اور چند منٹ ٹھہر کر چودھری مہاراج سنگھ مع اپنے ساتھی کمک کے روانہ ہلدور ہوئے اور چودھری نین سنگھ اور جودھ سنگھ نے حفاظت آبادی بجنور اور انتظام وہاں کا اپنے قبضہ میں رکھا ۔

سواھیڑی اور چھتاور کے مسلمانوں کا مارا جانا اور مسجدوں کا ٹوٹنا

شام کے قریب اکثر غول گنواروں کے اپنے اپنے گھر پھرگئے - جاتے وقت کسی غول نے کھاری کے جولاھوں کو جو مسلمان تھے لوٹ لیا اور کئی جولاھے مار ڈالے - سواھیڑی کے جاٹوں نے وھاں کے مسلمان بساطیوں کو جو مالدار تھے لوٹا اور مسجد سواھیڑی کو توڑ ڈالا - ساتویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو چھتاور کے جاٹوں نے اصغر علی کو جو معزز آدمی تھا اور اس سے اور جاٹوں سے عداوت چلی آتی تھی مار ڈالا - اور اس کی ٹانگ میں رسی باندھ کر گھسیٹا اور مسجد چھتاور توڑ ڈالی - خاص بجنور میں مردھوں کے محلے میں مسلمانوں اور گوجروں میں تکرار ہوئی اور ایک آدمی مارا گیا اور طرفین کے کچھ زخمی ھوئے - گوجروں نے اس محلے کو اور نیز محله قاضی پاڑہ کو لوٹنا اور مسلمانوں کو مارنا چاھا مگر چودھری نین سنگھ خود گیا اوز فساد رفع کیا - اس قسم کی باتیں پے در پے ایسی ھوتی گئیں کہ ھندو اور مسلمان کی عداوت کا درخت جس کا بیج شیر کوٹ کی لڑائیوں میں بویا گیا تھا بہت بلند ھوگیا جس کا جڑ سے اکھڑنا نا ممکن تھا ، مگر چودھری نین سنگھ اور چودھری جودھ سنگھ بہت اس بات کے درپے تھے کہ ھندو و مسلمان کی تکرار نہ بڑھے اور مسلمانوں کی طمانیت اور ھندوؤں کو فہمائش کرتے تھے مگر کوئی آئینی فوج نہ تھی جو چودھریوں کا حکم مانتی بلکہ وہ گنوار چودھریوں کی کیا حقیقت سمجھتے تھے -

ان فتوحات کے بعد چودھریان ھلدور میں اور چودھری صاحب تاج پور ، تاج پور میں چلے آئے اور چودھریان بجنور ، بجنور میں رھے اور آٹھویں اگست ۱۸۵۷ء کو چودھری امراؤ سنگھ اور بسنت سنگھ اپنی گڑھی شیر کوٹ میں جا بیٹھے -

طرفین کی سپاہ اورگولہ اندازوں کا حال

میں کچھ نا مناسب نہیں سمجھتا اگر اس مقام پر طرفین کی سپاہ کا کچھ حال بیان کروں ۔ نواب کی سپاہ میں سب لوگ ملازم تنخواہ دار تھے اور اکثروں کے پاس بندوقیں تھیں اور وہ لوگ بندوق لگانی بھی جانتے تھے بلکہ بہت سے پٹھان بہت اچھے بندوقچی تھے اور تخمیناً چالیس تلنگہ نمک حرام فوج کے جس کا افسر رام سروپ جمعدار جیلخانہ تھا ، بہت عمدہ سپاھی قواعد دان تھے ۔ اور باقی دھنیے جولاھے تھے جنھوں نے سوت کے تار کے سوا کبھی تلوار نہ پکڑی تھی ۔ سوار بھی نواب کے بہت اچھے تھے ۔ علی الخصوص چند سوار سرکاری رجمنٹوں کے جو وھاں موجود تھے وہ ھر طرح کی لڑائی جانتے تھے اور انھوں نے بہت سے سواروں کو اگر قواعد دان نہ بنایا تھا تو سپاھی تو ضرور کر لیا تھا ۔ چودھری صاحبوں کی طرف صرف مانگی پکار تھی کہ جب گنواری بگل کانوں میں پٹتا تھا سب گنوار جمع ھو جاتے تھے ۔ چودھری صاحب جو ان کو اکٹھا کرتے تھے دونوں وقت پوریاں اور کھانا پکا پکا کر دیتے تھے ۔ اس سبب سے چودھری صاحبوں نے بہت زیر باری اٹھائی ۔ چودھری پرتاپ سنگھ رئیس تاج پور کے ھاں مدت تک هزارها گنوار جمع رھے اور پانچ پانچ چھ چھ هزار آدمی کو انھوں نے کھانا دیا ۔ شیر کوٹ کی چڑھائی میں چودھری پرتاب سنگھ کے سبب بہت آدمی جمع ھوئے تھے اور در حقیقت دھام پور میں لام کا اس کثرت سے جمع ھونا اور چودھریان کانٹ کا مع اپنی جمعیت کے آنا صرف چودھری پرتاب سنگھ کا سبب تھا اور اسی جہت سے نہایت زیر باری ان لوگوں کے کھانا دینے میں چودھری صاحب نے اٹھائی ۔ علی هذالقیاس چودھریان هلدور بھی مدت تک ان گنواروں کے کھانا دینے میں زیر بار رھے ۔ میں نے اپنی

آنکھ سے ھلدور میں دیکھا کہ دن رات چودھریان ھلدور کے ھاں ان گنواروں کو کھانا دیا جاتا تھا ۔ کوئی وقت دن رات میں ایسا نہ تھا کہ دو دو سو تین تین سو آدمیوں کا غول بیٹھا کھانا نہ کھاتا ھو ۔ چودھریان بجنور نے بھی جہاں تک اُن سے ھو سکا اس قسم کی زیر باری اٹھائی ۔ پھر ان گنواروں کے غول کا یہ حال تھا کہ صرف لوٹ کے لالچ سے جمع ھوتے تھے اور لوٹنے کے سوا اور کچھ مطلب اور دلی مقصد اُن کا نہ تھا ۔ اطاعت کا یہ حال تھا کہ جو اپنا دل چاھتا تھا وہ کرتے تھے اور کسی چودھری کی بات نہ مانتے تھے بلکہ بارھا چودھریوں کے سامنے سخت کلامی اور بد زبانی سے پیش آتے تھے ۔ لاچار چودھریوں کو خود دبنا پڑتا تھا ۔ بہادری کا یہ حال تھا کہ جہاں کسی کے غول میں سے کوئی آدمی زخمی ھو کر یا مر کر گرا اور سارا غول بھاگا ۔ پھر اگر رسی باندھ کر کھینچو تو نہ تھمتے تھے ۔ بہتیرا کہتے تھے کہ ارے بھائیو! پوریاں تو یوں دوڑ دوڑ کر لیتے تھے اور اب بھاگے جاتے ھو ۔ کوئی نہ سنتا تھا ۔ ھتھیار اور سامان کا یہ حال تھا کہ بڑے سے بڑے غول میں آٹھ سات دس بندوقوں سے سوا نہ ھوتی تھیں ۔ اکثروں کے پاس برچھی اور ٹوٹی تلوار یا گنڈاسہ اور بعضوں کے پاس نری لاٹھی ۔ نتیجہ اس بیان کا یہ ھے کہ نواب کی دونوں جگہ شکست ھونی ایک اتفاقیہ بات تھی ۔ دونوں طرف کے فوجوں کا سچا سچا حال سن کر کوئی عقلمند اس بات پر رائے نہیں دینے کا کہ یہ گنواروں کی بھیڑ نواب کی فوج پر فتح پاتی ۔ اصلی سبب ان دونوں جگہ کی فتح کا یہ ھوا کہ اُس زمانے میں نواب کے پاس توپیں صرف دو تھیں اور وہ دونوں شیر کوٹ پر گئی ھوئی تھیں ۔ اُن میں سے ایک توپ پھٹ گئی اور ایک گر پڑی ۔ احمد اللہ خاں صرف اس دھشت کے مارے کہ توپوں کا جو چودھریوں کے پاس

ہیں مقابلہ نہ ہو سکے گا اور آدمیوں کی کثرت سے ڈر کر رات
کو گڑھی میں سے بھاگ گیا ۔ بجنور میں نا محمود خاں کے پاس کوئی
توپ نہ تھی جب اُس کے کان میں چودھریوں کی توپ کی آواز
پہنچی اُسی ڈر سے نواب بھاگ گیا ۔ کیونکہ اس زمانے تک توپ
کا ڈر بہت تھا اور یہ بات پیچھے تجربہ میں آئی ہے کہ ہندوستانی
توپ سے کوئی آدمی نہیں مر سکتا ۔

توپوں کا حال

اب بے اختیار دل چاہتا ہے کہ کچھ تھوڑا
سا توپوں کا حال بھی لکھوں ۔ طرفین کی توپیں اور طرفین کے
گولہ انداز ایسے خوب تھے کہ اگر ہمالیہ پہاڑ نشانہ کی جگہ
رکھ کر اُن سے کہا جاوے کہ اس پر گولہ مارو تو خدا سے
امید یہی ہے کہ ہمیشہ خطا کرے گا ۔ بلکہ اگر خطا سے بھی
خطا نہ کرے تو خطا وار ہوگا ۔ ہلدور کی شکست کے دن نواب
کے گولہ اندازوں نے اُس مکان پر جس میں میں اور ڈپٹی صاحب
تھے ستر گولہ سے کم نہ مارا ہوگا مگر ایک بھی نہ لگا ۔ حالانکہ
اُس کے سامنے بہت صاف میدان اور بہت اچھا موقع نشانہ لگانے کا
تھا ۔ جب کہ ہم نے اُن کے توپ کے مورچہ پر اپنے مکان سے
جزائیل اور بندوق کی گولیاں مارنی شروع کیں تب انھوں نے
ہمارے مکان کے مقابل سے مورچہ توپ کا اٹھا لیا ۔ میں قسم کھا
کر کہہ سکتا ہوں کہ اتنی لڑائیوں میں ایک آدمی بھی توپ کے
گولے سے نہ مرا ہوگا ۔

رائے اس امر میں کہ ان لڑائیوں کو لوگ کیا سمجھتے تھے

اس امر میں رائے لکھنے کو میں
بہت عمدہ بات سمجھتا ہوں کہ یہ
لڑائیاں جو ہوئیں آیا لوگوں کے دل میں جو طرفین کے طرف لڑنے
کو جمع ہوتے تھے یہ بھی خیال تھا کہ ان میں سے کسی کے ساتھ
ہو کر لڑنا سرکار دولتِ مدار انگریزی کے بر خلاف لڑائی کرنی ہے

میں اس میں کچھ شک نہیں کرتا کہ نواب کے حال و قال اور جو جو کام وہ کرتا تھا اُن سے سب کو ظاہر ہو گیا ہوگا کہ نواب سرکار کے بر خلاف ہے اور اُس کا دلی ارادہ سرکار کی بد خواہی اور دل کی دعاء (کہ خدا اُس کی دعا کو اُسی پر ڈالے) زوال حکومت سرکار تھا اور چودھری صاحبوں کا کچھ ارادہ خود سری حکومت اور ملک گیری کا نہ تھا ۔ مگر ضلع کے لوگوں کا میری رائے میں یہ حال تھا کہ ان لڑائیوں میں نواب کے ساتھ ہو کر چودھریوں سے لڑنے کو سرکار سے لڑنا یا بر خلاف سرکار کے لڑائی کرنی نہیں سمجھتے تھے ۔ سب کے خیالوں میں چودھریوں اور نواب کا مقابلہ تھا جس میں گویا سرکار بیچ میں سے علیحدہ تھی اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ جو لوگ چودھری صاحبوں کے ساتھ ان لڑائیوں میں شریک تھے اپنے تئیں چودھری صاحبوں کا حالی اور مددگار سمجھتے تھے ۔ سرکار دولت مدار انگریزی سب کے دلوں سے الگ تھی کہ ہماری اس رائے کی تصدیق اوپر کے تمام حالات اور دفتر سرکاری کا جلنا اور تمام مال سرکاری کا لٹنا بخوبی کرتی ہے ۔

جناب صاحب کلکٹر کے خط کا چودھریوں کے نام آنا

ان لڑائیوں کے بعد ایک خط جناب مسٹر الگزنڈر شکسپیئر صاحب بہادر کلکٹر و مجسٹریٹ بجنور کا بنام چودھریان ہلدور و چودھری پرتاپ سنگھ رئیس تاج پور اور چودھری امراؤ سنگھ رئیس شیر کوٹ آیا ۔ اُس کے آنے کے بعد چودھری صاحبان اس بات پر متوجہ ہوئے کہ جملہ حالات ضلع کی اطلاع حکام کو کی جائے ۔ چنانچہ اُس خط کی نقل اس مقام پر لکھتے ہیں :-

نقل خط

نقل خط مذکور مؤرخہ ساتویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء مقام منصوری ۔

" ان دنوں میں چند خبر ہا بابت بجنور استماع میں پہنچیں ۔

سب سے دریافت ہوتا ہے کہ خاص تمھارے علاقے میں انتظام جہاں تک ہو سکے بخوبی چلتا ہے ۔ مگر نواب محمود خاں صاحب تقاضائے شدید بابت اقساط گذشتہ کے ایسا کرتے ہیں کہ کل تعلقہ داران نہایت ناراض ہیں ۔ فقط ۔ حالانکہ آپ کو واضح ہوگا کہ وقت روانہ ہو جانے ہمارا انتظام ضلع ھذا سپرد نواب صاحب کے کیا گیا اس امید سے کہ ساتھ خیرخواہی تمام انتظام اُن کی طرف سے بخوبی ہو جاوے ۔ چونکہ عرصے سے کسی طرح کا خبر نواب صاجب کا ہمارے پاس نہیں پہنچا ہے بلکہ چند خطوط پاس نواب صاحب بھیجے گئے ہیں مگر جواب ایک خط کا بھی نہیں بھیجتے ہیں اس لیے لاچار ہو کر اور بسبب بےخبری اصل حال ضلع اب تم کو لکھا جاتا ہے کہ بالفعل اور تا حکم ثانی تم تعلقہ دار اپنے علاقے کا انتظام اپنے ذمے سمجھو اور زرقسط سرکاری اپنے پاس امانت رکھو ۔ فقط ۔ آج کے دن خط پاس نواب صاحب کے بھی روانہ ہوتا ہے ۔ دیکھا چاہیے کہ کیا وجوہات اُن کی طرف سے پیش ہوں گی کہ خطوط ایں جانب کا بے جواب رہا ۔ یقین ہے کہ چند روز میں اُن کی طرف سے جواب ایں جانب کے پاس پہنچے گا آپ کو اطلاع دی جاوے گی ۔ زیادہ لکنھا فضول ہے ۔ اس لیے کہ کوتہ اندیشاں کا حال جو نمک حرامی کے ساتھ کمر باندھ لی ہے تم کو بخوبی معلوم ہوا ہے ۔ بلا شک واضح ہوگا کہ چند روز نہیں گزرے گا کہ دخل سرکاری ہو جاوے ۔ آپ خاطر جمع رکھو ۔ بدستور سابق بخوبی سمجھو کہ جو لوگوں نے اس زمانے میں خاطرداری نیک ادائی پیش کرے گا اُن کے واسطے حد سے بہتر ہوگا ‘‘۔

بجنور کی لڑائی کے وقت اپنا حال اور پار اترنے سے چودھریان بجنور کا مانع ہونا

جبکہ بجنور میں لڑائی ہوئی تو ڈپٹی کلکٹر صاحب ہلدور میں تھے اور ہماری کمیٹی کے تینوں ممبر یعنی

میں اور سید تراب علی تحصیلدار بجنور اور پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر بجنور میں اپنے اپنے مکان بند کیے بیٹھے تھے اور جو صدمہ ہمارے دل پر تھا اُس کا بیان کرنا ناممکن نہیں ، کیونکہ ہمارے خیال میں بھی نواب کی شکست ہونی نہیں آتی تھی اور خوب ہم کو یقین تھا کہ نواب ہم تینوں کی جان نہیں بخشنے کا ۔ کیونکہ سچا جرم طرفداری اور خیر خواہی سرکار اور خفیہ خط و کتابت کا جو اُس نے ہماری طرف لگا رکھا تھا اُس کے سوا یہ بڑا شبہ اُس کے دل میں پیدا ہوا تھا کہ چودھریوں کا لڑنا علی الخصوص چودھریان بجنور کا بمقابلہ پیش آنا یہ ہم لوگوں کے اغوا سے ہوا ۔ حالانکہ ہم اس اخیر الزام سے بالکل بری اور بے خبر تھے ۔ جب کہ نواب کی شکست ہوئی ہم نے اپنی زندگی دوبارہ سمجھی اور یہ بات چاہی کہ گنگا پار میرٹھ چلے آویں کیونکہ جو ظالم ہمارے سد راہ ہو رہا تھا اور ہم کو بجنور سے نہیں نکلنے دیتا تھا نہ رہا تھا ، مگر گھاٹ پر چودھری صاحبوں کا بند و بست تھا اور غدر راہ کا ایسا ہوگیا تھا کہ بدون اعانت اور مدد چودھری صاحبوں کے ایک قدم راہ طے کرنی ممکن نہ تھی ۔ اس لیے ہم نے چودھریان بجنور سے چند روز تک نہایت عاجزی سے التجا کی مگر انہوں نے ہم کو نہ نکلنے دیا اور جو ہماری قسمت میں مصیبت تھی ہم پر پڑی ۔

میں کچھ برائی کا الزام اس بات میں چودھری صاحبوں کو اپنے نہ نکلنے میں نہیں دیتا بلکہ اُن کو یا یہ بے جا خیال دل میں رہا کہ یہ لوگ حکام انگریزی کے پاس جا کر اپنی سرخروئی اور اپنی خیر خواہی ہم سے زیادہ جتاویں گے یا یہ سمجھے کہ دفتر جلنے یا مال سرکاری لٹنے کا حال صاف کہہ دیں گے اور پھر کئی دن بعد اُن کو یہ خیال ہوا کہ ان کے چلے جانے سے انتظام ضلع

کا نہ ہو سکے گا اور رعایا کے دل ٹوٹ جاویں گے ۔ مگر ہم کو یہاں کے رہنے سے کمال رنج تھا کہ ہم نہایت بے بس اور بے کس تھے اور ہمیشہ ہم کو یقین تھا کہ اب نواب بجنور چھین لے گا اور ہم پکڑے اور مارے جاویں گے ۔

عرضیاں حالات ضلع کی بحضور حکام بھیجنا

جبکہ ہم کو بجنور سے چھوٹنے اور حکام کے پاس حاضر ہونے کی توقع جاتی رہی تو ہم تینوں آدمیوں نے عرضیاں تمام حالات جنگ اور شکست ہونے نواب کی بحضور جناب مسٹر ولسن صاحب بہادر اور جناب صاحب کلکٹر بہادر اور اور حکام انگریزی کے لکھیں اور سر رشتہ کی روبکاری در باب جل جانے دفتر دیوانی کے روانہ کی اور جملہ چودھری صاحب پہلے سے بھی خط و کتابت حکام انگریزی سے رکھتے تھے اور جناب صاحب کلکٹر بہادر کے خط کے آنے کے بعد زیادہ تر متوجہ تحریر حالات ہو گئے تھے اور ہماری کمیٹی کے ایک ممبر پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر بھی اس بات کی ہمیشہ تائید کرتے رہتے تھے اور سرکار انگریزی کی حکمت جبلی اور شجاعت ذاتی کو جو اچھی تعلیم یافتہ ہونے کے سبب ان کو معلوم تھی ہر ایک کو سمجھاتے رہتے تھے اور بعض آدمیوں کی زبان پر جو یہ بات آ جاتی تھی کہ بسبب نمک حرام ہو جانے کل فوج ہندوستانی کے سرکار کی عملداری کو پائداری ہونا بہت مشکل ہے اس خیال کو شائستہ تقریر سے دور کرتے تھے اور خاص میرا قول اور دلی رائے جس میں کبھی فرق نہیں آیا یہ تھی کہ فتح و شکست کثرت و قلت تعداد آدمیوں پر موقوف نہیں ہے اور بڑی شجاعت بھی کام نہیں آتی بلکہ دانائی اور تدبیر اور قواعد جنگ اور ہتیاروں کو علمی اور عملی قواعد سے کام لانے سے ہوتی ہے ۔ پھر بہت بھیڑوں کا گھتیلے اور داؤں گیرے ایک شیر کے سامنے بھی جمع

ہونا کیا حقیقت رکھتا ہے ۔ ان باتوں پر لحاظ کر کے جملہ چودھری صاحبوں نے بھی اپنی اپنی عرضیاں متضمن ان وارداتوں اور اپنی اطاعت اور فرماں بردار ہونے سرکار کے بحضور حکام روانہ کیں اور فرمان بادشاہی جو نا محمود خاں کے نام آیا تھا اور بعد بھاگنے نا محمود خاں کے اُس کے کاغذات میں سے پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر نے تلاش کر کے مع اور مفید اور بکار آمد کاغذوں کے نکالا تھا اُس فرمان کو چودھری جودھ سنگھ رئیس بجنور خود لے کر بحضور جناب مسٹر ولسن صاحب بہادر اسپیشل کمشنر اور صاحب جج مراد آباد روانہ میرٹھ ہوئے ۔

صدر امین اور تحصیلدار اور ڈپٹی انسپکٹر کا ہلدور جانا

مگر ہمارا اضطرار قیام بجنور سے بدستور تھا اور ہم سنتے تھے کہ نا محمود خاں اور علی الخصوص احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں درستی سامان جنگ میں مصروف ہیں اور اُن کی سپاہ بھی اُن کے پاس جمع ہوتی جاتی ہے اور قریب چار ہزار آدمی ملازم کے وہاں جمع ہوگیا ہے اور ضرور ارادہ بجنور پر حملہ کرنے کا ہے بلکہ دو دفعہ خاص بجنور میں غلغلہ پڑ گیا کہ نواب چڑھ آیا اور عجیب حالت بجنور میں صرف اس غلغلہ سے ہو گئی اور چودھری جودھ سنگھ جو کنویں میں سے روپیہ تلاش کرنے کو بیٹھے تھے ایسے بے اوسان گھر پر پہنچے تھے کہ سب کی جان ہوا ہو گئی تھی اور چودھری نین سنگھ کے بھی ہوش جاتے رہے تھے ۔ اس سبب سے ہم کسی طرح اپنی جان کو بچا ہوا نہیں سمجھتے تھے اور ہر وقت بجنور سے نکلنے کی تدبیر میں تھے مگر اپنے بس کی کوئی بات نہ تھی ۔ لاچار ہم نے یہ تدبیر کی کہ کسی حکمت سے ہم ہلدور چلے جاویں ۔ چودھری رندھیر سنگھ فہمیدہ آدمی ہے ۔ اُن سے کہیں کہ ہمارے روکنے سے بجز اس کے کہ ہماری جان جاوے اور کچھ فائدہ نہیں

ہے ۔ ہمارے حال پر رحم کر کے ہم کو گنگا پار اتار دو ۔ چنانچہ چودھری نین سنگھ صاحب بھی ہلدور جانے اور پھر واپس آنے کے اقرار پر راضی ہوئے۔ ہم نے بجنور سے نکلنا غنیمت سمجھا اور چودھری نین سنگھ صاحب نے چند آدمی اپنے معتمد ہمارے ساتھ کیے ۔ اس فہمائش سے کہ پھر ہم کو بجنور واپس لاویں اور میں اور سید تراب علی تحصیلدار اور پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر بارھویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو ہلدور روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر بجنور کے واپس آنے سے انکار کیا مگر پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر اس سبب سے کہ اُن کے قبائل سب بجنور میں تھے اُن کو واپس آنا ضرور تھا ۔ چنانچہ تیرھویں تاریخ کو وہ بجنور میں واپس آئے ۔

ہلدور میں جو رئیس جمع تھے اُن کا بیان اور وہاں کے مشورہ کی کیفیت

جب ہم ہلدور پہنچے تو چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاج پور بھی وہاں تھے اور میر صادق علی رئیس چاند پور بھی وہاں آئے ہوئے تھے اور درباب انتظام ضلع گفتگو مقصود تھی ۔ ہم نے تو مداخلت انتظام ضلع سے بدون حکم سرکار صاف انکار کیا ۔ میر صادق علی کی یہ رائے پائی کہ جس طرح جناب کلکٹر صاحب بہادر نے اپنے خط مورخہ ساتویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء میں لکھا ہے ہر ایک رئیس اپنے اپنے علاقہ کا انتظام کرے کہ اس میں پرگنہ چاند پور کی جداگانہ حکومت میر صادق علی کی قائم رہتی تھی ۔ ہم نے ہلدور سے ایک اور عرضی جملہ رئیسوں کی طرف سے اور اپنی اور سید تراب علی اور ڈپٹی صاحب کی طرف سے کہ یہ سب ہلدور میں موجود تھے جناب مسٹر ولسن صاحب بہادر کے پاس روانہ کی اور کنھیا لال ڈگری نویس محکمہ صدر امینی کو بھی بھیجا اور اسی تاریخ چودھری رندھیر سنگھ رئیس ہلدور اور چوھدری پرتاب سنگھ رئیس تاج پور اور میر صادق علی رئیس چاند پور

واسطے انتظام کے روانہ بجنور ہوئے کہ ۱۰ تاریخ کو میر صادق علی چاند پور چلے گئے اور چودھری صاحبان وہاں مقیم رہے ۔ ان تمام گفتگوؤں میں جیسی اچھی رائے ہم نے چودھری پرتاپ سنگھ کی پائی اور ہر وقت جیسا ڈر حکام انگریزی کا ان کے دل میں ہم نے پایا اور کسی میں نہیں دیکھا ۔ ہر دم اُس کی زبان پر یہ بات تھی کہ فلاں کام کرتے تو ہو مگر یہ بھی خیال ہے کہ حکام انگریزی اس پر کیا کریں گے ۔ غرضکہ اُن معاملات کے بعد چودھری بدھ سنگھ صاحب سے ہم نے اپنا مطلب عرض کیا کہ ہم کو مدد دے کر پار اتروا دو ۔ ہمارے اصرار پر انھوں نے اقرار کیا اور پچاس آدمی دینے تجویز کیے اور یہ بات ٹھہری کہ سید تراب علی تحصیلدار بجنور نگینہ میں جا کر به اعانت رام دیال سنگھ جو اُسی روز واسطے انتظام نگینہ اور لانے سانچہ توپ کے جو نتھو خاں نے نواب کے لیے بنوائی تھی روانہ نگینہ ہوتے تھے اپنے قبائل کو ہلدور میں لے آویں تاکہ ہم سب مل کر گنگا پار اتر جاویں اور سید تراب علی کو یہ بھی فہمائشؔ ہوئی کہ تم نگینہ میں مدت تک رہے ہو ۔ وہاں کے لوگوں کو فہمائش بھی کر دو کہ ہندو مسلمان آپس میں کچھ فساد نہ کریں ، چنانچہ سید تراب علی چودھویں اگست کو روانہ نگینہ ہوئے ۔

انتظام ضلع کے لیے کچھ سرکاری فوج آنے کی تجویز ہونا ۔

جب یہ عرضیاں چودھری صاحبوں کی اور ہماری میرٹھ میں بحضور حکام پہنچیں تو جملہ حکام کی رائے یہ قرار پائی کہ ایسی حالت میں تھوڑی سی فوج کا مع حکام ضلع، ضلع میں بھیج دینا مناسب ہے ۔ اور کچھ تھوڑی سی فوج کی واسطے لے جانے ضلع کے تجویز بھی ہوئی اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر اس امر میں بہت مساعی ہوئے ، چنانچہ جملہ حکام نے اس تجویز کو منظور کر کے

رپورٹ واسطے فراہمی فوج مجوزہ اور صدور حکم و اجازت روانگی ضلع کے بحضور گورنمنٹ آگرہ روانہ کی اور منتظر صدور حکم رہے اور یہ تجویز کی کہ محمد رحمت خاں صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر اور سید احمد خاں صدر امین یعنی مصنف تا تشریف آوری حکام انگریزی انتظام ضلع از جانب سرکار کریں ، چنانچہ پندرھویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء بمقام ھلدور شام کے وقت ہمارے پاس ایک خط جناب مسٹر ولسن صاحب بہادر جج اور اسپیشل کمشنر بنام میرے اور ایک خط بنام محمد رحمت خاں ڈپٹی کلکٹر اور ایک خط جناب مسٹر ولیم صاحب بہادر کمشنر میرٹھ کا بنام ہم دونوں کے اور ایک خط جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر جنٹ مجسٹریٹ کا بنام ہم دونوں کے واسطے انتظام ضلع کے پہنچے اور یہ سب خط مؤرخہ تیرھویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کے تھے - اگرچہ یہ سب خط ایک آفت کے وقت جن کا ذکر آوے گا ہم نے بجنور میں جلا دیے اور میرٹھ میں جب پہنچے تو معلوم ہوا کہ ان کی نقلیں بھی دفتر میں نہیں تھیں کیونکہ بہت جلدی میں اور نازک وقت میں لکھے گئے تھے مگر جو مضامین ان کے سب متحد تھے ہم کو یاد ہیں اس مقام پر لکھتے ہیں ۔ امید ہے بے تفاوت ہوں ۔

مضمون خط | خلاصہ مضامین خطوط مذکورہ مورخہ تیرھویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء بنام محمد رحمت خاں ڈپٹی کلکٹر و سید احمد خاں صدر امین بجنور :-

" جو کہ تمھاری تحریر سے اور چودھریان ضلع بجنور کی تحریر سے معلوم ہوا کہ بہ سبب ظلم اور زیادتی نواب کے جو چودھریان ضلع بجنور پر اس نے کی چودھریوں اور نواب میں مقابلہ ہوا اور نواب شکست کھا کر بھاگ گیا اور اب انتظام ضلع کا ضرور ہے اس لیے تم دونوں کو لکھا جاتا ہے کہ تم دونوں اہلکار سرکاری اپنے تئیں

تمام ضلع کا جانب سرکار سے منتظم سمجھ کر بالاتفاق انتظام ضلع کا کرو اور جملہ چودھریان ضلع بھی یہی درخواست رکھتے ھیں که تمھارے ھاتھ میں انتظام ضلع کا رھے"۔

چودھری صاحبوں نے جو اپنی عرضیاں بھیجی تھیں اُن کے جواب میں بھی یہی لکھا آیا که رحمت خاں صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر اور سید احمد خاں صدر امین کو منتظم ضلع مقرر کیا گیا تم لوگ اُن کے ممد و معاون رھو اور اب حکام انگریزی مع فوج کے جلد اس ضلع میں آجاویں گے چنانچه جناب مسٹر جان کری کرافٹ ولسن صاحب بہادر نے جو خط بنام چودھری امراؤ سنگھ رئیس شیر کوٹ لکھا تھا اور وہ ھم کو اُن کے پاس سے ملا ، اس مقام پر بلفظه نقل کرتے ھیں ۔

جناب مسٹر ولسن صاحب بہادر کا پروانه چودھری امراؤ سنگھ کے نام

"رفعت و عالی مرتبت گرامی قدر چودھری امراؤ سنگھ صاحب سلمه‌الرحمٰن ! عرضی آپ کی مشعر حالات ظلم اور بدعت نواب محمود خاں کے پہنچی سب حال معلوم ھوا کمال افسوس و رنج ھے که آپ کا اس قدر نقصان عظیم ھوا اور شیو راج سنگھ اور قبیله اُس کا قتل ھوئے۔ الله تعالیٰ کوئی آفت کسی شخص پر نازل نہیں کرتا که جس کے بعد کچھ تسلی نه ھو۔ اگر اس قدر ظلم یعنی غارت گری مال و قتل عزیزان تمھارا پٹھان لوگ نه کرتے تو تم سب رؤسائے ھنود یک دل ھوکر کیونکر اُس کو نکالتے اب تم سب ھنود نے اتفاق کر کر اُس ظالم نواب کو نکال دیا ۔ اگر سابق سے بھی تمھارے باھم ایسا اتفاق ھوتا تو جس قدر فوج باغی اُس نواح میں تھی اُس کا مارا جانا کیا مشکل ھوتا اور پھر کیا ضرورت چلے آنے ھم لوگوں کی وھاں سے ھوتی اور ایسی آفات تم لوگوں پر کیوں آتے. خیر سب

امور اپنے وقت معینہ پر منحصر ھیں اب بفضل خدا سب تکالیف تمھاری جلد رفع ھو جاتی ھیں بطلب ھماری جو آپ لکھتے ھیں ۔ سو ھم نے واسطے جانے بجنور کے گورنمنٹ کو لکھا ھے اور شیکسپیئر صاحب بھی پہاڑ سے بولائے گئے ھیں ۔ اب عنقریب بند و بست فوج کا ھو جاتا ھے ھم تھوڑی سی فوج معتبر لے کر عنقریب آویں گے اور سید احمد خاں صدر امین اور رحمت خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر کو لکھا گیا ھے کہ تا پہونچنے ھمارے وہ انتظام وھاں کا اچھی طرح کریں گے اور مسٹر پامر صاحب جنٹ مجسٹریٹ بجنور کا جو حال آپ نے دریافت کیا تھا سو وہ مظفر نگر میں ھیں میرٹھ میں آئے تھے ۔ سو آج رات کو میراں پور میں ھوں گے بطلب خط بنام والی رام پور جو آپ نے لکھا تھا سو ھم نے کل کی تاریخ خط انگریزی نواب صاحب والی رام‌پور کو لکھ بھیجا ھے اور ایک خط انگریزی مکرر آج بھی حسب درخواست آپ کے لکھ کر ان کے پاس بھیج دیں گے ۔ میرٹھ سے تالب گنگ ڈاک ھرکارہ کی معرفت پوسٹ ماسٹر صاحب میرٹھ بٹھائی جاتی ھے بجنور سے تا اس کنارہ آپ ھرکارہ معتبر اور خواہ مرد مسلح مقرر کر دیجیے اور حالات روزانہ اس نواح سے اطلاع دیتے رھیے اور واسطے عبور ھرکارہ کے ایک ڈونگی مقرر کر دیجیے ۔ حال لگا دینے توپ کا اپنے مکان پر بہ نسبت بھانجہ نواب ظالم جو آپ نے لکھا تھا سو اھل ھند جنھوں نے توپ نہیں دیکھی توپ سے بہت ڈرتے ھیں مگر جب توپ ناواقف کے ھاتھ میں ھے تب وہ توپ ھتیار نہیں جیسا لوگ خیال کرتے ھیں ۔ اگر یہ پٹھان لوگ تم اھل ھنود پر توپ لگا دیں تو یہ تدبیر کرنی چاھیے کہ دو دو آدمی چاروں طرف پھیل جاؤ اور بیچ میں فاصلہ سو سو قدم کا چھوڑ دو اور چاروں طرف سے ایک ھی وقت گولہ اندازوں پر حملہ کرو جب وہ توپ چلا چکیں ۔ جب توپ پچاس قدم رہ جاوے تب گویا تمھارے ھاتھ

لگ گئی ۔ سمجھو ۔ مگر جو بھیڑ کی مثال خوفناک ہوکر ایک ہی جگہ کھڑے ہو جاؤ گے تو تمھارا نقصان عظیم ہوگا ورنہ توپ کچھ خاک بھی نہیں کر سکتی اور تھوڑے ہی دن کی بات ہے کہ ایک کمپنی گوروں نے آٹھ ضرب توپ کلاں کنارہ ندی ہینڈن پر تلنگوں سے چھین لی ۔ تم بھی اسی طرح عمل میں لاتے رہو'' تحریر چودھویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء ۔

بعض کلمات جناب مسٹر ولسن صاحب بہادر جو صاحب ممدوح نے سید احمد خاں کی نسبت فرمائے

میں نہایت متامل ہوتا ہوں اس اگلی بات بیان کرنے سے کہ میں اپنی نسبت آپ لکھتا ہوں اور پھر مجھ کو اُس کے لکھنے پر اس لیے دلیری ہوتی ہے کہ در حقیقت میں خود نہیں لکھتا بلکہ اپنے آقا کی بات بیان کرتا ہوں اور پھر مجھ کو نہایت خوشی ہوتی ہے کہ گر میرے آقا نے میری نسبت کہی ہو میں کیوں نہ اس کو کہوں اور کس لیے نہ لکھوں کہ اپنے آقا کی بات سے خوش ہونا اور اُس کو بیان کر کر اپنا فخر کرنا نوکر کا کام ہے ۔ یعنی جب میں میرٹھ آیا اور بیماری نے مجھ کو کمال ستایا تو میرے آقا مسٹر جان کری کرافٹ ولسن صاحب بہادر دام اقبالہ صاحب جج اور اسپیشل کمشنر میری عزت بڑھانے کو مجھے دیکھنے آئے اور مجھ سے یہ بات کہی کہ تم ایسے نمک حلال نوکر ہو کہ تم نے اس نازک وقت میں بھی سرکار کا ساتھ نہیں چھوڑا اور باوجودیکہ بجنور کے ضلع میں ہندو اور مسلمان میں کمال عداوت تھی اور ہندوؤں نے مسلمانوں کی حکومت کو مقابلہ کرکے اٹھایا تھا اور جب ہم نے تم کو اور محمد رحمت خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر کو ضلع سپرد کرنا چاہا تو تمھاری نیک خصلت اور اچھے چلن اور نہایت طرفداری سرکار کے سب ہندوؤں نے جو بڑے رئیس اور ضلع میں نامی

چودھری تھے سب نے کمال خوشی اور نہایت آرزو سے تم مسلمانوں کا اپنے پر حاکم بننا قبول کیا بلکہ درخواست کی کہ تم ھی سب ہندوؤں پر ضلع میں حاکم بنائے جاؤ اور سرکار نے بھی ایسے نازک وقت میں تم کو اپنا خیر خواہ اور نمک حلال نوکر جان کر کمال اعتماد سے سارے ضلع کی حکومت تم کو سپرد کی اور تم اسی طرح وفادار اور نمک حلال نوکر سرکار کے رھے اس کے صلہ میں اگر تمھاری ایک تصویر بناکر پشت ھا پشت کی یادگاری اور تمھاری اولاد کی عزت اور فخر کو رکھی جاوے تو بھی کم ھے - میں اپنے آقا کا کمال شکر ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے مجھ پر ایسی مہربانی کی اور میری قدر دانی کی - خدا ان کو سلامت رکھے - آمین -

ڈپٹی کلکٹر اور صدر امین کا بجنور میں آنا

غرض کہ جب یہ حکم ھمارے نام پہنچا تو ھم نے اس کی اطاعت کرنی اپنی کمال عزت سمجھی اور میں اور محمد رحمت خاں صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر ھلدور سے بجنور میں آئے اور انتظام ضلع اپنے ھاتھ میں لیا اور اشتہارات عملداری سرکار دولت مدار کے جاری کیے اور تمام ضلع میں سرکار کمپنی انگریز بہادر کے نام سے منادی پٹوائی اور روبکاری اٹھا لینے انتظام کی جس کی نقل اس مقام پر لکھتے ھیں بحضور حکام روانہ کی -

روبکاری باطلاع شروع کرنے انتظام ضلع کے

روبکاری کچہری فوجداری ضلع بجنور بہ اجلاس محمد رحمت خاں صاحب بہادر ڈپٹی مجسٹریٹ و سید احمد خاں صدر امین منتظمان ضلع بجنور واقعہ ۱۶ اگست سنہ ۱۸۵۷ء -

"احکام جناب صاحب کمشنر بہادر ضلع میرٹھ اور جناب صاحب جج بہادر ضلع مراد آباد اور جناب صاحب جنٹ مجسٹریٹ

بہادر ضلع بجنور مؤرخہ ۱۳ اگست سنہ ۱۸۵۷ء ہمارے نام پندھرویں اگست سنہ حال کو وقت شام اس ارشاد سے پہنچے کہ ڈپٹی کلکٹر و صدر امین باہم متفق ہو کر تا تشریف آوری حکام انگریزی کے انتظام ضلع بجنور کا کریں ، چنانچہ بہ مجرد پہنچنے احکام سرکار کے ہم لوگ بمقام بجنور حاضر ہوئے اور چودھری رندھیر سنگھ اور چودھری بدھ سنگھ رئیسان ہلدور اور چودھری پرتاپ سنگھ رئیس تاج پور بھی بمقام بجنور موجود ہیں ۔ چنانچہ ہم بہ اعانت رئیسان مذکور اور رئیسان بجنور انتظام ضلع میں معروف ہوئے اور احکامات اور اشتہارات مناسب جاری کئے اور جہاں جہاں کہ لوگ واسطے مفسدہ کے جمع تھے اُن کو متفرق کرنے کی تدبیر کی گئی ۔ لہٰذا

حکم ہوا کہ

نقل اس روبکاری کی بہ حضور جناب صاحب کمشنر بہادر میرٹھ اور جناب صاحب جج بہادر ضلع مراد آباد اور جناب صاحب جنٹ مجسٹریٹ بہادر ضلع بجنور کے بھیجی جاوے ''۔

سرکاری اسباب جو لٹ گیا تھا اُس میں سے تھوڑے کا برآمد ہونا

بعد اس کے ہم نے بجنور میں ایک اور منادی پٹوائی کہ جس جس شخص نے اسباب سرکاری اور صاحبان انگریز کا اس ہنگامے میں لوٹ لیا ہے وہ دے جاوے ۔ یا کسی مقام پر خفیہ رکھ جاوے اگر ایسا نہ کرے گا یا اسباب کو ضائع اور تلف کرے گا تو مجرم ٹھہرایا جاوے گا ۔ اس منادی پر بہت سی کتابیں دفتر کی اور جناب صاحب بہادر کلکٹر بہادر کے بنگ کی اور کچھ اسباب شفاخانہ کا اور بہت سا کاغذ اسٹامپ اور چند کتابیں سرویری نقشہ جات کی اور رجسٹری دستاویزات اور قوانین کی دستیاب ہوئیں اور کچہری تحصیل میں جمع کی گئیں ۔

هری سنگھ امین بٹوارہ نے اس اسباب کے جمع کرنے اور سرویری نقشہ جات کی کتابوں کے بہم پہنچانے میں نہایت سعی اور کوشش کی اور چودھری نین سنگھ رئیس بجنور نے جس قدر کتابیں جمع کی تھیں انھوں نے بھی تحصیل میں بھیج دیں اور اسی طرح اور بہت سا اسباب نکلنے کی توقع تھی مگر افسوس کہ تقدیر سے ہمارا ارادہ پورا نہ ہو سکا۔

رائے سید احمد خاں کی نسبت الفاظ منادی

جب ضلع ہمارے سپرد ہوا تو میری یہ رائے تھی کہ پرانے لفظ منادی کے یعنی خلق خدا کی ملک بادشاہ کا حکم کمپنی صاحب بہادر کا بدلے جاویں اور بجائے ملک بادشاہ کے پکارا جاوے کہ ملک ملکہ معظمہ وکٹوریا شاہ لندن کا کیونکہ منادی میں ایسے الفاظ چاہئیں کہ جن سے عوام الناس بغیر شک کے یہ بات سمجھیں کہ درحقیقت ملک کس کا ہے اور ہمارا بادشاہ کون ہے اور ہم کس کی رعیت ہیں، لیکن بلا اجازت حکام صرف اپنی رائے سے اس دستور قدیم کو بدلنا مناسب نہ جانا اور اس باب میں ایک خاص رائے اپنی دوسرے وقت پر موقوف رکھی۔

جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کا میراں پور میں مقیم ہونا

جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر نے ضلع کے حال پر کمال توجہ فرمائی اور خود میراں پور میں مقیم ہوئے تاکہ روزمرہ کا حال صاحب کو معلوم ہوتا رہے اور ہر طرح ہماری تسلی اور تشفی رہے۔ چنانچہ علاوہ اس روبکاری کے جس کا ذکر اوپر لکھا سولھویں اگست ۱۸۵۷ء کو ہم نے ایک رپورٹ حالات ضلع کی بہ حضور صاحب ممدوح روانہ کی جس کی نقل اس مقام پر لکھتے ہیں:-

نقل رپورٹ حالات ضلع مرقومہ ۱۶ اگست سنہ ۱۸۵۷ء

نقل رپورٹ محمد رحمت خاں بہادر صاحب ڈپٹی کلکٹر و سید احمد خاں

صدر امین منتظان ضلع بجنور بنام مسٹر جارج پامر صاحب بہادر جنٹ مجسٹریٹ مرقومہ ۱۶ اگست سنہ ۱۸۵۷ء -

"حال اس ضلعے کا یہ ہے کہ سوائے پرگنہ نجیب آباد کے اور سب طرف امن ہے - قصبہ نٹھور اور سیوھارہ اور میمن اور نگینہ اور کچھ لوگ بہ ارادہ مفسدہ جمع ہوئے تھے ، اُن کے متفرق کرنے کی تدبیریں کی گئی ہیں - غالب ہے کہ متفرق ہو گئے ہوں یا شام صبح ہو جاویں چودھری رندھیر سنگھ اور چودھری بدھ سنگھ رئیسان ہلدور اور چودھری پرتاپ سنگھ رئیس تاج پور مع جمعیت مناسب بجنور میں موجود ہیں اور انتظام ضلع میں مع رئیسان بجنور ہر طرح کی مدد دیتے ہیں - حال نجیب آباد کا یہ ہے کہ سنا جاتا ہے کہ نواب محمود خاں کے پاس قریب پانچ ہزار کی جمعیت اور ایک توپ برنجی نو طیار اُن کے پاس موجود ہے اور نجیب آباد میں ایک توپ اور طیار کروائی ہے اور جس قدر دیہات قرب و جوار نجیب آباد کے ہیں اُن کو لوٹتے ہیں اور جلاتے ہیں - ہماری دانست میں جس قدر سرکاری فوج آنے میں توقف ہوگا اُسی قدر اُن کے پاس جمعیت زیادہ ہوتی جاوے گی اور اگر سرکاری فوج جلد تر اس ضلعے میں آ جاوے گی تو فی الفور اُن کی جمعیت منتشر ہو جاوے گی - حال جاری ہونے ڈاک کا یہ ہے کہ جناب صاحب کمشنر بہادر میرٹھ اور جناب صاحب جج بہادر مراد آباد نے یہ حکم بھیجا ہے کہ ڈاک سابق جاری کی جاوے یعنی راؤلی سے مظفر نگر تو اُس کے اجراء کی تدبیر ہو رہی ہے اور حضور جو چاھتے ہیں کہ روزانہ خبر حضور کو بمقام جولی یا میراں پور پہنچے تو اس کام کے لیے ضرور ہے کہ بذریعہ سوار ہر روز یہاں کے حالات حضور میں روانہ ہوا کریں کیونکہ مظفر نگر کی ڈاک جاری ہونے سے یہ مطلب حاصل نہیں ہوگا - اس واسطے مظفر نگر کی ڈاک بھی

بدستور سابق جاری کریں گے اور حضور کے پاس جداگانہ معرفت سوار کی یا ہرکارہ کی روزانہ حالات یہاں کے روانہ کیا کریں گے"۔

سترھویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو ہم نے ایک اور رپورٹ روئداد ضلع کی بہ حضور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کے روانہ کی ، اس کی نقل بھی بعینہ مندرج کرتے ہیں :-

نقل رپورٹ ثانی متضمن روئداد ضلع مرقومہ ۱۷ اگست سنہ ۱۸۵۷ء

نقل رپورٹ محمد رحمت خاں ڈپٹی کلکٹر و سید احمد خاں صدر امین منتظمان ضلع بجنور مؤرخہ ۱۷ اگست سنہ ۱۸۵۷ء۔

"اس وقت تک حال ضلع کا بدستور ہے کوئی بات نئی نہیں ہوئی ۔ مگر کئی باتیں قابل عرض کے ہیں ۔ حضور آن کو بعد غور ملاحظہ فرماویں اور مفصل اس کے جواب سے مطلع کریں ۔ اول یہ کہ نواب محمود خاں باوجود ان سب باتوں کے جو وقوع میں آئیں تدبیر جمع کرنے آدمیوں اور درستی توپوں میں مصروف ہے جس قدر حضور کے آنے میں توقف اور تاخیر ہوگی وہ سامان درست کرتا جاوے گا ۔ دوسرے یہ کہ اس ضلع کے رئیسوں کے پاس کچھ فوج ملازم نہیں ہے بلکہ سب زمیندار اور آپس کی برادری وقت پر جمع ہو جاتی ہے اس صورت میں ایک مدت دراز تک جمع رہنا ان لوگوں کا غیر ممکن ہے ۔ علاوہ اس کے اگر وہ لوگ جمع بھی رہیں تو اخراجات خوراک روزمرہ ان کا اس قدر پڑتا ہے کہ کوئی رئیس متحمل نہیں ہو سکتا اور سوائے اس کے کارخانہ کشتکاری بالکل تباہ اور برباد اور مسدود ہوا جاتا ہے ۔ انجام کو یہ نقصان سرکار ہی پر عائد ہوگا اور باعث بربادی زمینداروں کا ہوگا ۔ اس صورت میں جلد تر آنا حکام کا اور فوج سرکاری کا اس ضلع میں ضرور ہے ۔ تیسرے یہ کہ حضور حکام والا مقام سے جو انتظام اس ضلع کا تا تشریف آوری حکام انگریزی ہم ملازمان سرکاری کی سپرد ہوا ہے ۔

تو ہم لوگ بہ اعانت رئیسان اس ضلع کے انتظام میں مصروف ہیں اور ظاہر ہے کہ اگر جمعیت ان لوگوں رئیسوں کی متفرق ہو جاوے گی تو کسی طرح انتظام ضلع کا ممکن نہ ہوگا ، کیونکہ ہم لوگوں کے پاس کچھ جمعیت فوج وغیرہ کی جس سے انتظام ضلع کا کیا جاوے نہیں ہے اور جس قدر برقندانہ اور چپراسی تھانہ جات پر متعین تھے اُن میں سے اکثر غیر حاضر ہو گئے ہیں اور مع ہذا صرف ان لوگوں سے ایسے وقت میں انتظام ضلع کا ممکن نہیں ۔ چوتھے یہ کہ اگر اس ضلع میں اندیشہ نواب محمود خاں کی یورش کا نہ ہوتا توچنداں مشکل درباب انتظام ضلع کے نہ ہوتی ایسی حالت میں جس قدر جلد ممکن ہو سرکاری فوج کا آنا چاہیے ورنہ کوئی صورت انتظام ضلع کے قائم رہنے کی معلوم نہیں ہوتی اور نواب محمود خاں کے پاس روپیہ اور سامان سرکاری جو لے گیا ہے بہت ہے اس سبب سے اس کو فوج رکھنے میں کچھ تامل اور دریغ نہیں ہے پانچویں یہ کہ حضور جو یہ ارقام فرماتے ہیں کہ ہم میراں پور میں صرف اس واسطے مقیم ہیں کہ ہر روزہ خبر ضلع بجنور کی حضور کے پاس پہنچتی رہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کی تشریف آوری اس ضلع میں چند روز توقف ہوگا ۔ در صورت توقف بالکل بربادیٔ ضلع اور برہمئی انتظام متصور ہے اس واسطے امیدوار ہیں کہ حضور بہ تعین تاریخ ارقام فرماویں کہ حضور کس تاریخ اس ضلع میں تشریف لاویں گے تاکہ بہ لحاظ اُس کے انتظام جمع رہنے جمعیت کا کیا جاوے''۔

جس قدر ہم تاکید واسطے آنے فوج سرکاری کے جناب جارج پامر صاحب بہادر کو لکھتے تھے اُس سے زیادہ صاحب موصوف بدل اس میں کوشش کر رہے تھے ۔ مگر ہنوز جواب اُس رپورٹ کا جو گورنمنٹ میں روانہ ہوئی تھی نہیں آیا تھا ۔ اس سبب سے صاحب ممدوح کوئی تاریخ در باب بھیجنے فوج کے ضلع میں اور کوئی دن

اپنی تشریف آوری کا مقرر نہیں فرما سکتے تھے۔ الاّ ہر طرح سے تشفی ہم لوگوں کی اور رئیسان کی فرماتے تھے اور نہایت دانائی سے ایسی تدبیروں میں مشغول رہتے تھے کہ جس سے عوام الناس کی خاطر جمع رہے اور وہ جانیں کہ بہت جلد سرکاری فوج آنے والی ہے۔

بجنور سے براہ میراں پور میرٹھ تک نئی ڈاک کا بیٹھنا

درباب انتظام اور اجرائے ڈاک کے ہم نے بہت کوشش کی اور روبکاری ضلع مظفر نگر میں واسطے بندوبست ہرکاروں کے گھاٹ راولی تک روانہ کی اور ایک نئی ڈاک بجنور سے میراں پور ہوتی ہوئی میرٹھ تک بٹھانی تجویز کی اور بابو کنج لال ڈپٹی پوسٹ ماسٹر کو جو نواب کے ظلم سے ڈاک خانہ سے اٹھایا گیا تھا بولا کر ڈاک خانہ میں بٹھا دیا اور دو ہرکارہ بمقام بجنور اور دو ہرکارہ بمقام گھاٹ دارا نگر متعین کیے کہ دارا نگر کے ہرکاروں کی آمد و رفت دھرم پورہ تک ہوتی تھی اور دھرم پورہ سے جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر نے انتظام چوکیات ہرکاروں کا کر لیا تھا۔ چنانچہ یہ سب انتظام بخوبی ہوگیا تھا اور ڈاک جاری ہوگئی تھی۔ اور سترھویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو ہم نے رپورٹ تکمیل اور جاری ہونے ڈاک کی بخدمت صاحب ممدوح روانہ کی۔

پنڈت رادھا کشن کا بحضور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر بمقام میراں پور جانا

پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر نے یہ تجویز کی کہ وہ خود میراں پور میں جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کے پاس جاویں اور تمام حالات ضلع کے زبانی عرض کریں اور اگر ممکن ہو تو چودھریوں کی صاحب ممدوح سے بھی ملاقات کروائیں کہ اس میں صاحب ممدوح کو بھی بخوبی حالات ضلع سے اطلاع ہوگی اور چودھریوں کو بھی اور نیز سب لوگوں کو

زیادہ تر طمانیت رہے گی ۔ چنانچہ سترھویں تاریخ کو پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر ایک آدمی اپنا اور ایک سوار چودھری پرتاپ سنگھ رئیس تاجپور کا لے کر روانہ ھوئے اور میراں پور میں صاحب ممدوح کی ملازمت حاصل کی اور تمام حالات ضلع زبانی عرض کیے اور بمقام دھرم پورہ جو کنارہ گنگ پر ھے چودھریوں کی ملازمت ٹھہرائی اور چودھریوں کو بلایا ، چنانچہ چودھری پرتاپ سنگھ رئیس تاج پور اور چودھری رندھیر سنگھ رئیس ھلدور اور چودھر نین سنگھ رئیس بجنور دھرم پورہ میں گئے اور چودھری جودھ سنگھ جو پہلے سے پار گئے ھوئے تھے وہ بھی آ شامل ھوئے اور ۱۸ اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو صاحب ممدوح کی ملازمت کی ۔ صاحب ممدوح نے سب کی تسلی اور تشفی فرمائی ۔ اتنے میں غلغلہ پڑا کہ نواب بجنور پر چڑھ آیا اور یہ غلط خبر دھرم پورہ میں پہنچی ۔ چودھری صاحبوں کا اس خبر کے سننے سے رنگ فق ھوگیا اور نہایت اضطرار کی حرکتیں کرنے لگے اور ھوش جاتے رھے مگر چودھری رندھیر سنگھ کا استقلال بدستور تھا اور وہ بخوبی اور دانائی سے صاحب ممدوح سے مصلحت کرتے رھے کہ اگر یہ خبر سچ ھو تو کیا کیا جاوے مگر در حقیقت یہ خبر غلط تھی ۔ غرضکہ صاحب ممدوح نے بعد بات چیت کے سب کو رخصت کیا اور اسی تاریخ یہ سب لوگ مع پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر کے بجنور میں واپس آئے ۔

دیہات قرب و جوار نجیب آباد کا پھونکا جانا

با ایں ھمہ احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں اپنی بد نیتی اور فساد انگیزی سے باز نہیں آتے تھے اور ھندوؤں کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے اور دیہات قرب و جوار نجیب آباد کے لوٹنے اور پھونکنے میں مشغول تھے ، چنانچہ شفیع اللہ خاں نے موضع موسیٰ پور کو جلا دیا تھا اور ماڑے اور عباد اللہ خاں نے جس کو

نواب نے تحصیلدار نگینہ بمعزولی مولوی قادر علی تحصیلدار کے مقرر کیا تھا دیہات حسن پورہ و موھن پورہ و شفیع آباد و کار دلی و نراین پور پٹی جاٹاں کو کہ یہ سب گاؤں مسکن جاٹان تھے لوٹ لیا تھا اور پھونک دیا اور میر جیون علی رئیس میمن بھی نجیب آباد میں موجود تھا اور اُن کا شریک سمجھا جاتا تھا اس لیے ہم نے ۱۹ اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو بہ حضور مسٹر جارج پامر صاحب بہادر رپورٹ کی اور یہ درخواست کی کہ صاحب موصوف کی طرف سے جیون علی کے نام خط جاری ہو کہ وہ شرکت سے باز آوے اور رائے ہمت سنگھ رئیس ساھن پور کے نام بھی خط طلب کیا اس مطلب سے کہ اُن کا علاقہ متصل نجیب آباد کے ہے ۔ وہ اس فساد کو روکیں اور مفتی محمد اسحاق رئیس کیرت پور کے نام بھی خط مانگا اس مقصد سے کہ وہاں سے کوئی تازہ فساد اٹھنے نہ پاوے ۔ چنانچہ صاحب ممدوح نے ہماری رپورٹ کا جو جواب اور خطوط بنام رئیسان بھیجے وہ بجنسہ اس مقام پر نقل کرتے ہیں ۔

نقل خط جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر جنٹ مجسٹریٹ ضلع بجنور :-

”خانصاحب مشفق مہربان محمد رحمت خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر و سید احمد خاں صاحب صدر امین سلامت ! بعد سلام شوق واضح باد خط آپکا مورخہ امروز پہنچا ۔ آپ اسی طرح سے روز روز حال وہاں کا ارقام فرماتے رہیں اور خط آپکا برابر بذریعہ ڈاک بخدمت صاحب کمشنر بہادر میرٹھ اور نیز صاحب کلکٹر بہادر کہ آج خبر تشریف آوری صاحب موصوف کی مقام میرٹھ پہنچی ہے بھیجا جاوے گا ۔ حسب درخواست آپ کے دو قطعہ خط موسومہ رائے ہمت سنگھ رئیس ساھنپور اور میر جیون علی رئیس میمن کے آپ کی معرفت بھیجے جاتے ہیں آپ خط مذکور پاس رئیسان موصوف بہت

جلد پہنچا دیں اور ہم کو معلوم ہوا ھے کہ قبل آنے خط تمہارے کے ایک قطعہ خط بنام مفتی محمد اسحاق رئیس کیرت پور کے روانہ کردیا ھے اور امید ھے کہ تا آنے صاحب کلکٹر اور اس مخلص کے نوبت مسلح بازی کی نہ پہنچے مگر ہر طرح لازم ھے کہ بجنور میں بے انتظامی نہ ہو اور چونکہ عشرہ محرم درپیش ھے یقین کہ آپ نے تدبیر انتظام اس کی کی ہوگی اور آپ اطمینان رکھیں کہ صاحب کلکٹر اور ہم مع مدد کے جلد ارادہ تشریف لانے کا ضلع میں رکھتے ہیں ، چنانچہ صاحب کمشنر بہادر ضلع میرٹھ فوج کامل جمع کرنے میں واسطے بندوبست ضلع کے ہر وقت مصروف ہیں اور ہزاروں تدبیر کرتے ہیں ، مگر آپ کو بخوبی واضح ھے کہ بلا فوج کامل ہمارا آنا غیرمناسب ہوگا مناسب کہ تھوڑے عرصہ تک بالاتفاق و اعانت رئیسان آپ انتظام رکھیں اور بندوبست ہرکاران ڈاک کا بجنور سے میرٹھ تک بخوبی ہو گیا ۔ نسبت جاری ہونے آمد و رفت خطوط کے تدبیر فرماویں ۔ جو کچھ یہاں کی خبر ھے اس جا پر منتشر ہو جاوے تا کہ اسے بھی صفائی ہوا کی متصور ہو اور جو کچھ آپ کی جانب سے کوشش اور خیر خواہی سرکار میں ظاہر ھے بھولی نہ جائے گی اور سب رئیسان سے ہمارا سلام کہہ دیجیے اس وقت شب بہت گذری اس باعث سے خط علیحدہ نہیں لکھا گیا ۔ اُن کی ملاقات سے ہم کو بہت دلجمعی حاصل ہوئی ۔ ہمیشہ حالات وہاں سے اطلاع فرماتے رہیں تحریر بہ تاریخ ۱۹ اگست سنہ ۱۸۵۷ عیسوی“ ۔

خط جناب جارج پامر صاحب بہادر کا بنام رائے ہمت سنگھ رئیس ساھنپور	نقل خط جناب جارج پامر صاحب بہادر بنام رائے ہمت سنگھ رئیس ساھنپور :—

”رائے صاحب مہربان دوستان سلامت ! بعد اشتیاق ملاقات

فرحت آیات واضح باد جس روز کہ صاحب کلکٹر بہادر ضلع بجنور سے تشریف فرما ہوئے خزانہ سرکاری اور انتظام ضلع سپرد نواب محمود خاں کے کیا۔ چند روز کا عرصہ ہوا کہ دریافت ہوا کہ مابین نواب صاحب اور چودھریان کے فساد ہو کر نوبت مقابلہ کی پہونچی اور نواب صاحب بجنور سے نجیب آباد کو چلے گئے۔ آپ کو واضح ہووے کہ اس حالت میں صاحب کمشنر بہادر میرٹھ نے محمد رحمت خاں ڈپٹی کلکٹر اور سید احمد خاں صدر امین کو ارشاد فرمایا کہ بہ اعانت رئیسان ضلع انتظام ضلع کا تا تشریف آوری صاحبان ضلع کے کریں اس واسطے لازم ہے کہ ہر طرح اُن کو مدد دیویں اور حکم اُن کا مثل حکم سرکاری کے تصور کریں اور چونکہ بعض لوگوں سے دریافت ہوا کہ نواب صاحب ارادہ چڑھ آنے بجنور کا رکھتے ہیں تم ایسی تدبیر کرو کہ یہ مقابلہ نہ ہونے پاوے ورنہ پھر بے انتظامی اور بربادی رعایا ہوجاوے گی اور ہمیشہ اپنے حال سے مطلع کرتے رہو۔ تحریر بتاریخ ۱۹ اگست سنہ ۱۸۵۷ء"

خط جناب مسٹر جارج پامر صاحب بنام میر جیون علی رئیس میمن	نقل خط جناب جارج پامر صاحب بہادر بنام میر جیون علی رئیس میمن :-

میر صاحب مہربان دوستان سلامت! بعد اشتیاق ملاقات فرحت آیات واضح باد کہ مابین نواب محمود خاں اور چودھریان تعلقہ داران قوم ہنود کے تکرار ہوکر نوبت مسلح بازی کو پہونچی خونریزی ضلع سے سرکار کو نہایت افسوس ہے آپ کو واضح ہو کہ اس حالت میں چند روز سے صاحب کمشنر بہادر میرٹھ نے محمد رحمت خاں ڈپٹی کلکٹر و سید احمد خاں صدر امین کو ارشاد فرمایا کہ انتظام ضلع تا تشریف آوری صاحبان ضلع کے کریں۔ آپ اس تجویز

سے مطلع رہیں اور واضح ہووے کہ صاحبان ضلع مع فوج سرکاری واسطے بندوبست علاقہ کے ارادہ تشریف آوری کا بہت جلد رکھتے ہیں لہذا آپ کو ہر طرح لازم ہے کہ اپنے علاقہ میں انتظام اچھی طرح رکھو کسی طرح نوبت مقابلہ کی نہ پہنچے اور فساد نہ ہونے پاوے چونکہ تم رئیس ہو وقت تحقیقات ذمہ دار سرکار کے متصور ہو گے ۔ تحریر بہ تاریخ ۱۹ اگست سنہ ۱۸۵۷ عیسوی ۔

یہ سب خط ہم نے رئیسوں مذکورہ بالا کے پاس بھیج دیے اور اس بات کی رپورٹ بیسویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو بحضور جناب جارج پامر صاحب بہادر جنٹ مجسٹریٹ بمقام میران پور روانہ کر دی اور واسطے انتظام عشرہ محرم کے جو اشتہارات کہ عہد تسلط سرکار دولت مدار میں جاری ہوتے تھے وہ جاری کیے اور ہر طرح کا بندوبست مناسب کیا کہ عشرہ محرم کی بابت کسی طرح کا فساد نہ ہونے پاوے ۔

نا محمود خاں کا بحضور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر خط کا لکھنا

جب کہ نا محمود خاں کو یہ خبر پہنچی کہ جناب مسٹر جارج پامر صاحب جنٹ مجسٹریٹ بہادر بمقام میرانپور مقیم ہیں اور خط و کتابت چودھری صاحبوں سے برابر جری ہے تو اُس نے بھی ایک خط بنام صاحب ممدوح متضمن زیادتی چودھری صاحبان اور بشکایت اس بات کے کہ مجھ کو چودھری صاحبوں نے مقابلہ کر کے اٹھا دیا اور تمام ضلع میں بد انتظامی کر دی چودھویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو روانہ کیا تھا ۔ جب وہ خط صاحب ممدوح کے ملاحظہ میں گزرا تو انیسویں اگست کو صاحب موصوف نے اُس کا جواب ارقام فرمایا کہ نقل اُس کی اس مقام پر لکھی جاتی ہے :-

خط جناب مسٹر جارج پاس صاحب بہادر بنام نا محمود خان در جواب اُس کے خط کے

"نواب صاحب مشفق مہربان مخلصان محمد محمود خان صاحب زاد عنایته ! بعد شوق ملاقات که بدرجه غایت هے واضح خاطر خطیر باد خط آپ کا مرسله چودھویں اگست سنه ۱۸۵۷ء آج ہمارے پاس پہنچا ـ مضمون اُس کا معلوم ہوا چنانچه بجنسه خط کو پاس صاحب کلکٹر بہادر و صاحب کمشنر بہادر کے بمقام میرٹھ روانه کیا گیا اور قبل از پہنچنے خط آپ کے سرکار کو معلوم ہوا که آپ کے ملازمان اور تعلقه داران چودھریان کے بیچ میں بمقام شیر کوٹ و بجنور کے مقابله ہوا اور ہونے فساد اور اجرائے خون علاقه میں سرکار کو بڑا افسوس هے ـ چنانچه واسطے انتظام ضلع کے صاحب کمشنر بہادر نے محمد رحمت خان ڈپٹی کلکٹر و سید احمد خان صدر امین کو ارشاد فرمایا اور آپ اس بات کو مطلع ہوویں اور واضح ہو که صاحبان ضلع مع جمعیت فوج کامل کے بہت جلد تشریف لاویں گے اور وقت تشریف آوری کے سارے حال کی دونوں طرف سے تحقیق ہو جاوے گا ـ آپ کو لازم هے که تا تشریف آوری صاحبان کے آپ ہر طرح کے ملازمان کو مقابله سے باز رکھیے اور مکرر آپ کو لکھا جاتا هے که دو دفعه خط صاحب کمشنر صاحب بہادر معرفت تحصیلدار مظفر نگر پاس آپ کے بھیجا گیا ـ دونوں دفعه ڈاک سے واپس آیا ـ اب پاس آپ کے بھیجا جاتا هے ـ والسلام ـ بتاریخ ۱۹ اگست سنه ۱۸۵۷ء"

یه خط جناب کمشنر بہادر کا جس کا اس میں ذکر هے مورخه ۱۵ اگست سنه ۱۸۵۷ء کا تھا اور اس خط میں صاحب کمشنر بہادر نے نواب محمود خان کو نصائح ارجمند ارقام فرمائے تھے اور خونریزی اور مقابله اور ظلم سے اور طلب باقی پر اس قدر زیادتی سے منع فرمایا تھا اور جو حال ناناراؤ دھوندھو پنت مرہٹه کا بسبب عدول

حکمی اور عدم بجا آوری احکام سرکار ہوا تھا وہ بھی لکھا تھا اور بخوبی سمجھا دیا تھا کہ جو لوگ بہ اطاعت سرکار کام انجام کریں گے وہ فائدہ مند اور جو اُس کے بر خلاف کریں گے ذلیل و خوار و سزا یاب ہوں گے ۔

مشورہ در باب یورش نجیب آباد

اگرچہ یہ سب تدبیریں ہو رہی تھیں مگر نا محمود خاں کی طرف سے خاطر جمع نہ تھی اور چودھری صاحبوں کو تردد تھا کہ در باب معاملہ چڑھائی نجیب آباد کیا کیا جاوے اور ہمارے ساتھی پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر نے اُس کا حال جناب مسٹر جارج پامر صاحب کو لکھا تھا ۔ در جواب اُس کے دو قطعہ چٹھیات صاحب ممدوح کی ہمارے پاس آئیں کہ اُن کو اس مقام پر لکھتے ہیں :-

چٹھی جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر بنام پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر

”میرے پاس خط نواب کا نجیب آباد سے آیا اور میں نے اُس کا جواب بھی لکھا ہے ۔ تعلقہ داروں سے کہہ دو کہ اپنے لوگوں سے کہہ دیں کہ وہ رستہ میں نہ پھاڑا جاوے ۔ مضمون میرے خط کا یہ تھا کہ میں نے نواب کو لکھ بھیجا ہے کہ اور جگہ رئیسوں سے نہ لڑے ۔ کہہ دو اُن سے کہ اگر وہ اپنا مقام نجیب آباد میں رکھے اُن کو اکیلا چھوڑ دے تو اُن کو بھی ایسا ہی اُن کی نسبت کرنا چاہیے ۔ میں دل سے بھروسا کرتا ہوں کہ جب تک ہم آویں گے کوئی اور لڑائی نہ ہوگی ۔ مسٹر شکسپیئر صاحب بہادر میرٹھ میں پہنچ گئے ہیں ۔ ایک رجمنٹ سکھ کی آج مظفر نگر میں پہنچنے والی ہے ۔ کچھ آدمی اُس میں سے مجھ کو ملیں گے ۔ مگر یہ امر موقوف افسران فوج پر ہے ۔ میں نے خطوط تمھارے پاس اور ڈپٹی محمد رحمت خاں صاحب اور صدر امین صاحب اور ... کے پاس بذریعہ سوار آج کی

صبح کو بھیجے ھیں ۔ تمھارے پاس کچھ حالِ چٹھی میور صاحب آمدہ آگرہ مع اخبار کے اخبار تازہ سے منتخب کر کے بھیجتا ھوں ۔ اُس کا ترجمہ کر کے سب کو سنا دو ۔ بہتر کہ تم میرے پاس کل تک چلے آؤ اور رئیسوں کو مناسب ھے کہ ایک دو روز کا توقف نجیب آباد کے جانے میں کریں جب تک نواب ھی اُن سے لڑنے کو نہ چلا آوے ‘‘ ۱۹ اگست سنہ ۱۸۵۷ء ۔

دوسری چٹھی جناب جارج پامر صاحب بہادر بنام پنڈت رادھا کشن ڈپٹی انسپکٹر

’’ بذریعہ اس ڈاک کے دو چٹھی کمشنر صاحب کی بنام چودھریوں کے بھیجتے ھیں ۔ اُن سے کہہ دو کہ فوج کے مہیا کرنے میں مشکل بباعث خاص حکم کپتان افسر دھلی کے پیدا ھوئی ھے اور صاحب کمشنر نے اور میں نے اس باب میں بہت سا لکھا ھے ۔ غالب ھے کہ برخلاف حکم افسر کے سر جان لارنس صاحب بہادر چیف کمشنر پنجاب تعمیل کریں اور قائل کریں ھم کو کہ ھم پھر بجنور کو عنقریب چلے جاویں ۔ میں ملفوف کرتا ھوں ایک چٹھی مسٹر ولسن صاحب بہادر کی جو میرے پاس گذشتہ شب کو آئی تھی ۔ اس سے یقین آ جاوے گا کہ میں اور کمشنر کمال کوشش کر رھے ھیں تاکہ بجنور میں پہنچ کر چودھریوں کی مدد کریں میں نے رئیس کیرتپور کو لکھ بھیجا ھے کہ وہ کسی طرح مدد مفسدین کی نہ کریں ۔ بہ لحاظ نجیب آباد کے جو تم اپنی چٹھی میں لکھتے ھو کہ رئیس بغیر حکم سرکار کے حملہ کرنا نہیں چاھتے اُن کو ھوشیاری کام میں لانا چاھیے ۔ بالفعل بے شک سرکار اُن کی مدد واسطے قائم رکھنے انتظام ضلع کے تا وقت پہنچنے فوج کے چاھتی ھے اس لیے وہ بالکل مختار ھیں ، چاھیں حملہ کریں یا جوکچھ واقعی اُن کو ضرور واسطے رکھنے انتظام کے معلوم ھو ، لیکن اگر ممکن ھو تو بہتر ھے کہ وہ انتظار ایک دو روز کا

کریں تاوقتیکہ بخوبی حال ہماری مراجعت کا معلوم ہو اور میں یہ بھی خیال کرتا ہوں کہ یہ کام خود بھی بہت جوکھوں کا ہے"
۱۹ اگست سنہ ۱۸۵۷ء -

رامدیال سنگھ کے روانہ ہونے کے بعد نگینہ کا حال

اب اس مقام پر ہم کو مختصر حال نگینہ کا لکھنا مناسب ہے کہ ہلدور سے رامدیال سنگھ کے روانہ ہونے سے پہلے بدمعاشان نگینہ نے موضع تند پور کو لوٹ لیا تھا اس لیے رام دیال سنگھ موضع پھولسندہ میں ٹھہر گیا اور میر تراب علی نگینہ چلے گئے - دوسرے دن رامدیال سنگھ کالا کھیڑی میں آیا جو نگینہ سے دکھن کی طرف دو میل ہے اور وہاں سے نگینہ والوں سے گفتگو صفائی کی شروع کی - بلا شبہ نتھو خاں اور مینڈھو خاں ملازمان نواب کو آنا رامدیال سنگھ کا نگینہ میں ناگوار تھا اس لیے رامدیال سنگھ موضع پورینی میں چلا گیا جو نگینہ سے پورب کی طرف تین میل ہے اور وہاں رامدیال سنگھ نے گنواری بگل بجوا کر آدمی جمع کرنے شروع کیے - جملہ رئیسان نگینہ یعنی مولوی محمد علی اور شیخ نجف علی اور میر اشرف علی ولد امیر علی اور کنور کشن سنگھ اور پدھان نیلا پت وغیرہ بموجب صلاح اور فہمائش سید تراب علی کے امن چاہتے تھے مگر ملازمان اور افسران فوج نواب کے جو وہاں موجود تھے مقابلہ پر مستعد تھے - چنانچہ مینڈھو خاں پسر نتھے خاں اور اشرف علی ولد علی بخش نگینہ سے نجیب آباد گئے اور یہ بات چاہی کہ عباد اللہ خاں کو جو رشتہ مند محمود خاں اور تحصیلدار نگینہ تھا اور بر وقت بھاگنے احمد اللہ خاں کے اس کے ساتھ چلا گیا تھا پھر نگینہ میں لا کر تحصیل میں بٹھا دیں - سید تراب علی تحصیلدار نے جب دیکھا کہ فساد زیادہ ہوتا ہے اور مفسد لوگ رئیسوں کے بھی قابو کے نہیں ہیں وہاں سے مع میر لطافت علی تھانہ دار منڈاور

جو اُن کے ساتھ تھے اپنے اهل و عیال و تھانہ دار کے اهل و عیال لے کر نگینہ سے روانہ هوئے اور کئی آدمی مسلمان نگینہ کے اور اور پران سکھ بشنوئی اُن کے ساتھ هوئے ۔ جب موضع پورینی میں پہنچے تو گنواروں نے جو صرف لوٹ کے لالچ سے جمع تھے اُن کو لوٹنا چاها ۔ جیراج سنگھ نمبردار پورینی نے اُن کی حفاظت کی اور مجبور هو کر اور خود ساتھ جا کر پھر نگینہ میں پہنچا دیا کیونکہ ان بے قرار گنواروں کے هاتھ سے لٹنے سے بچنا نا ممکن تھا ۔

رئیسوں کا مشورہ درباب چڑھائی نجیب آباد کے

جب سید تراب علی نگینہ میں پہنچے تو مینڈھو خاں اور اشرف علی ولد علی بخش پانسو چار سو آدمی اور دو جزائل نجیب آباد سے لے کر نگینہ میں آ چکے تھے ۔ سید تراب علی تحصیلدار نے سب رئیسوں کو صلاح دی کہ جس طرح هو سکے ان لوگوں کو نجیب آباد پھیر دو ۔ سب رئیس هندو مسلمان اس بات پر متفق هوئے اور بہت کوشش اور تدبیر سے اُن لوگوں کو نجیب آباد واپس کیا اور یہ خبر هم کو بجنور میں ملی ۔ یہاں بجنور میں جو رئیس جمع تھے وہ آپس میں صلاح کر رهے تھے کہ اب نجیب آباد پر چڑھائی کی جاوے یا نہیں ۔ چودھری پرتاپ سنگھ رئیس تاجپور کی یہ رائے تھی کہ فساد زیادہ بڑھانا اچھا نہیں ۔ معلوم نہیں کہ انجام کیا هوگا ۔ جس طرح هو سکے بہ صلح و آشتی چند روز ضلع تھامنا چاهیے بلکہ چودھری پرتاپ سنگھ کے نزدیک نگینہ پر بھی جو آدمی گئے اور وهاں بنیاد فساد کی پڑ گئی نا مناسب هوا ۔ چودھری بدھ سنگھ صاحب رئیس هلدور بسبب اپنی شجاعت و جواں مردی کے یہ رائے دیتے تھے کہ نجیب آباد پر یورش کی جاوے اور سب آدمیوں کو لے کر نجیب آباد پر چڑھ چلیں اور دو جگہ جو اُن چودھری صاحب نے نواب کو شکست دی تھی اس سبب سے اُن کا ارادہ همت اور

جرأت اور دلیری بہت بڑھی ہوئی تھی ہم کو نجیب آباد جانے میں
بہت قباحتیں نظر آتی تھیں اور ہرگز ہماری رائے نہ تھی کہ یہ مانگی
پکار نجیب آباد پر فتح پاوے گی اور یہ گنوار شہر کی گلیوں میں
گھس کر اور نواب کے پختہ اور مستحکم مکانات پر قابو پا کر
فتح یاب ہوں گے اور یہ ہماری رائے بہت سچی اور نہایت صحیح
تھی کہ کبھی اس کے برخلاف نہیں ہو سکتا ۔ بلکہ ہماری رائے
میں نگینہ میں صرف ایک توپ کے سانچے پر جس کا بننا اور چھوٹنا
اور پھر اس کے گولے سے کسی آدمی کا مرنا صرف ایک وہمی و
خیالی نہ ہونے والی بات تھی اس قدر فساد ہونا نہایت نا مناسب
تھا اور میں خوب سمجھتا تھا کہ نگینہ کا اگر فساد زیادہ ہوتا گیا تو
انجام کو یہی فساد ضلع کے انتظام میں خلل ڈالے گا ۔ چنانچہ ہماری
رائے بہت صحیح تھی کہ انجام کو ایسا ہی ہوا اور ہم بہت چاہتے
تھے کہ نگینہ پر سے لڑائی موقوف ہو جاوے اور جس طرح ہو سکے
چند روز ضلع کو تھاما جاوے کیونکہ ہم یقین سمجھتے تھے کہ
تھوڑی سی بھی سرکاری فوج آنے کے بعد بخوبی انتظام ہو جاوے گا
اور بلاشبہ کسی مقام پر مقابلہ کی حاجت نہ پڑے گی اور حکام
انگریزی کے آنے کے بعد ایک بہت بڑی بنیاد فساد کی جس سے
در حقیقت ضلع میں فساد ہوتا تھا یعنی یہ ڈر کہ اگر مسلمان غالب
آئے تو ہندو مارے اور لوٹے جاویں گے اور اگر ہندو غالب آئے تو
مسلمان تباہ اور جان سے ضائع ہوں گے بالکل جڑ سے اکھڑ جاوے گی
کہ اتنے میں ہمارے پاس خبر پہنچی کہ فساد نگینہ موقوف ہو گیا
اور ہم نے کمال خوشی سے اس کی رپورٹ بحضور جناب جارج پامر
صاحب بہادر دام اقبالہ کے روانہ کی اور درباب چڑھائی نجیب آباد
کے جو ہماری رائے تھی وہ لکھ کر اس معاملے میں ہدایت چاہی ۔
چنانچہ نقل اس رپورٹ کی اس مقام پر لکھتے ہیں ۔

رپورٹ حالات نگینہ | نقل رپورٹ محمد رحمت خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر و سید احمد خاں صدر امین مرقومہ ۲۰ اگست ۱۸۵۷ء :-

"حال یہاں کا یہ ہے کہ سابق میں جو خبر ہونے لڑائی کی بمقام بسی گورواں اور کوچ کرنے شفیع اللہ خاں کی جانب کیرتپور حضور میں لکھی تھی بعد تحقیقات کے معلوم ہوا کہ یہ دونوں خبریں غلط تھیں ۔ صرف اتنی بات صحیح ہے کہ احمد اللہ خاں نے کچھ اپنے آدمی کیرتپور میں واسطے جمع کرنے رسد کے بھیجے تھے ۔ ہنوز ان کا ڈیرہ یا پیش خیمہ نہیں آیا نگینہ کا فساد رفع ہو گیا اس طرح پر کہ سب رئیس نگینہ کے ہندو اور مسلمان باہم متفق ہوئے اور انھوں نے یہ تجویز کی کہ قریب پانچ سو سات سو آدمی کے جو نجیب آباد سے آئے تھے مع چند مفسدان ساکنین نگینہ جو باعث فساد کے ہوئے تھے نگینہ سے چلے جاویں اور نگینہ میں کچھ فساد نہ کریں ۔ چنانچہ سنا گیا کہ وہ لوگ نگینہ سے نجیب آباد کو چلے گئے ۔ مگر اب تک خط میر تراب علی کا نہیں آیا یقین ہے کہ آج کل میں خط میر تراب علی کا آوے یا وہ خود مراجعت کریں ۔ سب چودھری صاحبوں کو مصلحت دی گئی ہے کہ اپنی جمعیت کو کسی طرح متفرق ہونے نہ دیں ۔ چنانچہ چودھری صاحب بھی اسی امر میں بہت سی کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح ان کی جمعیت متفرق نہ ہو ۔ اگرچہ تحقیق سنا گیا ہے کہ نواب محمود خاں اور ان کے ہمراہیوں نے چند دیہات زمینداری چودھریان ہلدور اور رائے ہمت سنگھ رئیس ساھنپور کے جلا دیے الاّ با ایں همه هم مناسب نہیں دیکھتے کہ چودھری صاحبان نجیب آباد کے اوپر حملہ کریں کیونکہ اس میں خرابیاں خیال میں گزرتی ہیں اور یہ جو تجویز تھی کہ سب لوگ بمقام کیرتپور ڈیرہ کریں یہ بھی مناسب

نہیں معلوم ہوتا ۔ اب صلاح ہماری یہ ہے کہ یہ سب رئیس بمقام سواہیڑی مقیم رہیں اور کچھ جمعیت اپنی راہ منڈاور پر اور کچھ راہ نگینہ پر مقیم کریں تاکہ سب ناکہ نجیب آباد کے رک جاویں اور چند روز حملہ نجیب آباد کا ملتوی رہے اور ہم کو یقین کامل ہے کہ جس وقت سرکاری فوج تھوڑی بہت اس طرف اتری سب لوگ خوف کر کے مطیع ہو جاویں گے اور امید ہے کہ کسی طرح نوبت مقابلہ کی نہیں پہنچے گی ۔ اگر یہ تجویز درست آئی اور سرکاری فوج بھی جلد آ گئی تو صدھا آدمی قتل سے محفوظ رہیں گے اور رعایا سرکار کی امن میں رہے گی ۔ آئندہ اس باب میں جو رائے اور مصلحت کہ حضور کے نزدیک ہو وہ ارقام فرمائی جائے کہ مطابق اس کے تعمیل ہو ہم نے بنظر مصلحت اب تک اس ضلع میں تحصیل جاری نہیں کی کیونکہ اکثر زمیندار مالگذار جمعیت چودھریان ان کی جمعیت میں موجود ہیں جبکہ حضور اس ضلع میں تشریف لاویں گے اور سب زمیندار اپنے اپنے دیہات میں ٹھہریں گے فی الفور روپیہ سرکاری وصول ہونا شروع ہو جاوے گا ۔ کل کی عرضی میں جو واسطے تحریر خطوط کے حضور میں عرض کیا تھا یقین ہے کہ حضور کی طرف سے وہ خطوط تحریر ہوئے ہوں گے لیکن بہت ضرور ہے کہ ایک پروانہ حضور کی جانب سے اسی مضمون کا بنام احمد اللہ خاں جو حضور کے وقت میں تحصیلدار نجیب آباد تھا تحریر ہوکر بھیجا جاوے کیونکہ افواہاً سنا گیا ہے کہ احمد اللہ خاں جمعیت کو متفرق ہونے نہیں دیتا ۔ ایسی صورت میں حضور کا پروانہ اس کے نام پہنچنا واسطے رفع فساد کے بہت مفید ہوگا اور جو کہ عشرہ محرم قریب آ گیا ہے اس واسطے ہم نے تدبیریں کی ہیں کہ کسی طرح ہندو اور مسلمانوں میں نزاع اور فساد ہونے نہ پاوے اور سب طرح سے امن رہے اور خدا سے یقین ہے کہ ہماری

تدبیریں کارگر ہوں اور ضلع میں امن رہے ۔ زیادہ حد ادب آفتاب دولت و اقبال تاباں باد ۔

جواب رپورٹ کا پیشگاہ جناب پامر صاحب بہادر سے

نقل خط جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر در جواب عرضی مذکورہ بالا :—

''خاں صاحب مشفق مہربان محمد رحمت خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر اور سید احمد خاں صدر امین سلمہ ! بعد اشتیاق ملاقات فرحت آیات واضح باد خط آپ کا مورخہ تاریخ امروز پہنچا اور مضمون معلوم ہوا حسب مراد آپ کی پروانہ سخت بنام احمد اللہ خاں تحصیلدار سابق نجیب آباد کے تحریر کرا کر اس مضمون کا کہ اگر نواب صاحب ارادہ مقابلہ کرنے چودھریان سے رکھتے ہیں اور تم انتظام اور مدد اس کا کرتے ہو گنہگار سرکار ہوگے آپ کی معرفت روانہ کیا جاتا ہے ۔ آپ از راہ مہربانی پروانہ مذکور احمد اللہ خاں کے پاس بہت جلد پہنچا دیجیے ۔ آپ کو واضح ہو کہ کل خطوط مطلوبہ آپ کی معرفت روانہ کیے گئے یقین کہ آج پہنچے ہوں گے ۔ ہمارے نزدیک مصلحت آپ کی نسبت مقیم ہونے چودھریان بمقام سواہیڑی اور ناکہ گھیرنا راستہ نگینہ و نجیب آباد و منڈاور کا نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے مگر در حقیقت ہم کو اچھی طرح معلوم نہیں ہے کہ سواہیڑی کہاں ہے اور ہمارے پاس اس وقت نقشہ موجود نہیں ہے اس واسطے ہم صاف ہدایت نہیں دے سکتے ۔ الّا اگر سواہیڑی مذکور بجنور سے بہت دور نہیں ہے اور ایسی جگہ ہے کہ اس میں راستہ کی حفاظت اچھی طرح صحت سے ہو سکتی ہے تو بہت مناسب جگہ مقام ہونے اُن کے ہوگا اور خیال کرنا چاہیے کہ براہ نگینہ اُس جانب سے کچھ نقصان نہ ہونے پاوے ۔ یقین ہے کہ اس موسم میں بہ سبب بارش اور جاری ہونے ندیوں سے افضل گڑھ کا راستہ بالکل بند ہے

اور یقین ہے کہ مراد آباد کے راستہ پر نگرانی آمد و رفت کی ہوتی ہے۔ یہ تدبیر احتیاطاً کی جاتی ہے مگر چونکہ صاحب کمشنر بہادر اور مسٹر ولسن صاحب بہادر کی طرف سے خطوط مناسب پاس نواب یوسف علی خاں والئی رام پور مرسل ہوئے اور ہماری طرف سے خط نواب محمود خاں کو لکھا گیا اور پروانہ احمد اللہ خاں کو ابھی جاری ہوتا ہے۔ یقین ہے کہ کسی طرح سے ضلع میں نوبت مسلح بازی کی نہیں پہنچے گی آج ہمارے پاس کوئی از طرف میرٹھ نہیں پہنچا۔ کوئی خبر لائق لکھنے کے نہیں پہنچی۔ ایک پرچہ انگریزی خبر کاغذ لاہور کا آپ کے پاس روانہ کیا جاتا ہے۔ اس کے مضمون معرفت پنڈت رادھا کشن کے معلوم ہوگا'' فقط ۲۰ اگست سنہ ۱۸۵۷ء۔

وہ خط موسومہ رئیسوں کے جن کا ذکر اس خط میں ہے ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ یعنی ایک خط میر جیون علی رئیس لیمن اور ایک خط بنام رائے ہمت سنگھ رئیس ساھنپور۔

پروانہ مسٹر جارج پامر صاحب بہادر بنام احمد اللہ خاں

''رفعت و عوالی مرتبت عزیزالقدر محمد احمد اللہ خاں بعافیت باشند

جس وقت سرکار کو معلوم ہوا کہ مابین ملازمان نواب محمد محمود خاں اور رئیسان قوم ہندو ضلع بجنور کے بمقابلہ بمقام شیرکوٹ اور بجنور تھا۔ سرکار اس امر کے اوپر بہت ناراض ہوئی۔ تم کو واضح ہو کہ اس حالت میں صاحب کمشنر بہادر میرٹھ نے نسبت انتظام ضلع بجنور محمد رحمت خاں ڈپٹی کلکٹر اور سید احمد خاں صدر امین کو ارشاد فرمایا تم اس بات پر مطلع رہو۔ بعضے لوگوں کے بیان سے مشہور ہوتا ہے کہ نواب صاحب پھر واسطے کرنے مقابلہ چودھریان سے ارادہ رکھتے ہیں اور جمعیت مردمان بمقام نجیب آباد فراہم کرتے ہیں یقین اور امید ہے کہ یہ خبر بالفعل غلط ہے۔

مگر ہر طرح واضح ہو کہ ایسا مقابلہ بہت نامناسب اور سرکار کو نہایت ناپسندیدہ متصور ہوگا اور اگر ایسے کام میں تم سے انتظام اور مدد نواب صاحب کو ظاہر ہوگی تو تم گنہگار سرکار کے ہوگے اور تمہارے واسطے اچھا نہیں ہوگا ۔ اس حکم سے بخوبی مطلع رہو اور واضح ہو کہ صاحبان ضلع مع فوج انگریزی واسطے بندوبست علاقہ کے بہت جلد تشریف لاویں گے اور وقت تشریف آوری سب سرگذشت کی تحقیقات عمل میں آوے گی'' مرقوم ۲۰ اگست سنہ ۱۸۵۷ء ۔

احمد اللہ خاں کا از سر نو تحصیلداری کرنا اور نا محمود خاں کا خط بنام ڈپٹی صاحب و صدر امین

یہ پروانہ ہم نے فی الفور احمد اللہ خاں کے پاس روانہ کیا اور رپورٹ روانگی کی اکیسویں اگست ۱۸۵۷ء کو بحضور جناب جارج پامر صاحب بہادر روانہ کی ۔ جو خط کہ جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر نے بنام محمود خاں لکھا تھا اُس کے اور اس پروانہ کے پہنچنے کے بعد ظاہر میں اُن لوگوں نے اطاعت کرنی چاہی ۔ احمد اللہ خاں نے کام تحصیلداری نجیب آباد کا کرنا شروع کیا اور عرضیاں ہمارے پاس اپنی مہر دستخط سے بھیجیں ۔ ہم نے بنظر مصلحت اُن کو منظور کیا اور نا محمود خاں نے ایک خط متضمن اطاعت سرکار ہمارے پاس بھیجا ۔ ہم نے اس خط کو اور جو جواب کہ ہم نے لکھا تھا اس کی نقل بحضور جناب جارج پامر صاحب بہادر روانہ کی ۔ چنانچہ نقلیں اُن کی مع اُن خطوط کے جو جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر اور جناب مسٹر الگزنڈر شکسپیئر صاحب بہادر کے پاس سے متضمن پسندیدگی ہمارے جواب کے آئی اس مقام پر لکھتے ہیں :—

نقل خط محمود خاں

خاں صاحب مشفق مہربان مجمع خوبی ہائے

بیکراں محمد رحمت خاں صاحب ڈپٹی و سید احمد صاحب صدر امین ضلع بجنور سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام شوق کے واضح ہوجیو کہ نقول خطوط صاحب کمشنر بہادر ضلع میرٹھ و مسٹر پامر صاحب ڈپٹی کلکٹر و جنٹ مجسٹریٹ بہادر ضلع بجنور پاس تمھارے پہونچتی ہیں کہ ان کو بخوبی معائینہ کرکے چودھری صاحبوں کو بخوبی مضمون آن کے سے فہمائش کریں کہ یہ لوگ اپنے اپنے مکانوں پر رہیں اور اجتماع نہ ہو اور شر و فساد نہ کریں اور ہم کو کسی سے کسی طرح کا فساد کرنا بموجب حکم خطوط منظور نہیں ہے اور وہ جو اشتہارات واسطے منادی کے بھیجا تھا وہ بھی مخبر اس امر کا ہے کہ کوئی شر و فساد نہ کرے اور یہ جو لوگ بمقام پورینی اور ہرگن پور اور سواھیڑی اور نانگل و بجنور خاص میں ہندو مسلمان جمع ہوئے ہیں آن کو کہہ دینا چاہیے کہ اپنے اپنے مکانوں پر جاویں اور اگر شور و فساد کریں گے تو مجرم سرکار انگریز بہادر کے ہوں گے اور جو کہ بموجب حکم صاحبان عالیشان انگریز بہادر کے اب آپ منتظم اس ضلع کے ہیں اگر کسی سے شر و فساد ہوگا تو جوابدہی اس کی ذمہ آں مہربان ہوگی۔ اس صورت میں آپ کو چاہیے کہ اس معاملہ میں متوجہ ہو کر جس طرح رفع فساد کا مناسب سمجھیں ویسے کاربند ہوں اور گھاٹوں کا انتظام بھی ضرور ہے کہ اس پار سے اکثر مفسد بھی اوترتے ہیں اور ہم بموجب احکام خطوط ھذا کے کاربند ہیں۔ باقی خیریت ہے''۔

محمد محمود خاں | مہر |

جواب خط محمود خاں کا ڈپٹی صاحب اور صدر امین کی طرف سے | نقل جواب کی جو ہماری طرف سے لکھا گیا:—

''جناب نواب صاحب والا مناقب عالی مناصب عنایت فرمائے حال نیاز مندان زاد عنایتکم! بعد ادائے سلام مسنون التماس یہ ہے

عنایت نامہ آپکا جس کے لفافے پر تاریخ اکیسویں اگست لکھی تھی مع نقل خط جناب صاحب کمشنر بہادر ضلع میرٹھ اور جناب صاحب جنٹ مجسٹریٹ بہادر ضلع بجنور جو کہ صاحبان ممدوح نے آپ کے نام پر لکھے تھے آج بائیسویں اگست کو گیارہ بجے ھمارے پاس پہونچا ۔ آپ ارقام فرماتے ھیں کہ چودھری صاحبوں کو فہمائش کرو کہ یہ لوگ اپنے اپنے مکانوں پر رھیں اور اجتماع نہ ھو اور شر و فساد نہ کریں اور ہم کو کسی سے کسی طرح کا شر و فساد کرنا منظور نہیں ھے اور جو لوگ بمقام پورینی اور ھرگن پور اور سواھیڑی اور نانگل اور بجنور جمع ھیں وہ لوگ اپنے اپنے مکانوں پر چلے جاویں ، چنانچہ ھم نے آپ کے ارشاد بموجب مضمون خطوط کا چودھری صاحبان کو سمجھا دیا ۔ وہ لوگ بھی بیان کرتے ھیں کہ ھم کو کسی طرح کا شر و فساد کرنا نواب صاحب سے یا اور کسی سے منظور نہیں ھے اور نہ ھم کسی سے لڑنا چاھتے ھیں اور نہ کسی سے مقابلہ کرنا چاھتے ھیں اور نہ کسی طرح کا کچھ دعویٰ رکھتے ھیں ، چنانچہ وہ لوگ بیان کرتے ھیں کہ بعد واقعہ شیر کوٹ اور بجنور کے ھم سب لوگ اپنے اپنے گھر کو چلے گئے اور جس قدر جمعیت کہ جمع ھوئی تھی وہ سب بعد اُس کے متفرق کر دی اور چودھری پرتاپ سنگھ بھی اپنے گھر اور چودھریان ھلدور اپنے گھر چلے گئے اور چودھریان بجنور بلا جمعیت اپنے اپنے مکانوں پر مقیم رھے ۔ مگر بعد اُس کے متواتر یہ خبر چودھری صاحبوں نے سنی کہ آپ کا ارادہ بجنور اور تاجپور اور ھلدور پر یورش کا ھے اور آپ فوج اور جمعیت جمع کرتے ھیں اور تیاری توپوں میں مصروف ھیں اور دیہات قرب و جوار نجیب آباد یعنی موضع موسٰی پور اور شفیع آباد اور موھن پور اور نرائن پور اور کاردلی وغیرہ آپ نے پھونک دیے اور لوٹ لیے ۔ اس سبب

سے اُن لوگوں کو پھر اندیشہ اس بات کا ہوا کہ اگر ہم لوگ
جمعیت جمع نہ کریں گے تو انجام کو خرابی ہوگی ۔ ان وجوہات
سے ان لوگوں کا بیان ہے کہ ہم نے جا بجا جمعیت واسطے روکنے
نواب صاحب کے یورش بجنور اور ہلدور اور تاجپور سے اور بنظر
حفظ اپنے کے جمع کی ہے ۔ پورینی میں جمعیت جمع ہونے کا یہ سبب
بیان کرتے ہیں کہ نتھو خاں اور مینڈھو خاں ملازمان آپ کے
نگینہ میں مفسدہ کرتے ہیں اور ایک توپ کلاں واسطہ لے جانے
نجیب آباد کے تیار کرواتے ہیں اور تھانہ اور تحصیل کی ڈاک
بجنور میں آنے نہیں دیتے اور جو احکام سرکاری جاری ہوتے ہیں
اُن کو روکتے ہیں اور اُن کی تعمیل نہیں ہونے دیتے اور اُن کو
خبر پہونچی ہے کہ نجیب آباد میں آپ کے پاس قریب ہفت ہشت
ہزار آدمی کے جمع ہیں ۔ اس سبب سے وہ لوگ کہتے ہیں کہ
جب تک نواب صاحب اپنی جمعیت متفرق اور موقوف نہیں
کر دیں گے اُس وقت تک ہم کو کسی طرح پر اطمینان نہیں ہوگی
اور ان لوگوں نے ہم سے یہ بھی بیان کیا کہ بعد اُن دونوں
لڑائیوں کے ہم نے ایک خط بنام سعد اللہ خاں صاحب نجیب آباد
میں بھیجا کہ کسی طرح ہم سے اور نواب صاحب سے صفائی
ہو جاوے اور طرفین کا طرفین پر سے ارادہ یورش کا موقوف ہو جاوے
اور پھر ہم نے دو خط بنام مفتی محمد اسحاق رئیس کیرتپور اس
مضمون سے بھیجے کہ جس طرح پر ہو نواب صاحب سے صفائی
ہو جاوے اس طرح پر کہ نواب صاحب کی یورش کا اندیشہ جاتا
رہے اور پھر تیسرا خط مفتی صاحب کے نام اُن کے بلانے کو
بھیجا تاکہ وہ ہماری طرف سے نجیب آباد کو جاویں اور آپ سے
ہر طرح پر صفائی کر لیں ۔ پس اس صورت میں بیان چودھری
صاحبوں کا یہ ہے کہ ہم کو کسی طرح شر و فساد اور مقابلہ کرنا

منظور نہیں ہے ۔ اگر نواب صاحب اپنی جمعیت اور فوج کو متفرق
کر دیں اور توپوں کے بنوانے میں مصروف نہ ہوں اور ارادہ لڑائی کا
موقوف کر دیں تو ہم بھی سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے
جاویں اور جو کہ ہم نیاز مند بھی بدل و جان اس بات میں مصروف
اور ساعی ہیں کہ کسی طرح شر و فساد نہ ہو اس واسطے آپ کی
خدمت میں بخیر خواہی آپ کے التماس یہ ہے کہ آپ بھی جمع کرنا
فوج کا اور تیاری توپوں کی موقوف فرماویں اور ماڑے اور مینڈھو خاں
وغیرہ مفسدان کو فساد سے باز رکھ کر اپنے قبضہ میں رکھیں
تو غالب ہے کہ چودھری صاحب بھی سب اپنے اپنے گھر چلے
جاویں گے اور سب طرح کا انتظام ضلع کا ہو جاوے گا اور مخلوق خدا
اور رعایا سرکار کی امن و امان میں رہے گی اور پھر اگر کوئی شخص
فساد شروع کرے گا تو اُس کی اطلاع مفصل بحضور جناب صاحب
کمشنر بہادر کے کر دی جاوے گی اور اُس کا نتیجہ بہت بد اُس کے
حق میں ہوگا اور یہ بھی آپ کو واضح ہووے کہ متواتر احکام
حکام والا مقام ہمارے نام پہنچتے ہیں ۔ چنانچہ جناب صاحب جنٹ
مجسٹریٹ بہادر خود گنگا کنارہ پر تشریف لائے تھے اور اب بہ انتظار
آنے فوج سرکار کے میراں پور میں مقیم ہیں اور جناب صاحب
کلکٹر بہادر بھی کوہ منصوری سے اوتر کر میرٹھ میں تشریف لے آئے
ہیں اور حکام جناب کمانڈر انچیف صاحب بہادر اور جناب گورنر بہادر
واسطے روانگی فوج کے بجنور کو صادر ہو چکے ہیں کہ بہت جلد
فوج مع توپوں کے میراں پور کے مقام پر پہنچتی ہے اور بعد اُس کے
جناب صاحب کلکٹر بہادر اور جناب صاحب جنٹ مجسٹریٹ بہادر اور
جناب صاحب کمشنر بہادر اور جناب مسٹر ولسن صاحب بہادر بجنور
میں تشریف لاتے ہیں ۔ ہماری کمال آرزو ہے کہ تا تشریف آوری
حکام والا مقام سب لوگ اپنے مکانوں پر بہ آسائش رہیں ۔ بعد

تشریف لانے حکام کے خود صاحبان ممدوح جس طرح پر مناسب جانیں گے بندوبست ضلع کا فرماویں گے ۔ و السلام"

خط جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر در باب پسند کرنے اُس جواب کے جو نا محمود خاں کو بھیجا گیا

"خاں صاحب بہادر مشفق مہربان محمد رحمت خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر و سید احمد خاں صاحب صدر امین ضلع بجنور سلمہ ! بعد اشتیاق ملاقات بہجت آیات واضح باد خط آپ کا مورخہ تاریخ آج کے مع خط نواب صاحب اور نقل جواب اُس کے ہمارے پاس پہنچا ۔ ہماری دانست میں آپ کا جواب ہر طرح مناسب ہے ۔ چنانچہ حسب مراد آپ کے خطوط مذکور بخدمت صاحب کمشنر بہادر میرٹھ روانہ کیے گئے اور احتیاطاً آپ کو واضح ہووے کہ خط صاحب کمشنر بہادر کا جس کا نواب صاحب ذکر لکھتے ہیں عرصہ دو ہفتہ سے یعنی شیر کوٹ کے معاملہ کی خبر دینے سے پیشتر تحریر ہوا مگر بسبب بند ہونے ڈاک کے دو دفعہ واپس ہو کر تیسری دفعہ مع خط تمہارے نواب صاحب کے پاس روانہ کیا گیا ہماری اُمید ہے کہ مابین چودھریوں اور نواب صاحب کے پھر مقابلہ نہیں ہوگا اور ظاہر ہے کہ آپ بھی اس تدبیر میں مصروف ہیں ۔ یقین ہے کہ آپ کی ہوشیاری سے جو فساد نگینہ میں ہوا اُس کی صلح ممکن ہے اور فساد رفع ہو جاوے گا اور اس مراد سے حسب درخواست چودھریان کے چند پروانہ جات تحریر کیے جاتے ہیں ۔ اگر مناسب ہو تو آپ بعد ملاحظہ روانہ کیجیے ۔ ہمیشہ وہاں کے حالات سے مطلع فرماتے رہیں" تحریر بتاریخ ۲۲ اگست ۱۸۵۷ء وقت شب ۔

پراونہ مسٹر جارج پامر صاحب بہادر بنام بعض رئیسان نگینہ وغیرہ

نقل پروانہ از جانب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر موسومہ کریم بخش و شیخ نجف علی و

محمد علی رئیس نگینہ و سید امتیاز علی و سید شجاع علی و سید نبی علی
نہٹور ''جو کہ معلوم ہوتا ھے کہ مابین قوم مسلمانان اور قوم ہنود
شہر تمہارے کے اندیشہ فساد ہونے کا ھے اور سرکار کی مراد ھے
کہ کسی طرح سے ایسا فساد نہ ہووے ۔ تم کو چاہیے کہ ھر طرح
تدبیر کرو کہ فساد برپا نہ ہونے پاوے ۔ اگر اچھی طرح کوشش
کرو گے تو بہت بہتر ہوگا ورنہ در صورت ہونے فساد کے گنہگار
سرکار کے ہوگے اور واضح ہو کہ صاحب کلکٹر بہادر اور حضور مع
فوج کامل بہت جلد واسطہ انتظام ضلع کے ارادہ تشریف لانے کا
رکھتے ھیں ۔ تاکید جانو'' المرقوم بائیسویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء

خط جناب مسٹر الگزنڈر شکسپیئر صاحب بہادر کا در باب پسند کرنے اس جواب کے جو نا محمود خاں کو لکھا گیا تھا

'' خاں صاحب مشفق مہربان محمد رحمت خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر و سید احمد خاں صاحب صدر امین ضلع بجنور سلمہ ! بعد ماوجب کے
واضح ہو خط آپ کا مع خط مرسلہ نواب محمود خاں اور نقل جواب
خط مذکور جو تم نے اُن کے نام بھیجا ھے آج پہنچ کر کاشف حال
کا ھوا ۔ جواب خط نواب محمود خاں کا جو آپ نے بھیجا ھے وہ
بہت مناسب ھے اب آپ کو لکھا جاتا ھے کہ پھر نواب صاحب کو
فہمائش کر دو کہ وہ بہ تبعیت حکم خط محررہ اکیسویں اگست سنہ
حال آپ مع شفیع اللہ خاں و احمد اللہ خاں اپنے رشتہ داران کے
نجیب آباد میں مقیم رھیں ۔ کسی طرح کی دست اندازی ضلع سے نہ کریں
اور فساد اور شور شر ناحقہ سے ھاتھ اوٹھاویں ۔ اگر وہ ایسا نہ
کریں گے اور اُسی طرح پھر مرتکب حرکات بے جا کے رھیں گے تو
اُن کے حق میں اچھا نہ ہوگا بلکہ بزمرہ باغیان کے تصور ھو کر
دشمن سرکار دولت مدار کے سمجھے جاویں گے ۔ فقط اور وہ کہ
آپ نے در باب جلد تشریف لانے ھمارے کے بمقام بجنور لکھا ھے ۔

سو حال اُس کا یہ ہے کہ اب فوج سرکار تادیب و تخریب باغیان و مفسدان کوتہ اندیش کی کرتی ہوئی جلد آتی ہے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہم بھی جلد وہاں پہنچتے ہیں ۔ بہر کیف خاطر جمع رکھنا چاہیے اور مفسدانٔ ناحق شناس کو جلد گوشمالی واجبی دیا جاوے گا ۔ فقط اور ایک قطعہ چودھری نین سنگھ و جودھ سنگھ رئیسان بجنور کی بدرخواست صدور حکم در باب دیے جانے تنخواہ ملازمان جو واسطے انتظام کے مقرر کیے گئے ہیں پہنچی ہے د اُس کی نسبت ہماری دانست میں یہ بات مناسب ہے کہ کچھ روپیہ مہاجنان اُس ضلع سے لے کر تنخواہ بھی ملازمان کی بانٹ دی جاوے اور اور کام ضروری میں جو واسطے انتظام کے مطلوب ہو آپ کے حکم سے خرچ کیا جاوے اور جن لوگوں سے کہ روپیہ لیا جاوے ان کو رسید دستخطی دے دی جاوے کہ وقت رونق افروزی وہاں گے روپیہ مذکور اُن کو دے دیا جاوے گا ۔ اس واسطے آپ کو چاہیے کہ مطابق اُس کے کار بند ہوں اور جہاں تک کہ ہو سکے بہ صلاح یک دیگر کوئی دقیقہ انتظام اور خیر خواہی کا فرو گذاشت نہ ہو اور روزانہ بلا توقف وہاں کے حال سے ہم کو مطلع فرماتے رہو ۔ باقی خیریت ہے'' مرقوم چوبیسویں ماہ اگست ۱۸۵۷ء از مقام میرٹھ ۔

نگینہ میں ازسر نو فساد کا قائم ہونا

اسی اثنا میں جناب مسٹر جان کری کرافٹ ولسن صاحب بہادر نے چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاجپور کو لکھا تھا کہ دس ہزار روپیہ کی تدبیر تم رئیس کر کے روانہ نینی تال کر دو جو کہ ظاہر میں سر دست کوئی صورت فساد کی پیدا ہونے والی نہ تھی اور نگینہ کا فساد ظاہر میں رفع ہو گیا تھا اس لیے چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاجپور واسطے تدبیر کرنے روانگی روپیہ کے اکیسویں اگست سنہ

۱۸۵۷ء کو روانه تاجپور ہوئے اور جس قدر جمعیت اُن کے ساتھ تھی مع ایک ضرب جزائل کے جو بجنور میں تھی بدستور بجنور میں چھوڑ گئے ۔ مگر افسوس ہے که فساد نگینه کا پھر تازہ ہو گیا اور جو آگ که بجھ گئی تھی پھر بھڑک اٹھی اور سبب اس کا یه ہوا که جب مینڈھو خاں نجیب آباد سے سپاھی لے کر نگینه آیا تھا تو رامدیال سنگھ نے بھی پورینی میں اور زیادہ آدمی جمع کرنے شروع کیے تھے اور دیہات سے آدمی بلائے تھے اور اس عرصے میں نگینه کے رئیسوں نے سپاھیان آمد نجیب آباد کو به فہمائش روانه نجیب آباد کر دیا تھا ۔ مگر جو پورینی میں جمعیت بلائی گئی تھی وہ دم بدم زیادہ ہوتی جاتی تھی اور بشنوئیان نگینه جو بدمعاش اور واقعه طلب تھے سوائے پران سکھ اور دلدار اور فیضو کے که یه لوگ بہت نیک نیت اس فساد میں رہے آمادۂ فساد ہوئے اور نگینه والوں سے یه بات کہی که رامدیال سنگھ نگینه پر چڑھا آتا ہے اور رامدیال سنگھ سے کہا که نگینه والے پورینی پر چڑھے آتے ہیں ، چنانچه رامدیال سنگھ نے پورینی سے جانب نگینه قدم بڑھایا ۔ ادھر سے مینڈھو خاں کچھ جمعیت نگینه میں جمع کر کے نگینه کے باھر نکلا ۔ اکیسویں تاریخ سنه ۱۸۵۷ء روز جمعه کو قریب بدری واله باغ کے مقابله ہوا ۔ طرفین سے کچھ آدمی مارے گئے اور زخمی ہوئے اور مینڈھو خاں کی شکست ہوئی ۔ نگینه والے بھاگ کر آبادی میں گھس آئے اُن کے پیچھے رامدیال سنگھ شہر میں گھس پڑا اور نتھو خاں کا گھر جلا دیا اور لوٹ لیا اور شیخ کی سرائے کو بھی لوٹا اور جلا دیا ۔ اُس وقت پھر مسلمانان نگینه سانوٹے ہوئے اور طرفین میں خوب تلوار و بندوق چلی اور طرفین کے آدمی مارے گئے ۔ رامدیال سنگھ بشنوئی سرائے میں چلا گیا ۔ شام کے وقت لڑائی تھم گئی ۔

مسلمانان نگینہ کا رامدیال سنگھ کی اطاعت کرنا

رات کے وقت رامدیال سنگھ نے مولوی محمد علی کے پاس پیغام بھیجا کہ جو کچھ ہوا سو ہوا - اب امن امان رہے گا اور ہم قلعہ تحصیل میں آ کر بیٹھیں گے کوئی فساد نہ کرے اور سب مسلمان اپنے گھروں میں چھپ جاویں اور سامنے نہ آویں ، چنانچہ مولوی محمد علی اور اشرف علی ولد امیر علی نے بہت سعی اور کوشش سے سب مسلمانوں کو فہمائش کی اور سب راضی ہو گئے اور اپنے اپنے گھروں میں چھپ بیٹھے - بائیسویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو صبح کے وقت رامدیال سنگھ کے حکم سے امن امان کی منادی شہر میں ہوئی اور رامدیال سنگھ مع اپنی جمعیت کے قلعہ تحصیل میں چلے آئے اور کوئی مسلمان اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا -

رامدیال سنگھ کے ساتھیوں کا بد عہدی کر کے مسلمانوں کا قتل کرنا

جس قدر گنوار اور بنجارے رامدیال سنگھ کے ساتھ صرف لوٹ کے لالچ سے جمع ہوئے تھے انھوں نے اس امر کو جو واقع ہوا اپنے اصلی مطلب کے بر خلاف دیکھا اور بدمعاش بشنوئیوں نے اُن کو زیادہ اشتعالک دی اور اُن سب نے نگینہ کے لوٹنے کا ارادہ کیا - سیڈھمل فوطہ دار تحصیل نگینہ اُس وقت وہاں موجود تھا - اُس نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اپنے کان سے سنا کہ رامدیال سنگھ ہر ایک شخص کو منع کرتا تھا - مگر وہ نہ مانتے تھے - آخرکار اُن بدمعاشوں نے قلعہ تحصیل میں سے جزائلیں فیر کرنی شروع کیں اور کچھ لٹیرے بھٹیاری سرا میں گھس گئے اور سرائے کو جلا دیا اور بازار کی دکانیں لوٹ لیں اور امام الدین زمیندار کے مکان پر جزائلیں لگا دیں اور دروازہ جلا دیا اور مکان لوٹ لیا اور جہاں اُن کو قابو ملا لوٹ اور قتل عام شروع کر دیا - اور بدمعاش بشنوئی بھی اُن کے ساتھ شریک تھے - پچاس ساٹھ آدمی

مسلمان مارے گئے ۔ اس وقت مسلمانان نگینہ بھی اپنے اپنے گھروں میں سے ہتھیار لے کر نکل پڑے اور مارنا شروع کیا اور خوب لڑائی ہوئی اور دو سو ڈیڑھ سو آدمی ہندو جو لوٹ میں مشغول تھے مارے گئے ۔ پھر مسلمان قلعہ تحصیل میں گھس گئے ۔ وہاں سے رامدیال سنگھ بھاگ کر بشنوئی سرائے میں جا چھپا ۔ سب گنواروں نے مل کر مولوی محمد علی کے مکان پر جو مالدار مشہور تھے اور جس میں میر تراب علی تحصیلدار بھی تھے حملہ کیا اور جزائل لگا دی اور دروازے پر کوڑا جمع کر کے دروازہ جلانا چاہا اور حکیم امام علی ماموں مولوی محمد علی کو قتل کر دیا اس وقت مولوی محمد علی کے مکان پر سے بھی بندوقیں چلنی شروع ہوئیں اور جو لوگ کہ تحصیل میں گئے تھے وہ بھی پھر کر وہاں آئے ۔ تب سب گنوار وہاں سے بھاگ نکلے اور رامدیال سنگھ نے شکست پائی اور اس لڑائی میں گنواروں کی ہمت اور جرأت ٹوٹ گئی ۔

مسلمانوں کے قتل سے نجیب آباد میں جمعیت کا اکٹھا ہونا اور محمدی جھنڈے کا نکلنا

یہ سب خبریں متواتر نجیب آباد میں پہنچیں اور جس وقت کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کا قتل کیا تھا ، اس وقت کچھ آدمی غل مچاتے ہوئے کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کو مار ڈالا اور جورو بیٹی کی بے عزتی کی نجیب آباد چلے گئے تھے نواب کو بہت اچھا حیلہ جمعیت جمع کرنے کا ہاتھ لگا اور اس نے لوگوں سے کہا کہ دیکھا ہندوؤں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا کیا ۔ اب سب مسلمانوں کو جمع ہو کر ہندوؤں کو مارنا چاہیے ۔ یہ کہہ کر احمد اللہ خاں نے بائیسویں اگست ۱۸۵۷ء مطابق یکم محرم سنہ ۱۲۷۴ ہجری نجیب آباد کے باہر جلال آباد کے قریب توپ نکالی اور فوج بھیجی اور محمدی جھنڈا کھڑا کیا ۔ اور جمعیت کثیر جمع کرنے کے درپے ہوا اور بہت سے مسلمان مذہبی لڑائی کے

ارادے سے واسطے مقابلے اور قتل ہنود کے جمع ہوئے ۔ اسی تاریخ
بجنور میں خبر پہنچی کہ رامدیال سنگھ کی نگینہ میں شکست ہوئی ۔
بہ مجرد اس شہر کے چودھری بدھ سنگھ رئیس ہلدوز مع اپنی جمعیت
اور چودھری پرتاپ سنگھ کی جمعیت کے اور توپ اور جزائل کے جو
بجنور میں موجود تھی روانہ نگینہ ہوئے اور شام کے وقت نگینہ میں
پہنچے اور نگینہ میں مشہور ہوا کہ چودھری بدھ سنگھ ہزاروں آدمی اور
توپ لے کر نگینہ پر چڑھ آئے ۔ اُس وقت رات میں مسلمانان نگینہ نے
بھاگنا چاہا اور پیادہ پا عورتوں اور بچوں کو لے کر چلے اور راستے
میں لٹے اور عورتیں زخمی ہوئیں اور اچھے اچھے اشرافوں کی بڑی
بے عزتی ہوئی اور بشنوئی ان سب خرابیوں کے جو مسلمانوں پر اور
عورتوں پر ہوئیں سر منشاء اور سرغنہ اور باعث تھے ۔ سید تراب علی
تحصیلدار ہم سے کہتے تھے کہ اس وقت جو مصیبت اُن کے اور
مولوی محمد علی اور اور بھلے مانس مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں
پر گزری تھی اور جو جو بے عزتیاں بھلے مانسوں کی ہوئی ہیں
کہنے کے لائق نہیں ہیں ۔

بشنوئیوں کا دوبارہ نگینہ میں یورش کرنا اور چودھری بدھ سنگھ کا مانع آنا

تئیسویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء صبح کے وقت چودھری بدھ سنگھ ہلدور تو نگینہ میں صفائی اور صلح کی
تدبیر میں تھے اور پدھان کنور سین اور بھوپ سنگھ اور شیخ نجف
علی بیچ میں پڑے تھے کہ دفعۃً بشنوئی اور بہت سے گنوار مولوی
محمد علی کا گھر لوٹنے چڑھ آئے اور پھر گولیاں چلنے لگیں ۔ جب
چودھری بدھ سنگھ کو خبر ہوئی تو انہوں نے بہت کوشش سے
سب کو روکا اور بشنوئیوں کو بہت بُرا بھلا کہا ۔ اُس وقت چودھری
بدھ سنگھ نے نگینہ والوں سے توپ کا سانچا مانگا جو بشنوئیوں
کے محلہ میں تھا ۔ نگینہ والوں نے کہا کہ تم توپ کا سانچا لے جاؤ

ہم کو اس سے کچھ مطلب نہیں اور گویا یہی بات صلح کی ٹھہری۔ ایک بجے رامدیال سنگھ اور موتی سنگھ مولوی محمد علی کے مکان پر آئے اور بشنوئیوں کی زیادتی اور اپنی مجبوری کا عذر کیا۔ اس عرصے میں چودھری بدھ سنگھ نے سید تراب علی تحصیلدار اور مولوی محمد علی کو اپنے پاس بلایا کہ بغیر ہتھیاروں کے ہمارے پاس آؤ۔ چنانچہ یہ دونوں صاحب مع رامدیال سنگھ اُن کے پاس گئے۔ انھوں نے خاطرداری کی اور کہا کہ اب سب آپس میں اتفاق رکھو۔ سید تراب علی اور مولوی محمد علی نے سب مسلمانوں کو فہمائش کی اور اور سب رضامند ہو گئے اور نگینہ میں ایک صورت امن و امان کی پیدا ہوئی اور چودھری بدھ سنگھ اور رامدیال سنگھ سانچہ توپ کا لے کر ہلدور کو روانہ ہوئے۔

سواھیڑی پر احمد اللہ خاں کا چڑھ آنا اور پھونک دینا

تئیسویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو نگینہ میں تو یہ معاملہ ہو رہا تھا اور نجیب آباد میں سب سپاہی اور سوار ملازم نواب کے جمع ہو گئے تھے اور جس قدر مسلمانوں نور جولاہوں اور سواھیڑی کے بساطیوں وغیرہ نے جو ہندوؤں کے ہاتھ سے تکلیفیں پائی تھیں وہ سب اور اور بہت سے لوگ مسلمان جلال آباد کے قریب مہدی جھنڈے میں جا شامل ہوئے تھے اور احمد اللہ خاں کے پاس ایک جمعیت کثیر جمع ہو گئی تھی اور اسی کے ساتھ خبر شکست رامدیال سنگھ کی نگینہ میں نجیب آباد پہنچی تھی۔ احمد اللہ خاں نے ایسے وقت کو غنیمت سمجھ کر یورش کی اور سواھیڑی کو آ مارا۔ سواھیڑی میں جو جمعیت بھیجی گئی تھی وہ بہت کم ہو گئی تھی۔ کیونکہ بہت سے آدمی اُس میں کے نگینہ کی لڑائی اور لوٹ میں چلے گئے تھے اور کچھ لوگ رامدیال سنگھ کی شکست سن کر بھاگ گئے تھے۔ کچھ تھوڑے سے آدمی اور دو جزائل وہاں موجود تھیں۔

جب احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں اور ماڑے نے سواھیڑی کو گھیرا تو بہت خفیف مقابلہ ھوا ۔ گنوار سب بھاگ نکلے اور جزائلیں اُن کی چھن گئیں اور سواھیڑی کو دشمنوں نے پھونک دیا اور جلا دیا اور بجنور میں متواتر خبریں آنے لگیں کہ اب نواب بجنور کو مارنا ھے ۔ بلکہ دو تین کوس تک نواب کے آدمی بجنور کی جانب بڑھ آئے تھے ۔

سواھیڑی پھنکنے کے وقت بجنور میں کیا حال تھا

یہاں بجنور میں کچھ جمعیت نہ تھی صرف چودھری رندھیر سنگھ مع ایک ضرب توپ اور پچاس ساٹھ آدمی کے سواھیڑی کی سڑک پر مورچہ لگائے موجود تھے اور چودھری جودھ سنگھ اور چودھری نین سنگھ بھی وھاں تھے اور ھر چند واسطے جمع ھونے آدمیوں کے تدبیر کرتے تھے مگر ایک آدمی بھی جمع نہ ھوتا تھا ۔ یہاں تک کہ بجنور میں سب کے پاؤں اکھڑ گئے ۔ چودھری جودھ سنگھ عین مورچوں میں سے گھوڑا بھگا واسطے تدبیر نکال لے جانے اپنے اھل و عیال کے اپنے گھر میں پہنچے اور چودھری نین سنگھ نے بھی اپنے معتمد اپنے دولت خانہ پر بھیج دیے کہ ضرورت کی سب چیزیں مہیا رکھیں اور چودھری رندھیر سنگھ نے بھی روانگی ھلدور کا قصد کیا بلکہ توپ اُدھر کو روانہ بھی کی ۔ مجھ صدر امین اور ڈپٹی صاحب نے مکان تحصیل کو بند کر کے اور پانچ سات آدمی جو ھمارے ساتھ تھے اُن کو لے کر اور ھتھیار بندوق سے آراستہ ھو کر اس دھیان میں ھو بیٹھے کہ اب احمد اللہ خاں بجنور میں آتا ھے ۔ جہاں تک ممکن ھوگا اس سے لڑیں گے آخرکار مارے جاویں گے اور جس قدر خطوط اور کاغذات از طرف حکام انگریزی در باب انتظام ضلع ھمارے پاس آئے تھے اور جتنی رپورٹیں کہ ھم نے یہاں سے روانہ کی تھیں

اور اُن کی نقلیں ہمارے پاس موجود تھیں اُن سب کو ہم نے بنظر دور اندیشی جلا دیا - تمام شہر بجنور میں بھگی پڑ گئی - بہت سے آدمی گنگا کے کنارے اور دو گنگ میں جا بیٹھے اور ایک طلاطم عظیم بجنور میں برپا ہو گیا -

ڈپٹی صاحب اور صدر امین کا بجنور سے ہلدور کو جانا

اس عرصہ میں مسلمانان بجنور جمع ہو کر چودھری رندھیر سنگھ کے پاس گئے اور کہا کہ اگر تم چلے جاؤ گے تو قصبہ لٹ جاوے گا - تم بدستور مورچہ پر چلو اور ہم سب تمھارے ساتھ ہیں - چودھری رندھیر سنگھ نے اس بات کو قبول کیا اور مورچہ پر آئے اور توپ بھی پھیر لائے - چودھری جودھ سنگھ بھی وہاں آ گئے اور تینوں چودھری مع مسلمانان بجنور اور جس قدر آدمی چودھریوں کے ساتھ تھے شام تک مورچہ پر موجود رہے مگر احمد اللہ خاں اس روز بجنور میں نہ آیا اور بمقام بسی کوٹلہ اُس نے مقام کیا - رات کے وقت چودھری رندھیر سنگھ نے ہم سے کہا کہ میرا ارادہ یہاں کے قیام کا نہیں ہے اور چودھریان بجنور بھی جانے والے ہیں تمھارا رہنا یہاں مناسب نہیں ہے بہتر ہے کہ تم بھی آج ہی رات کو ہلدور چلے جاؤ - چنانچہ ڈپٹی صاحب اور میں صدر امین اخیر رات کو بجنور سے روانہ ہوئے اور صبح ہوتے چوبیسویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو ہلدور میں پہونچے - ہم سے تھوڑی دیر پہلے چودھری بدھ سنگھ نگینہ سے ہلدور آچکے تھے - وہاں ہماری اور ان کی ملاقات ہوئی - چودھری پرتاپ سنگھ صاحب نے تاجپور سے منجملہ مبلغان مطلوبہ جناب صاحب کمشنر بہادر پانچ ہزار روپیہ حسب تفصیل ذیل آپس میں جمع کر کر معرفت راجہ صاحب کاشی پور روانہ نینی تال کیے -

چودھری رندھیر سنگھ صاحب	۱۵۰۰
چودھری پرتاپ سنگھ صاحب	۱۵۰۰
چودھری امراؤ سنگھ	۱۰۰۰
چودھری لیکھراج سنگھ نہٹور والہ	۱۰۰۰
	۵۰۰۰

احمد اللہ خاں کا نگینہ کو جانا اور بشنوئیوں کو مارنا اور بشنوئی سرائے کو ویران کرنا

علی الصباح ۲۴ اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو چودھری بدھ سنگھ مع قدرے جمعیت کے ہلدور سے روانہ بجنور ہوئے تاکہ چودھری رندھیر سنگھ کو ہلدور لے آویں اور اودھر احمد اللہ خاں کو نگینہ کے خالی ہونے کی خبر ملی اور سب مسلمانوں نے جو کہ اُس کے ساتھ تھے یہ بات چاہی کہ اول بشنوئیاں نگینہ سے بدلہ لیا جاوے جنھوں نے رامدیال سنگھ کے وقت میں مسلمانوں پر اور ان کے ننگ و ناموس پر زیادتی کی ہے اور جس فساد کے سبب لوگ محمدی جھنڈے میں جمع ہوگئے تھے۔ اس لیے احمد اللہ خاں نے نگینہ کا جانا مقدم سمجھا اور قصد بجنور کو ملتوی کر کے جانب نگینہ مع فوج کے روانہ ہوا۔ دو بجے وہاں جا پہونچا اور بشنوئی سرا کے غارت کا ارادہ کیا۔ شیخ نجف علی رئیس نگینہ نے احمد اللہ خاں کو اس بات سے منع کیا۔ مینڈھو خاں پسر نتھو خاں نے شیخ نجف علی کو گالی دی اور بندوق مارنے کو اوٹھائی مگر اور لوگ درمیان میں آ گئے۔ اتنے میں خبر آئی کہ بشنوئی سرا میں بشنوئیوں نے ایک سوار اور دو پیادوں کو مار ڈالا۔ اس خبر پر بشنوئی سرا پر توپ لگا دی اور گولہ مارنے شروع کیے تمام بشنوئی مع زن و بچہ بھاگ نکلے۔ پانچ چھ آدمی مارے بھی گئے اور بشنوئی سرائے دو دن تک خاطر خواہ لٹی اور تمام گھر اور پکے پکے مکانات بشنوئیوں کے سب پھونک دیے ایک گھر بھی جلنے سے باقی نہیں رہا۔ مشہور

ہے کہ کل لڑائیوں اور فسادوں میں باون بشنوئی مارے گئے ۔ اس کے بعد احمد اللہ خاں نے سید تراب علی تحصیلدار کے گرفتار کرنے اور قتل کرنے کا حکم دیا اور ان کی تلاش کو آدمی دوڑائے ۔ مگر مولوی محمد علی رئیس نگینہ نے اُن کو چھپا لیا اور میر اشرف علی اور مولوی محمد علی خود احمد اللہ خاں پاس گئے اور سید تراب علی کو غریب پردیسی کہہ کر اور طرح بطرح کی خوشامدیں کر کر اُن کی جان بخشی چاہی ۔ جو کہ احمد اللہ خاں وغیرہ سب پٹھان تھے اور سید کا قتل کرنا یہ لوگ بُرا سمجھتے ہیں اس لیے سید تراب علی کی جان بخشی کی مگر محمد علی سے حاضر ضامنی لکھوا لی اور دروازۂ مکان پہرہ جات بجہت نگہبانی تعینات کیے ۔ پچیسویں تک احمد اللہ خاں کا مع تمام لشکر اور ہمراہیوں کے نگینہ میں مقام رہا ۔

ہلدور کی پہلی لڑائی چودھریوں کی شکست اور ہلدور کا جلنا

چھبیسویں اگست کو ماڑے اور شفیع اللہ خاں اور احمد اللہ خاں نے بہ ارادہ چڑھائی ہلدور کے نگینہ سے جانب نہٹور کوچ کیا اور چودھری رندھیر سنگھ اور چودھری بدھ سنگھ اپنی تمام سپاہ کو ساتھ لے کر نقارا بجاتے اور نشان اُڑاتے مع دو ضرب توپ اور چند جزائل کے بہت بڑی شان اور شوکت سے واسطے مقابلہ کے روانہ ہوئے اور نہٹور سے احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں اور ماڑے مع اپنے لشکر کے ہلدور پر چڑھے ۔ موضع جھڑوئی اور بیگراج پور کے درمیان بان ندی پر طرفین کا مقابلہ ہوا ۔ دو توپیں چودھری صاحبوں کی طرف سے چھوٹیں ۔ نواب کے سواروں نے حملہ کیا اور گنوار جو غول کے غول چودھری صاحب کی طرف جمع تھے بھاگے اور لڑائی شکست ہوئی چودھری صاحب بھی پس پا ہوئے اور دونوں توپوں کو لے کر ہلدور آ داخل ہوئے ہلدور کے چاروں

طرف پہلے سے خندق کھدی ہوئی تھی اور دمدمہ بنا ہوا تھا اور
چاروں طرف ناکہ بندی ہو رہی تھی اور مورچہ لگے ہوئے تھے ۔
جب چودھری صاحب اور ان کا تمام لشکر جو ساتھ بھاگا آتا تھا
ناکہ ھلدوِر میں داخل ہو گیا تب چودھری صاحب پھر رکے اور
توپوں کو مورچوں پر لگا کر اور دمدمہ کی آڑ میں کھڑے ہو کر
باڑیں مارنی شروع کیں سرکاری رجمنٹوں کے چند سواروں نے جو
نواب کی فوج میں تھے مع اپنے ھمراھیوں کے جن کو انھوں نے
منتخب کر لیا تھا مورچہ پر ھلہ کیا اور با وصف تنگی اور قلب
ہونے ناکہ کے ناکے کے اندر گھس گئے اور پچاس ساٹھ آدمی
چودھری صاحبوں کے مارے گئے ۔ گوبند سنگھ کارندہ کل چودھری
پرتاپ سنگھ کا اسی ناکہ پر بہت دلاوری سے مارا گیا ۔ اس وقت
چودھری صاحبوں نے قیام اپنا ناکہ مورچہ پر بھی مناسب نہ جانا
اپنی تینوں توپوں کو ناکہ مورچال پر سے لے حویلی کو روانہ ہوئے
تو ان سواروں نے تعاقب کیا چودھری صاحبان تو حویلی میں بخیریت
آ پہنچے مگر ان کی دو توپیں جو بہت عمدہ سرکاری میگھ زین کی
تھیں اور لارڈ لیک صاحب بہادر سپہ سالار انگلشیہ نے نواب
احمد بخش خان بہادر والئی فیروز پور کو عنایت کی تھیں اور نیلام اسباب
شمس الدین خاں کے وقت چودھری صاحب ھلدور نے خرید کی
تھیں چھین لیں اور ناکہ کے باھر لے گئے اور ایک قدیمی لوہے کی
موروثی توپ چودھری صاحبوں کی جو ناکہ پر تھی اور کڑہ خان
اُس کا نام تھا اُس کو چند گنواروں نے پھڑ پر سے اکھاڑا اور کندھوں
پر رکھ بغل میں داب حویلی میں لا داخل کی ۔ حویلی کے دروازہ
بند ہو گئے اور ہر ایک شخص اس کا منتظر رہا کہ کب نواب
آوے اور جو حویلی میں محصور ھیں کب ان کو مارے ۔ اس عرصہ
میں گولہ اندازان نواب نے ایک توپ جانب مشرق اس مکان کے

مقابل جس میں میں اور ڈپٹی صاحب مقیم تھے آ لگائی اور گولہ
مارنے شروع کیے ۔ باوجودیکہ بہت بڑا مکان نشانہ پر تھا مگر وہ
گولہ انداز ایسے کامل اور استاد اپنے فن کے تھے کہ ایک گولہ
بھی اُس مکان پر نہ لگا جس قدر سوار نواب کے کنارہ شہر سے
ناکہ کے اندر گھس آئے تھے وہ سب دونوں توپیں لے کر ناکہ
کے باہر چلے گئے اور صفیں آراستہ کیے ہوئے دمدمہ اور خندق
ہلدور کے باھر کھڑے رہے ۔ یقینی کہا جاسکتا ھے کہ کوئی آدمی
بھی سپاہ نواب کا شہر میں نہیں رہا مگر دفعةً ہلدور کے مکانات
میں آگ لگنی شروع ہوئی بلا شبہ چھیپی اور حلوائیاں ساکنان
ہلدور نے جو مسلمان ھیں ھندوؤں کے مکانات میں آگ لگائی ۔
کیونکہ اُن سے اور چودھریان ہلدور سے در باب خانہ کرایہ اور تعمیر
مسجد اور دیگر امور کے قدیمی عداوت چلی آتی تھی یہاں تک کہ
تمام مکانات ھندوؤں کے جلنے شروع ھوگئے اور دس بارہ آدمی قوم
ہنود مارے بھی گئے اور ہلدور کے چاروں کونوں میں اس قدر آگ
روشن ھوئی کہ رستہ آمد و رفت کو چونکا بند ھوگیا اور نواب کی
فوج جو باھر کھڑی تھی اس کو بھی قابو ہلدور کے اندر گھسنے کا
نہ ملا بہت دیر تک وہ فوج آراستہ کھڑی رھی ۔ جب یہ جانا کہ
آگ ایسی بھڑک گئی ھے کہ کئی دن تک نہ بجھے گی تب چار بجے
کے بعد احمد اللہ خاں مع اپنے تمام لشکر کے بہ ارادہ قیام جھالو سے
روانہ ھوئے راستہ میں موضع پھڑپا پور کو پھونک دیا ۔ اس عرصہ
میں اس کو خبر پہنچی کہ بجنور بالکل خالی ھے اُس نے بجنور کے قیام
کا ارادہ کیا اور کچھ سوار اور پیدل لے کر تخمیناً ڈھائی تین ہزار
آدمی کی جمعیت سے گیارہ بجے رات کے بجنور میں آ داخل ھوا ۔

چودھریان بجنور کا گنگا پار جانا | جس وقت کہ ہلدور پر لڑائی ہو رھی
تھی تو چودھری جودھ سنگھ صاحب بھی دو تین کوس کے فاصلہ

سے لڑائی کا تماشہ دیکھ رہے تھے ۔ جب اُن کو یقین ہو گیا کہ
ہلدور کی شکست ہو گئی اور ساری ہلدور جل گئی وہ پھر کر بجنور
آئے اور یہ سب حال چودھری نین سنگھ صاحب سے کہا اور دونوں
چودھری صاحب مع اپنے رشتہ مندوں کے بجنور سے چل دیے اور
کشتیوں پر بیٹھ گنگا پار ہوئے ۔ احمد اللہ خاں نے بجنور پہنچ کر
ہر چند تلاش کیا مگر پتہ نہ لگا ۔

چودھری پرتاپ سنگھ کا کانٹ جانا

احمد اللہ خاں اور ماڑے کا
ارادہ تھا کہ ہلدور فتح کر کے
تاجپور پر چڑھائی ہوگی اور نہٹور میں منادی ہوئی تھی کہ ہلدور
اور تاج پور کی لوٹ معاف ہے جب خبر شکست ہلدور اور مارے
جانے گوبند سنگھ اپنے کارندہ کی چودھری پرتاپ سنگھ کو پہنچی
وہ بھی گھبرائے اور جانا کہ کل یہی دن میرے لیے ہے ۔ اُسی
وقت چودھری پرتاپ سنگھ تاج پور سے کانٹ کو چلے گئے ۔
تاج پور بھی خالی ہو گیا تھا ۔ اگر کچھ فوج احمد اللہ خاں
تاج پور بھیج دیتا تو اُسی وقت اُس پر قابض ہو جاتا ۔

ہلدور میں مسلمانوں کا قتل عام ہونا ۔

ہلدور سے احمد اللہ خاں کے
چلے جانے کی بڑی خوشی ہوئی
اور سب کی جان میں جان آئی اور خدا خدا کر کے شام کی اور
جوں توں کر کے رات بسر کی رات کے وقت جو آدمی چودھری
صاحبوں کے بھاگ گئے تھے وہ بھی آ گئے اور ایک غول پھینہ
والوں کا بھی آ گیا اور قریب تین ہزار آدمی کی جمعیت پھر ہلدور
میں جمع ہو گئی ۔ اٹھائیسویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء کو روز جمعہ
مطابق ساتویں محرم سنہ ۱۲۷۴ ہجری کے قبل طلوع آفتاب چودھری
صاحبوں نے تمام رستہ ہلدور کے گھیر لیے اور جس قدر مسلمان
حلوائی اور چھیپی اور کمہار وغیرہ ہلدور میں دستیاب ہوئے سب

کو برابر قتل کر دیا اور بہت سی عورتیں گرفتار ہو کر کوٹھے میں قید کی گئیں اور کچھ عورتیں بھی اتفاقیہ ماری گئیں اور کچھ مرد اور کچھ عورتیں اور بچے زخمی بھاگ بھاگ کر چاند پور پہونچے ۔ جو حلوائی اور چھیپی مفسد اور حرامزادہ تھے اور غالباً انھوں نے بھی اُس روز ہلدور میں فساد کیا تھا اور آگ لگائی تھی اُسی روز مع اپنے اھل و عیال کے احمد اللہ خاں کے ساتھ چلے گئے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو اپنے تئیں بے قصور سمجھ کر ہلدور میں رہ گئے تھے ۔ غرضکہ شام تک ان لوگوں کا برابر قتل رہا اور جس قدر گھر مسلمانوں کے وھاں تھے وہ سب جلائے گئے اور اُن کے ساتھ ہندوؤں کے بھی بہت سے گھر جو بیچ میں آ گئے جل گئے اور ہلدور کا یہ حال ہو گیا کہ بجز دو پکی حویلیوں کے کوئی گھر جلنے اور خراب ہونے اور لٹنے سے باقی نہیں رہا ۔ پھونس کا نام ہلدور میں سے جاتا رہا یہاں تک کہ اگر کوئی چڑیا ایک پھونس کا تنکا اپنا گھونسلہ بنانے کو قرض مانگتی تو بھی نہ ملتا ۔

ہندوؤں کو مسلمانوں سے اس قدر عداوت ہو گئی کہ چند آدمی جو اتفاقیہ ہلدور میں وارد تھے وہ بھی مارے گئے ۔ گنوار بخوبی پکار پکار کر ہم لوگوں اور ڈپٹی صاحب کی نسبت صاف صاف کہتے تھے کہ گو یہ لوگ چودھریوں سے ملے ہوئے ھیں مگر مسلمان ھیں ان کو بھی مار ڈالنا چاھیے مگر چودھری رندھیر سنگھ نے ھماری بہت حفاظت کی اور کہلا بھیجا کہ دروازہ مضبوط بند کر کے اندر بیٹھے رھو اور کسی اپنے نوکر کو بھی باھر نہ نکلنے دو ۔ ایسا نہ ھو کوئی مار ڈالے ۔ اس سبب سے تین روز تک ہم کو ہلدور میں پانی اور کھانے کی بہت تکلیف رہی ۔

ڈپٹی صاحب اور صدر امین کا ہلدور سے روانہ ہونا

جب یہ حال ہوا تو پھر ہم نے اپنا قیام ہلدور میں بھی مناسب نہ جانا اور تمام ضلع میں کوئی اور ایسی جگہ بھی نہ تھی جہاں ہم رہ سکتے اس مجبوری سے ضلع کا چھوڑنا ضرور پڑا ۔ انتیسویں تاریخ کا دن جس طرح ہو سکا ہم نے ہلدور میں بسر کیا ۔ گیارہ بجے رات کے ہم پیادہ پا وہاں سے نکلے اور نہایت مشکل اور تباہی سے راستہ کاٹا ۔ صبح ہوتے ہی ہم لوگ مع ڈپٹی صاحب اور متھرا داس اور بانکے رائے خزانچی کے قریب موضع پچنیاں کے پہونچے ۔ وہاں معلوم ہوا کہ پچنیاں میں بہت لوگ ہمارے لوٹنے اور مارنے کو جمع ہیں اس لیے اُس راہ کا چھوڑنا ضرور پڑا اور پلانہ کا رستہ اختیار کیا ۔

موضع پلانہ میں ڈپٹی صاحب اور صدر امین پر یورش

موضع پلانہ کی سرحد میں پہونچے دفعۃً دو ہزار گنوار مسلح ہم پر دوڑے اور ہمارے لوٹنے اور قتل کا ارادہ کیا ۔ مسمیٰ بخشی سنگھ پدھان موضع پلانہ نے مجھ کو اور ڈپٹی صاحب کو پہچانا اور اُن گنواروں کو روکا اور خود ساتھ ہو کر بحفاظت تمام اپنے گاؤں کی سرحد سے نکال دیا ۔ جبکہ ہم موضع کھیرکی میں پہونچے تو وہاں کے زمینداروں نے ہماری بہت خاطر کی اور ہم کو پانی اور دودھ پلایا اور ہر طرح سے ہماری اطاعت کی اور چند آدمی ساتھ ہوئے تاکہ چاند پور تک پہونچا دیں ۔

چاند پور میں ڈپٹی صاحب اور صدر امین پر یورش

چاند پور میں اس سے زیادہ مصیبت ہماری قسمت میں لکھی تھی کہ جب ہم قریب دروازہ چاند پور کے پہونچے اور بدمعاشان مسلمانان چاند پور کو ہمارے آنے کی خبر ہوئی دفعۃً محلہ بتیاپارہ میں ڈھول ہوا اور صدہا آدمی تلوار اور گنڈاسہ اور تمنچہ اور

بندوق لے کر ہم پر چڑھ آئے ۔ ہمارے مارے جانے میں کچھ شبہ باقی نہ تھا مگر فی الفور میر صادق علی رئیس چاند پور ہماری مدد کو پہونچے اور اپنے رشتہ داروں اور ملازمان کو ساتھ لے کر اُن مفسدوں کو روکا ۔ اس عرصہ میں اور بہت سے آدمی شہر کے ہماری اعانت کو آئے ؛ اور ان بد ذاتوں کے ہاتھ سے ہم کو بچایا اور میر صادق علی ہم کو اپنے مکان پر لے گئے اور وہاں امن دیا ، دوسرے روز خود ساتھ ہو کر موضع چچولہ تک پہونچا دیا وہاں سے ہم بچھراؤں گئے اور وہاں سے عرضی مفصل سرگزشت کی بحضور حکام لکھی اور چند روز بسبب بیماری کے مقام کر کے ڈپٹی صاحب براہ خورجہ بعد پہونچانے اپنے اہل و عیال کے اور میں صدر امین سیدھا بمقام میرٹھ بحضور حکام عالی مقام حاضر ہوئے ۔

رائے اس باب میں کہ ضلع میں اس تازہ فساد ہونے کا کیا سبب ہوا

جب یہ فساد ہوا تو انتظام ضلع کا ہمارے ہاتھ میں تھا ۔ اس سبب سے میں نہایت نامناسب سمجھتا ہوں اگر اس قدر جلد ضلع میں فساد ہونے کا سبب نہ بیان کروں ۔ میری رائے میں کچھ شک نہیں ہے کہ اگر سرکاری فوج ضلع میں نہ آتی تو اسی طرح کا فساد ضرور ضلع میں ہوتا مگر جس قدر کہ جلد اب ہوا اس کا باعث صرف فساد نگینہ ہے ، حکام انگریزی کے احکام آنے اور رئیسوں کے نام خطوط اور پروانہ جات جاری ہونے سے جن کا حال اوپر بیان ہو چکا کچھ شک نہیں ہے کہ سب کے دلوں پر سرکار کا خوف ہو گیا تھا اور ہم نے جو اشتہارات اور منادی سرکار کے نام سے تمام ضلع میں کی یہاں تک کہ خاص نجیب آباد میں بھی سرکار کے نام سے منادی ہوئی اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر دھرم پور تک تشریف لائے ،

سب کو یقین ہو گیا تھا کہ اب سرکاری فوج اور حکام جلد ضلع میں تشریف لاویں گے - جب ہم نے ضلع کا اہتمام اٹھایا تو مسلمانوں نے اس بات کا یقین کیا کہ جو زیادتیاں ہندوؤں نے ہر وقت فتح شیر کوٹ و بجنور مسلمانوں پر کیں وہ اب نہیں ہونے کیں اور نہ مسلمان ہندوؤں پر زیادتی کر سکیں گے بلکہ جیسا قاعدہ سرکاری عدالت کا تھا اُسی طرح پر انتظام اور کام ہوگا اور ہمارا دل بھی یوں ہی چاہتا تھا کہ اسی طرح پر ہو مگر ہم محض بے قابو تھے اور در حقیقت ہمارا کچھ اختیار نہ تھا - جو لوگ کہ ہماری مدد کو تھے وہ ہمارے تابع نہ تھے بلکہ خود رائی سے کام کرتے تھے - ہماری بات بھی اگر مانتے تھے تو وہی بات مانتے تھے جو کہ پہلے سے اُن کے دل میں کرنی ہوتی تھی - ہمارے مددگاروں کے جو لوگ تابع اور مددگار تھے وہ خود اُن کی نہ مانتے تھے جن کے تابع تھے - ہم تو درکنار رہے ، جو بات کہ ہمارے خلاف مرضی اور برعکس ہماری رائے کے ضلع میں ہونے کو ہوتی تھی ہم اُس کے روکنے کا اور بند کرنے کا کچھ قابو نہیں رکھتے تھے ، ہم خوب سمجھتے تھے کہ نگینہ میں توپ کے سانچہ پر فساد ہوگا اوّل تو ہماری ہرگز رائے نہ تھی کہ بالفعل اس سے کسی طرح کا مواخذہ کیا جاوے - اس لیے کہ سردست وہ کسی کام کا اور کسی طرح مضرت رساں نہ تھا - اُس سے آئندہ امید مضرت رسانی کی تھی اور اگر بالفرض آدمی نگینہ پر چلے بھی گئے تھے تو جس وقت رئیسان نگینہ نے مردمان اور سپاہیان نجیب آباد کو نگینہ سے رخصت کر دیا تھا اور سب لوگ نجیب آباد چلے گئے تھے اُس وقت رامدیال سنگھ کا رہنا پورینی میں نامناسب اور بنیاد فساد کی تھا - فی‌الفور رامدیال سنگھ کو واپس آنا چاہیے تھا - ہم نے تھانہ دار نگینہ بھیجا تھا اور مولوی قادر علی تحصیلدار کو واسطے

بھیجنے نگینہ کے بلایا تھا ۔ ہم صرف رئیسوں کی معرفت وہاں کا
انتظام کر لیتے مگر ہر چند ہم نے کہا کہ رامدیال سنگھ کو
واپس بلا نا چاہیے مگر افسوس ہے کہ ہماری یہ بات وہ تھی جس
کا ہمارے مددگاروں کے دل میں پہلے سے اس کا کرنا نہ تھا ۔
بشنوئیان نگینہ جو قدیمی مفسد اور شورہ پشت ہیں زیادہ تر مفسدہ
کے باعث ہو گئے ، اور نگینہ میں فساد کروا دیا ۔ مسلمانوں نے
دیکھا کہ بدستور ہندو مالک اور حاکم ہیں اور ہندو جو چاہتے
ہیں کرتے ہیں اور مسلمانوں کو مارتے ہیں جیسا کہ نگینہ میں
پیش آیا ۔ اکثر آدمی نجیب آباد چلے گئے ۔ نواب نے لوگوں کو اپنی
طرف متوجہ دیکھ کر محمدی جھنڈا کھڑا کر دیا اور دفعۃً ضلع میں
فساد برپا ہو گیا اور مذہبی لڑائی قائم ہو گئی ۔

چاند پور میں ڈپٹی صاحب اور صدر امین پر بلوہ ہونے کا سبب

چاند پور میں جو ہم پر آفت پڑی گو اصلی منشاء اس کا یہی تھا کہ ہم سرکار کے خیر خواہ
اور طرفدار تھے اور علانیہ سرکار کی طرفداری کر کر انتظام ضلع کا
اٹھا لیا تھا لیکن اس قدر عام بلوے کے ہمارے پر ہونے کا یہ
سبب تھا اور سب بلوائی پکار پکار کر کہتے تھے کہ چودھریوں
سے سازش کر کے نگینہ میں مسلمانوں کو مروا دیا اور لوگوں کی
جورو بیٹی کی بے عزتی کروائی اور ہلدور میں اپنے سامنے مسلمانوں
کو ذبح کروایا اب ہم زندہ نہ چھوڑیں گے ، چنانچہ یہ سب
باتیں ہم اپنے کان سے سنتے تھے اور ہلدور میں حلوائیان اور
چھیپیوں کے زخمی مرد اور عورت اور بچے جو بچ کر بھاگے تھے
وہ تھوڑی دیر پہلے ہم سے چاند پور میں پہنچ چکے تھے ، ان کا
حال دیکھ کر زیادہ تر لوگ ناراض ہو رہے تھے کہ ہم بے گناہ
دفعۃً وہاں جا پہنچے ۔ فہمیدہ آدمی تو سمجھ گئے کہ یہ کام

انھوں نے نہیں کیا مگر جاھل لوگوں نے نہ مانا ، غرضکہ ہماری رائے میں یہ ہے کہ جس طرح ہم چاھتے تھے اگر سب لوگ ہماری رائے پر کام کرتے تو بلاشبہ اتنے عرصہ تک ضلع تھا رھتا کہ یا سرکاری فوج ضلع میں آ جاتی یا لوگوں کو سرکاری فوج آنے سے بالکل توقع جاتی رھتی -

ہلدور کی دوسری لڑائی اور چودھریوں کی شکست

ہمارے جانے کے بعد چودھری صاحبان ہلدور پھر جمعیت اکٹھا کرنے کی فکر میں پڑے اور اپنی حویلی کی حفاظت میں مصروف ہوتے - چنانچہ بہت سے آدمی ہلدور میں جمع ہوگئے اور احمد اللہ خاں اور ماڑے بمقام بجنور مقیم رہے - تیسویں اگست سنہ ۱۸۵۷ء روز یک شنبہ مطابق نویں محرم سنہ ۱۲۷۴ ھجری کو احمد اللہ خاں اور ماڑے نے پھر ہلدور پر چڑھائی کی اور سوتی جمعیت سنگھ رئیس بجنور اور لالہ خوب چند وکیل صدر امینی بجنور کو جو زمانہ سابق میں کارندہ چودھریان ہلدور تھا ساتھ لیا کہ اول جا کر صلح اور صفائی کروا دیں - ادھر سے لشکر احمد اللہ خاں کا ہلدور پر روانہ ھوا اور جب چودھری پرتاپ سنگھ تاج پور سے کانٹ چلے گئے تھے تو کانٹ والوں نے کچھ اپنی جمعیت اور ایک ضرب توپ تاج پور میں واسطے حفاظت مکانات چودھری پرتاپ سنگھ کے بھیج دی تھی اور وہ تاج پور میں موجود تھی - چنانچہ تاج پور سے ایک گروہ مع اس توپ کے واسطے کمک چودھریان ہلدور کے مع نرائن سہائے روانہ ھوا تھا وہ متصل ہلدور پہنچ گیا تھا اور ایک باغ میں متصل ہلدور مورچہ لگایا تھا - جب احمد اللہ خاں کا لشکر ہلدور کے قریب پہنچا تو بلدیہ کی بھوڑ پر لشکر ٹھہرا اور وہ دونوں آدمی ہلدور میں چودھری صاحبان کے پاس گئے مگر کوئی صورت صفائی کی نہ ہوئی - تھوڑی دیر بعد جب ان دونوں آدمیوں

کے واپس آنے میں دیر ہوئی تب احمد اللہ خاں نے ہلدور کو گھیر لیا اور تاج پور والا غول سے مقابلہ کرکے اُس کو بھگا دیا اور کانٹ والی توپ چھین لی ۔ سوتی جمعیت سنگھ اور لالہ خوب چند ہلدور میں سے نکل کر چلے گئے اور ہلدور پر لڑائی شروع ہوئی ۔ جس قدر آدمی کہ چودھری صاحبوں کے پاس تھے وہ حویلی میں محصور ہو گئے اور اندر سے بندوقیں مارنی شروع کیں احمد اللہ خاں کے گولہ اندازوں نے ہر چند کئی طرف سے مورچہ لگائے مگر کوئی موقعہ ایسا اُن کے ہاتھ نہ آیا کہ حویلی کی دیوار گولے سے ٹوٹ سکے اور بندوق تلوار کچھ کام نہ کرتی تھی ۔ اس لیے بہت دیر تک گولے چلتے رہے اور احمد اللہ خاں کے لشکر کے چند آدمی جو حویلی کے دروازوں پر حملہ کرنا چاہتے تھے مارے گئے ۔ جب حویلی ٹوٹ نہ سکی تو احمد اللہ خاں نے وہاں سے کوچ کر کر نہٹور میں مقام کیا اور دوسرے روز اکتیسویں اگست ۱۸۵۷ء مطابق دسویں محرم سنہ ۱۲۷۴ ہجری کو بھی وہیں مقام رہا ۔ یکم ستمبر کو نہٹور سے جانب بجنور کوچ کیا اور رستہ میں موضع نانگل کو جہاں زمانہ مقابلہ شیر کوٹ میں کئی سپاہی نواب کے مارے گئے تھے لوٹ لیا اور جلا دیا اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا ۔ چودھری بدھ سنگھ اور چودھری مہاراج سنگھ نے اب رکھنا اپنے اہل و عیال کا ہلدور میں مناسب نہ جان کر دونوں چودھری صاحب مع اپنے تمام اہل و عیال کے ہلدور سے پھینہ چلے گئے اور صرف چودھری رندھیر سنگھ ہلدور میں مقیم رہے اور بعد پہنچانے اپنے اہل و عیال کے پھینہ میں چودھری بدھ سنگھ پھر ہلدور کو واپس آئے اور چودھری مہاراج سنگھ تاج پور گئے اور کانٹ سے چودھری پرتاپ سنگھ صاحب کو بلایا اور وہ دونوں مل کر ہلدور میں آئے اور بعد مشورہ اور گفتگو کے دوسرے دن چودھری پرتاپ سنگھ تاج پور کو

چلے آئے -

جلال الدین خاں کی مختاری کی تجویز ہونی اور چودھریوں سے صفائی کی گفتگو

اس معرکہ کے بعد تمام ضلع میں نواب کی بے کھٹکے حکومت ہوگئی اور جملہ مشیران نواب انتظام ضلع کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ رائے قرار پائی کہ جملہ چودھریوں سے صفائی کی جاوے اور جلال الدین خاں نائب نواب اور مختار کل مقرر ہو - جلال الدین خاں کو اس عہدہ پر مقرر کرنے کا سبب یہ تھا کہ احمد اللہ خاں سے سب چودھری بہت ناراض تھے اور اور اگر وہی کارکن رہتا تو چودھریوں سے صفائی ہونے میں دقت پڑتی - دوسرا یہ سبب تھا کہ اُن دنوں میں ضرورت روپیہ کی بہت تھی اور احمد اللہ خاں کو روپیہ ملنا بہت دشوار تھا اور جلال الدین خاں کو لوگ معتبر آدمی سمجھتے تھے - اُس کی معرفت سبیل روپیہ کی بھی باسانی متصور تھی - چنانچہ مسودہ اقرار نامہ مختاری کل تحریر ہوا اور جملہ چودھریوں سے گفتگو اور پیغام سلام صفائی کے ہونے لگے اور سعد اللہ خاں منصف امروھہ نے چودھریوں کے نام خطوط واسطے صفائی کے لکھے اور اُس میں وعدہ لکھا کہ بعد تحریر ہو جانے اقرار نامہ مختاری کے میری معرفت سب کی صفائی ہو جاوے گی - سعد اللہ خاں نے جو خط اس باب میں چودھریوں کے نام لکھے اُس کی نقل بجنسہ اس مقام پر لکھتے ہیں :-

نقل خط سعد اللہ خاں بنام چودھریان در باب صفائی

نقل خط سعد اللہ خاں موسومہ چودھری رندھیر سنگھ و بدھ سنگھ و مہاراج سنگھ بلا اندراج تاریخ :-

چودھری صاحبان مشفق مہربانان دوستان سلمہ اللہ تعالیٰ ! بعد شوق ملاقات مسرت سمات کہ مزیدی براں متصور نیست شہود ضمیر محبت تنویر گردانیدہ مے آید الحمد للہ والمنت کہ خیریت جانبین

حاصل نامه محبت شمامه همدست حکیم شجاع علی صاحب و سید امتیاز علی صاحب وصول آورده کاشف مافیها گردید ـ حال اینست که مختار نامه کل معاملات از جانب نواب صاحب بهادر بنام محمد جلال الدین خاں صاحب بهادر قرار یافته است و مسوده هم تسطیر شده مگر تا ایں وقت صاف نگردیده مهر بر آن نشده است تا وقتیکه ایں معامله بظهور نرسد ازیں باعث در رسیدن ایں جانب نزد آن صاحبان تامل است لهذا بقید قلم مے آید که اگر ایں معامله تا دوپهر بانجام رسید ضرور سوار شده در کیرت پور شب باش خواهم شد و اطلاع به آں صاحبان خواهم رسانید زیاده خیریت است و حکیم صاحب و سید امتیاز علی صاحب را نزد خود مقیم داشته ام و اگر امروز تصفیه نشده دو سه روز انتظار نمودن تصفیه ضرور است"

جلال الدین خاں کی مختاری کا التوا اور کونسل کا تقرر

مگر یہ انتظام موقوف رہا اس سبب سے کہ احمد اللہ خاں اس بندوبست سے بہت ناراض تھا ـ اُس نے تمام افسران کو اپنے ساتھ ملا لیا تمام افسران فوج نے احمد اللہ خاں سے عہد کیا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور اگر محمود خاں تم کو بے دخل کرے گا تو ہم سب تمہارا ساتھ دیں گے ـ لاچار یہ بندوبست ملتوی رہا اور آپس کی صلاح سے ایک کونسل مقرر ہوئی کہ جو انتظام ضلع کا ہو کونسل سے ہوا کرے ، چنانچہ جو روبکاری نا محمود خاں نے اس معاملہ میں لکھی اُس کی نقل بجنسہ اس مقام پر لکھی جاتی ہے ـ

روبکار تقرر کونسل

روبکاری محکمہ بہ اجلاس امیر الدولہ ضیاء الملک ذوی القدر نواب محمد محمود خاں بہادر مظفر جنگ واقع ۱۳ ستمبر سنہ ۱۸۵۷ء جو کہ ایں جانب نے بہ سبب بد انتظامی ضلع بجنور کے محمد احمد اللہ خاں بہادر و محمد احمد یار خاں و محمد شفیع اللہ خاں و اخوند زادہ عبد الرحمان خاں و سید احمد شاہ

کو بنظر رفاہ خلائق اور واسطے انتظام مالی و ملکی ضلع بجنور کے اپنی طرف سے مختارکار عام مقرر کیا اور کل انتظام ضلع کا سپرد صاحبان مرقومہ بالا کے کیا تو ضرور ہے کہ جو معاملات بیچ انتظام ملک خواہ پروانہ جات و چٹھیات واقعہ جات یا اور کوئی امر متعلقہ نظامت و فوجداری اجرا پاوے تو بصلاح مشورہ صاحبان مرقومہ بالا کے تجویز ہو کر رو بروئے ایں جانب پیش ہووے اور ایک عرضی بھی سب صاحبوں کی طرف سے مشعر باطلاع اتفاق رائے کے گذرنی چاہیے تو اُس وقت ہونا حکم منظوری تجویز یا دستخط ایں جانب بہت مناسب ہوگا لہٰذا

حکم ہوا کہ

جو امر تجویز صاحبان مرقومہ بالا سے اجرا پاوے تو بالاتفاق سب صاحبان کے تجویز ہو کر مع قطعہ عرضی کے ہمارے رو برو پیش ہو تو جب دستخط اور حکم ہمارا ہوگا اور در صورت خلاف رائے صاحبوں کے کوئی امر تجویز کیا ہوا کسی کا قابل پذیرائی کے نہ ہوگا ۔ اطلاعاً نقل روبکار ھذا کی پاس ان پانچوں صاحبوں کے بھیجی جاوے اصل روبکار سر رشتہ میں رہے'' ۔

کچہری کے لیے مہروں کا بنتا

اسی زمانہ میں نئی مہریں فوجداری اور کلکٹری کی نا محمود خاں اور احمد اللہ خاں نے بنوائیں ۔ اُن مہروں پر الفاظ و للہ ملک السموٰت و الا رض بڑھایا گیا اور بجائے سنہ عیسوی کے سنہ ھجری لکھے گئے ۔ پہلی دفعہ جو مہریں بنیں اُن میں تو فقط ضلع بجنور موقوف کر کے لفظِ ''تحت حکومت نجیب آباد'' کھودا گیا ۔

سعد اللہ خاں کا صفائی چودھریوں میں دخیل رہنا

اگرچہ کونسل مقرر ہونے سے جلال الدین خاں کی مختاری کل ملتوی ہو گئی اور سعد اللہ خاں کا بخوبی اختیار نہ ہوا کیونکہ

سعد اللہ خاں کا اختیار جلال الدین خاں کی مختاری پر منحصر تھا ، مگ
پھر بھی سعد اللہ خاں بد ستور چودھری صاحبوں کی صفائی کے معامہ
میں دخیل رہا اور واسطے دوستی اس معاملہ کے اور بلانے چودھریو
کے سعد اللہ خاں بمقام نہٹور گیا اور سب چودھریوں کو بلایا او
پیغام بھیجا مگر کوئی ان میں سے نہ آیا ۔ لاچار سعد اللہ خا
بلا حصول مطلب سولھویں ستمبر سنہ ۱۸۵۷ء کو نگینہ میں
واپس آیا ۔

پڑاولی کی لڑائی اور چودھریان کی شکست

چودھری بدھ سنگھ اور چودھری مہاراج سنگھ نے ارادہ کیا کہ
پھر ایک دفعہ نواب سے مقابلہ کیا چاہیے اور اپنی برادری کو
خطوط لکھے اور چودھری پرتاب سنگھ سے بھی کمک چاہی ۔ چنانچہ
موضع پھینہ میں لام جمع ہوا اور چودھریان کانٹ اور نرائن سہائے
مع جزائل چودھری پرتاب سنگھ کی طرف سے اور گلاب سنگھ
چکارسی والا اور کچھ زمیندار پھینہ کے اور اور زمیندار دیہات کے
کمکی چودھری بدھ سنگھ صاحب کے پھینہ میں جمع ہوئے اور
کچھ آدمی ہلدور میں اکٹھے ہوئے اور یہ سارا لام جمع ہو کر
بہ ارادہ چڑھائی نجیب آباد روانہ ہوا ۔ احمد اللہ خاں نے یہ خبر
سن کر کچھ فوج اپنی بمقام نگینہ اور کچھ فوج بمقام کیرت پور
بہ افسری شفیع اللہ خاں روانہ کی اور ادھر سے چودھری صاحب اپنا
لام لے کر اٹھارویں ستمبر سنہ ۱۸۵۷ء کو متصل پڑاولی کے پہنچے
اور طرفین میں مقابلہ شروع ہوا ۔ تھوڑی لڑائی کے بعد چودھری
صاحب کی شکست ہوئی ۔ تمام گنوار جو جمع ہوئے تھے بھاگ
نکلے اور ایک موروثی توپ چودھریان ہلدور کی جس کا نام کڑہ خاں
تھا مع تین جزائلوں اور دو گردوں کے نواب کی فوج نے چھین
لیے اور چودھری بدھ سنگھ اور مہاراج سنگھ ہلدور ہوتے ہوئے

پھر پھینہ میں پہنچے ۔ اس فتح پر شفیع اللہ خاں کا بہت بڑا نام ہوا اور لقب بہادری اُس کو دیا گیا اور جنرل جرار بھی کہلانے لگا ۔ چنانچہ اکثر کاغذات میں اُس کا یہ لقب دیکھا گیا ۔

چودھریوں سے پھر صلح کے پیام

اس لڑائی کے بعد احمد اللہ خاں اور نواب کے مشیروں نے چاہا کہ یا جملہ چودھریاں کی بیخ کنی کر دی جائے ورنہ وہ لوگ مقابلے سے باز نہ آویں گے اور اُن کی طرف کا کھٹکا رفع نہ ہوگا یا اُن سے بخوبی صلح اور صفائی ہو جاوے ۔ چودھری صاحبان بھی در صورت طمانیت رفع فساد چاہتے تھے ۔ چنانچہ ادھر سے چودھریوں نے بھی پیغام صلح بھیجے اور خطوط بھی لکھے جن کا حاصل یہ تھا کہ بسبب خوف بد سلوکی اور اندیشہ جان و آبرو کے حاضر نہیں ہو سکتے ہر چند نواب کی طرف سے چودھریوں کی تشفی ہوتی تھی مگر ان کو طمانیت نہ ہوتی تھی اور اعتبار نہ آتا تھا ۔ چنانچہ سعداللہ خاں کے خط کی نقل جو بنام چودھری پرتاپ سنگھ صاحب کے اس معاملے میں بیسویں ستمبر سنہ ۱۸۵۷ء کو تحریر ہوا بجنسہ لکھتے ہیں :—

نقل خط سعد اللہ خاں بنام چودھری پرتاب سنگھ رئیس تاجپور درباب صفائی

”چودھری صاحب مشفق مہربان دوستان سلمہ اللہ تعالیٰ بعد سلام شوق واضح ہو خط تمہارا پہنچا حال دریافت ہوا ۔ ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے ایام کچھ برے آ گئے ہیں ورنہ ہرگز تم سے ایسی بات ظہور میں نہ آتی کہ تم مجھ سے اندیشہ کرتے ہو اور میں تم کو اپنے فرزند سے کمتر نہیں جانتا ۔ جبکہ تم کہنے میرے سے باہر ہو تو پھر کیا علاج کروں ۔ چاہیے کہ بلا اندیشہ تم نگینہ میرے پاس چلے آؤ اور کچھ اندیشہ کسی طرح کا مت کرو ۔ اگر میرے پاس نہ آؤ گے تو اور جو

کچھ تدبیر تمہارے نزدیک بہتر ہو وہ کرو اور اگر ایسی ہی لیت و لعل میں رہو گے خراب اور برباد ہو جاؤ گے تاکید جانو اور بلا اندیشہ چلے آؤ اور جب تم مجھ کو مربی جانتے ہو تو پھر کیا خوف ہے ۔ ہرگز ہرگز کچھ خوف نہ کرو زیادہ خیریت ہے اور اسی شب میں روانہ ہو کر میرے پاس آ جاؤ اور مجھ کو تمہاری حیرانی کا بڑا تردد ہے ۔ واللہ باللہ اگر میں تم کو محمد اسماعیل خاں سے کمتر جانتا ہوں تو خدا اس کا آگاہ ہے اور تم کو بھی یہ معلوم ہے فقط ،،
پہلی صفر ۱۲۷۴ ھجری ۔

غضنفر علی خاں کا نہٹور میں جانا اور چودھری رندھیر سنگھ کی ملاقات

غرضکہ سعد اللہ خاں کی معرفت پیغام صفائی اور حاضر ہو جانے کے چودھری پرتاپ سنگھ سے ہوئے اور نتھے خاں نے چودھری امراؤ سنگھ صاحب رئیس شیر کوٹ سے گفتگو صفائی کی کی اور غضنفر علی خاں بڑا بیٹا نا محمود خاں کا مع ماڑے اور لشکر مناسب کے نہٹور روانہ ہوا کہ اگر چودھریان ہلدور حاضر ہو جاویں تو بہتر ورنہ پھر ہلدور کو تباہ کیا جائے اور چیراج سنگھ پورینی والا اور لیکھراج سنگھ نہٹور والا کی معرفت چودھری رندھیر سنگھ کو پیغام بھیجے گئے ۔ بعد گفتگو اور طمانیت کے چودھری رندھیر سنگھ نہٹور میں آنے پر راضی ہوئے ۔ اور پچیسویں ستمبر ۱۸۵۷ء کو چودھری صاحب نہٹور میں آئے اور غضنفر علی خاں سے ملاقات کی ۔ چودھری صاحب نے ایک پیش قبض اور پچاس روپیہ اُن کی نذر کیا اور غضنفر علی خاں نے ایک دوشالہ بطور خلعت اُن کو دیا اور یہ بات کہی کہ چودھری بدھ سنگھ اور چودھری مہاراج سنگھ کو بھی حاضر کر دو ۔ انھوں نے اقرار کیا کہ بلا دوں گا ۔ بعد ملاقات کے چودھری رندھیر سنگھ صاحب ہلدور کو رخصت ہوئے اور یعقوب علی خاں رام پوری

مصاحب غضنفر علی خان اور مان سنگھ بھائی لیکھراج سنگھ کا واسطے لانے چودھری بدھ سنگھ اور مہاراج سنگھ کے اُن کے ساتھ ہلدور میں گئے اور وہاں سے موضع پھینہ میں چودھری صاحبوں کے پاس پہنچے ، مگر چودھری بدھ سنگھ اور مہاراج سنگھ نہ آئے اور بہ لطائف الحیل آنے سے انکار کر دیا اور کئی دن بعد گنگا پار بہ حضور حکام چلے گئے ۔

چودھری پرتاپ سنگھ اور امراؤ سنگھ کا نگینہ میں آ کر نجیب آباد جانا اور نا محمود خاں سے ملاقات کرنا

آخرکار بعد نامہ و پیغام یہ بات ٹھہری کہ چودھری پرتاپ سنگھ رئیس تاج پور موضع پورینی میں آویں اور سعد اللہ خاں سے زبانی گفتگو کر کے تاج پور واپس چلے جاویں ، چنانچہ پرتاپ سنگھ پورینی میں آئے اور سعد اللہ خاں نگینہ سے پورینی میں گیا اور چودھری پرتاپ سنگھ کا ہاتھ پکڑ کر ہاتھی پر بیٹھا لیا اور نگینہ لے آیا اُس کے بعد چودھری امراؤ سنگھ رئیس شیر کوٹ نگینہ میں آئے اور سعد اللہ خاں سے ملاقات ہوئی ۔ جب محمود خاں کو خبر پہنچی کہ دونوں چودھری نگینہ میں آ گئے ہیں اُس نے سعد اللہ خاں کو خط لکھا کہ دونوں چودھریوں کو نجیب آباد میں لے آؤ ۔ سعد اللہ خاں اُن کو نجیب آباد لے گیا اور چھبیسویں ستمبر کو چودھری صاحبوں کی ملاقات نا محمود خاں سے ہوئی ۔ دونوں چودھری صاحبوں نے کچھ اشرفیاں نذر دیں اور نا محمود خاں نے ایک دوشالہ اُن کو بطور خلعت دیا اور دوسرے دن رخصت کر دیا ۔

شیر کوٹ میں ہندوؤں کا قتل ہونا

جبکہ چودھری امراؤ سنگھ شیر کوٹ سے نگینہ کو روانہ ہوئے تو غضنفر علی خاں اور ماڑے نے نہٹور سے دھام پور کو کوچ کیا اور غضنفر علی خاں تو دھام پور میں ٹھہرا رہا اور ماڑے بد نصیب

بے رحم شیر کوٹ میں گیا ۲۶ ستمبر کو اس ارادے سے کہ وہاں کے ہنود کو قتل کرے شیر کوٹ میں ہندوؤں نے وہاں سے بھاگنا چاہا ۔ برہان الدین قاضی شیر کوٹ نے پٹواریوں کو جو قوم کے بنیہ تھے اپنے گھر میں بلا کر اکٹھا کر لیا ۔ اس عرصے میں بہت سے لوگ دروازۂ قاضی پر جمع ہوئے اور شور و غل برپا ہوا ۔ قاضی نے ان سب لوگوں کو جو متوقع پناہ اس کے گھر میں رہے تھے گھر کے باہر نکال دیا اور اس کے دروازے کے آگے وہ لوگ مارے گئے ۔ غرضیکہ اکتیس آدمی پٹواری اور برہمن اور بھاٹ نہایت ظلم اور قساوت قلبی سے ذبح کیے گئے ۔ دو آدمی تو زخمی ہو کر بچ گئے اور انتیس آدمی مارے گئے ۔ اس وقت سے ماڑے حرامزادہ کی بڑی دہشت لوگوں کے علی الخصوص ہندوؤں کے دل میں بیٹھ گئی کہ جدھر ماڑے کا لشکر جاتا تھا لوگ تھرا جاتے تھے اور کانپ اٹھتے تھے ۔

آپس میں باغیوں کے ملک کا تقسیم ہونا

ان واقعوں کے بعد ماڑے کو بہت زور ہو گیا اور نا محمود خاں کے خاندان میں در باب تقسیم ملک نزاع ہوا ۔ ماڑے نے غضنفر علی خاں کو اپنے ساتھ کر لیا ۔ اور اس نے چاہا کہ احمد اللہ خاں کو بالکل بے دخل کیا جاوے ۔ کئی دن تک آپس میں رنجش رہی ۔ پھر باہم صفائی ہوئی اور تقسیم ملک کی اس طرح پر قرار پائی کہ نا محمود خاں کو بارہ ہزار روپیہ مہینہ نقد ملا کریے اور تحصیل نگینہ و دھام پور و چاند پور، ماڑے خاں و غضنفر علی خاں کے حصے میں دی جاوے اور تحصیل نجیب آباد و بجنور احمد اللہ خاں کے حصے میں اور آٹھ ہزار روپیہ مہینہ غضنفر علی خاں اور ماڑے نا محمود خاں کو دیں اور چار ہزار روپیہ مہینہ احمد اللہ خاں کو دے ۔ چنانچہ یہ بند و بست چند روز تک قائم رہا ۔

جناب صاحب کمشنر بہادر میرٹھ کا چودھری بدھ سنگھ کو مدد دے کر پھر ضلع کو روانہ کرنا

چودھری بدھ سنگھ اور چودھری مہاراج سنگھ جو میرٹھ میں بحضور حکام حاضر تھے - انھوں نے بار بار جناب صاحب کمشنر بہادر میرٹھ سے عرض کیا تھا کہ اگر تھوڑی سی بھی کمک ہم کو ملے تو ہم پھر نا محمود خاں سے مقابلہ کریں اور اُس کو ضلع سے خارج کر دیں اور پھر ہم اپنی برادری کے بہت سے لوگ مقابلے کو جمع کر لیں گے - اگرچہ جناب صاحب کمشنر بہادر کو اس میں تامل تھا مگر بسبب اصرار بار بار عرض کرنے چودھریان کے جناب صاحب کمشنر بہادر نے اُس کی کمک تجویز کی اور لالہ گورسہائے ناظم حسن پور کے پاس جس قدر جمعیت تھی اُس کا ساتھ کرنا اور کچھ فوج راؤ گلاب سنگھ رئیس کوٹیسر کا کمک کر دینا تجویز کیا اور جملہ رئیسان ضلع بجنور کے نام حکم نامے جاری کیے کہ کوئی شخص نا محمود خاں کی اعانت نہ کرے - اگر کرے گا تو مجرم سرکار ہوگا - چنانچہ سترھدیں اکتوبر سنہ ۱۸۵۷ء کو یہ سب امور تجویز ہوئے اور حکم نامہ جات بنام رئیسان ضلع بجنور تحریر ہوئے اور چودھری صاحبان کو میرٹھ سے رخصت کیا - نقل اُس حکمنامہ کی بعینہ اس مقام پر لکھی جاتی ھے :-

حکم نامہ جناب صاحب کمشنر میرٹھ جو بنام رئیسان ضلع بجنور جو در باب اعانت چودھری بدھ سنگھ تحریر ہوا

نقل حکم نامہ جناب ایڈورڈ فلپ ولیمس صاحب بہادر کمشنر میرٹھ بنام جملہ رئیسان ضلع بجنور "جو کہ چودھری بدھ سنگھ تعلقہ دار ھلدور اور ناظر گورسہائے ناظم حسن پور واسطے دفعیہ اور اخراج نواب محمود خاں و جلال الدین خاں و عظمت اللہ خاں و احمد اللہ خاں و شفیع اللہ خاں و ماڑے وغیرہ باغیان کے مع

فوج راؤ گلاب سنگھ رئیس کوٹیسر وغیرہ متعین ہوئے ہیں - اس واسطے یہ حکم نامہ بنام تمھارے جاری ہوتا ہے کہ جو کوئی منجملہ تمھارے یا رشتہ داران جو ملازمان یا باشندگان شہر تمھارے کے باغیان مذکور کو پناہ یا مدد دے گا یا اس کی نوکری کرے گا تو مجرم سرکار متصور ہو کر کل جائداد منقولہ و زمینداری وغیرہ تمھاری ضبط سرکار ہو کر تدارک سنگین ہوگا اور مسکن تمھارا مثل باغیان مالا گڑھ اور تھانہ بھون وغیرہ کے کر دیا جاوے گا - چاھیے یہ کہ آفت اپنے اوپر مت لاؤ اور بیوقوف اور جاھل لوگوں کے دھوکہ میں مت پڑو کہ اب سرکار کی طرف سے خواہ مخواہ برملا سب کا تدارک ہوگا اپنی عقل کو دخل دو - اگر سرکار سے ساری خلقت کے صاف کرنے کے واسطے تجویز ہوتا تو پھر ملک کے رکھنے سے کیا حاصل تھا - جو لوگ اور طرح سے بیان کرتے ہیں سب جھوٹ اور تمھاری خرابی کے واسطے کہتے ہیں - البتہ جو لوگ مفسد اور سرکش ہیں اور سرکشی کی پناہ کے سبب مشہور ہو گئے ہیں ان کا تدارک ہوگا اور باقی جو اور لوگ سرکار کے خیرخواہ بنے رہے ان کے واسطے سب طرح سے فائدہ ہے اور ان کے واسطے بر وقت پہنچنے فوج سرکار کے کسی طرح اندیشہ نہیں - اس واسطے تم کو لازم ہے کہ اب مفسدوں سے بالکل علیحدہ ہو جاؤ - نہ ان کو کسی طرح فوج کی مدد دو نہ ان کو پناہ دو اور جو تم ایسا کرو گے تو یہ خیرخواھی تمھاری ظاھر ہو جاوے گی اور اس وقت تم کو اختیار ہے - اور اگر اب تم مفسدون کے ساتھ ہو جاؤ گے تو اب فوج سرکاری عنقریب پہنچے گی اور جیسا مفسدوں کا تدارک ہوگا ایسا ہی تمھارا ہووے گا" - ۱۷ اکتوبر سنہ ۱۸۵۷ء -

چودھری بدھ سنگھ کا دھنورہ میں آنا

ان تحریرات کے بعد دونوں چودھری صاحب گھاٹ گڈھ مکتیسر نگینہ کا اوتر کر اور فوج راؤ گلاب سنگھ رئیس کوٹیسر اور ناظر گورسہائے ناظم حسن پور کو مع اس کی جمعیت کے ساتھ لے کر دھنورہ میں پہنچے اور پروانہ جات جناب صاحب کمشنر بہادر موسومہ رئیسان ضلع بجنور چودھری پرتاپ سنگھ رئیس تاج پور کے پاس پہنچائے کہ جملہ رئیسان مکتوب الیہم کے پاس پہنچا دیں -

چودھری پرتاپ سنگھ کا دوبارہ روپیہ نینی تال کو بھیجنا

اُس زمانہ میں چودھری پرتاپ سنگھ کچھ روپیہ نینی تال روانہ کرنے کو تھے ، چنانچہ انھوں نے چار ہزار روپیہ حسب تفصیل ذیل ۱۹ اکتوبر سنہ ۱۸۵۷ء کو روانہ نینی تال کیے -

چودھری پرتاپ سنگھ	۲۰۰۰
امید سنگھ سیتا رام چودھریان رتن گڈھ	۲۰۰۰
	۴۰۰۰

اور بعد اس کے اپنے آدمیوں کی معرفت وہ حکم نامہ جات سب رئیسوں کے پاس روانہ کیے کہ وہ حکم نامے اٹھائیسویں اکتوبر سنہ ۱۸۵۷ء کو لوگوں کے پاس پہنچے اور چودھری پرتاپ سنگھ نے سامان رسد واسطے فوج مقیم دھنورہ کے تیار کیا اور اس عرصہ میں ایک توپ برنجی جو انھوں نے بنوائی تھی وہ بھی تیار کر لی -

چودھری امراؤ سنگھ کا کاشی پور جانا

چودھری امراؤ سنگھ رئیس شیر کوٹ نے اپنا رہنا بسبب اس ہنگامہ کے شیر کوٹ میں مناسب نہ سمجھا ، وہ اسی تاریخ شیر کوٹ سے کاشی پور چلے گئے -

احمد اللہ خاں اور ماڑے کا واسطے مقابلہ چودھری بدھ سنگھ کے چاند پور میں جمع ہونا

ماڑے خاں بمجرد سننے خبر چڑھائی چودھریان ہلدور مع اپنے لشکر کے بمقام چاند پور پہنچا اور اس کے بعد شفیع اللہ خاں اور احمد اللہ خاں مع اپنے لشکر کثیر کے چاند پور میں جمع ہوئے اور اکثر رئیسوں کے نام خط لکھے کہ تم بھی آن کر شامل ہو مگر کوئی شریک نہ ہوا ، اگرچہ توقع تھی کہ بہت بڑا مفسدہ ہوگا کیونکہ سب مسلمان ضلع کے یقین جانتے تھے کہ در صورت غلبہ چودھریان کے کوئی دقیقہ زیادتی اور جبر کا باقی نہیں رہے گا کہ ہندوؤں کے ہاتھ سے مسلمانوں پر نہ ہوا ہوگا ۔ مگر سب رئیسوں کو حکمنامہ جناب صاحب کمشنر بہادر کا بہت خوف تھا ، اس سبب سے سوائے ملازمین نواب کے کہ تعداد میں آٹھ نو ہزار سے زیادہ ہوں گے اور کوئی شریک نہ ہوا ، مگر چودھری صاحبوں کی طرف بھی جمعیت کثیر نہ ہونے پائی ۔ اس اندیشہ سے کہ اگر نواب غالب آیا تو کوئی ایسا ظلم نہ ہوگا جو مسلمانوں کے ہاتھ سے ہندوؤں پر نہ ہوگا ۔ مع ھذا اگر ناظر گورسہائے حملہ کرتا تو ایک راہ نکل جاتی باغیان ضلع بجنور کو ضلع مراد آباد اور دھنورہ وغیرہ پر حملہ کرنے کو بہر حال جو لام چودھری صاحبوں کا دھنورہ پر بندھا تھا وہ آگے نہ بڑھ سکا بلکہ متفرق ہو گیا اور چودھری صاحبان نے وہاں سے مراجعت کی ۔

چودھری بدھ سنگھ کے لام کا دھنورہ سے ٹوٹ جانا

احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں اور ماڑے نے تجویز کی کہ جب تک بنیاد ہلدور باقی ہے یہ فساد بھی قائم ہے اس لیے اُس نے چاند پور سے ہلدور پر چڑھائی کی ۔

ہلدور کی تیسری لڑائی اور چودھری رندھیر سنگھ کا گرفتار ہونا

ہلدور میں چودھری رندھیر سنگھ مع قدرے جمعیت کے موجود تھے۔ جب انھوں نے احمد اللہ خاں کے لشکر کے آنے کی خبر سنی حویلی میں محصور ہو گئے، لشکر احمد اللہ خاں نے حویلی کو گھیر لیا۔ طرفین کی طرف سے گولیاں چلتی رہیں اور آدمی بھی مارے گئے، آخر کار رات کے وقت چودھری رندھیر سنگھ نے اپنے ساتھ کے آدمیوں کو اجازت دی کہ جس طرح پر چاہیں اپنی جان بچاویں اور حویلی میں سے نکل جاویں۔ چنانچہ اکثر آدمی نکل گئے، صبح کو تاریخ تیسری نومبر سنہ ۱۸۵۷ء احمد اللہ خاں کا لشکر حویلی میں داخل ہوا، اور چودھری رندھیر سنگھ کو گرفتار کر لیا، اور رامدیال سنگھ بھوپھی زاد بھائی، رندھیر سنگھ کا اور اور پانچ چھ آدمی رشتہ مند اُن کے مارے گئے اور چودھری رندھیر سنگھ کو قید کر کے براہ نگینہ نجیب آباد لے گئے اور ایک مکان میں نظر بند کر دیا۔ جس قدر اسباب ہلدور میں تھا سب لٹ گیا اور مکانات چودھریان ہلدور کے جلا دیے گئے اور ہلدور ویران محض ہو گئی۔

ماڑے کا تاجپور پر چڑھنا اور چودھری پرتاپ سنگھ کا گنگا پار جانا

جبکہ احمد اللہ خاں اور ماڑے چاند پور سے ہلدور کو روانہ ہوئے تھے یعنی دوسری نومبر سنہ ۱۸۵۷ء کو، اُس وقت ماڑے خاں نے چودھری پرتاپ سنگھ کو خط لکھا کہ میرا لشکر عنقریب تاجپور میں داخل ہوگا رسد تیار کرو، اُس خط کے ساتھ ھی خبر شکست ہلدور اور گرفتاری چودھری رندھیر سنگھ کی تاجپور میں چودھری پرتاپ سنگھ کو پہنچی، انھوں نے جانا کہ میرا بھی یہی حال ہونے والا ھے اس لیے تدبیر روانگی کی کر کے پانچویں نومبر سنہ ۱۸۵۷ء کو تاجپور

سے روانہ ہوئے اور ساتویں تاریخ کو گڈھ مکتیسر میں پہنچے۔ چنانچہ نقل خط ماڑے خاں اس مقام پر لکھی جاتی ہے۔

خط ماڑے خاں بنام چودھری پرتاپ سنگھ رئیس تاجپور

''چودھری صاحب مشفق مہربان کرم فرمائے برحال نیاز مندان چودھری پرتاپ سنگھ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ! بعد سلام شوق اینکہ ارادہ لشکر ایں جانب بطرف تاجپور است مناسب است کہ آں صاحب تدبیر رسد وغیرہ سازند چناں نشود کہ بہ کسے نہج تکلیف مردمان لشکر را شود باقی خیریت است فقط۔ رقیمۃ الشرق چودھری امام بخش عرف ماڑے خاں از مقام چاند پور'' مورخہ دوم ربیع الاول سنہ ۱۲۷۴ھ ہجری

مہر امام بخش

باغیان گنگا پور کا بجنور میں آنا

اس ہنگامہ کے بعد نامحمود خاں اور اس کے ہمراہی سب طرف سے بے فکر ہو گئے اور چودھریوں میں سے کسی کا اندیشہ اُن کے دل میں نہ رہا اور عیش و عشرت میں مشغول ہو گئے۔ گنگا پار کے جو باغی تھے انھوں نے بھی اپنے لیے بجنور سے زیادہ کوئی مامن نہ دیکھا چنانچہ دلیل سنگھ اور قدم سنگھ گوجر اور رضا حسن عرف چھٹن اور عنایت علی خاں قاضی تھانہ بھون مع اپنے رفیقوں اور ساتھیوں کے اس ضلع میں آئے، اس ضلع کے باغیوں نے اُن کو امن دیا، ان کے سوا مرزا الطاف اور مرزا حاجی اور مرزا مبارک شاہ شاہزادگان مفرور دھلی اس ضلع میں آئے اور نامحمود خاں اور ماڑے نے اول اول بہت عزت اور توقیر کی۔

باغیان گنگا پار کا اترنا اور چند چوکیات اور تھانہ جات سرکاری کو لوٹنا

ان باغیوں نے اس ضلع میں آن کر زیادہ تر فساد مچایا اور نامحمود خاں اور احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں ماڑے کو ورغلانا اور گنگا پار اترنے اور ضلع مظفر نگر

اور سہارنپور میں فساد مچانے اور غدر ڈالنے پر ترغیب دی ، یہ جاہل آن کے دموں میں آ گئے اور پار اترنے پر مستعد ہو گئے اور کئی دفعہ پار کو اترے اور چند چوکیات سرکاری میں نقصان پہنچایا چنانچہ رضا حسن عرف چھٹن ساکن موضع سرائے ضلع مظفر نگر نے مع پچاس آدمیوں کے گنگا اتر کر چوکی دھرم پورہ کو پھونک دیا اور چار برقنداز چوکی کے مار ڈالے اور دو گھوڑیاں وہاں سے چھین کر گنج آسکیں میں چلا آیا ۔ سردار خاں ساکن علاقہ ٹھاکر دوارہ اور دلیل سنگھ گوجر بہت سے گوجر اپنے ساتھ لے کر رات کے وقت سوتی کے نانگل سے اترا اور سرکاری پکٹ سے مقابلہ کیا اور کچھ گھوڑے لوٹ لایا ۔ انھیں گوجروں اور پار کے باغیوں نے چوکی الہ آباد اور تھانہ بھوکر ہیڑی کو راولی کے گھاٹ سے اتر کر لوٹ لیا ۔ عنایت علی خاں قاضی کھیڑہ مجاہد پور کی چوکی پر اترا اور دو ہندو برقنداز پکڑ لایا ، ایک کو مار ڈالا ایک کو مسلمان کر لیا ، اسی طرح قاضی عنایت علی اور دلیل سنگھ گوجر اور رضا حسن عرف چھٹن دو ضرب توپ اور دو ہزار آدمی کی جمعیت سے میراں پور پر اتر آئے اور میراں پور کے تھانہ کو اور کچھ دوکانوں کو لوٹ لیا اور کئی آدمی کو قتل کیا اور نامحمود خاں کے نام کی منادی پٹوائی اور پھر بھاگ آیا ۔

پہلا ڈاکہ کنھکل کا اور کپتانی صاحب برقی تاروالہ کا گرفتار ہونا

ان وارداتوں کے بعد باغیوں کو اور زیادہ حوصلہ ہوا اور شفیع اللہ خاں نے روڑکی پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ۔ چنانچہ نجف خاں ساکن نجیب آباد ایک گروہ فوج کا افسر کل مقرر ہوا اور جنگ باز خاں جو سابق میں برقنداز کوتوالی جوالا پور تھا اور پھر کول میں بھی رہا تھا اور کفایت اللہ خاں ساکن نجیب آباد جو پہلے کمپونڈر شفاخانہ رڑکی

تھا اور پھر ریڈ صاحب کے محکمہ میں پندرہ روپیہ مشاہرہ کا نوکر
تھا اور عمر خاں رسالہ دار اور علی بہادر خاں افسران ماتحت مقرر
ہوئے اور ساتویں جنوری سنہ ۱۸۵۸ء کو وہ فوج سوار اور پیادہ
کی مع اپنے افسروں کے پایاب گنگا اتری اور کچھ پیدل میاپور
کے ڈرام نہر پر ہو کر اتر آئے اور چوکی میاپور پر حملہ کیا ۔
چھ نفر سواران نہر جو اس چوکی پر متعین تھے ان کے پانچ گھوڑے
کھول لیے اور چوکی کا محاصرہ کر کے بارک کو آگ دے دی اور
تجمل حسین خاں لیس ساکن منگلور اور تفضل حسین سوار ساکن
منگلور اور نادر علی ساکن پور قاضی اور گنیش سنگھ پوربیہ پانچ
سواروں کو گرفتار کر لیا ، اور نبی بخش سوار سوار ساکن رڑکی
حکمت عملی سے بھاگ گیا ، بعد اس کے اور ملازمان سرکاری کی
تلاش ہوئی اور میاپور کے گودام سے ایک کرانی صاحب مہتمم
تار برق اور مولا مستری اور ہولاس ٹنڈیل اور پندرہ بیلدار لال
ٹوپی والا گرفتار کیے اور کپتان ریڈ صاحب بہادر کے دونوں بنگلوں
میں آگ دے دی ۔ مولا بخش اور محمد حسن چوکیدار بھی گرفتار
ہوئے تھے ۔ مگر حکمت عملی سے بھاگ گئے ، بعد اس کے یہ
سب باغی کنکھل میں آئے اور تار برق پل میاپور سے کنکھل
تک توڑ دیا اور کنکھل میں نامحمود خاں کے نام کی منادی پٹوائی
اور جملہ باشندگان کنکھل کو امن دیا ۔ پھر ہردوار میں گئے
وہاں بھی نامحمود خاں کے نام کی منادی کرائی اور گیارہ بجے دن
کے مع ان لوگوں کے کہ جن کو گرفتار کیا تھا گنگا کے اس پار
موضع انجنی میں جہاں ان کی اور فوج تھی چلے آئے ۔

حکم انگریزی کا کنکھل پر کوچ کرنا

تین بجے دن کے اس واردات کی
خبر رڑکی میں اور وہاں سے
منگلور میں جہاں کچھ فوج سرکاری مقیم تھی پہنچی ! رات کو

حکام انگریزی اور کچھ فوج نے کوچ کیا ۔ صبح ہوتے آٹھویں سنہ ۱۸۵۸ء کو افسران اور فوج مندرجہ حاشیہ[1] بمقام میاپور پہنچی اسی وقت مسٹر ملول صاحب بہادر اور کپتان ڈریمنڈ صاحب بہادر اور کپتان بارگن صاحب بہادر اور تامسن صاحب بہادر چار سوار اور خادم علی جمعدار سواران نہر ساکن منڈاور کو ساتھ لے کر کھادر گنگا میں کنارہ گنگا تک بمقابلہ گھاٹ چانڈی گئے اور اس پار سے ایک فقیر کو بلا کر حال فوج باغیان کا پوچھا اس نے بیان کیا کہ موضع انجنی میں فوج پڑی ھے چنانچہ اس کو همراہ لے کر مقابلہ گھاٹ انجنی جا کر کھڑے ہوئے اور دیکھا کہ کنارہ پر باغیان کی فوج پڑی ھے ان لوگوں نے جانا کہ یہ لوگ پار اترنے کا ارادہ کرتے ھیں ۔ انھوں نے نقارہ بجایا ۔ سب سپاہ پرینٹ باندھ کر کھڑی ہوئی اور ہتھیار سنبھالنے لگی ۔ یہ صاحب کھڑے دیکھا کیے۔ باغیوں نے اسی کنارہ سے بندوقوں کی فیر کی ، سب صاحب کھڑے ھنسا کیے ، تھوڑی دیر بعد سب صاحبوں نے اپنے خیمہ گاہ پر مراجعت کی ۔ تھوڑی راہ طے کی تھی کہ باغیوں نے ایک توپ فیر کی ، اس کا گولہ ریت میں ان صاحبوں سے تھوڑے فاصلہ پر گرا ۔

۱- بارگن صاحب بہادر بریگیڈیر میجر
کپتان بارگن صاحب بہادر
کپتان ڈریمنڈ صاحب بہادر سپرنٹنڈنٹ نہر
تامسن صاحب بہادر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ نہر
فلپ صاحب بہادر سپروائزر نہر
ملول صاحب بہادر جنٹ مجسٹریٹ سہارنپور
سپاھیان پلٹن سکھ ۱۰۰ نفر
سپاھیان پلٹن گورکھا ۵۰ نفر
سپاھیان پلٹن گورہ ۱۰ نفر
سواران رجمنٹ اول خاکی ۲۵ نفر
توپ دو ضرب

دوسرا ڈاکہ کنکھل کا اور باغیوں کا مارا جانا

نویں جنوری سنہ ۱۸۵۸ء کو بارہ بجے شیو پرشاد نیٹو ایجنٹ نہر نے خبر دی کہ نواب کی فوج پار اتر رہی ہے ۔ افسران انگریزی نے بگل تیاری کا کیا اور ڈریمنڈ صاحب بہادر نے ڈرام نہر پر کھڑے ہو کر دوربین سے دیکھا کہ در حقیقت فوج اتر رہی ہے ۔ کچھ تو اس پار اتر آئی ہے اور کچھ پایاب پانی میں چلی آتی ہے ۔ یہ نادان اس ارادہ سے اترے تھے کہ کنکھل میں مقام کریں گے ۔ کیونکہ سب کے ساتھ آٹا اور مختصر برتن اور اوڑھنا بچھونا بھی تھا ۔

کپتان ڈریمنڈ صاحب بہادر نے بمجرد دریافت اس بات کے ڈرام نہر کا کھول دیا اور پانی نہر کا گنگا میں چھوڑ دیا اور فلپ صاحب بہادر کو اس پر متعین کرکے خود کنکھل کو تشریف لائے ۔ یہ دانائی اور یہ حکمت کپتان ڈریمنڈ صاحب بہادر کی بہت قابلِ تحسین ہے ۔ در حقیقت اس حکمت سے دشمن کو موت کے چنگل میں پکڑ لیا اور بجائے آب شمشیر موج آب سے اُن کا کام تمام کیا ۔

یہ فوج باغیوں کی جو اتری ان میں سب کا سردار شفیع اللہ خاں بھانجا محمود خاں کا تھا اور عبدالرحمان خاں اور عباد اللہ خاں اور وہ سوار جو پہلے اترے تھے سب شریک تھے اور قریب ہزار آدمیوں کے سوار و پیادہ اور تین ہاتھی جن میں سے ایک پر شفیع اللہ خاں سوار تھا ، مع تین ضرب توپ نیل دھار اتر آئے تھے اور ان میں سے چار سو ساڑھے چار سو آدمی تخمیناً سوار و پیادہ ڈرام کے پانی کو اتر کر کنکھل کے متصل مقام دبجھہ تک آ گئے تھے اور کچھ ڈرام کے پانی میں تھے ۔

غرضکہ وہ لوگ کنکھل میں داخل ہونے نہ پائے تھے کہ

افسران انگریزی مع اپنی فوج کے اُن کے مقابل ہوئے اور حویلی ایکڑی والہ پر مورچہ توپ قائم کیا ۔ باغیوں نے باڑ بندوقوں اور توپوں کی سر کی جب قریب آئے تو سرکاری فوج نے توپوں کا گراپ اُن پر مارا بیسیوں آدمی گر پڑے اور مارے گئے باغیوں کا منہ پھر گیا ۔ اور بھاگ نکلے ۔ سرکاری فوج نے دفعۃً دھاوا کردیا اور مارے بندوقوں کے جس قدر آدمی کہ ڈرام کے پانی کو اتر آئے تھے اور جس قدر کہ پانی کے بیچ میں تھے اور جس قدر کہ اُس کنارہ ڈرام کے کھڑے تھے سب کو مار دیا اور بیسیوں آدمی ڈرام کے پانی میں جو بسبب چھوٹ جانے آب نہر کے گہرا ہوگیا تھا ڈوب گئے اور مقام دجھہ غنیم سے چھین لیا ۔ عین اُس معرکہ میں کپتان بارگن صاحب بہادر نے کمال دلیری سے تنہا اپنا گھوڑا شفیع اللہ خاں کے ہاتھی کے پیچھے ڈالا اور بندوق فیر کی ۔ کفایت اللہ خاں جو خواصی میں بیٹھا تھا اُس کو گولی لگی وہ مر کر گر پڑا ۔ جب صاحب بہادر نے دوسرا فیر شفیع اللہ خاں پر کیا اُس کی قضا نہ تھی ، وہ خالی گیا اور شفیع اللہ خاں ہاتھی بھگا کر بھاگ گیا ۔ بہت سے ہتھیار اور گھوڑے سواروں کے جو مارے گئے تھے اور ایک تھیلہ میگزین کا جو ہاتھی پر سے گرا تھا فوج سرکاری کے ہاتھ آیا اور فتح و نصرت نصیب اولیائے دولت سرکار ہوئی ۔ اس معرکہ میں چار سو آدمی تخمیناً باغیوں کا مارا گیا حسن رضا خاں جو کنارہ آب ڈرام پر سر ننگے زخمی ہوکر بیٹھ گیا تھا اُس کا سر تلوار سے کاٹ لیا ۔ سرکاری فوج میں کسی شخص کے پھول کی بھی چوٹ نہیں آئی ۔ باقی آدمی باغیوں کے جو کنارہ نیل دھارا پر تھے مع توپوں کے بھاگ گئے شیو پرشاد نیٹو ایجنٹ نہر کو بجلد وے اس خبر رسانی کے سو روپیہ انعام ملے ۔

اس شکست کے بعد باغیوں میں تزلزل پڑنا اور معافی اراضیات مضبطہ کی تجویز

جب اس شکست کی خبر نجیب آباد میں پہنچی تمام فوج باغیان میں کھل بلی پڑ گئی اور سب کے ارادے جو پار اترنے کے تھے وہ سست پڑ گئے اور ہر ایک باغی اپنے اپنے پرگنہ جات کے بندوبست میں جو بر وقت تقسیم ملک اُن کے حصہ میں آئے تھے مصروف ہوئے اور سلاطین دھلی اور تلنگان باغی جو جمع تھے متفرق ہونے لگے اور بریلی کی طرف کسی نہ کسی حیلہ اور بہانے سے چلے گئے ۔ اُس وقت احمد اللہ خاں نے یہ خیال کیا کہ کسی طرح رعایا اس ضلع کو اپنے شریک کیا جاوے ۔ یہ ایک مشہور بات ھے کہ بسبب ضبط ھو جانے اراضیات معافی عہد سرکار میں معافی دار سرکار دولت مدار انگریزی سے آزردہ خاطر ھیں ۔ اس امر کو احمد اللہ خاں نے واسطے شریک کرنے رعایا اس ضلع کے بہت اچھا حیلہ سمجھا اور سولھویں جنوری سنہ ۱۸۵۸ء کو حکم دیا کہ ھمارا ارادہ ھے کہ جو معافیات عہد انگریزی میں ضبط ھوئی ھیں واگذاشت کی جاویں اور پروانہ جات بنام جملہ تحصیل داران کے جاری کیے کہ فہرست اُن معافی داروں کی جو عہد انگریزی میں ضبط ھوئی ھیں واسطے گذاشت معافیات کے پیش کریں اور جو پروانہ جات کہ اس اسباب میں اُس نے جاری کیے اُن کی نقل اس مقام پر لکھتے ھیں ۔

نقل پروانہ احمد اللہ خاں موسومہ تحصیل داران در باب طلب فہرست معافی داران

”جو کہ بعنایت الٰہی یہ ملک بہ قبض و تصرف ھمارے آیا ھے اور فضل الٰہی سے جب تلک نسلاً بعد نسلاً یہ ملک ھمارے قبض و تصرف میں رھے ھم یہ چاھتے ھیں کہ جو معافیات عہد انگریزی میں ضبط ھو کر جمع مقرر ھو گئی ھے اُن کو اور وارثان اُن کے کو معاف و بحال رکھی جاویں گی اور

جمع اراضیات معافیات کی سنہ حال سے نہ لی جاوے کس واسطے کہ یہ غریب دعا گو ہیں اس واسطے حسب الحکم رو بکار امروزہ تم کو لکھا جاتا ہے کہ تم جمیع معافی داران کو اطلاع دو کہ ہر ایک معافی دار عرضی اپنی بہ استدعائے معافی اراضی معافی کے بہ قید تعداد اراضی اور جمع اور نام گاؤں کے بہ حضور ایں جانب گذرانے کے بعد تحقیقات و اراضی معاف اور واگذاشت کی جاوے گی"

المرقوم ۱۶ جنوری سنہ ۱۸۵۸ء -

جناب صاحب کلکٹر بہادر کا میرٹھ سے رڑکی کو کوچ کرنا

سولھویں فروری سنہ ۱۸۵۸ء کو چٹھی صاحب سیکرٹری گورنمنٹ مورخہ ۱۵ فروری سنہ ۱۸۵۸ء نمبر ۸۵۰ بنام صاحب کلکٹر بہادر ضلع بجنور بمقام میرٹھ پہنچی کہ تم مع عملہ ضلع بجنور بمقام رڑکی روانہ ہو اور واسطے انتظام روہیل کھنڈ کے فوج کی لام بندی کا بمقام رڑکی حکم ہوا ، چنانچہ جناب مسٹر الگزنڈر شکسپیئر صاحب بہادر صاحب کلکٹر اور مجسٹریٹ ضلع بجنور اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر جنٹ مجسٹریٹ ضلع بجنور رڑکی میں تشریف لائے اور باقی عملہ اور رئیسان ضلع بجنور جو گنگا پار تھے حسب تفصیل ذیل اور بتواریخ مختلف رڑکی میں پہنچے -

سید احمد خاں صدر امین بجنور	۲۱ فروری
مولوی قادر علی تحصیلدار نگینہ	۲۱ فروری
کیسری سنگھ مہاجن گنج آسکین	۲۱ فروی
عملہ کلکٹری و فوجداری	۲۱ و ۲۲ فروری
چودھری بدھ سنگھ و چودھری مہاراج سنگھ رئیسان ہلدور	۲۲ فروری
گلاب سنگھ زمیندار شیر کوٹ	۲۲ فروری
امراؤ سنگھ پسر رائے ہمت سنگھ رئیس ساھن پور	۲۲ فروری
چودھری نین سنگھ رئیس بجنور	۲۳ فروری

پران سکھ اور خوشحال چند بشنوئیان نگینہ	۲۳ فروری
محمد رحمت خاں صاحب بہادر ڈپٹی کلکٹر	۲۴ فروری
چودھری پرتاپ سنگھ رئیس تاجپور	۲۴ فروری
چودھری امراؤ سنگھ رئیس شیرکوٹ مع خوشحال سنگھ	۲۵ فروری
چودھری جودھ سنگھ رئیس بجنور	۲۶ فروری
میر قاسم علی تحصیلدار چاند پور	۳ مارچ
سید تراب علی تحصیلدار بجنور	۱۸ مارچ
پنڈت کالکا پرشاد منصف نگینہ	۲۲ مارچ

نا محمود خاں کا نسبت تقسیم ملک کے نیا انتظام اور ولی عہد مقرر کرنا

یہاں تو لام بندی فوج کی واسطے انتظام روھیل کھنڈ کے ھو رھی تھی اور بجنور میں بیوقوف اپنے تئیں مالک ملک کا جان کر تقسیم ملک اور انتظام ولی عہدی میں مصروف تھے - جو تقسیم کہ پہلے ھوئی تھی اس کا منشاء نا محمود خاں یہ سمجھا تھا کہ تحصیل نگینہ اور دھام پور اور چاند پور کا مالک غضنفر علی خاں اُس کا بیٹا رھے گا حالانکہ برخلاف اُس کی توقع کے ماڑے خاں تنہا اس کا مالک ھوگیا اور سب کو بےدخل کر دیا - اس سبب سے دوبارہ باھم باغیوں کے نزاع پیدا ھوا اور واسطے رفع اس نزاع کے سب لوگ نجیب آباد میں جمع ھوئے اور از سر نو انتظام ملک کا عمل میں آیا اور جو روبکاری اس جدید انتظام کی بابت لکھی گئی تھی اس کی نقل ھم بجنسہ اس مقام پر لکھتے ھیں - اگرچہ اس روبکاری پر تاریخ نہیں ھے مگر تحقیقات سے معلوم ھوا کہ بائیسویں فروری سنہ ۱۸۵۸ء کو یہ روبکاری لکھی گئی - اس وقت میں کہ سب باغی آپس کے رفع نزع میں مشغول تھے - سید تراب علی تحصیلدار بجنور جو نگینہ میں باغیوں کے ھاتھ میں پھنس گئے تھے باعانت مولوی محمد علی اور میر اشرف علی رئیسان

نگینہ جو انجام تک خیرخواہ سرکار رہے نگینہ سے نکل آئے ۔

نقل روبکار تقسیم ملک اور تقرر ولی عہد

''روبکار بہ اجلاس امیر الدولہ ضیاء الملک ذوی القدر نواب محمد محمود خاں بہادر مظفر جنگ مرقوم ۔

جو کہ آج کی تاریخ میں ہم کو انتظام کرنا مالی و ملکی ضلع نجیب آباد کا ساتھ اس وجوہ کے پر ضرور ہوا کہ ہم نے اپنی طرف سے جو اختیارات اپنے تھے وہ کل اختیارات برخوردار محمد احمد اللہ خاں کو دیے ۔ تشریح ان اختیاروں کی یہ ہے کہ برخوردار مذکورۃ الصدر کو اختیار ہے کہ پیشگاہ اپنے سے احکامات موقوفی و بحالی محکمہ نظامت و فوجداری اور نیز فوج میں اجراء کریں ۔ چنانچہ اسی سبب سے خرچ جیب خاص اپنی کا مبلغ آٹھ ہزار روپیہ مقرر کر لیے اور اسی میں خاندان نواب محمد کلو خاں و نواب محمد ملھو خاں مرحوم اور ملازمین بھی آ گئے اور جو کہ برخوردار غضنفر علی خاں کو اولاد اکبر اپنا سمجھ کر ولی عہد گردانا اور ہزار روپیہ مشاہرہ واسطے اصراف لا بدی اس کے مقرر کیے ۔ تا حین حیات ہماری اس کو معاملات ملکی و مالی یا اجرائے احکامات میں کسی طرح کی مداخلت نہ ہوگی اور اسی طور سے مشاہرہ اولاد اپنی اور والدہ اور جملہ خاندان نواب محمد سلطان خاں مرحوم و نواب مرتضیٰ خاں خلف نواب افضل خاں مرحوم مقرر کیا کہ تفصیل اس کی بیچ تحت روبکار کے مندرج کی جاتی ہے اور سابق میں ہم نے ایک اقرار نامہ کہ جس کا مضمون بتاریخ انیسویں شوال سنہ ۱۲۷۳ ہجری در باب اولاد نواب محمد سلطان خاں مرحوم و نواب مرتضیٰ خاں خلف نواب افضل خاں بہادر مرحوم کے تحریر کیا ہے وہ جائز و برقرار رہے گا اور دوجہ نیل فوج کے بہ تحت برخوردار نور چشم محمد احمد اللہ خاں بہادر کے کیے گئے ایک برخوردار محمد شفیع اللہ خاں بہادر کہ جو فوج ماتحت برخوردار

محمد احمد اللہ خاں بہادر کے تھی اور ایک چودھری امام بخش ۔ چنانچہ
چودھری امام بخش سے بیچ اس ملک کے بہت کار نمایاں ہوئے ہیں تو
اس نظر سے چودھری مذکور الذکر کو فرزندی اپنی میں لے کر
بطور عطیہ جاگیر پرگنہ شیر کوٹ میں انیس ہزار روپیہ کی نسلاً بعد
نسلاً مرحمت کی ۔ برخوردار محمد احمد اللہ خاں کو چاہیے کہ پیشگاہ
اپنے سے فہرست دیہات تحصیلدار شیر کوٹ سے طلب کر کے حضور
میں بھیج دیں کہ تجویز مناسب عمل میں آوے گی ۔ سند چودھری
مذکورۃ الصدر کو دی جاوے گی اور اگر خواستہ ایزدی سے بعد
انتظام ملک میان دو آب کے کل پرگنہ شیر کوٹ کا نسلاً بعد نسلاً عطا
کیا جاوے گا ۔ اس میں کچھ شک و شبہ نہ ہوگا اور مشاہرہ جرنیل
کا کہ جو فوج اس کے پاس ہے اس پر چھ سو روپیہ مقرر کیا اور
برخوردار احمد یار خاں جو سابق سے سپہ سالار مقرر ہیں ہر دو
فوج کے سپہ سالار رہیں گے اور سپہ سالار مذکورہ رتبہ جرنیلی سے
زیادہ رکھتے ہیں اور قواعد فوج کا یہ قرار پایا کہ جو جرنیل کہ
کہاں پر جاوے ہر روز بطرز روزنامچہ پاس سپہ سالار کے بھیجتے
رہیں اور سپہ سالار کو یہ لازم ہے کہ رپورٹ اپنی بترسیل اصل
عرضی کے مع مثل خدمت میں برخوردار محمد احمد اللہ خاں کے واسطے
صدور حکم اخیر کے بھیجتے رہیں اور جو مقدمات کہ خفیف ہیں
اس میں جرنیلوں کو اختیار رہے کہ بعد انفصال مقدمہ کے اطلاع
سپہ سالار کو دیا کریں اور سپہ سالار بموجب قاعدہ مذکورہ بالا کے
بخدمت برخوردار موصوف کے مرسل رکھا کریں اور برخوردار مذکور
نقشہ ماہواری کا حضور میں بھیجتے رہیں تو اس صورت میں لازم
بل الزم یہ امر ہوا کہ برخوردار محمد احمد اللہ خاں اقرار نامہ اس
مضمون کا تحریر کر دیں کہ جیسے عہد نواب نجیب الدولہ بہادر

مرحوم میں نواب سلطان خاں بہادر مرحوم کا تھا اسی طرح سے برخوردار مذکور کار بند رہے - اس میں کچھ تجاوز و تفاوت نہ لاویں اور برخوردار مذکور کو مسند نشینی ہماری اور ہماری اولاد سے کچھ دعویٰ نہیں ہوگا -

تفصیل تنخواہ خاندان و جیب خاص - ۱۵۰۲۰

محمد غضنفر علی خاں بہادر ولیعہد - ۱۰۰۰ - معظم علی خاں بہادر - ۵۰۰ - والدہ صاحبہ - ۲۰۰ - صاحبزادی صاحبہ - ۱۰۰ - بیگم صاحبہ - ۳۰۰ - ہمشیرہ صاحبہ - ۷۰ - نواب جلال الدین خاں بہادر - ۱۰۰۰ - نواب محمد عظمت اللہ خاں بہادر - ۶۰۰ - احمد اللہ خاں صاحب - ۱۰۰۰ - (بوجہ خاندان - ۵۰۰ - بوجہہ کار سرکار - ۵۰۰) محمد شفیع اللہ خاں صاحب - ۴۰۰ - (بوجہ خاندان - ۲۰۰ - بوجہ کام کے - ۲۰۰) احمد یار خاں صاحب سپہ سالار - ۴۰۰ (بوجہ خاندان - ۲۰۰ - بوجہ کام کے - ۲۰۰) - عبدالرحمٰن خاں صاحب - ۲۰۰ (بوجہ خاندان - ۱۵۰ - بوجہ کام - ۵۰) - مصطفیٰ خاں صاحب - ۲۰۰ (بوجہ خاندان - ۱۵۰ - بوجہ کام کے - ۵۰) حبیب اللہ خاں صاحب بخشی فوج - ۲۰۰ (بوجہ خاندان - ۱۵۰ بوجہ کام کے - ۵۰) حفیظ اللہ خاں صاحب - ۲۰۰ (بوجہ خاندان - ۱۵۰ - بوجہ کام کے - ۵۰) عباد اللہ خاں صاحب - ۲۰۰ (بوجہ خاندان - ۱۵۰ - بوجہ کام کے - ۵۰) عزیز اللہ خاں صاحب - ۲۰۰ (بوجہ خاندان - ۱۵۰ - بوجہ کام کے - ۵۰) کریم اللہ خاں صاحب - ۲۰۰ (بوجہ خاندان - ۱۵۰ - بوجہ کام کے - ۵۰)

لہذا حکم ہوا کہ

احکامات مندرجہ متن روبکار ہذا حسب ضابطہ بنام تحصیلداران و تھانہ داران حالات ضلع نجیب آباد و بنام سپہ سالار و بنام جرنیل

برخوردار محمد شفیع اللہ خاں و بنام جرنیل چودھری امام بخش کے جاری ہوں کہ موافق اس کے کار بند ہوں اور ایک نقل روبکار ھذا پاس برخوردار محمد احمد اللہ خاں بہادر کے بھیجی جاوے کہ حسب منشاء روبکار ھذا کے کار بند ہوویں اور اشتہارات واسطے آگاھی خاص و عام مشتہر کیے جاویں''۔

اراضی مضبطہ شہد سرکاری کے معاف کے اشتہارات جو باغیوں نے جاری کیے

جب کہ نا محمود خاں کو فراھمی فوج کی بہ مقام رڑکی خبر پہنچی تو اس نے یہ بات چاھی کہ کسی طرح رعایا اس ضلع کو بھی ورغلا کر لڑائی میں اپنے ساتھ شریک کیا جاوے ۔ اسی خیال سے اُس نے تئیسویں فروری سنہ ۱۸۵۸ء کو حکم دیا کہ اراضیات معاف جو سرکار میں ضبط ہوئی ھیں اُن کی نصف جمع معاف ہو اور جو معافی دار کہ ھمارے ساتھ بمقابلہ انگریزان گنگا پار اترے اُس کی کل جمع معاف ہو ۔ ظاھر ھے کہ اس اشتہار نے ضلع میں کچھ تاثیر نہیں کی کیونکہ بہت جلد یعنی چوتھی مارچ سنہ ۱۸۵۸ء کو اُس نے دوسرا اشتہار متضمن معاف کرنے کل جمع اراضیات معافی سابق کے جاری کیا ۔ مگر ھماری رائے میں اس پر بھی رعایا اس ضلع میں سے بجز اُن لوگوں کے جو ملازم نواب تھے اور کوئی سرکار کے مقابلہ پر نہیں آیا بلکہ ملازمین میں سے بھی بہت لوگ جان چھپا کر بھاگ گئے ۔ چنانچہ ھم اس مقام پر چوتھی مارچ سنہ ۱۸۵۸ء کے اشتہار کو بجنسہ نقل کرتے ھیں کہ اُس میں پہلے اشتہار کا مضمون بھی بلفظہ مندرج ھے ۔

نقل اشتہار باغیان در باب معافی

اشتہار کچہری نظامت ضلع نجیب آباد اجلاس محمد احمد اللہ خاں صاحب بہادر واقعہ ۴ مارچ سنہ ۱۸۵۸ء ۔

"روبکار مورخه ۲۳ فروری سنه ۱۸۵۸ء اجلاس نواب محمد محمود خاں صاحب بہادر بدیں خلاصہ کہ سابق میں واسطے معافی نصف جمع اراضی ملک معافیات ضلع کے اشتہار عام جاری کیا گیا تھا اور واسطہ معافی نصف دیگر کے یہ حکم تھا کہ جو معافی دار شامل قتل کفاران بہ مقام گنگا پار ھمراہ لشکر کے ھووے گا اور سرکار سے سند حاضری کی اس کو ملے گی بذریعہ اس سند کے مستحق معافی کا ہوگا اور اگر شہید ھو جاوے گا تو وارثان اس کے کو معافی ہوگی اور اب حضور کو بنظر ترحم اور افلاس معافی داران کے مناسب متصور ھوا کہ معافیات کل معاف کی جاویں اور ایک فہرست جملہ معافیات بہ قید اراضی معافی اور نام معافی داران ھر ایک تحصیل سے طلب ھووے اور ھر ایک معافی دار سے بقدر حیثیت اس کے اقرار نامہ اس مضمون کا لیا جاوے کہ جس وقت سرکار کو ضرورت ھووے تو ھمراہ لشکر آدمی مسلح واسطہ امداد کے دیا کرے صادر ھوئی ۔ لہٰذا یہ اشتہار واسطہ آگاھی خاص و عام کے جاری ھوتا ھے کہ جن معافی داران کو دعوئ معافیات کرانے اپنی معافی کا ھے وہ میعاد پندرہ یوم کے سامنے حضور کے جہاں لشکر ھو حاضر ھوکر عرضی اپنی حاضری کی گذارنے ۔ اس وقت تحقیقات مراتب مذکورہ کی ھوکر در صورت استحقاق حکم معافی کا دیا جاوے گا ۔

تفصیل باغیوں کی فوج کی بقید مقامات جہاں متعین تھی

ان اشتہارات کے بعد احمد اللہ خاں اور اس کے صلاح کاروں نے ھر ایک مقام پر جہاں جہاں سے سرکاری فوج کے اترنے کا احتمال تھا کچھ کچھ فوج متعین کی ۔ ایک مقام سے دوسرے مقام پر ادلی بدلی ھوتی رھتی تھی مگر جب فوج سرکاری اس ضلع میں اتری ھے

اس وقت جس جس مقام پر جس جس قدر فوج موجود تھی اُس کی تفصیل اس مقام پر لکھی جاتی ھے - میں یه نہیں کہتا که یه تفصیل بالکل صحیح اور حقیقی ھے مگر جہاں تک ممکن ھوا ھے تحقیقات کر کے لکھا گیا ھے -

---

فہرست فوج باغیان

نام مقام	نام افسران	سپاہ سوار: نام رسالہ‌داران	سپاہ سوار: تعداد سواران	سپاہ سوار: میزان	سپاہ پیادہ: نام غول	سپاہ پیادہ: تعداد	سپاہ پیادہ: میزان	تعداد توپ
آنبہ سوت	احمد اللہ خاں	عطاء اللہ خاں	۵۰		احمد اللہ خاں	۴۰۰۰		۶
	شفیع اللہ خاں	نیاز احمد خاں	۲۰		شفیع اللہ خاں	۲۰۰		
		قلندر علی خاں	۴۰		از ہمراہیان مارے	۱۰۰۰		
		شیخ نجف علی	۲۵					
		قادر بیگ	۳۵					

	عمر خان برادر عمدو خان	۳۲					
	کاظم علی خان	۳۶					
	شیو رام گوجر	۳۱					
	سواران رجمنٹ باغی همراهیان قاضی عنایت‌علی	۸۰					
	از همراهیان مارڑے	۱۲۰					
	بهاءالدین خان	۳۴					
	میزان		۶۰۸			۵۴۰۰	۶

نام مقام	نام افسران	سپاه سوار: نام رساله داران	سپاه سوار: تعداد سواران	سپاه سوار: میزان	سپاه پیاده: نام غول	سپاه پیاده: تعداد	سپاه پیاده: میزان	تعداد توپ
نجیب آباد	محمود خان مصطفیٰ خان حفیظ اللہخان کریم اللہ خان عزیز اللہ خان	عمدو خان نجو خان جمعدار	۱۰۰		اردلی محمود خان	۱۰۰۰		
		میزان		۱۰۰			۱۰۰۰	۱۰
نانگل	عظمت اللہ خان کلن خان عبدالرحمن خان حبیب اللہ خان		۵۰			۱۰۰۰		
				۵۰			۱۰۰۰	۴

دارانگر	باڑے خان قاضی عنایت علی دلیل سنگھ گوجر	سواران رجمنٹ باغی همراهیان قاضی عنایت علی	۶۰		همراهیان باڑے	۴۰۰۰		
		دیگر همراهیان قاضی عنایت علی	۵۰		همراهیان دلیل سنگھ گوجر	۵۰۰		
		سواران باڑے	۴۰۰					
		گوجران همراهیان دلیل سنگھ	۷۰					
		میزان		۶۹۸			۴۵۰۰	۸ مع جزائل
افضل گڑھ	نتھو خان	نظام علی خان غلام محمد خان عرف گامی خان نائب	۷۰		همراهیان نتھو خان باڑے	۱۵۰		
					از همراهیان باڑے	۵۰۰		
		میزان		۷۰			۶۵۰	۲
	میزان کل			۱۵۲۶			۱۲۵۵۰	۳۰

جنرل جونس صاحب بہادر کا رڑکی میں پہنچنا

یہاں تو نواب نے ہر طرح سے ناکہ بندی کر رکھی تھی اور ادھر سرکاری فوج بمقام رڑکی جمع ہوئی تھی کہ دفعۃً تیرھویں اپریل سنہ ۱۸۵۸ء کو جنرل جونس صاحب بہادر اس فوج کے کمانڈر مقرر ہو کر رڑکی میں داخل ہوئے اور میجر چرچل صاحب بہادر کو حکم دیا کہ کنکھل میں جا کر پُل جو تیار ہوتا ہے اُس کی حفاظت کریں اور میجر اسماعیل صاحب بہادر کو حکم ہوا کہ بڑی توپیں اور لڑائی کا سامان نانگل کے گھاٹ کے سامنے لے جا کر غنیم کو اس طرح پر دکھلائیں کہ گویا پایاب پانی میں ہو کر دریا کے پار اترتے ہیں۔

پل کشتیوں کا شیشم والی گھاٹ پر بندھنا اور کچھ فوج سرکاری کا پار اترنا، اور رڑکی سے لشکر کا کوچ ہونا

چودھویں اپریل سنہ ۱۸۵۸ء کو کپتان ڈریمنڈ صاحب بہادر افسر کمان انجنیئر اور کپتان برن لو صاحب بہادر انجنیئر دو توپیں ہاتھیوں پر رکھ کر مع ایک کمپنی گورہ اور ایک کمپنی سکھ آٹھ بجے کے قریب موضع کنکھل سے بمقام گھاٹ شیشم والی گنگا پار اتر گئے اور مورچہ لگا دیے۔ غنیم کی طرف سے کوئی مقابل نہیں ہوا، تخمیناً دو سو آدمی جو وہاں متعین تھے وہ بھاگ گئے۔ پندرھویں تاریخ تک پُل کشتیوں کا بخوبی تیار ہو گیا، اور اسی تاریخ کل لشکر کا رڑکی سے کوچ ہوا اور گنگا کا نالہ اتر کر پُل کے پاس مقام ہوا، اور سولھویں تاریخ کو کل لشکر کا تو وہیں مقام رہا مگر توپ خانہ اور ملتانی رسالہ اور کوک صاحب کی پلٹن پار اتر گئی۔

اسی تاریخ میجر اسماعیل صاحب بہادر نے اپنے لشکر کو گنگا کے کنارہ پر بڑھا کر اُسی کنارہ سے غنیم کے لشکر پر توپیں ماریں

اور ادھر سے بھی توپیں چھوٹیں اور پھر اپنی فرودگاہ پر واپس آئے -

آنبہ سوت کی لڑائی اور سرکار کی فوج

سترھویں تاریخ کو اسی طرح میجر اسماعیل صاحب بہادر نے پھر گنگا کے کنارہ پر آن کر توپ چلائی اور اسی تاریخ کو تمام لشکر نے مقام فرودگاہ متصل پُل سے حسب انتظام مندرجہ حاشیہ[۱] کوچ کیا اور پُل کو اتر کر آنبہ سوت کی طرف چلا ، یہ رستہ مشکل تھا اور دونوں طرف سڑک کے جنگل ہے ، بعضی جگہ بہت گھنا ہے اور کہیں کم ہے ، جبکہ کپتان ڈریمنڈ صاحب بہادر نے گنگا کے پار مورچہ لگایا تھا تو احمد اللہ خاں دارا نگر میں تھا ، اُس کو خبر پہنچی کہ دو انگریز اور تھوڑی سی فوج پار اتر آئی ہے اس لیے اُس نے دارا نگر سے آنبہ سوت پر کوچ کیا اور مارڑے کے لشکر میں سے ہزار سپاہی اور کچھ سوار اپنے ساتھ لے کر سولھویں تاریخ کو آنبہ سوت پر پہنچا ، اور سترھویں کو اُس نے بھی آنبہ سوت سے گنگا کی طرف کوچ کیا تھا ، جب ہماری فوج

۱- **ہراول** - ۶۰ پلٹن رائفل کی ایک کمپنی جو محاربہ متفرقہ کے لیے تجویز ہوئی تھی -
۶۰ رائفل کی ایک کمپنی جو دو ضرب توپ کی محافظت کرتی تھی -
سیپیر اور مینیر اور ایک رسالہ سواران -

قلب لشکر - ایک رسالہ سواران اور توپخانہ کپتان آسٹن صاحب بہادر
۶۰ پلٹن رائفل مع پنجابی پیدل کا برگیٹ -
اسباب حرب اور خزانہ مع سواران رسالہ ملتانی -

لشکر کا عقب - ایک کمپنی پیادگان پنجابی اور ایک رسالہ سواران -
لشکر قلب کے دونوں طرف ایک ایک کمپنی پیادگان ہندوستانی اور آدھی آدھی کمپنی سواران متعین تھیں -

پیلی ندی پر چھ میل راہ چل کر پہنچی تو فوج ہراول کو معلوم ہوا کہ غنیم یہاں موجود ہے ۔ میجر مٹر صاحب بہادر نے کمال دانائی اور چستی سے ایک بلند جگہ پر رائفل پلٹن کی ایک کمپنی متعین کی اور سواران اور توپ خانہ کو آگے بڑھا کر سرحد موضع شام پور قریب رسیابڑ کے لڑائی شروع کی ۔ اسی وقت جنرل جون صاحب بہادر نے حکم دیا کہ کپتان کیورٹین صاحب بہادر کا رسالہ اور کپتان اسٹن صاحب بہادر کا توپخانہ لشکر کے آگے دوڑایا جاوے اور پیادہ صف باندھ کر غنیم کے قیام گاہ پر بڑھیں ۔

جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا کہ احمد اللہ خاں دارا نگر سے خبر سن کر آنبہ سوت پر آیا ، درحقیقت اس کا ارادہ چھاپہ مارنے کا تھا لیکن وہ اس ارادہ سے ناامید ہوا اور سرکاری توپ خانہ اور رائفل کی پلٹن اور ملتانی رسالہ نے غنیم پر ایسی آگ برسائی کہ وہ بالکل سراسیمہ ہو گئے ۔ اس وقت جنرل جون صاحب بہادر نے دفعۃً سواروں اور توپ خانہ کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور کپتان کیورٹین صاحب نے ہر مقام پر غنیم پر یورش کی اور شراپنل کا گولہ برابر غنیم پر پڑنے لگا ۔ دشمن بھاگ نکلا اور بجز چند توپوں اور بندوقوں کے فیر کرنے کے اس سے اور کچھ نہ ہو سکا ، خاص آنبہ سوت پر جو بہت مشکل اور مورچہ کے لیے بہت عمدہ جگہ تھی اور غنیم نے بہت مدت سے یہاں مورچہ درست کیا تھا اس کو بھی چھوڑ کر بھاگ گیا ، یہاں تک کہ سینکڑوں آدمی جوتیاں اور وردی کے کپڑے اور اپنے ہتھیار پھینک کر بھاگے ، تمام جنگل اور سڑک پر ہتھیار بکھرے ہوئے تھے اور ہر ہر قدم پر لاش پڑی تھی ۔ میں جو لشکر محارب کے پیچھے پیچھے چلا آتا تھا قصداً لاشوں کو دیکھتا تھا کہ شاید کوئی شناخت میں آوے مگر کوئی نامی آدمی نہیں مارا گیا ۔ البتہ دو لاشیں تلنگان

نمک حرام کی نظر پڑیں اور میری دانست میں تخمیناً تین سو ساڑھے تین سو آدمی غنیم کا مارا گیا اور سرکار کی طرف بجز ایک آدمی کے اور کسی کا نقصان نہیں ہوا ، چار توپیں دشمنوں کی اور تمام اسباب میگزین اور ڈیرہ و خیمہ جو آنبہ سوت پر کھڑا ہوا تھا سب چھین لیا مگر دو توپیں غنیم کے آدمی لے کر نجیب آباد بھاگ گئے - تھوڑی دیر کے بعد لشکر وہاں سے آگے بڑھا اور موضع بھاگوواله پر پہنچ کر مقام کیا - یہاں سے آٹھ میل نجیب آباد اور آٹھ میل نانگل تھی -

بعد شکست کھانے احمد اللہ خاں مع چند سواروں کے جدا بھاگا اور شفیع اللہ خاں مع چند سواروں کے جدا بھاگا اور بہت سے سوار و پیادہ سیدھے نجیب آباد کو بھاگے اور کچھ نانگل کی طرف گئے اور اکثر آدمی جوتیاں اور ہتھیار اور وردی پھینک کر جنگل میں چھپ گئے ، جب اس مقام پر لڑائی ہو رہی تھی اور اس سے تھوڑی دیر پہلے میجر اسماعیل صاحب بہادر نے نانگل کی طرف سے دشمن پر گولے مارے تھے جو فوج دشمن کی نانگل پر متعین تھی وہ بھی سراسیمہ ہو گئی تھی اور بہت سے بھاگ نکلے تھے کہ اس عرصہ میں شفیع اللہ خاں بھاگا ہوا نانگل میں پہنچا اور اس کے تھوڑی دیر بعد احمد اللہ خاں پہنچا اور یہ سب مل کر نجیب آباد آئے اور اسی وقت بھاگنے کی تیاری کی - پانچ بجے تک جملہ باغیان نجیب آباد سے بھاگ گئے ، دو ضرب توپ جو آنبہ سوت سے بھگا کر لائے تھے اور چار ضرب توپ جو نانگل سے بھگا کر لائے تھے اور ایک ضرب توپ جو خاص نامحمود خاں کی اردلی کی تھی ان توپوں کو اپنے ساتھ لے گئے اور چودھری رندھیر سنگھ اور کرائی صاحب مہتمم تار برق کو بھی اپنے ساتھ لے گئے اور نجیب آباد کی تمام رعایا شہر سے نکل گئی اور شہر بالکل خالی ہو گیا -

نانگل کے گھاٹ سے سرکاری فوج کا اترنا

اسی تاریخ جنرل جون صاحب کو خبر پہنچی کہ نانگل سے بھی غنیم اپنے خیموں کو استادہ چھوڑ کر بھاگ گیا ، اسی وقت میجر اسماعیل صاحب کو حکم دیا کہ بھاری توپیں اور سامان حرب گنگا کے پار اتاریں چنانچہ اس کی تعمیل ہوئی اور میجر اسماعیل صاحب کا توپخانہ اور پہلا پنجاب رسالہ مع بھاری توپوں کے پایاب گنگا اتر آیا اور رات کے وقت میجر ہوس صاحب بہادر نانگل سے اس لشکر میں آئے اور ملاقات کر کے اپنی فرودگاہ کو پھر گئے -

نجیب آباد پر سرکار کی چڑھائی اور سرکار کی فتح

اٹھارھویں تاریخ کو اسی قاعدہ سے لشکر کا کوچ بھاگووالہ سے نجیب آباد ہوا ، جب لشکر قریب مالن ندی کے پہنچا تو غنیم کی طرف سے تین آواز توپ کی آئی - کچھ شک نہیں ھے کہ سردار باغیوں کے بالکل بھاگ گئے تھے اور تمام شہر خالی پڑا تھا ، مگر کچھ سپاھی پتھر گڈھ کے قلعے میں تھے ، جب انھوں نے بھاگنا چاھا تو توپیں چھوڑ دیں تاکہ ان کو بھاگنے کی فرصت نہ ملے -

جنرل جون صاحب بہادر نے اسی وقت برگیڈیر کوک صاحب کو حکم دیا کہ آگے جاویں ، چنانچہ صاحب ممدوح آگے بڑھے ، شہر بالکل خالی پڑا تھا ، جب قلعہ پتھر گڈھ کی طرف بڑھے تو کچھ باغی قلعہ میں سے بھاگتے دکھائی دیے - اُن کے تعاقب میں سواروں نے گھوڑے ڈالے اور تیس آدمی اُن کے مارے - شہر اور قلعہ بالکل فتح ہو گیا اور سرکار دولت مدار کے قبضہ میں آ گیا ، قلعہ میں سے چھ ضرب توپ اور گولہ اور سامان حرب اور

شہر میں سے دو توپیں ایک احمد اللہ خاں کے دروازہ پر سے ، ایک آس کارخانہ میں سے جہاں توپیں بنتی تھیں اور ایک شہر اور قلعہ کے بیچ میں جو میدان ہے وہاں سے سرکار دولت مدار کے ہاتھ آئیں شہر نجیب آباد کا لٹ گیا اور تمام شہر میں بکثرت آگ لگ گئی -

شہر نجیب آباد میں آگ کا لگنا | نہایت افسوس ہے کہ ہمارے حکام کو اس طرح سے شہر کا جلانا منظور نہ تھا شاید اتفاقیہ آگ لگی اور بسبب اس کے کہ شہر خالی پڑا تھا اور پانی بھی وہاں بہت کم یاب ہے آگ کے بجھانے کا کچھ علاج نہ ہوا ، مگر عموماً یہ بات مشہور ہوئی کہ ہندوؤں نے جن کے گھر نواب نے جلا دیے تھے اس فرصت کے وقت کو غنیمت سمجھ کر قصداً تمام شہر میں آگ لگوا دی اور جو رنج کہ ان کے دلوں میں تھا ، اس کا بدلہ بخوبی نکال لیا اور کچھ شک نہیں کہ ایسا ہی ہوا -

قلعہ پتھر گڈھ کا حال | مناسب ہے کہ قلعہ پتھر گڈھ کا بھی کچھ تھوڑا حال لکھوں - نجیب خاں نے سنہ ۱۷۵۵ء میں یہ قلعہ بنایا - سنہ ۱۷۵۸ء میں نجیب خاں سے اس قلعہ پر لڑائی ہوئی - جھنکوراؤ سیندھیا اور ملہار راؤ مرہٹے نے چانڈی کے متصل گنگو مکھ گھاٹ سے اتر کر نجیب آباد کو اور اس قلعہ کو لوٹا تھا ، پھر شاہ عالم کے وقت میں ضابطہ خاں پر نواب نجف خاں اور سیندھیا اور ٹکوجی مرہٹے نے چڑھائی کی اور پتھر گڈھ پر توپیں ماریں اور لوٹ لیا - پھر سنہ ۱۷۷۴ء میں شجاع الدولہ نے اس قلعہ پر تسلط کیا پھر سنہ ۱۸۰۱ء میں سرکار دولت مدار انگریزی کا اس ملک پر تسلط ہوا پھر سنہ ۱۸۰۵ء میں امیر خاں نے اس نواح میں غدر مچایا اب سنہ ۱۸۵۸ء میں ان نمک حراموں

نے اس خاندان کا نام نشان مٹا دیا ۔

جلال الدین خاں اور سعد اللہ خاں کا گرفتار ہونا اور مارا جانا

انیسویں تاریخ کو خبر ملی کہ جلال الدین خاں بھائی محمود خاں کا اور سعد اللہ خاں جو پہلے منصف امروھہ تھا کوٹ قادر میں ھیں ۔ اسی وقت جناب صاحب کلٹر بہادر اور میجر اسماعیل صاحب بہادر کچھ سوار ساتھ لے کر اُن کی گرفتاری کو گئے مگر پہنچنے سے پہلے اُن دونوں نے اپنے تئیں ملتانی سواروں کے حوالے کر دیا تھا چنانچہ وہ دونوں گرفتار ہوئے اور گوروں کے پیرہ میں مقید ہوئے اور بیسویں تاریخ سے اُن کا کورٹ شروع ہوا اور بعد ثبوت جرم کے جنرل جون صاحب بہادر کے حکم سے نور پور کے مقام ۲۳ تاریخ کو گولی سے مارے گئے ۔

باغیوں کے مکانات حکومت کا اڑانا

بیسویں اپریل سنہ ۱۸۵۸ء کو یہ تجویز ہوئی کہ مکانات نامحمود خاں اور جلال الدین خاں جو ان کی سرداری اور حکومت کے نشان ھیں اڑا دیے جاویں تاکہ سرکار کی کمال ناراضی اُن پنشن دار نمک حراموں سے ظاھر ہو اور لوگوں کو بخوبی عبرت ہو ، چنانچہ اُسی تاریخ اس حکم کی تعمیل ہوئی اور دیوان خانہ جو بہت بڑا مکان اور حکومت کی جگہ تھی اڑا دیا گیا ۔ اسی تاریخ یہ تجویز ہوئی کہ ایک کمپنی سکھ اور توپخانہ اسی تحت حکومت میجر اسماعیل صاحب بہادر اور اول پنجاب رسالہ تحت حکومت کپتان ہوس صاحب بہادر پتھر گڈھ میں رہے اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر جنٹ مجسٹریٹ انتظام نصف شمالی ضلع کا اپنے ذمہ لیں ، چنانچہ صاحب ممدوح ھمراہ اُس فوج کے بمقام نجیب آباد مقیم رہے اور جناب صاحب کلکٹر بہادر نے مجھ صدر امین کو حکم دیا کہ تم بھی جناب صاحب جنٹ مجسٹریٹ

بہادر کی خدمت میں حاضر رہ کر اُنؑ کی اطاعت میں کام کرو ، چنانچہ میں نے اس حکم کی تعمیل کی اور صاحب ممدوح کی تابعداری میں حاضر رہا ۔

نگینہ پر باغیوں کا جمع ہو جانا اور رندھیر سنگھ کی رہائی

جب یہ باغی نجیب آباد سے بھاگے ہیں تو نگینہ ہوتے ہوئے دھامپور گئے اور رستہ میں احمد اللہ خاں نے چودھری رندھیر سنگھ کو اپنی قید میں سے چھوڑ دیا اور وہ باعانت زمینداران پورینی نجیب آباد میں پہنچے اور لشکر میں شامل ہوئے ، نگینہ والے بھی شہر کو خالی کر کے بھاگ گئے ۔ جب حرامزادہ ماڑے نے دارا نگر میں خبر سنی کہ فوج سرکاری نجیب آباد میں داخل ہوگئی تو اس نے سرکار کے مقابلہ کا ارادہ کیا اور دارا نگر سے مع اپنی تمام فوج کے براہ بجنور نگینہ کو آیا اور بجنور میں ہردیال جاٹ کو قتل کیا اور چند ہندوؤں کو گرفتار کر کے نگینہ لے آیا ، اور نگینہ کے باغوں میں مورچے قائم کیے اور احمد اللہ خاں کے بلانے کو سوار بھیجے اور جتنی فوج کہ متفرق ہو گئی تھی اور جتنے باغی فرار ہوئے تھے سب کو بلا کر جمع کیا ، چنانچہ سب باغی یعنی ماڑے خاں اور قاضی عنایت علی اور دلیل سنگھ گوجر اور احمد اللہ خاں اور شفیع اللہ خاں اور حبیب اللہ خاں اور کلن خاں اور نتھو خاں متعینہ افضل گڈھ کل اپنی جمعیت اور توپوں کو لے کر بمقام نگینہ جمع ہوئے ۔ مگر نامحمود خاں نگینہ پر نہیں آیا بلکہ سیوھارہ میں جا کر مع ایک ضرب توپ اور کچھ سواروں کے مقیم ہوا ۔ اور بیسویں تاریخ رات کے وقت جناب صاحب کلکٹر بہادر کو بذریعہ مخبروں کے جو جناب ممدوح نے مقرر کر رکھے تھے مفصل خبر غنیم کے ہر ایک مورچہ اور توپوں کی تعداد کی نجیب آباد میں پہنچی اور میر اشرف علی ساکن نگینہ نے جو نواح

نگینہ میں موجود تھا اور سرکار کے خیر خواہوں میں ہے مفصل حالات کی عرضی بحضور جناب صاحب کلکٹر بہادر روانہ کی ۔ غرضکہ جملہ حالات نگینہ کے بخوبی بمقام نجیب آباد دریافت ہو گئے ۔

نگینہ کی لڑائی اور سرکار کی فتح | اکیسویں تاریخ کو فوج کا نجیب آباد سے نگینہ پر کوچ ہوا ۔ اسی ترتیب سے ہراول اور عقب اور یمین ویسار لشکر کا روانہ ہوا ۔ جس وقت کہ لشکر نہر کے پل پر پہنچا جہاں سے نگینہ تین میل رہتا ہے جوانان سپر مینر نے فی الفور پل پر درختوں کی ٹہنی کاٹ کر ڈالیں اور توپ خانہ اسپی اور رائفل کی پلٹن پل پر سے اتر گئی ۔ اس وقت غنیم کے سوار دکھائی دیے ۔ فی الفور ۶ رسالہ ڈرگون اور دو ضرب توپ اور جوانان محاربہ متفرق دائیں ہاتھ کی طرف متعین ہوئے اور سواران ملتانی بائیں ہاتھ پر اور اور توپ خانہ محاصرہ آگے بڑھایا گیا ۔ باغیوں کی طرف سے گولہ چلنا شروع ہوا ۔ سرکار کی طرف سے بھی توپ سر ہوئی ۔ اور ے رائفل کی پلٹن اور پہلی پلٹن پنجابی آگے بڑھی اور سترہ پلٹن اس کی تائید میں رہی ۔ پلٹن پیادگان سکھ نے آگے بڑھ کر باڑ ماری ۔ غنیم سراسیمہ ہو کر بھاگ نکلا ۔ داھنی طرف سے سرکاری فوج نے بڑھنا شروع کیا اور کپتان کیوڑٹین صاحب بہادر نے ملتانی رسالہ کے سوار ساتھ لے کر بائیں طرف کو رخ کیا ۔ غنیم کی فوج بے اختیار بھاگی جاتی تھی اور صدھا آدمی مارے جاتے تھے ۔ تمام مورچہ دشمن کے سرکار کے قبضے میں آ گئے ۔ ے پلٹن رائفل اور پہلی پلٹن پنجابی نے یورش کر کے پانچ توپیں غنیم کی ایک مورچہ پر سے چھین لیں اور کپتان بٹ صاحب بہادر نے بمعیت جوانان کاریہ یورش کر کے فوج غنیم کے بائیں طرف سے دو توپیں اور دو جزائل چھین لیں اور ایک توپ ماڑے کے مکان میں سے سرکار کے قبضے میں آئی ۔

جس فوج نے دائیں طرف سے غنیم پر یورش کی تھی اور باغی بھاگے جاتے تھے اس وقت سرکاری فوج متصل پکے باغ کے جو بائیں کے نام سے مشہور ھے پہنچی اُس باغ میں کچھ لوگ مسلح شہر سے بھاگ کر آن چھپے تھے اور کچھ باغی بھی بھاگتے وقت گھس گئے تھے ۔ منجملہ اُن کے عنایت رسول جو نامی باغی اور مشہور اور حرامزادہ تھا مع جان محمد اپنے ملازم کے اُس باغ میں گھس گیا تھا ۔ جب سرکاری فوج کے چند سوار اُس باغ کے قریب پہنچے تو اُس نے یا اُس کے نوکر نے اُن سواروں پر بندوق فیر کی ۔ اُس وقت یقین ھوا کہ اس باغ میں باغی چھپے ھوئے ھیں ۔ سرکاری فوج نے اس باغ میں جا کر قریب پچاس ساٹھ آدمی کے قتل کیا اور ساٹھ ستر آدمیوں کو زندہ پکڑ کر گولیوں سے مار دیا ۔ عنایت رسول مع اپنے نوکر کے مارا گیا اور اکثر آدمی قاضی محلہ کے جو اس باغ میں چھپے ھوئے تھے وہ بھی مارے گئے جس قدر عورتیں اس باغ میں سے نکلیں اُن سے کسی نے کچھ مزاحمت نہ کی ۔

تار برق والہ صاحب کا زندہ ملنا

کپتان کیورٹین صاحب بہادر نے جو ملتانی رجمنٹ کے سوار لے کر بائیں طرف گئے تھے چار میل تک باغیوں کا تعاقب کیا ۔ موضع مجھیڑہ کے نیچے دھام پور کی سڑک پر چار توپ اور چھ ھاتھی غنیم کے چھین لیے اور جس قدر لوگ ھاتھیوں پر سوار تھے سب کو قتل کیا اور کرانی صاحب مہتمم تار برق جو نا محمود خاں کی قید میں تھا منجملہ انھیں ھاتھیوں کے ایک ھاتھی پر سوار تھے ۔ کپتان صاحب صحیح و سلامت اُس کو لشکر میں لے آئے ۔

جس روز نگینہ میں لڑائی ھوئی ھے اُس روز باغیوں کو سرکاری فوج آنے کا یقین نہ تھا اس لیے دلیل سنگھ گوجر باغی مع ایک توپ اور سو سواروں کے رسد لینے کو بڈھ پورہ گیا تھا اور وھاں کے مہاجنوں کو لوٹ کر نگینہ پھرا آتا تھا ۔ اس عرصے میں غنیم

کی شکست ہو چکی تھی ۔ جب دلیل سنگھ موضع شریف الملک پور عرف قاضی والے کے پاس پہنچا چند سرکاری سواروں نے اس کا تعاقب کیا اور توپ اس سے چھین لی اور سب سواروں کو مع دلیل سنگھ کے بھگا دیا ۔ اس لڑائی میں پندرہ توپیں اور کل میگزین سرکار کے قبضہ میں آئیں اور ایک توپ جس کو باغیوں نے نیا بنایا تھا اور چھوٹنے کے وقت پھٹ گئی تھی میدان میں سے ٹوٹی پڑی پائی ۔

جناب کپتان ہوس صاحب بہادر کا بڈھ پور جانا اور سعد اللہ خاں کو مارنا

جس وقت نگینہ پر لڑائی شروع ہونے کو تھی نجیب آباد میں میجر ہوس صاحب بہادر نے اپنے رجمنٹ کے سوار ساتھ لے کر بڈھ پورہ کو کوچ کیا تھا ۔ اس ارادے سے کہ باغی اُس طرف سے بھاگنے نہ پائیں ۔ افسوس ہے کہ صاحب کے پہنچنے سے بہت پہلے دلیل سنگھ بڈھ پورہ سے پھر چکا تھا ۔ میجر صاحب نے بڈھ پورہ کے جنگل میں تلاش کیا تو سعد اللہ خاں سابق تھانہ دار نگینہ جو باغیوں کی طرف سے سپرنٹنڈنٹ پولیس تھا جنگل میں بھاگتا ہوا ملا اور اُسی جگہ مع ایک اور سوار کے مارا گیا ۔

شہر نگینہ کا انتظام

به مجرد فتح ہونے نگینہ کے جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر اور جناب اندر سین صاحب بہادر برگٹ میجر مع سپاھیان پلٹن خاکی کے شہر نگینہ میں تشریف لے گئے اور سید تراب علی تحصیلدار کو واسطے انتظام شہر کے اپنے ساتھ لیا اور شہر کی ناکہ بندی کر کے جیسا کہ چاھیے انتظام شہر کا فرمایا اور تین سو آدمی شہر میں سے گرفتار کیے ۔ اُن میں سے چون آدمی اُسی وقت مارے گئے اور باقیوں نے اُسی وقت رہائی پائی ۔ اُسی وقت جناب صاحب مجسٹریٹ بہادر نے مولوی محمد علی رئیس نگینہ کو جو خیرخواہ سرکار تھے تلاش کر کے بلایا اور اپنے لشکر میں

رهنے کا حکم دیا اور جہاں تک ممکن ہوا اُن کے گھر کو بھی لٹنے سے بچایا باقی تمام شہر نگینہ کا شام تک لٹتا رہا ۔ اس لڑائی میں سرکار کی جانب سے بہت کم نقصان ہوا ، مگر افسوس ہے کہ لفٹنٹ کا سٹلنگ صاحب بہادر اس معرکے میں بہت دلاوری سے کام آئے ۔

رات کے وقت جناب صاحب صاحب کلکٹر و مجسٹریٹ بہادر نے مولوی قادر علی تحصیلدار نگینہ کو بدستور نگینہ کی تحصیلداری پر مامور کیا اور سید تراب علی تحصیلدار بجنور کو حکم دیا کہ تم نگینہ میں ٹھہرو اور تمام تحصیل و تھانہ جات متعلقہ تحصیل نگینہ کا انتظام کرو اور جس قدر کہ آدمی مناسب سمجھو نوکر رکھ لو ۔ چنانچہ سید تراب علی نے بخوبی انتظام کیا جس سے حکام بخوبی راضی رہے ۔

دھام پور کو لشکر کا کوچ

صبح بائیسویں تاریخ کو لشکر نے نگینہ سے کوچ کیا اور دھامپور پہنچ کر مقام ہوا ۔ ایک توپ جو نا محمود خاں کے ساتھ سیوھارہ کی طرف گئی تھی اور وہاں سے بھاگتے وقت رستہ میں رہ گئی تھی اُس کی اطلاع زمینداران موضع گنگا دھر پور پرگنہ سیوھارا نے چودھری پرتاپ سنگھ کو دی ۔ انھوں نے اپنے آدمی متعین کر کے اُس توپ کو منگا لیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جملہ باغی اس ضلع سے بھاگ گئے اور مراد آباد کی طرف چلے گئے ۔

کل لشکر کا مراد آباد کو کوچ کرنا

جو کہ مراد آباد میں فیروز شاہ آ گیا تھا اس لیے تمام لشکر نے ۲۳ تاریخ کو مراد آباد کی طرف کوچ کیا اور جناب مسٹر الگزینڈر شکسپیئر صاحب بہادر نے بمقام نور پور تمام ضلع کا انتظام اپنے ذمے لے لیا اور لشکر سے جدا ہوئے ۔ جنرل جون صاحب بہادر نے ہمارے جناب صاحب کلکٹر بہادر کی کمال احسان مندی ظاہر کی کہ آپ نے ہم کو بخوبی مدد دی اور بسبب واقفیت ضلع کے خبروں کے پہنچانے اور رسد کے تیار کرنے میں بلا ناغہ آپ نے کمال کوشش کی اور

اُسی وقت جنرل جون صاحب بہادر نے فوج مقیم میران پور کو جو مقابلہ گھاٹ دارا نگر پایاب کی حفاظت کرتی تھی حکم دیا کہ دریا عبور کر کے بجنور میں داخل ہوں ۔ چنانچہ پچیسویں تاریخ کو اُس فوج نے عبور کیا ۔

جناب مسٹر الگزنڈر شکسپیئر صاحب بہادر اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کا بفتح و فیروزی بجنور میں داخل ہونا

جناب صاحب کلکٹر بہادر نے جس قدر توپیں فتح نگینہ میں ہاتھ آئی تھیں جنرل جون صاحب سے اپنے قبضہ میں لیں اور باوجودیکہ اُس وقت سب فوج کا کوچ مراد آباد کی طرف ہو گیا مگر صاحب ممدوح بہ کمال دانائی و دلاوری سب توپوں کو اپنی حفاظت میں لے کر پچیسویں جون کو بجنور میں داخل ہوئے ۔ جس انتظام سے توپیں آئی تھیں ہر شخص اُس کو دیکھ کر تعجب کرتا تھا ۔

جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر جنٹ مجسٹریٹ نے اسی قلیل عرصہ میں نجیب آباد اور کیرت پور اور منڈاور وغیرہ کا بخوبی انتظام کیا اور تھانہ اور تحصیل اور چوکیات بٹھا کر اُسی تاریخ بجنور میں تشریف لائے اور میں بھی ہم رکاب صاحب ممدوح بجنور میں پہنچا اور چھبیسویں تاریخ سے کچہری صدر امینی کی کھول دی ۔

چھبیسویں تاریخ کو فوج مقیم میراں پور اور کپتان سیج صاحب بہادر اور سواران رسالہ پولیس اور اٹھائیسویں تاریخ کو میجر ہوس صاحب بہادر اور میجر اسماعیل صاحب بہادر مع چار ضرب توپ بجنور میں داخل ہوئے ۔

ضلع میں اس قدر جلد انتظام ہونا نادرات سے ہے

اپریل کا مہینہ نہیں گزرنے پایا تھا کہ جناب مسٹر الگزنڈر شکسپیئر صاحب بہادر اور جناب مسٹر جارج پامر صاحب بہادر کی حسن تدبیر

اور سعی و کوشش سے تمام ضلع میں امن ہو گیا ۔ تمام ضلع میں تھانہ جات اور چوکیات اور تحصیلیں قائم ہو گئیں اور ہر ایک جگہ زر مالگذار سرکار تحصیل ہونا شروع ہو گیا ۔ یہ وقت بہت نازک تھا کہ رعایا کی تسلی اور باغیوں کی سزا دہی دونوں ساتھ ہوتی تھیں ۔ یہ دونوں کام ایسے شائستہ تدبیروں سے انجام پائے کہ ہر ایک کے دلوں پر حکومت اور قوت سرکار کی دہشت ہر دم بڑھتی گئی اور اسی کے ساتھ رعایا تسلی و دلاسا پاتی گئی ۔ خیال کرنا چاہیے کہ یہ ضلع بالکل ملا ہوا ہے پہاڑ اور بہت بڑے بڑے جنگلوں سے جبکہ سرکار کی بخوبی عملداری تھی جب بھی اکثر ڈاکو اس میں رہتے تھے ۔ اب کہ کثرت باغیان کی اس ضلع میں تھی ایسا خیال میں گزرتا تھا کہ اس ضلع کے بہت لوگ جو ضلع سے واقف ہیں جنگل میں چلے جائیں گے اور نئے سرے سے ایک جماعت ڈاکوؤں کی پیدا ہو جاوے گی ۔ صرف ان دونوں حاکموں کی حسن تدبیر تھی کہ ان خرابیوں میں سے کوئی بھی ہونے نہ پائی اور جس قدر کہ آدمی جنگل میں چلے گئے تھے سب جنگل سے نکل کر اپنے اپنے مکانوں میں آ گئے اور اپریل کا مہینہ گزرنے سے پہلے جنگل کی راہیں سب صاف ہو گئیں اور کوٹ دوار اور لالی ڈھانگ کی منڈیوں میں بخوبی تجارت جاری ہو گئی ۔ ایسا جلد ضلع کا انتظام ہونا ایک نادرات اور بہت بڑا اثر ان دونوں صاحبوں کی حسن تدبیر کا ہے ۔ اب مناسب ہے کہ میں بھی اپنی کتاب کو ان دونوں با انصاف اور مدبر حاکموں کی دعائے ترقی عمر و دولت اور اقبال پر ختم کروں ۔

دولت و فتح و ظفر اقبال و جاہ و منزلت
در تضاعف باد دایم ختم کردم بر دعا

خاتمہ جو امر کہ دنیا میں پیش آوے آدمی کو لازم ہے کہ اس پر غور کرے اور اس کا مآل اور نتیجہ سوچے اور اس سے ایک نصیحت

کی بات سمجھ لے ۔ یہ ہنگامہ فساد جو پیش آیا صرف ہندوستانیوں کی نا شکری کا وبال تھا ۔ اس زمانہ کے بہت سے آدمی ایسے ہیں کہ سرکار دولت مدار انگریزی ہی کی عملداری میں پیدا ہوئے اور بہت سے ایسے ہیں کہ انھوں نے سرکار ہی کا عملداری میں ہوش سنبھالا ہے ۔ غرضیکہ ہندوستانیوں نے آنکھ جو کھولی تو سرکار ہی کی عملداری کو دیکھا اور کوئی عملداری نہیں دیکھی ۔ تاریخ دیکھنے کا اور کتابوں سے پچھلے حالات دریافت کر کے عبرت پکڑنے کا ہندوستان میں مطلق رواج نہیں رہا ۔ اس سبب سے تم لوگ نہیں جانتے تھے کہ پچھلی عملداریوں میں کیا کیا ظلم اور کیا کیا زیادتیاں ہوتی آئی ہیں ۔ کوئی شخص کیا امیر اور کیا غریب چین سے نہیں رہتا تھا ۔ اگر تم پچھلی عملداریوں کے ظلم و زیادتیوں سے واقف ہوتے تو سرکار انگلشیہ کی عملداری کی قدر جانتے اور خدا کا شکر ادا کرتے ۔ مگر تم نے کبھی خدا کا شکر ادا نہیں کیا اور ہمیشہ ناشکری کرتے رہے ۔ اس لیے خدا نے اس نا شکری کا وبال تم ہندوستانیوں پر ڈالا اور چند روز سرکار دولت مدار انگلشیہ کی عملداری کو معطل کر کے پچھلی عملداریوں کا نمونہ دکھلایا ۔ اے باشندگان ضلع بجنور ! تم خیال کرو کہ اس ضلع میں تین حالتیں گذر گئیں ۔ چند روز تعطل عملداری رہا کہ کسی کی عملداری کو زور و طاقت نہ تھی ۔ اس زمانہ میں خیال کرو کہ باہم رعایا نے کس قدر اپنے ہم جنسوں پر ظلم و زیادتی کی ۔ ہزاروں گھر لوٹ لیے اور بیسیوں گاؤں جلا دیے ۔ سینکڑوں آدمی مارے گئے ۔ ہزاروں آدمی لٹ کر فقیر ہوگئے ۔ کسی کا مقدور نہیں تھا کہ ایک گاؤں میں سے دوسرے گاؤں تک بے خطر راستہ چل سکے ۔ پھر مسلمانوں نے اول اور آخر اس ضلع میں زور پکڑا اور جو بہت بڑے موروثی نواب کہلاتے تھے اور گویا انھی کے بزرگوں نے اس ضلع کو بسایا تھا انھوں نے عملداری کی ۔ ان کی عملداری کا مزہ دیکھ لیا کہ کس قدر ہندو اس ضلع کے

تباہ و برباد اور قتل اور غارت ہوئے ۔ بڑے بڑے رئیس اس ضلع کے تباہ و برباد ہو کر جلا وطن ہوگئے ۔ بیسیوں ہندو بے گناہ پکڑے گئے اور مارے گئے اور مال اسباب گھر سب لٹ گئے ۔ مسلمانوں کو جو اس وقت میں اُن نوابوں کے ہاتھ سے نقصان نہیں پہنچا ۔ یہ بات بھی ایک مصلحت کی تھی کہ وہ بد ذات جانتے تھے کہ کسی طرح مسلمان ہمارے بر خلاف نہ ہو جائیں ۔ اگر خدانخواستہ اُن کی حکومت کو ذرا بھی پائداری ہو جاتی تو تم مسلمان بھی دیکھ لیتے کہ اُنھی تمھارے ہم مذہب لوگوں سے تم پر کیا کیا زیادتیاں اور کیا کیا ظلم ہوتے ۔ ان نوابوں کی عملداری کے درمیان میں چند روز ہندوؤں کا غلبہ اور زور ہو گیا اور چودھریوں نے اس ضلع میں ان دنوں حکومت کر لی ۔ تم نے ہندوؤں کی حکومت کا مزہ چکھ لیا کہ اُن کے ہاتھ سے مسلمانوں پر کیا گذرا اور کتنے گھر لٹے اور کتنے گاؤں مسلمانوں کے جلے اور جورو بیٹی تک کی بے عزتی ہوئی تم سچ بتاؤ کہ سرکار انگلشیہ نے چھپّن برس اس ضلع میں عملداری کی ۔ کسی شخص ہندو مسلمان نے کسی قسم کی تکلیف اور ایذا پائی ؟ پھر تم یہ خیال نہ کرو کہ ان ھی ایام غدر میں ان ہندوستانیوں کی حکومت نے یہ آفتیں تم پر ڈھائی تھیں ۔ اگلے بڑے بڑے بادشاہوں کی عملداریوں کا حال تاریخ کی کتابوں سے دیکھو کہ اُن منتظم عملداریوں میں کیا کیا ظلم اور کیا کیا آفتیں رعایا پر رہتی تھیں ۔ یہ آرام جو سرکار دولت مدار انگلشیہ کی عملداری میں تھا اُس کا لاکھواں حصہ بھی نصیب نہ تھا ۔ دیکھو سرکار انگلشیہ کی عملداری میں ہندو مسلمان سب امن سے اور آسائش سے رہتے ہیں ؛ کوئی زبردست ، زبردست پر ظلم نہیں کر سکتا ۔ ہر شخص اپنے اپنے مذہب کے موافق خدا کی یاد اور پرمیشر کی پرستش میں مصروف ہے ۔ کوئی کسی سے معترض نہیں ۔ ہندو اپنے مذہب کے موافق شیوالے بناتے ہیں اور پوجا

کرتے ھیں ۔ مسلمان اپنے مذھب کے موافق مسجدیں بناتے ھیں اذانیں دیتے ھیں ، نمازیں پڑھتے ھیں ۔ کوئی روکنے والا اور منع کرنے والا نہیں ۔ سوداگر اپنے تجارت کے کام میں مشغول ھیں ۔ لاکھوں روپیہ کا مال ایک بڈھے ضعیف گماشتہ کے ساتھ کر کر ہزاروں کوس بھیجتے ھیں اور نفع اٹھاتے ھیں ۔ کسی ڈاکو ٹھگ کا اندیشہ نہیں رھا ۔ رستہ کیسے صاف ھیں کہ رات کو عورتیں ہزاروں روپیہ کا زیور پہنے ھوئے گاڑی میں بیٹھ منزلوں چلی جاتی ھیں اور کچھ کھٹکہ نہیں ھوتا۔ زمیندار کاشتکار اپنی کھیتی کے کام میں مشغول ھیں ۔ جو روپیہ مال گذاری کا اُن سے ٹھہر گیا اُس سے زیادہ ایک حبہ بھی کوئی نہیں لیتا ۔ غرضکہ یہ انصاف اور یہ آسائش اور یہ آزادی اور یہ عدم مزاحمت ھر کسی کے حال اور قال اور مذھب اور ملت سے جیسا کہ ھماری سرکار انگلشیہ کے عہد میں ھے کسی کے عہد میں نہیں ھوا ۔ تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کا شکر ادا نہیں کیا ۔ اُس کا وبال تم پر پڑا اور چند روز تغیر عملداری کرکے تم کو مزا چکھا دیا ۔ حکمت الٰہی اس میں یہ تھی کہ اب تم ھماری سرکار انگلشیہ کی عملداری کی قدر جانو اور اُس کے سایہ حمایت کو اپنے سر پر ظل ھما سے بہتر سمجھ کر خدا کا شکر ادا کرتے رھو ۔

ھندوستان میں اکثر یہ طریق رھا ھے کہ جب کوئی زبردست کسی ملک پر قابض ھوا تو رعایا نے اُس کی اطاعت قبول کی اور سب لوگ اس کے ساتھی ھوگئے ۔ جب وہ چلا گیا اور دوسرا آیا پھر اُسی کے مطیع ھوئے ۔ سمجھو اس بات کو کہ یہ امر سرکار دولت مدار انگلشیہ کی عملداری کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا ۔ اگلی ھندوستانی عملداریوں میں رعایا کو آزادی حاصل نہیں تھی ۔ ھر طرح پر حاکم وقت کے ظلم و زیادتی اور بے جا حکومت میں دبے ھوئے رھتے تھے ۔ تمام مال اسباب رعایا کا در حقیقت اُن ظالموں کا تھا کہ جس کا چاھتے تھے ضبط کر لیتے تھے اور جس سے

چاھتے تھے تقصیر بے تقصیر ڈانڈ لیتے تھے ۔ ایسی عملداری کا
کچھ حق رعایا پر نہیں ھوتا برخلاف ہماری سرکار انگلشیہ کی عملداری
کے کہ اس میں عام رعایا کو آزادی حاصل ھے ۔ ھر شخص اپنی
چیز کا آپ مالک ھے اور وہ جو چاھتا ھے سو کرتا ھے - سرکار دولت
مدار انگلشیہ جس طرح اپنا حق محفوظ رکھتی ھے اسی طرح حقوق
رعایا کی بھی حفاظت کرتی ھے۔ اگر ایک ادنی چار سرکار کی رعیت کا
یہ جانتا ھے کہ ایک پیسہ بھی میرا سرکار نے نا حق لے لیا ھے
تو اُس کی نالش خود سرکار پر کر کر اپنا انصاف پا سکتا ھے ۔
گویا اس عملداری میں رعایا اور حکام سب شریک ھیں ۔ اس قسم کی
عملداری کا ایک حق رعایا پر ھوتا ھے جس کا ادا کرنا ھر ایک
رعیت پر واجب ھے اور وہ حق یہ ھے کہ ایسی عملداری کی رعایا
کو طرفداری اپنے گورنمنٹ کی واجب اور لازم ھوتی ھے اور نہ کرنے
کی صورت میں مجرم اور قصور وار ھوتا ھے ۔ پس اس نازک وقت میں
سب ھندوستان کی رعایا کو واجب تھا کہ سرکار انگلشیہ کی
طرف داری کرتی اور جو حق عملداری سرکار کا اُن کے ذمہ تھا
اُس کو ادا کرتے اور طرفداری کے یہ معنی ھیں کہ جہاں تک
ھو سکتا سرکار کی امداد و اعانت کرتے اور مخالفین سرکار کو مدد
نہ دیتے اور یہ تمام رعایا ھندوستان کی ایک بہت اچھی کمک ھوتی
جو ھر جگہ مخالفین سرکار کے دفعیہ کو مستعد رھتی تاکہ سرکار
زیادہ تر رعایا کے حال پر متوجہ ھو کر ھندوستان کی رعایا کو اس
سے بھی زیادہ آزادی اور عزت دیتی ۔ جیسا کہ گورنمنٹ کی خوبی ،
رعیت پروری اور انصاف گستری ھے ایسا ھی رعایا کا ایمان اپنی
گورنمنٹ کی طرفداری ھے ۔ تم لوگ اس سے غافل رھے بلکہ اس کے
برعکس کیا اور تمام اپنے ھم وطنوں کی عزت کو خاک میں
ملا دیا ۔ اے کاش ! اگر تم ایسا نہ کرتے تو یہ روز بد جو تم کو
بسزائے تمھارے اعمال کے نصیب ھوا ھے کیوں ھوتا ۔ اب بھی تم

کو چاهیے که حق گورنمنٹ ادا کرو اور جو روسیاهی تم کو گورنمنٹ سے حاصل هوئی هے اُس کو آب زلال اطاعت اور فرمان برداری اور دلی طرفداری گورنمنٹ سے دهوؤ تاکه نتیجه نیک پاؤ ؎

مرد باید که گیرد اندر گوش
ور نوشت است پند بر دیوار

اعلان واضح هو که بعوض اس خیرخواهی کے که جو اس هنگامه میں ان تین ملازمان سرکار دولت مدار سے ظهور میں آئی سرکار دولت مدار نے بموجب رپورٹ جناب مسٹر الگزنڈر شکسپیئر صاحب بهادر دام اقباله مورخه پانچویں جون سنه ۱۸۵۸ء نمبر ۵۶ و تئیسوں جون سنه ۱۸۵۸ء نمبر ۵۷ اور رپورٹ جناب صاحب کمشنر بهادر روهیلکهنڈ دام اقبالهم مورخه یکم جولائی سنه ۱۸۵۸ء اور رپورٹ حکام عالی مقام صدر دیوانی عدالت مورخه انیسویں جون سنه ۱۸۵۸ء نمبر ۳۲۷ اور حکم گورنمنٹ مورخه بارهویں جولائی سنه ۱۸۵۸ء نمبر ۲۳۷۹ سید احمد خاں صدر امین بجنور کو عهده صدر الصدوری مراد آباد پر مقرر فرمایا اور علاوه اس کے دو سو روپیه ماهواری پنشن حین حیات اُن کے اور اُن کے بڑے بیٹے کے مقرر فرمائے اور محمد رحمت خاں ڈپٹی کلکٹر بجنور کو دیهات زمینداری متصل خورجه ضلع بلند شهر میں جس کی جمع مالگذاری پانچ هزار روپیه سالانه سے کم نه هو مرحمت هونے تجویز فرمائے اور میر تراب علی تحصیلدار کو اوپر عهده فاخره ڈپٹی کلکٹری و ڈپٹی مجسٹریٹی کے ممتاز فرمایا اور دیهات زمینداری ضلع آگره میں جس کی جمع مالگذاری ڈهائی هزار روپیه سالانه سے کم نه هو مرحمت هونے تجویز فرمائے چنانچه اس کی منظوری بموجب چٹهی صاحب سیکرٹری گورنمنٹ مورخه انتیسویں جولائی سنه ۱۸۵۸ء نمبر ۳۰۷۲ آ گئی ۔ اب دیکهو هماری قدردان گورنمنٹ کی قدردانی کو که جن لوگوں نے اس هنگامه میں اپنی خیر خواهی ظاهر کی کس قدر اُن کی قدر و منزلت بڑهائی ۔